طبقاتِ اکبری

تالیف :

خواجہ نظام الدین احمد

ترجمہ و ترتیب :

محمد ایوبؒ قادری

اردو سائنس بورڈ

299 - اپر مال، لاہور

جلد دوم

طبقاتِ اکبری

تالیف :

خواجہ نظامُ الدّین احمد

ترجمہ و ترتیب :

محمّد ایُّوب قادری

اردو سائنس بورڈ
299 - اپر مال ، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۰۹ (ب)

نگران منصوبہ : زبیر بن وحید بٹ

طبع اوّل ۱۹۹۰ء

قیمت /۱۲۵ روپے

ناشر اردو سائنس بورڈ
۲۹۹۔ اپر مال، لاہور

مطبع : شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز
فیروز پور روڈ، لاہور

فہرست مضامین

دورِ اکبری کے امراء

دورِ اکبری کے علماء و فضلاء

دورِ اکبری کے مشائخ

دورِ اکبری کے حکماء

دورِ اکبری کے شعراء

• • •

پیش لفظ

طبقاتِ اکبری کی پہلی جلد کا آغاز غزنوی عہد سے اور اختتام لودی خاندان پر ہوا ہے - گویا پہلی جلد عہد سلطنت پر مشتمل ہے -

دوسری جلد بابر بادشاہ کے حالات سے شروع ہو کر اکبر بادشاہ کے اڑتیسویں سال جلوس ۱۰۰۲/۹۳-۱۵۹۴ء پر ختم ہوئی ہے - اس میں سوری خاندان کا بھی مفصل ذکر ہے - مؤلف نے کتاب کے آخر میں امراء ، علماء و فضلاء ، مشائخ ، حکماء اور شعراء کے حالات بھی شامل کیے ہیں -

خدا کا شکر ہے کہ طبقاتِ اکبری کی دوسری جلد کے ترجمہ و تحشیہ کے کام سے فراغ حاصل ہوا - پہلی جلد کے شروع میں کتاب اور کتاب کے مصنف کے متعلق اظہار خیال کیا جا چکا ہے ، لہذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں -

ترجمہ بامحاورہ اور سلیس کیا گیا ہے ، لیکن اصل کی پابندی کو خاص طور سے ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے - حسب ضرورت حواشی بھی لکھے گئے ہیں ، مگر اختصار کو مدنظر رکھا ہے -

اصل مطبوعہ فارسی کتاب (کلکتہ ایڈیشن) کے صفحہ کا حوالہ بھی دے دیا ہے - تاکہ اصل سے مقابلہ کرنے میں آسانی ہو - ہجری سنین کی غیر ہجری سنین سے مطابقت کر دی گئی ہے -

امراء ، علماء و فضلاء ، مشائخ ، حکماء اور شعراء کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے شامل کی گئی ہے - تاکہ تلاش میں سہولت رہے - کتب حوالہ کی فہرست تیسری جلد کے آخر میں شامل کی جائے گی - اشاریہ کو شامل کتاب کیا گیا ہے -

محمد ایوب قادری

[۱] حضرت جہاں بانی فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ غازی کی تشریف آوری کا ذکر

ظہیر الدین بابر بن عمر شیخ بن سلطان ابو سعید بن مرزا سلطان محمد بن مرزا میر انشاہ بن امیر تیمور گورگان ، طیب اللہ ثراہم و جعل الجنۃ مثواہم[1] -

چونکہ یہ کتاب ہندوستان کے واقعات کے لیے مخصوص ہے ، اس لیے آنحضرت (بابر بادشاہ) کے وہ واقعات جو ولایت ماوراء النہر و خراسان یا دوسرے مقامات پر ظہور پذیر ہوئے ہیں ، نظر انداز کر دیے گئے ہیں - ان کا بیان تاریخ اکبر نامہ میں جس کو "افاضل پناہ حقیقت آگاہ مقرب الحضرت الخاقانیہ السلطانیہ شیخ ابو الفضل" نے تالیف کیا ہے ، نیز واقعات بابری اور دوسری تاریخوں میں بھی ہے -

اب جو ہمیں معلوم ہے ، اس سے شروع کرتے ہیں - چونکہ اس سلسلہ ابدپیوند (شاہان مغلیہ) میں حضرت (بابر) بادشاہ فردوس[2] مکانی کے لقب سے مشہور ہے ، اس لیے اس کتاب (طبقات اکبری) میں بھی اسی نام سے ذکر کیا جائے گا -

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جب دولت خاں ، غازی خاں اور سلطان ابراہیم کے دوسرے بڑے امراء نے متفق ہو کر بابر بادشاہ کے حضور میں عالم خاں کی معرفت ہندوستان تشریف لانے کی درخواست روانہ کی ، تو بابر بادشاہ نے تمام مشہور امراء کو عالم خاں کے ہمراہ تعینات کر دیا کہ ہندوستان کی سرحد پر پہلے سے پہنچ کر جیسا مناسب موقع سمجھیں عمل کریں - وہ جماعت نہایت عجلت کے ساتھ متوجہ ہوئی ، سیالکوٹ ، لاہور

۱- اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈک بخشے اور جنت ان کا ٹھکانا کرے-

۲- اردو ترجمہ میں فردوس مکانی کی بجائے "بابر بادشاہ" لکھا گیا ہے -

اور وہاں کے مضافات کو فتح کر لیا اور (وہاں کی) حقیقت بادشاہ (بابر) کے حضور میں بھیج دی ۔ بابر بادشاہ عنایت ازلی اور ہدایت لم یزلی سے دارالامان کابل سے چل دیا ۔ پہلے دن موضع یعقوب کے قریب پہنچ کر قیام کیا اور چند روز تک تھوڑی تھوڑی مسافت طے کی ۔ وہ ہر منزل پر دو ایک روز قیام کرتا اور شاہزادہ ہمایوں مرزا کے [۲] آنے کا انتظار کرتا رہتا تھا ۔ شاہزادہ ہمایوں مرزا کابل میں ، بدخشاں اور ان حدود کے لشکروں کے آنے کا انتظار کر رہا تھا ۔ یہاں تک کہ شہزادہ جواں بخت ایک آراستہ لشکر کے ساتھ حاضر خدمت ہو گیا ۔ حسن اتفاق سے اسی روز خواجہ کلاں بیگ جو شاہی ارکان دولت میں سے تھا ، غزنیں سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ بڑے بڑے امرائے دولت کی طرف سے انتظار ختم ہو گیا (وہ لوگ آ گئے) تو منزل طے کرنے میں عجلت اختیار کی ۔ دریائے سندھ کے کنارے پر جو دریائے لیلاب کے نام سے مشہور ہے ، (بادشاہ نے) تشریف لا کر قیام کیا ۔ اس منزل پر حکم صادر ہوا کہ فوج کے بخشی لشکر کا جائزہ لے کر سوار اور پیادوں کی تعداد و شمار حضور میں پیش کریں ۔ سپاہی ، سوداگر ، اکابر اور اہل بزم و رزم ان سب کی تعداد دس ہزار تھی ۔

بیت

شیر را حاجت لشکر نبود ، خاصہ گہی
کہ بود آرزوئے صید غزالش در سر
مہر بے خیل و سپہ عرصۂ عالم گیرد
چوں کند رایت اقبال عیاں ، از خاور

اس دوران میں ہندوستان کے امیروں کے متعلق خبر ملی کہ دولت خاں بدلخت اور غازی خاں شقی بیعت وفرمانبرداری سے منحرف ہوکر عہدشکنی پر آمادہ اور تقریباً تیس ہزار افغانوں اور پہاڑی لوگوں کو جمع کرکے قصبہ کلانور پر قابض ہو گئے اور امرائے لاہور سے مقابلے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

جب یہ اطلاع بابر بادشاہ کو ملی تو مومن علی تواچی کو تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا کہ مذکورہ امراء کو ہمارے آنے کی خبر کر دیں اور

جب تک بادشاہ وہاں نہ پہنچ جائے ، امراء ، قلعہ سے باہر نہ آئیں اور نہ جنگ و پیکار کا اقدام کریں ۔ نہایت عجلت کے ساتھ لشکر دریائے نیلاب (سندھ) کو عبور کرکے کچھ کوٹ[1] کے نواح میں [۳] پہنچ گیا ۔ سفینۂ اقبال (شاہی لشکر) دریائے کچھ کوٹ سے بھی تیزی کے ساتھ گزرا اور مصلحت وقت کی بنا پر طے ہوا کہ پہاڑ کی وادی کے راستے سے جو سیال کوٹ تک پہنچتا ہے ، سفر کریں ۔ پھر گکھڑ (قبائل) کے دیہات کے قرب و جوار میں شاہی لشکر نے قیام کیا ۔ اُس منزل سے بھی تیزی کے ساتھ کوچ کیا ۔ پہاڑی اور صحرائی راستہ طے کیا اور پانچ کوچ طے کرکے[2] وہاں سے کوہ جود کے مضافات میں بالناتھ پر مقیم ہوا ۔ دوسرے روز وہاں سے بھی شاہی لشکر روانہ ہوگیا اور دریائے جہلم کو عبور کیا ۔

اس منزل پر خبر ملی کہ امیر خسرو کو کلتاش ، جس نے قلعہ سیال کوٹ کو مستحکم کر لیا تھا اور غازی خاں عہد شکن کے پہنچنے پر قلعہ خالی کرکے فرار ہو گیا تھا ، امیر ولی قزل کے ساتھ جو اس کی کمک کے لیے مقرر ہوا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ہے ۔ یہ دونوں بربنائے خطا مورد عتاب ہوئے ، لیکن بابر بادشاہ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان دونوں کی خطائیں معاف کر دیں ۔

اسی موقع پر مخبروں نے خبر پہنچائی کہ نامعقول غازی خاں اور ناہنجار دولت خاں اپنے لشکر کی قوت کی وجہ سے شاہی لشکر کے اس جانب پہنچنے کی اطلاع پا کر چالیس ہزار سواروں سے جنگ کے لیے آمادہ ہیں ، فوراً احکام صادر ہوئے کہ امرائے نامدار شاہی لشکر کے پہنچنے تک توقف کریں اور ہرگز جنگ نہ کریں ۔ یہاں تک کہ دریائے چناب کے کنارے پر شاہی لشکر نے نزول کیا ۔ اس کے بعد ۹۳۲ھ/۱۵۲۵ء میں قصبہ بہلول پور پر قبضہ ہو گیا ۔ چونکہ وہ قصبہ (بہلول پور) دریائے چناب کے کنارے بلند زمین پر واقع ہے ، اس لیے شاہی فرمان صادر ہوا کہ اس جگہ پر وسیع قلعہ تعمیر کیا جائے جو شہر سیال کوٹ کانعم البدل

۱۔ نولکشور ایڈیشن میں کچھ کوٹ ہے ۔

۲۔ مولوی ذکاء اللہ نے لکھا ہے کہ چھٹے کوچ میں پہنچا ، تاریخ ہندوستان جلد سوم ، ص ۷۰ ۔

ہو ۔ چونکہ وہاں کے لوگ دریا قریب ہونے کے باوجود تالابوں کا پانی پیتے ہیں ، لہذا ان لوگوں کو اس دلپذیر مقام پر آباد کیا جائے ۔ اس مقام پر دو تین روز عیش و عشرت میں گزارے ۔ اس کے بعد سیال کوٹ کے نواح میں پہنچے یہاں سے امراء کے پاس تیز رفتار قاصد [۲] بھیجے گئے اور امراء کو حکم ہوا کہ دشمنوں کے احوال کی خصوصیات مفصل لکھ کر بھیجی جائیں ۔

اس موقع پر ایک تاجر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے عالم خاں کی خبریں بیان کیں کہ اس نے سلطان ابراہیم سے مقابلہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طرفین کے لوگ مغلوب ہوئے ۔

ہوا یوں کہ جب عالم خاں لودی امراء کے ساتھ حضور سے علیحدہ ہوا ، تو ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت تیزی کے ساتھ لاہور پہنچا چند روز وہاں آرام کیا اور ان بے بنیاد خبروں کی بنا پر جو افغانوں سے اس نے سنی تھیں ان بادشاہی امراء سے جو اس کی مدد کے لیے مقرر کیے گئے تھے ، خوشامدانہ عرض کیا کہ چونکہ بابر بادشاہ نے تم کو میری کمک کے لیے مقرر کیا ہے اور مجھ کو سکندر و ابراہیم کی مملکت کو فتح کرنے کا حکم ہوا ہے اور غازی خاں نے مجھ سے صلح کی ابتدا کی ہے ، لہذا مناسب یہ ہے کہ تم لوگ بھی میرے موافق ہو کر اس صلح پر رضا مند ہو جاؤ اور پھر آگرہ اور دہلی کی طرف متوجہ ہوں ۔

وہ صائب الرائے امیر اس جماعت (افاغنہ) کی مکاری سے آگاہ تھے ، انھوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور جواب دیا کہ غازی خاں نہایت منافق ہے اس کے قول و فعل اعتماد کے لائق نہیں ہیں ۔ اس کی معمولی سی نرمی اور چاپلوسی کی بنا پر یہاں سے جا کر اس سے مل جانا عقل مندی کے خلاف ہے ۔ اگر وہ اپنے بھائی حاجی خاں کو بادشاہ کے حضور میں یا بادشاہ کے خیر خواہ امراء کے پاس لاہور میں گروی کے طور پر بھیج دے ، تو ایسا ہو سکتا ہے ۔ (یعنی غازی خاں کے پاس جا سکتے ہیں) ۔ بیوقوف عالم خاں نے کہا کہ بادشاہ نے تم کو میری متابعت کرنے کے لیے کہا ہے نہ کہ مجھ کو تمھاری اطاعت کا حکم دیا ہے ۔ اس نے بہت کوشش کی ، مگر امراء نے قبول نہیں کیا ۔ اسی وقت شیر خاں پسر غازی خاں ، عالم خاں کے پاس آیا اور اپنے باپ کی بات کو اور پکا کیا ۔

دلاور خاں جو بابر بادشاہ کی خیر خواہی کی وجہ سے ایک مدت سے غازی خاں کی قید میں تھا ، بھاگ کر لاہور آ گیا [٥] اور اس نے محمود خاں ولد جہاں خاں کو کہ وہ بھی بادشاہ کے خیر خواہوں کی فہرست میں شامل تھا ، اپنے موافق بنا لیا اور لشکر سے علیحدہ ہو کر غازی خاں سے مل گیا ۔ پھر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دہلی کی طرف متوجہ ہوئے ۔ بعض دوسرے امراء ، مثلاً اسماعیل خاں جلوانی وغیرہ جو سلطان ابراہیم سے مایوس ہو چکے تھے اور دہلی کے نواح میں ٹھہرے ، ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور سلطان ابراہیم سے مقابلہ کا ارادہ کیا ۔ جب قصبہ اندری پہنچے تو قصبہ مذکور کا حاکم سلیمان شیخ زادہ بھی اس جماعت میں شامل ہو گیا ۔ اس لشکر کی تعداد چالیس ہزار سواروں تک پہنچ گئی سب نے متحد و متفق ہو کر دہلی کا محاصرہ کر لیا ۔ سلطان ابراہیم ان وحشت ناک خبروں کو سن کر اس جماعت سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا ۔

جب عالم خاں اور اس جماعت نے (سلطان ابراہیم کے) ارادے کی اطلاع پائی ، تو دہلی کے نواح سے مقابلے کے لیے آگے بڑھے اور طے پایا کہ چونکہ افغان (قبائل) میں ایک دوسرے کے ناموس کا بہت خیال ہے اور لڑائی کے وقت اپنے آقا سے منہ پھیرنا اور دشمن سے مل جانا بڑے عیب اور شرم کی بات ہے ، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنگ دن کے وقت ہوئی تو حق وفا داری کی بنا پر مقصود دلی حاصل نہ ہوگا اور ہمارے متفقین کو حیا مانع ہوگی اور ایک دوسرے سے شرم کی وجہ سے ہماری طرف نہیں آئیں گے ، لہذا مناسب یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب رات کی نقاب اچھوں اور بروں کے چہروں کو چھپا دے ، تو سلطان ابراہیم کے لشکر پر شب خون مارا جائے اور پوشیدہ موافقین کو اپنے ساتھ ملا کر دشمنوں سے نپٹا جائے ۔

مختصر یہ کہ سلطان ابراہیم کا لشکر چھ کوس کے فاصلے پر تھا کہ یہ لوگ شب خون کے ارادے سے روانہ ہوئے اور آخر شب میں ان کے ارادے نے عملی شکل اختیار کر لی اور ابراہیم کے لشکر کو درہم برہم کر دیا ۔ جلال خاں اور بعض دوسرے امراء جنھوں نے عالم خاں سے موافقت کا وعدہ کر لیا تھا ، موقع کے منتظر تھے ، چنانچہ وہ مل گئے ۔ سلطان ابراہیم

خاصہ کے چند سواروں کے ہمراہ اپنے خیمے [٦] کے پاس کھڑا تھا ۔ طلوع آفتاب تک نہ تو جنگ کی اور نہ فرار کے لیے قدم اُٹھایا ۔ عالم خاں کے ہمراہی اور لشکری اپنے غلبے اور دشمن کی شکست کا یقین کرکے مال و دولت کے لالچ کی وجہ سے مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے منتشر ہوگئے۔ طلوع صبح کے بعد معلوم ہوا کہ عالم خاں کے پاس چند آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں ۔ جب سلطان ابراہیم کی نظر دشمن کی کم تعداد پر پڑی ، تو وہ اس جماعت کے ہمراہ جو اس کے ساتھ تھی ، ہاتھی کو آگے بڑھا کر عالم خاں کے سر پر پہنچ گیا اور پہلے حملے میں اس کے قدم اکھاڑ دیے اور اس کو بھگا دیا ۔ ہر شخص جو جس جگہ بھی لوٹ مار کر رہا تھا ، خوف کی وجہ سے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور وہ امراء جو عالم خاں سے مل گئے تھے ، منتشر ہو گئے ۔

عالم خاں دو آبے میں پہنچا اور لاہور کا راستہ لیا ۔ جب وہ سرہند میں آیا ، تو اس نے فتح مند شاہی لشکر کے سیال کوٹ پہنچنے اور قلعہ ملوٹ کے فتح ہونے کی خبریں سنیں ۔ ان نااہلوں کو شکست پر شکست ہوئی اور ان میں کوئی کہیں اور کوئی کہیں بھاگ کھڑا ہوا ۔ دلاور خاں جو ہمیشہ شاہی دولت خواہوں میں رہتا تھا اور اس کا عالم خاں کے ساتھ ہونا دشمنوں کے غلبے اور اس کی خطائے اجتہادی کی وجہ سے تھا ، جب اسے شاہی لشکر کے پہنچنے کی خوش خبری ملی ، تو اس نے بادشاہ کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا اور صرف چند ہمراہیوں کے ساتھ وہ اس سعادت سے مشرف ہوا ۔ مخالفین سے اس کی ظاہری موافقت کے عذر کو بادشاہ نے سماعت فرمایا ، اس کو عفو و احسان سے نوازا اور اس کی خطا معاف کر دی ۔

عالم خاں نے حاجی خاں کے ہمراہ قلعہ کنکوٹہ میں پناہ لی ۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر نہایت بلندی پر ملوٹ کے مضافات میں واقع ہے ۔ اتفاق سے نظام الدین علی خلیفہ جو وکیل سلطنت تھا ، شاہی لشکر کے کچھ افغانوں اور ہزارہ کے لوگوں کے ساتھ لشکر سے علیحدہ ہو کر وادی کوہ کی سیر کر رہا تھا ۔ جب وہ اس قلعہ کے نزدیک پہنچا ، تو اس قلعہ کے کنگرے کی بلندی پر کمند طمع باندھ کر نہایت کوشش سے لڑائی شروع کر دی ۔ چنانچہ پہاڑ کے محصورین کی جانوں پر آبنی ، نزدیک

تھا [۷] کہ قلعہ فتح ہو جائے ، مگر لڑائی کے آخر دن ان لوگوں پر رات کا اندھیرا چھا گیا اور مقصد بر آری نہ ہو سکی ۔ عالم خاں جنگ کو پیٹھ دے کر بہ ہزار مشکل ایک پریشان حال جماعت کے ساتھ قلعہ کی ایک جانب سے نکل گیا اور دوسرے روز افتاں و خیزاں حیرانی و پریشانی کے عالم میں جب بادشاہ کے حضور کے سواء کہ جہاں پریشان حالوں کی دستگیری اور گناہگاروں کی معافی ہوتی ہے اور کہیں رہائی و نجات کا راستہ نہ ملا ، تو بالآخر بابر بادشاہ کے فطری کرم پر اعتبار کرکے قدم بوسی کے لیے حاضر ہو گیا ۔ جیسے ہی وہ پہنچا ، بابر بادشاہ نے حسب دستور خلعت سے سرفراز فرمایا اور اس پر مطلق کوئی اعتراض نہیں کیا اور جب وہ آ گیا ، تو اس کا قیام بادشاہ کی مجلس عالی میں رہا اور اس کو اطمینان کلی حاصل ہو گیا ۔

اسی دوران میں جو قاصد نامور امراء کو بلانے کے لیے شاہی حکم لے کر لاہور گئے ہوئے تھے ، انھوں نے ان امراء کے شاہی لشکر کے قریب پہنچنے کی خبریں دیں ۔ دوسرے روز جب لشکر نے قصبہ پرسرو (پسرور) کا قصد کیا ، تو ان نیک اندیشوں میں سے میر محمد علی جنگ جنگ اور خواجہ حسین شریف دیوان نے نوجوانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ، بادشاہ کے حضور میں آنے میں دوسروں پر سبقت کی اور (بادشاہ کے) حسب الحکم جوانوں کی ایک جماعت غازی خاں کا حال معلوم کرنے کے لیے جو لاہور کی طرف دریائے راوی کے کنارے قیام پذیر تھا ، روانہ ہوئی ۔ تیسرے روز واپس آ کر حضور میں عرض کیا کہ دشمن بادشاہی لشکر کے آنے کی اطلاع پا کر ایک دم فرار ہو گیا ، کیونکہ اس وقت ان کے قیام کا مقصد بادشاہ کے نہ پہنچنے کے یقین کی بناء پر تھا ۔ [۸]

ذرہ با مہر محال ست کہ جوید ناورد
صعوہ را بازچہ ساں باز کند پنجہ بجنگ

اس خبر کو سن کر بابر بادشاہ نہایت عجلت کے ساتھ یلغار کرتا ہوا اس بدبخت جماعت کے تعاقب کے خیال میں کلانور کے نواح میں قیام پذیر ہوا ۔ اس منزل پر عالی شان سلاطین محمد سلطان مرزا اور عادل سلطان تمام امراء کے ساتھ لاہور سے آ گئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نذریں پیش کیں اور علیٰ قدر مراتب شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوئے ۔

دوسرے روز کلانور سے کوچ کیا اور شاہی فرمان جاری ہوا کہ امیر مہدی کو کتاش ، امیر احمد پروانچی ، امیر قتلق قدم ، امیر ولی خازن اور بہت سے امراء ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان فرار شدہ لوگوں کے تعاقب کی طرف متوجہ ہوں اور قلعہ ملوٹ کے اطراف کی حفاظت اس طرح کریں کہ کوئی شخص اس قلعہ کے اندر سے باہر نہ نکل سکے اور اس کے خزانے اور دفینے تلف نہ ہونے پائیں ۔ اس احتیاط کا اصل مقصد غازی خاں کی گرفتاری تھا ۔

دوسرے روز قلعہ ملوٹ کے نزدیک قیام کیا ۔ بڑے بڑے امراء کو حکم ہوا کہ قلعہ کا محاصرہ کرکے مخالفوں کا ناطقہ بند کر دیں ۔ دوسرے دن اسماعیل خاں ولد علی خاں ، جو دولت خاں کا بیٹا تھا ، قلعہ سے باہر آیا اور عرض کیا کہ غازی خاں قلعہ میں نہیں ہے ، البتہ دولت خاں ، علی خاں اور تمام باغی لوگ موجود ہیں ۔ بابر بادشاہ نے استمالت و تہدید کا وعدہ وعید کرکے اس کو قلعہ میں بھیج دیا اور قلعہ فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی ۔ مورچے قلعہ کے زیادہ نزدیک پہنچا دیے گئے ۔ جب مخالفوں نے فتح مند لشکر کی طاقت دیکھی ، تو ان کی ہمتیں پست ہو گئیں ۔ دولت خاں نے از راہ عجزوانکسار امان طلب کی ۔ شاہانہ عنایات شامل حال ہوئیں ۔ اس کی خطائیں معاف کر دی گئیں حسب الحکم اس کی گردن میں دو تلواریں لٹکا کر اس کو دربار عام میں لائے ۔ جب نزدیک پہنچا ، تو مذکورہ تلواروں کے علیحدہ کرنے کا حکم ہوا اور آداب شاہی کا جو قاعدہ ہے ، وہ بجا لایا ۔ بابر بادشاہ [۹] نے نہایت ذرہ نوازی فرمائی ۔ اپنے قریب اس کو جگہ دی اور اس کی خطائیں معاف کر دیں :

کرم آنست کہ احساں بگنہگار کند
ورنہ بادوست جز احساں نکند اہل کرم

فرمان صادر ہوا کہ دولت خاں ، اس کی اولاد اور متعلقین کو امان دی گئی ۔ اس کے مال کی فہرست بنائی جائے اور فتح مند لشکر کے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جائے اور خواجہ میر میراں صدر اس کے اہل و عیال کی نگرانی و حفاظت کے لیے مقرر ہوا ۔ جب قلعہ بابر بادشاہ کے قبضے میں آ گیا ، تو علی خاں حاضر خدمت ہوا ، کچھ اشرفیاں بطور نذ پیش

گیں اور دن کے آخری حصے میں اپنی بیگمات اور متعلقین کو جمع کر کے اپنی پوری جماعت کے ساتھ قلعہ سے باہر آیا ۔ نقیب و چوبدار دور رہتے ہوئے (دن) لوگوں کو ہنکال رہے تھے ۔ ان تمام لوگوں کو خواجہ میر میراں کے گھر لے جایا گیا اور اس (خواجہ) کے سپرد کر دیا ۔

دوسرے روز بابر بادشاہ نے قلعہ کا انتظام فرمایا ۔ امیر سلطان جنید برلاس ، امیر محمدی کو کلتاش ، امیر احمد پروانچی ، امیر عبدالعزیز ، امیر اللہ علی جنگجنگ امیر قتلق قدم اور کچھ دوسرے امراء کو اُس سال کی وجہ سے جو قلعہ میں تھا ، وہیں چھوڑا ۔ چونکہ معلوم ہو گیا تھا کہ غازی خاں قلعہ ملوٹ میں نہیں ہے ، اس لیے شاہی لشکر غازی خاں کے لیے حرکت میں آیا ۔ دولت خاں ، علی خاں ، اسماعیل خاں اور اس عہد شکن جماعت کے کچھ اور لوگوں کو گرفتار کر کے حکم دیا گیا کہ ملوٹ و بھیرہ کے قلعہ میں کہ جو اس نواح میں سب سے مضبوط قلعہ ہے، بند کر دیے جائیں ۔ راستے میں دولت خاں مر گیا ۔ اس کے بعد بابر بادشاہ نے غازی خاں کے تجسس ، تلاش ، گرفتاری اور اس کی حرکتوں کی سزا دینے کی غرض سے کوچ کیا اور وہ ناہموار راستے طے کرتا ہوا وادی دون میں ، جو ایک بڑا پہاڑ ہے [۱۰] اور سوالک میں شامل ہے ، پہنچا اور تردی بیگ کو ایک فوج کے ساتھ مقرر کیا کہ اس پہاڑ اور میدان میں پورے طور سے تلاش کی جائے اور اس باغی کو گرفتار کریں ، لیکن وہ بدنصیب جان کے خوف سے پہاڑ اور جنگلوں میں نکل گیا ، بہت دور چلا گیا اور ہاتھ نہ آیا ۔

دون سے ایک دو منزل طے کرنے کے بعد شاہ عماد الدین شیرازی بابر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور درمش خاں اور مولانا محمد مذہب کی عرضیاں پیش کیں کہ جو سلطان ابراہیم کے لشکر کے امراء و فضلاء میں شامل تھے ۔ انھوں نے بابر بادشاہ کے آنے کی تحریص کی تھی اور غائبانہ طور سے اپنی خیر خواہی کا اظہار کیا تھا ۔ بابر بادشاہ نے شاہ عماد الدین کے قاصدوں میں سے ایک کو اپنی جانب سے عنایت نامہ تحریر فرما کر ان لوگوں کے پاس بھیج دیا ۔

اس منزل سے بلخ کے فقراء ، درویشوں اور طالب علموں کے لیے کچھ نقد اور کچھ دوسرا سامان امیر باقی شغاول کی معرفت جو دیپال پور

کا حاکم تھا، روانہ کیا ۔ کابل بھی اپنے بیٹوں، متعلقین اور منتظرین کے لیے قیمتی سامان، ریشمی کپڑے اور نقد تحائف بھیجے ۔ ان منزلوں میں فتح مند لشکر کے بہادروں اور قزاقوں نے پہاڑ میں داخل ہو کر بہت سے قلعوں اور مواضعات پر قبضہ کر لیا اور بہت کچھ مال غنیمت لا کر لشکر میں پیش کیا ۔

وہاں سے دو منزل پر قصبہ ثنورا کے نواح میں پہنچا اور دریائے گھگر کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا اور وہاں سے شاہی لشکر سامانہ اور سنام کے نواح میں پہنچ گیا ۔ مخبروں نے خبر دی کہ سلطان ابراہیم کو ہمارے (بابر کے) لشکر کے پہنچنے کی خبر مل چکی ہے اور اس نے دہلی کے نواح سے کہ عالم خاں کی شکست کے بعد وہ وہاں ٹھیرا ہوا تھا، کوچ کر دیا ہے اور زیادہ نزدیک آ گیا ہے ۔

بادشاہی فرمان صادر ہوا کہ امیر کتہ بیگ، سلطان ابراہیم کے لشکر کے قریب پہنچ کر جس قدر بھی ہو سکے اس لشکر کی کیفیت تحقیق کر کے جلد واپس آئے ۔ اسی طرح [۱۱] مومن علی اتکہ سلطان ابراہیم کے خاصہ خیل حمید خاں کے لشکر کے متعلق تحقیقات و معلومات کے لیے متوجہ ہوا جو حصار فیروزہ سے فوج جمع کر کے آیا تھا ۔ دونوں فرستادہ قصبہ انبالہ میں واپس آئے اور راستوں کی خصوصیات اور مخالفوں کے حالات کی کیفیت اور آگے بڑھنے کے متعلق اطلاعیں دیں ۔ اسی منزل پر بین افغان جو بغاوت و سرکشی کے بعد مطیع ہو گیا تھا، اماں پا کر قدم بوسی سے سرفراز ہوا ۔

جب شہنشاہ کشور کشا (بابر) کو یہ معلوم ہوا کہ حمید خاں قلعہ فیروزہ سے دو تین منزل آگے بڑھ آیا ہے، تو حکم نافذ ہوا کہ شہزادہ محمد ہمایوں مرزا، اس کے مقابلے کے لیے بڑھے ۔ امیر خواجہ کلاں بیگ، امیر سلطان دولدی، امیر عبدالعزیز، محمد علی جنگجنگ امیر شاہ منصور برلاس، امیر محب علی ولد میر خلیفہ اور کچھ دوسرے منتخب سوار اور پیادے شہزادے کے ہمراہ روانہ ہوئے اور یلغار کرتے ہوئے سفر طے کیا ۔ جب دشمن کے لشکر کے قریب پہنچے، تو دو سو منتخب

۱۔ نولکشور ایڈیشن، تنور ۔

آزمودہ کار سوار لشکر کے مقدمہ کے طور پر بطریق قراول آگے بھیج دیے ، جب شاہزادہ کا یہ مقدمۃ الجیش غنیم کے لشکر کے قریب پہنچا ، تو طرفین سے مقابلہ شروع ہو گیا ۔ یہاں تک کہ شاہزادے کا لشکر بھی آ پہنچا اور دشمن کی فوج بھی آ گئی ۔ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ۔ دونوں میں خوب مقابلہ ہوا ۔ یکبارگی باد فتح ، لشکر ظفر اثر کی طرف چلی اور دشمنوں کو جا لیا ، افغانوں کو شکست ہوئی ۔ ان بدبختوں میں سے تقریباً دو سو آدمی گرفتار ہوئے اور بہت سے مارے گئے ۔

اگرچہ بود سپاہ عدو بقوت عاد
نسیم رایت شاہش ربود چوں صرصر

[۱۲] اسی منزل پر جہاں سے فتح یاب شہزادہ (ہمایوں) رخصت ہوا ، میرک مغول فتح نامہ کے ساتھ افغانوں کے آٹھ اژدہا پیکر ہاتھی ، قیدیوں کی جماعت اور سرداروں کے سر لے کر بادشاہ (بابر) کے حضور میں آیا اور (بادشاہ) کے حسب الحکم استاد علی قلی کے سپرد کر دیا کہ وہ ان کو توپ و بندوق کا نشانہ بنا دے ۔ سرکار حصار فیروزہ اور اس کے مضافات جن کی آمدنی ایک کروڑ تھی اور ایک کروڑ نقد شاہزادہ عالی قدر (ہمایوں) کو عطا کیے گئے ۔

اس کے بعد فتح مند فوج شاہ آباد سے دو منزل پر دریائے جمنا کے کنارے قیام پذیر ہوئی ۔ سلطان ابراہیم کے ایک بھاری لشکر کے ساتھ جنگ کے ارادے سے آنے کی خبریں تواتر کے ساتھ پہنچیں ۔ اس جگہ سے دو منزلیں اور طے ہوئی تھیں کہ خواجہ کلاں بیگ کا ملازم حیدر قلی جو حسب الحکم تفحص احوال کے لیے گیا ہوا تھا ، واپس آیا ۔ اس نے عرض کیا کہ داؤد خاں اور سلطان ابراہیم کے تمام امراء ، پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ دریائے جمنا کو عبور کر کے سلطان ابراہیم کے لشکر سے تین چار کوس کے فاصلے پر قیام کیے ہوئے ہیں ۔ اس جماعت کو ختم کرنے کے لیے سید مہدی خواجہ ، محمد سلطان مرزا ، عادل سلطان ، سلطان جنید برلاس ، شاہ میر حسین ، امیر قتاق قدم ، امیر یونس علی ، امیر عبداللہ کتابدار ، امیر محمدی پرواچی اور امیر گتہ بیگ مقرر ہوئے[۱] ۔ یہ دلاور

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد اول (نولکشور ایڈیشن) ، ص ۷۳ ۔

لوگ دریائے جمنا کو عبور کر کے اچانک دشمن کے سر پر پہنچ گئے ۔ وہ جماعت مقابلے میں آئی اور جتنی ان کی مقدرت تھی اس کے مطابق مردانگی ، جانبازی اور استقامت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی ۔ شاہی لشکر کے بہادروں نے اس قوم (دشمن) کو اپنے سامنے سے بھگا دیا اور ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ۔

چو شہ را بخت یاور باشد و دولت بود رہبر
سپاہش را بود روز و غا ، فتح و ظفر چاکر

تھوڑے سے قیدی بنا لیے گئے اور کینہ گزار سپاہی دشمنوں کے تعاقب میں چلے اور اس گروہ کو [۱۳] بھگا دیا ۔ جو تلواروں سے بچ گئے انھوں نے بڑے حیلوں سے اپنی جانیں بچائیں اور سلطان ابراہیم کے لشکر میں پہنچ کر ایک شور و غوغا برپا کر دیا ۔ قیدیوں کے ساتھ چند سردار اور دس ہاتھی بادشاہ (بابر) کے حضور میں پیش کیے گئے ۔ شاہی سیاست اور ہیبت کے اظہار کے لیے ان کے قتل کا حکم صادر کیا گیا ۔

جب اس مقام سے کوچ ہوا ، تو بادشاہ کے حسب الحکم دائیں اور بائیں طرف کے فوجی دستے اور دوسری فوج آراستہ ہو کر بادشاہ کے ملاحظے میں آئی اور شاہی مشورت کے بعد یہ حکم ہوا کہ تمام فوج اہتمام کر کے رہے (بیل گاڑیوں کی سواری) مہیا کرے ۔ چنانچہ ایک روز میں آٹھ سو رہے فراہم ہو گئے اور استاد علی قلی کو حکم ہوا کہ توپ خانۂ روم کے مطابق رہوں کو زنجیروں اور تسموں سے بصورت ارقمجی (سانپ) ایک دوسرے سے جکڑ دیں اور ایک کو دوسرے سے باندھ کر ہر دو رہوں کے درمیان چھ سات توبرے چھپا دیں تا کہ بندوقچی جنگ کے روز رہوں اور توبڑوں کی آڑ میں بندوقیں چلائیں ۔ ان چیزوں کے مکمل کرنے میں پانچ چھ روز ایک ہی منزل پر رہے ۔

اس کے بعد تمام دولت خواہوں نے قلیل تعداد کا ایک کثیر فوج کے ساتھ لڑنے کے بارے میں آیہ کریمہ :

کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله

بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے ۔

کو ذہن میں رکھتے ہوئے طریقۂ جنگ کے متعلق طے کیا کہ کوچ کرنا چاہیے اور شہر پانی پت کو عقب لشکر میں رکھ کر قیام کیا جائے اور رہوں کی قطار فوج کے سامنے رکھی جائے۔ سوار اور پیادے رہوں کی آڑ سے بندوقوں اور تیروں سے مقابلہ کریں اور کچھ سوار اطراف و جوانب سے بیرونی رخ سے حملہ کریں اور مدافعت و مقابلہ پر ڈٹے رہیں۔ اگر دشمن کے حملے کا زور زیادہ ہو، تو رہوں کے پیچھے آ جائیں۔ جمعرات کے دن [۱۲] جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ (اپریل ۱۵۲۶ء) کو دشمن (سلطان ابراہیم لودی) کے لشکر نے شہر پانی پت میں چھ کوس کے اندر پڑاؤ کیا۔ سلطان ابراہیم کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار اور ایک ہزار ہاتھی تھی اور بابر بادشاہ کا لشکر تقریباً پندرہ ہزار سوار اور پیادوں پر مشتمل تھا۔ جب پانی پت میں قیام ہوا، تو تھوڑے تھوڑے سپاہی دشمن کی فوج کے حدود میں جا کر اس کی بڑی تعداد سے جنگ کرتے اور غالب آ جاتے تھے:

ہر شہے را، کہ بود لطف الٰہی یاور
گر جہاں پر شود از لشکر بدکیش چہ باک
بود در دوش شہ از نصرت ایزد جوشن
بود بر فرق وے از لطف الٰہی مغز

بار بار دشمنوں کے سروں کو فتراک میں باندھ کر لشکر میں لاتے تھے۔ باوجودیکہ شاہی لشکر (بابر) کا غلبہ ان پر بار بار ظاہر ہو رہا تھا، لیکن ان کی طرف سے کوئی حرکت ظاہر نہیں ہوتی تھی اور نہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آگے بڑھیں گے یا یہ کہ پیچھے کو جائیں گے۔

آخرکار بعض ہندوستانی امراء نے جو دولت خواہوں میں شامل ہو چکے تھے، اس کشاکش کو ختم کرنے کے لیے شب خون مارنے ہی میں مصلحت دیکھی۔ یہ بات بادشاہ (بابر) کو بھی پسند آئی۔ شاہی فرمان کے مطابق مہدی خواجہ، محمد سلیمان مرزا، عادل سلطان، خسرو بیگ کوکلتاش، شاہ امیر حسین، امیر سلطان جنید برلاس، امیر محب علی خلیفہ، امیر ولی خازن، امیر محمد بخشی، جان بیگ اور امیر قرار قوزی پانچ چھ ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان ابراہیم کی فوج کی طرف متوجہ ہوئے اور اتفاقاً صبح کے قریب دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور لشکر میں گھس

گئے - بڑی بہادری سے جنگ کی - بعض نے لشکر کے چاروں طرف زبردست قوت کا مظاہرہ کیا اور (دشمن) کے بہت سے آدمیوں کو [۵] قتل کر دیا - خود سب کے سب زندہ و سلامت واپس آ گئے اور دولت خواہوں میں سے کسی ایک کو بھی زخم نہ آیا - دشمن بھی منتشر نہیں ہوا ، بلکہ ثابت قدم رہا -

القصہ اسی سال چھٹی رجب بروز جمعہ (۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء) موت نے سلطان ابراہیم کا گریبان پکڑا - وہ فوجوں کو لے کر شاہی (بابری) لشکر کے مقابلے پر آیا - شاہی لشکر فولاد کی دیوار کی طرح لباس آہنیں سے آراستہ اور فتح و ظفر کے زیور سے پیراستہ میدانِ جنگ میں استقلال کے ساتھ قائم ہوا اور فتح کے علموں کو بلند کیا - بابر بادشاہ مثل روح کے قلب لشکر میں پہنچا اور لشکر کے مقدمہ ، میمنہ اور میسرہ کو ترتیب دے کر جدال و قتال کے لیے تیار کیا - دونوں لشکر قریب آئے - طرفین نے نظر عداوت سے ایک دوسرے کو دیکھا - شاہی فرمان صادر ہوا کہ بائیں جانب سے امیر قراقوری ، امیر شیخ علی ، امیر علی ابو محمد نیزہ باز ، شیخ جمال اور دائیں طرف سے ولی قزل ، بابا قشقہ مغلوں کی پوری جماعت کے ساتھ دو حصے کر کے دشمن کے لشکر کی پشت سے حملہ کریں اور سامنے سے فوج کی داہنی طرف اور بائیں طرف کے امراء اور خاصہ کی فوج میں سے امیر مہدی کوکلتاش ، امیر یونس علی ، امیر شاہ منصور برلاس ، امیر احمدی پروانچی اور امیر عبداللہ کتابدار مقابلہ کریں - چونکہ مخالفوں نے فوج کی دائیں طرف زیادہ توجہ کی تھی ، لہذا امیر عبدالعزیز کو جنھیں باقی رکھا گیا تھا ، حکم ہوا کہ اس کی کمک پر پہنچو - جب ان بہادروں نے جنگ کی اجازت پائی ، تو تیز رو گھوڑوں کو دوڑایا اور آگے پیچھے دائیں بائیں چاروں طرف سے خون آشام تیروں کی ایسی بارش شروع کی کہ مخالفوں کے جسم چھلنی ہو گئے - نزدیک تھا کہ پرندوں کے اتباع میں ان (مخالفوں) کی روحیں بھی پرواز کر جائیں ، مگر دوزبانہ تلواروں کی قینچی نے ان کے بال و پر کتر دیے ، اڑنے کا احتمال ختم ہو گیا سرکشوں کے سر [۶ ب] بھاری گرزوں سے نرم ہو گئے اور دشمن کی صفوں میں موت کا بازار گرم ہو گیا :

چناں خوں رواں شد بدشت نبرد
کہ چوں سیل بردی ز جا پائے مرد
نسیمے کہ آید سحر زاں مقام
دہد بوئے خون جگر در مشام

آخرکار اللہ کے فضل اور اس کی بے انتہا مہربانیوں سے بدنصیب دشمن مغلوب و مقہور ہوا - بہت سے قتل ہوئے اور معدودے چند جو نیم کشتہ اور زخمی تھے ، جنگلوں میں نکل گئے - وہ رہائی کی امید میں تھے کہ کووں اور چیلوں کی غذا ہوگئے - سلطان ابراہیم کو بغیر پہچانے اس کے مقربین کی جماعت کے ساتھ ویرانے میں قتل کر دیا - بعد میں پہچان کر اس کا سر بادشاہ (بابر) کے حضور میں لائے - تقریباً پانچ چھ ہزار سپاہی ، سلطان ابراہیم کے قریب ایک جگہ قتل ہوئے اور پوری جنگ میں کئی ہزار آدمی مارے گئے - بابر بادشاہ نے زبانِ مبارک سے فرمایا :

الحمد للہ الذی ھدانا الھذا

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ ہدایت دی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی -

پہلے ہی روز فتح نامے شہروں اور ولایتوں کی طرف روانہ کیے اور دارالحکومت دہلی کی طرف چل دیے اور اس خیرالبلاد (شہر دہلی) کو انوار شہنشاہی سے منور کیا - (بابر بادشاہ دہلی میں پہنچا) جمعہ کے روز مساجد میں منبروں پر اُس خسرو صاحب قرآنی (بابر بادشاہ) کے نام نامی اور اسم گرامی اور (اس کی) دولت و سلطنت کا خطبہ پڑھا گیا -

فرمان صادر ہوا کہ شاہزادہ ہمایوں ، امیر خواجہ کلاں ، امیر محمدی گوکلتاش ، امیر یونس علی ، امیر شاہ منصور برلاس اور دوسرے لوگ یلغار کرتے ہوئے آگرہ جا کر قلعہ پر قبضہ کریں اور اس کے خزانے کو خاص و عام کے تصرف سے [۱۷] محفوظ رکھیں -

اس کے بعد بابر بادشاہ خود آگرہ کی طرف روانہ ہوا - اس شہر میں نزول فرمایا ، درگاہِ شاہی کے حاجت مندوں میں سے ہر ایک پر اس کے مناسبِ حال نوازش ؛ شاہی اور دست گوہربار نے خزانوں کی بخشش شروع

کر دی ۔ شاہزادہ ہمایوں کو سات لاکھ عنایت ہوا اور امراء میں سے ہر ایک کو دس لاکھ ، آٹھ لاکھ ، پانچ لاکھ علیٰ قدر مراتب مرحمت ہوا :

کسے کو بمیداں کند جاں نثار
بروز رکن از روئے احساں نثار
اگر چند باشد جگر دار مرد
چو بے برگ باشد بخوید نبرد

تمام لشکریوں اور ملازمین نے نقد اور خزانے سے انعامات پائے ۔ لشکر کے تمام اکابر ، سادات ، مشائخ ، طالبان علم ، خدمت گار ، تجار ، اہل بازار ادنیٰ و اعلیٰ ہر ایک کو علیٰ قدر مراتب اس کا حصہ ملا ۔

بیگمات شاہی کے لیے جواہرات نفیسہ اور لباس ہائے نادرہ ، سونا اور چاندی بطور سوغات دیے گئے ۔ دربار کے تمام مغنیوں اور شاہی عنایات امیدواروں کے لیے سمرقند ، خراساں ، عراق اور کاشغر انعامات بھیجے گئے اور مکہ معظمہ ، مدینہ منورہ اور (دوسرے) مزاراتِ مقدسہ کو نذریں بھیجی گئیں ۔ کابل ، خوست ، بدخشاں کے باشندوں کے لیے ، چاہے مرد ہو یا عورت ، ایک ایک شاہ رخی (اشرف) انعام دی گئی ، وہاں کے لوگ زہد و ورع میں امتیاز رکھتے ہیں اور ان انعامات کو پہنچانے اور تقسیم کرنے کے لیے ایمان دار لوگ مقرر ہوئے ۔ درگاہِ شاہی کے امیدواروں میں سے چاہے حاضر ہو یا غائب ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس کو ہندوستان کے مالِ غنیمت میں سے حصہ نہ ملا ہو [۱۸] ۔

چونکہ بابر بادشاہ اہلِ شہر کی ترق اور قلعہ والوں کی تالیف قلوب کی طرف متوجہ تھا ، لہذا اس نے تسلی بخش فرامین اطراف و جوالب میں روانہ کیے ، لیکن عدم موالست کی بنا پر بدبخت ہندی ایسے متوحش و متنفر تھے کہ اطاعت کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوتے تھے اور جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپ کر خوار ہو رہے تھے ۔ قلعوں کے محصورین اقبال کے دروازے اپنے اوپر بند کر کے قلعہ داری کے سامان فراہم کر رہے تھے ۔ دہلی اور آگرہ کے قلعوں کے علاوہ جن کو بابر بادشاہ نے فتح کر لیا تھا ، باقی تمام قلعے مخالفت میں مستحکم تھے اور بیگانگی کا احساس برقرار تھا ۔

سنبھل کے قلعہ پر قاسم سنبھلی قابض تھا ، بیانہ نظام خاں کے قبضے میں تھا ، میوات کی ولایت میں الور کے قلعہ پر حسن خاں میواتی قابض تھا اور گوالیار کا قلعہ تاتار خاں سارنگ نے مضبوط کر رکھا تھا ۔ راپری پر حسن خاں لوحانی ، اٹاوہ پر قطب خاں اور کالپی پر عالم خاں قابض تھے ۔

شہر قنوج اور اس طرف کا تمام علاقہ جو دریائے گنگا کی طرف تھا ، باغی افغانوں کے قبضے میں تھا جو سلطان ابراہیم کے زمانے میں بھی اطاعت نہیں کرتے تھے ۔ انھوں نے آفتابِ دولت سلیمانی (بابری) کے بلند اور علم افغانی کے سرنگوں ہو جانے کے بعد دوسرے بہت سے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا اور بہار خاں کے لڑکے کو بادشاہ بنا کر اس کا لقب سلطان محمد رکھا ۔ نصیر خاں لوحانی ، معروف فرملی اور دوسرے بہت سے بڑے بڑے افغانوں نے اس کی بیعت کر لی اور فاسد ارادہ (بغاوت) کیا اور نافرمانی اس درجہ ہو گئی تھی کہ قصبہ مہاون پر جو آگرہ سے بیس کوس کے فاصلے پر ہے ، سلطان ابراہیم کا مرغوب نامی غلام قبضہ کیے ہوئے تھا اور اطاعت نہیں کرتا تھا[1] ۔

اتفاق سے اسی سال ہندوستان میں اس شدت کی گرمی ہوئی کہ اس ملک کے بہت سے آدمی مر گئے ۔ اس بنا پر بابر بادشاہ نے آگرہ میں کچھ عرصے تک شاہی لشکر کو آرام کرنے کی اجازت دی اور ان کی پرورش [۱۹] فرمائی ۔ جب موسم گرما کی شدت کم ہوئی ، موسم برسات کے آ جانے کی وجہ سے باد سموم کم ہوئی اور موسم اعتدال پر آیا ، تو مشہور امراء ہر طرف علاقوں ، شہروں اور قلعوں کے فتح کرنے کی غرض سے ولایت سے مقرر ہوئے اور ادنٰی توجہ سے مقصد حاصل ہو گیا ۔ دولت بادشاہی کے کارگزاروں کے سروں پر حق تعالٰی کی ایسی عنایات ہوئیں کہ تمام بھاگے ہوئے ، نا امید اور محروم لوگ شاہی عنایت و احسان اور مہربانی و پرورش کے امیدوار ہوئے ۔ ہر وہ شخص جو کسی طرف چلا گیا تھا ، بادشاہ کی عنایت کے سایہ میں واپس آ گیا ۔ فیروز خاں ، سارنگ خاں ، شیخ بایزید برادر مصطفیٰ فرملی ، شیخ حبیب اور دوسرے افغانی

۱۔ اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۷۷ ۔

امراء نے اطاعت قبول کر کے مناسب جاگیریں اور معافیاں پائیں ۔ دوآبہ میں شیخ گھورن سارے ترکشی بندوں کے ہمراہ خلوصِ دل سے بادشاہ کے حضور میں دوڑا آیا ۔ اس کا خلوص کارگر ہوا اور ذی وقار امراء میں اس کو جگہ دی گئی ۔

جب بادشاہ (بابر) تقسیم انعامات کی مصروفیت سے فارغ ہو گیا ، تو پرگنوں اور سرکاروں کی تقسیم کی طرف توجہ مبذول کی ۔ ممالک محروسہ میں سے ہر ملک (صوبہ) ایک امیر یا سلطان (شہزادے) کو عنایت فرمایا ۔ ولایت سنبھل[1] شاہزادہ محمد ہمایوں مرزا کے اخراجات کے لیے مقرر ہوئی ۔ اسی دوران میں قاسم سنبھلی کی عرضیاں پہنچیں کہ ببن باغی جو بادشاہی لشکر سے فرار ہوگیا تھا ، اس علاقے میں آ گیا ہے اور اس نے فوج جمع کر کے سنبھل کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ شاہی فرمان صادر ہوا کہ امیر کتہ بیگ ، ملا قاسم برادر بابا قشقہ مغول مع برادران ، مولانا آفاق ، شیخ گھورن دوآبہ کے ترکشی بندوں کے ہمراہ امیر ہندو بیگ یلغار کرتے ہوئے [۲۰] اس گروہ کے سر پر پہنچیں ۔ امراء حسب الحکم متوجہ ہوئے اور دریائے گنگا کو عبور کرنے میں مشغول ہو گئے ۔ ملک قاسم نے اپنے بھائیوں کے ہمراہ باقی لشکر کے مقابلے میں سبقت کی اور تقریباً ایک سو پچاس آدمی ظہر کی نماز کے وقت سنبھل پہنچ گئے ۔ ببن بھی فوج لے کر مقابلے پر آ گیا اور ملک قاسم نے فوراً جنگ شروع کر دی ۔ چشم زدن میں دشمن کو زیر کر لیا اور فتح ہو گئی ۔ بہت قتلِ عام ہوا ، چند ہاتھی اور گھوڑے اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ دوسرے روز صبح کے وقت جب دوسرے امراء سنبھل پہنچے ، تو قاسم سنبھلی محاصرے سے فارغ ہو کر امراء کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت و فرمانبرداری سے پیش آیا ، لیکن قلعہ کے سپرد کرنے میں آج کل کرتا رہا ۔ ہر روز کچھ نہ کچھ بہانہ کر دیتا تھا ۔ امراء نے تدبیر شروع کی ۔ ایک روز قاسم کو شیخ گھورن ، امراء کی مجلس میں لے آیا اور بہادر سپاہی بغیر اطلاع کے قلعہ میں داخل ہو گئے ۔ قاسم کو اس کے متعلقین کے ہمراہ بادشاہ (بابر) کے حضور میں بھیج دیا ۔

۱۔ سنبھل ضلع مراد آباد ، یو ۔ پی ۔ انڈیا ۔

اسی دوران میں ایک فوج بیانہ کی فتح کے لیے مقرر ہوئی ۔ وہاں نظام خان تھا جس نے قبول حکم کو بعض ایسی شرائط پر موقوف رکھا جن کا پورا ہونا اس کی حالت اور استعداد کے اعتبار سے محال تھا ۔

اسی دوران میں رانا سانگا نے جو ہندوستان کے بڑے راجاؤں میں سے تھا ، اپنی جگہ سے خروج کر کے قلعہ گندار کا جس پر حسن ولد مکن قابض تھا ، محاصرہ کر لیا اور فتنہ و فساد اور سرکشی و بغاوت کا آغاز کر دیا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں حسن ولد مکن نے عہد لے کر قلعہ گندار اُس کے سپرد کر دیا[1] ۔ اس وقت حکم صادر ہوا کہ امیر سلطان جنید برلاس ، عادل سلطان ، امیر محمدی کو کلتاش ، امیر شاہ منصور برلاس اور مشہور سلاطین و ملوک کی ایک جماعت دھول پور کو محمد زیتون سے لے کر امیر سلطان جنید برلاس کے سپرد کر دے اور نظام خان کے سر پر [۲۱] قلعہ بیانہ پہنچیں اور اس قلعہ کے فتح کرنے اور نظام خان کی بیخ کنی میں پوری پوری کوشش کریں ۔ فوج قاہرہ کو اس مہم پر مقرر کرنے کے بعد اہل الرائے امراء کو حکم دیا گیا کہ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر اور جمع ہوں ۔ اس اجتماع اور مجلس صلاح و مشورت کے بعد (بادشاہ نے) فرمایا کہ نوحانی (افغان) سرکش و باغی تقریباً پچاس ہزار سوار لے کر قنوج سے آگے بڑھ آئے ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہیں اور رانا سانگا قلعہ گندار کو لے کر دوسری طرف سے سرکشی و عناد پر آمادہ ہے ، برسات کا موسم مانع سفر ہے اور ایک الجھن میں ڈال دیا ہے ، لیکن جانبین میں سے ایک طرف متوجہ ہونا ضروری ہے ۔ چونکہ رانا سانگا کی قوت معلوم نہ تھی اور اُس کی بغاوت جس انداز سے ظاہر ہوئی ، شروع میں اس کا خیال بھی نہ تھا ، لہذا اہل مشورت نے (بابر سے) عرض کیا کہ رانا سانگا اس علاقے سے دور ہے اور اُس کا نزدیک آنا نہایت دشوار ہے اور نوحانیوں کے دفعیہ سبقت کرنا کہ وہ بہت نزدیک ہیں ؛ زیادہ لائق اور مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

بابر بادشاہ نے امراء کی رائے کی تصدیق فرمائی اور طے ہوا کہ بابر بادشاہ خود بہ نفس نفیس پورب کی طرف سفر کرے گا اور پورب کے

۱- اکبر نامہ جلد اول ، ص ۹۷ ۔

دشمنوں (لوحانیوں) کو دفع کرے گا ۔ شہزادہ محمد ہمایوں مرزا نے عرض کیا کہ اگر رائے عالی میں مناسب ہو ، تو یہ خدمت میرے سپرد کر دی جائے ۔ امید ہے کہ شاہی اقبال کی مدد سے ان دشمنوں (لوحانیوں) کے دفعیہ کو بادشاہ کی غائبانہ امداد کافی ہوگی ۔ (بابر کو) یہ بات بہت پسند آئی اور حکم ہوا کہ جو امراء دھول پور کی فتح کے لیے مقرر ہوئے ہیں ، وہ شاہزادہ (محمد ہمایوں) کے ہمراہ پورب کی طرف روانہ ہوں ۔ سید مہدی ، خواجہ محمد اور محمد سلطان مرزا بھی اس لشکر کے ساتھ ، جو اٹاوہ کی فتح کے لیے مقرر ہوا تھا ، شاہزادہ کی مقابعت کریں ۔ چنانچہ بابر بادشاہ نے اُن امراء کو بمقام جلیسر ، جو آگرہ کے مضافات میں ہے ، [۲۲] جمع کیا اور چند روز اُس مقام پر سلاطین مذکورہ کے اجتماع کی غرض سے قیام کیا ۔ اس کے بعد پورب کی طرف روانگی ہوئی اور ادھر کی تمام ولایتوں اور شہروں کو فتح کرکے شہر جون پور میں قیام کیا ۔

اس دوران میں رانا سانگا نے قوت بہم پہنچا کر حسن خان میواتی اور اس علاقے کے دوسرے باغیوں کے بھکانے سے بادشاہی علاقے کی طرف توجہ کی ۔ بیانہ کے حاکم نظام خان نے اس کی شرارت (سرکشی) دیکھ کر بابر بادشاہ کے حضور میں ایک درخواست بھیجی ۔ چونکہ وہ مسلمان تھا ، لہذا معلوم ہوا کہ وہ رانا سانگا کے موافق نہیں ہے ۔ میر سید رفیق الدین محدث صفوی[1] نے ، جو علمائے وقت کے مقتدیٰ تھے ، اس کی سفارش کی ۔ قلعہ بیانہ بادشاہ (بابر) کے آدمیوں کے سپرد ہو گیا ۔ نظام خان کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا ۔ اس پر نہایت مہربانی کی گئی ۔

اسی دوران میں جب تاتار خان سارنگ خانی نے جو گوالیار کے قلعہ پر قابض تھا ، دیکھا کہ رانا سانگا نے قلعہ کندار پر قبضہ کر لیا ہے اور بیانہ کے قریب پہنچ گیا ہے اور گوالیار کے کچھ رائے ، راجے ، زمیندار اور بعض مسلمان متفق ہو کر قلعہ گوالیار کے فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ، تو وہ ان کے شور و ہنگامہ سے پریشان ہو گیا اور گوالیار

۱۔ اپنے دور کے نامور عالم ، فاضل اور محدث تھے ۹۵۴ھ/۴۸-۱۵۴۷ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو) ، ص ۱۹۵ ۔

کو سپرد کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اس نے قاصدوں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔ بابر بادشاہ نے خواجہ رحیم داد کو خراسانی اور ہندی فوج کا سردار بنایا اور شیخ تونقطار کو سابقہ خدمات کی بنا پر ترقی دے کر مشارالیہ (خواجہ رحیم داد) کے ہمراہ گوالیار کی حکومت پر نامزد کر دیا ۔ مولانا آفاق اور شیخ گھورن بھی اس کی کمک اور مدد کے لیے مقرر ہوئے ۔ جب یہ جماعت گوالیار پہنچی ، تو رائے تاتار خاں بدل گیا اور اطاعت سے انکار کر دیا ۔ اسی دوران میں شیخ محمد غوث نے کہ جن کا ذکر اس کتاب میں علیحدہ مذکور ہے[1] ، خیر خواہی کا اظہار کیا اور شاہی اشکر کو مشورہ دیا کہ مناسب یہ ہے کہ بہانہ بنا کر اس لشکر ظفر اثر کے کچھ سپاہی قلعہ میں داخل ہو جائیں اور مقصد حاصل کر لیں ۔ چونکہ شیخ مذکور علم اسمائے اعظم میں کامل تھے ، [۲۳] لہذا ظاہر ہے کہ فتح قلعہ کے بارے میں انھوں نے اسمائے الٰہی میں سے کسی رسم کی دعوت دی اور یقین ہوا کہ ان کی دعا ضرور قبول ہوگی ۔ بہرحال تدبیر ، شاہی اقبال یا ان درویش صفا کیش (شیخ محمد غوث گوالیاری) کی دعا کے اثر سے (یہ تیر نشانے پر بیٹھا) ۔ چونکہ یہ امراء تاتار خاں کو پیغام بھیجتے تھے کہ بادشاہی لشکر کے آنے کا مقصد کافروں کے فساد کا ختم کرنا ہے ، اس قلعہ کا فتح کرنا نہیں ہے اور ان (کفار) کے شب خون کے خوف سے یہ ذہن میں آ رہا ہے کہ ایک جماعت بلکہ چند سپاہی (قلعہ) میں داخل ہو جائیں اور باقی اشکر قلعہ کے قریب پناہ لے ۔ جب کام (لڑائی) کا وقت ہو ، سب اتفاق کرکے باہر آ جائیں اور سب مل کر دشمن کی (بھڑکائی ہوئی) آگ کو ٹھنڈا کر دیں ۔

تاتار خاں اس بات پر بہت کوشش کے بعد رضا مند ہوا اور خواجہ رحیم داد کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں داخلہ کی اجازت دے دی ۔ خواجہ مذکور نے قلعہ میں داخل ہو کر کچھ آدمیوں کو قلعہ کے دروازے کے نزدیک چھوڑ دیا کہ رات میں موقع پا کر دروازہ کھول

۱۔ شیخ محمد غوث گوالیاری ، شطاریہ سلسلہ کے نامور شیخ طریقت ، ۹۷۰/۶۳ - ۱۵۶۲ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو) ، ص ۴۵۶ ۔

دہی کہ بابر کی فوج بھی نہایت اطمینان کے ساتھ داخل ہو جائے ۔ چنانچہ انھوں نے رات کے وقت دروازہ کھول کر لشکر کو اندر لے لیا اور تاتار خاں کو قلعہ دیدینے میں بے اختیار کر دیا ۔ اس طرح خواہی نخواہی قلعہ اس کے قبضے سے نکال لیا اور مشارالیہ (تاتار خاں) نے قلعہ کو خواجہ رحیم داد کے سپرد کر دیا ۔ وہ تاتار خاں) شاہی دولت و حشمت کی حفاظت اور پناہ میں آ گیا ۔ محمد زیتون نے بھی مجبوراً دھول پور پیش کرکے بادشاہ کے حضور میں سرفرازی حاصل کی ۔

گیتی بفر دولت فرمانده جہاں
شد ہمچو عرصۂ ارم و روضۂ جناں
از ہر طرف رسید ، باو مژده ظفر
در ہر مکاں شنید رواں ، لغرۂ اماں

مختصر یہ کہ جب رانا سانگا بیانہ کے حدود میں پہنچا ، تو بادشاہ کے فتح کیے ہوئے علاقوں میں دست اندازی شروع کی ۔ اس کا غلبہ اور اس کی جماعت کی کثرت روز افزوں زیادہ ہوتی گئی ، بابر بادشاہ قلیل فوج کے ساتھ آگرہ میں تھا اور اس نے بقیہ تمام فتح مند لشکر کو ہر طرف متعین کر دیا تھا [۴۲] شاہزادہ محمد ہمایوں مرزا کی طلبی میں بادشاہ کا حکم پورب میں پہنچا کہ دارالملک جونپور کو بعض امراء اور سرداروں کے سپرد کرکے بعجلت ممکنہ واپس آ جاؤ ۔ شاہزادہ کامگار (ہمایوں) پورب دشمنوں پر فتح پا کر جونپور کے علاقوں پر قبضہ کر چکا تھا کہ شاہی فرمان پہنچتا ہے اور وہ حقیقت حال سے مطلع ہوتا ہے ۔

اس عرصے میں نصیر خاں کی خبر ملتی ہے کہ وہ دریائے گنگا کو عبور کرکے غازی پور سے فرار ہونے کا ارادہ رکھتا ہے شاہزادہ (ہمایوں) نے اس طرف توجہ کی اور نصیر خاں کے لیے غازی پور سے فرار ہونے کا راستہ بند کرکے اسے سخت سزا دی اور خیر آباد و بہار کو تاراج کرکے زیر و زبر کر دیا اور جونپور آ گیا ۔ بادشاہی حکم کے مطابق خواجہ امیر شاہ حسن اور امیر سلطان جنید برلاس کو جونپور کی حکومت سپرد کرکے (شاہزادہ ہمایوں) درگاہ سلیمانی (بابر) کی جانب متوجہ ہوا ۔

شاہزادہ جواں بخت (ہمایوں) نے مصلحت وقت کی بنا پر کالپی کے کو عالم خاں کا تدارک ضروری سمجھا جو افغانی طاقت کا ایک عظیم

متوں تھا ۔ (یہ مقصد) خواہ بذریعہ صلح (حاصل) ہو یا بذریعہ جنگ ۔ وہ شاہی لشکر کو کالپی کے راستے لایا ۔ عالم خاں شاہی لشکر کے خوف سے مطیع و فرمانبردار ہو گیا اور اس کو شاہزادہ (ہمایوں) اپنے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ وہ شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا اور اسی دن کابل سے قدوۃ الاعاظم و الاکابر خواجہ دوست خاوندا[1] (بادشاہ کے حضور میں) پہنچے ۔

چونکہ رانا سانگا کے دفع کرنے کی غرض سے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی ، لہذا شاہی حکم ہوا کہ توپ خانے کو پوری طرح منظم کیا جائے اور بادشاہ سے معائنہ کرایا جائے ۔ استاد علی قلی نے اس خدمت کو اس طرح انجام دیا کہ شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔

دوسرے روز رانا سانگا سے جہاد کرنے کے ارادے سے آگرہ کے نواح میں شاہی لشکر ٹھہرا ۔ اُس منزل پر کفار کے لشکر کے غلبہ کی متواتر خبریں آئیں کہ وہ یک چشم کافر (رانا سانگا) ایک ٹڈی دل سے زیادہ لشکر لے کر بیانہ [۲۵] کے قریب آ گیا ہے ۔ اس منزل پر لشکر کے جمع ہونے کی غرض سے توقف کیا ، سزاول مقرر ہوئے کہ مجاہدوں کو جمع کرکے لائیں ۔ طبل سے شش جہت میں غلغلہ پڑ گیا ، نقارے اور نفیر کا شور آسمان تک پہنچا ۔ وہاں سے چلنے کے بعد قصبہ مندھاکر کے نواح میں پڑاؤ کیا ۔ دوسرے روز صاحب تدبیر امراء کے مشورے سے کول سیکری کے قریب کہ جو آج کل فتح پور (کے نام سے) مشہور ہے ، قیام کیا اور (خبر لانے کے لیے) قراول مقرر کیے ۔ یہاں خبر پہنچی کہ دشمن قصبہ بساور سے آگے بڑھ آیا ہے ۔ اسی طرح ہر منزل پر دشمنوں کے آگے بڑھنے کی خبریں مستحقق طور پر آتی رہیں ، یہاں تک کہ فتح مند لشکر کے مقابلے کی نوبت آ گئی ۔

دو تین کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ہوا ۔ بابر بادشاہ نے ذی اقتدار امراء اور تمام معتبر حضرات ، بلکہ بہت عام لوگوں کو طلب فرما کر مجلس مشورہ منعقد کی ۔ اکثر لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ آپ (بابر بادشاہ) کچھ قلعوں کو مضبوط کرکے خود کچھ لشکر کے ہمراہ پنجاب چلے جائیں

۱- منتخب التواریخ (اردو ترجمہ ، ص ۱۳۷) میں خواجہ خاوند لکھا ہے ۔

اور لطیفہ غیبی کا انتظار کریں ، بادشاہ نے ہر شخص کی بات سنی اور بہت سوچنے کی بعد یوں فرمایا کہ شاہان اسلام کہ جو ساری دنیا کی گفتگو اور طعن و ملامت سے قطع نظر کل قیامت کے دن شفیع روز محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں کیا عذر کروں گا (اگر سوال ہوا) کہ تو نے اتنی بڑی مملکت ایک بادشاہ اسلام (سلطان ابراہیم لودی) کے قبضے سے نکال لی اور خلق کثیر کو جو ہماری ملت میں شامل تھی ، قتل کیا ، اور خود بادشاہ بن بیٹھا اور بغیر کسی عذر شرعی کے ایسے کافر (رانا سانگا) کے سامنے سے بغیر جنگ کیے ہوئے راہ فرار ڈھونڈتا ہے اور کیا معلوم کہ ان کفار کے ہاتھوں سے اس مخلوق کا کیا حال ہو ، افسوس ! اب یہ وقت ہے کہ دل شہادت کا ارادہ کرتا ہے اور پھر ''الجہاد'' کی آواز لگائی[1] - :

چو جاں آخر از تن ضرورت رود
ہماں بہ کہ باری بعزت رود
[۲۶] سر انجام گیتی ہمین ست و بس
کہ نامے بہ نیکی بماند ز پس

اس جاں سوز حرف (الجہاد) کی تاثیر سے سب لوگوں کے دل میں آگ لگ گئی اور

سمعنا و اطعنا -

ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی -

کے ساتھ زبان کھولی اور کہا کہ اے قبلہ مراد ! ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں ، جو کچھ آپ فرمائیں ہم آپ کے فرمان مطیع اور فرمانبردار ہیں - آخر کار یہ طے ہوا کہ قرآن مجید کو درمیان میں دے کر یک جہتی و یک دلی کا عہد کر لیا جائے - کلام ربانی (قرآن مجید) کی قسم کے بعد (ان سب کا) زیادہ اعتماد ہو گیا اور عنایت الٰہی پر بھروسہ کرکے لشکر کے قلب ، ہراول اور دائیں بائیں حصے کو ترتیب دیا اور فتح و نصرت

۱- فرشتہ ، جلد اول ، (ص ۲۰۸) میں شراب نوشی اور دیگر مناہی سے توبہ کا ذکر ہے -

کے حصول کے لیے فاتحہ پڑھی گئی اور

جاهدوا فی سبیل اللہ ۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرو ۔

کے میدان میں قدم رکھا ۔ بیشہ جرأت کے شیر اور معرکہ شجاعت کے دلیر اس طرح خوشی و خرمی کے ساتھ حملہ آور ہوئے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ معرکہ رزم نہیں ہے ، بلکہ ہنگام بزم ہے ۔ بالخصوص شہزادہ ہمایوں مرزا نے اس طرح داد مردانگی دی کہ کئی مرتبہ کفار کی فوج میں گھس گیا اور بہت بہادری دکھائی ۔ حق تعالیٰ نے بادشاہ اسلام پناہ (بابر) کو فتح عنایت فرمائی[1] اور کفار کو مغلوب و نامراد کیا ۔ اس بات کا یقین تھا کہ لشکر غیبی ، اس لشکر اسلام کا مددگار ہوا ہے ۔ اس معرکہ میں حسن خاں میواتی ، جس نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا تھا اور اُس حربی کافر (رانا سانگا) کے ساتھ موافقت کی تھی ، باوجودیکہ لیس ہزار خاصہ کے سوار اُس کے ہمراہ تھے ، اس طرح خوار ہوتا ہے کہ اُس کے لشکر کے لوگ اس کو ایک جگہ گرا کر بھاگ جاتے ہیں[2] ۔

اس غیبی فتح کے بعد بادشاہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرنے کے بعد ، ولایت کے اکناف و اطراف میں فتح نامے بھیجے ۔ اب ممالک ہندوستان کی فتح سے (بابر بادشاہ کی) خاطر اقدس کلیۃً مطمئن ہو گئی ۔ روز بروز سامانِ مملکت مہیا ہونے لگا اور ہندوستان کو اشرار اور باغیوں سے پاک و صاف کر دیا ۔

۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء میں بابر بادشاہ بیمار ہوا اور پانچویں جمادی الاولیٰ کو اسی سال [۲۷] اس دنیا سے رحلت فرمائی[3] ۔ اس شہر یار گیتی مدار

۱۔ شیخ زین صدر نے ''فتح بادشاہ اسلام'' سے تاریخ ۹۳۳ھ نکالی ہے ، (اکبر نامہ جلد اول ، ص ۸۵) ۔

۲۔ منتخب التواریخ ، (ص ۱۳۷) میں ہے کہ حسن خانی میواتی بڑے رعب داب کا آدمی تھا اور شاعر بھی تھا ۔ مرنے کے بعد اس کی لاش کنویں میں ڈال دی تھی ۔

۳۔ ہمایوں نامہ ، (ص ۳۶) میں گلبدن بیگم نے ہمایوں کی بیماری اور بابر کی منت ماننے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔

(بابر بادشاہ) کا زمانہ سلطنت اڑتیس سال ہوا ان میں سے ہندوستان میں پانچ سال حکومت کی ۔ بارہ سال کی عمر میں بادشاہ ہوا اور پچاس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوگیا :

آسماں را کہ بجز جور نباشد ہنرے
کارش اینست کہ ہر لحظہ کند خون جگرے
لالہ را تا نہ دہد تاج شرف تا نکند
پائمال اجل از جو سر تا جورے
ازاں سرد آمد این کاخ دلآویز
کہ چوں جا گرم کر دی ، گویدت خیز
فلک را شیوۂ غیر از جفا نیست
وفا در طینتِ آں بے وفا نیست

اس بادشاہ جہاں پناہ کے کچھ عجیب و غریب حالات ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ موزہ دو پاشنہ کے ساتھ قلعہ کے کنگروں پر آہستہ آہستہ دوڑتا تھا اور کبھی کبھی دو آدمیوں کو بغل میں دبا کر ایک کنگرے سے دوسرے کنگرے پر جست لگاتا تھا ۔ اُس نے ایک خط (طرز تحریر) ایجاد کیا ہے جس کو خط بابری کہتے ہیں اور اسی خط میں قرآن شریف کتابت کرکے مکہ معظمہ بھیجا ۔ (بابر بادشاہ) فارسی و ترکی میں شعر خوب کہتا تھا ۔ علماء و فضلاء کی بہت پرورش کرتا تھا ۔ اس نے حنفی فقہ و کلام کی ایک کتاب ترکی زبان میں نظم کی جس کا نام مبین[1] ہے اور اس کے رسائل عروض مشہور ہیں ۔ اس نے اپنے واقعات (تزک بابری) ترکی زبان میں تحریر کیے ہیں اور خوب داد فصاحت دی ہے ۔

ہمایوں بادشاہ بن بابر بادشاہ غازی کی سلطنت کا ذکر

چونکہ اس سلسلہ عالیہ (شاہان مغلیہ) کی اصطلاح میں اس بادشاہ جہاں پناہ (ہمایوں) کا ذکر ”جنت آشیانی“ کے نام سے کیا گیا ہے ، لہذا یہ ضعیف (مؤلف نظام الدین احمد) بھی اس بادشاہ کامگار کا نام نامی

۱۔ بدایونی (منتخب التواریخ ، ص ۳۴۹) نے اس کتاب کی ایک شرح کا حوالہ دیا ہے ۔

کا اظہار اسی عبارت [۲۸] (جنت آشیانی) سے کرے گا[1] -

''القصہ جب فردوس مکانی بابر بادشاہ آگرہ میں اس جہان فانی سے بہشت جاودانی کی طرف رخصت ہوا ، تو اُس زمانے میں مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) کے باپ محمد مقیم ہروی ، بابر بادشاہ کے ملازمین میں شامل اور دیوانی بیوتات کے عہدے پر فائز تھے - امیر نظام الدین خلیفہ جس پر سلطنت کے کارخانے کا دار و مدار تھا ، شاہزادہ جوان بخت ہمایوں محمد مرزا سے بعض امور کی بنا پر کہ دلیا کے معاملات میں (اکثر) پیش آتے ہیں ، خوف زدہ تھا اور وہ اس (ہمایوں) کی سلطنت سے رضامند نہیں تھا اور جب بڑے لڑکے کی سلطنت سے راضی نہ ہو ، تو چھوٹے لڑکوں سے کب راضی ہوگا -

چونکہ بابر بادشاہ کا داماد مہدی خواجہ سخی اور بخشش کرنے والا جوان تھا اور امیر خلیفہ سے محبت کا رابطہ رکھتا تھا ، لہذا امیر خلیفہ نے طے کیا کہ اس کو سلطنت دی جائے - یہ بات لوگوں میں مشہور ہوگئی تھی - سب لوگ مہدی خواجہ کے سلام کو جاتے تھے - اس نے بھی اس بات کو سمجھ لیا تھا اور بادشاہوں کی طرح سلوک کرنا شروع کر دیا تھا -

اتفاق سے میر خلیفہ[2] ، مہدی خواجہ کی ملاقات کے لیے گیا جو ایک بڑے خیمے میں تھا - میر خلیفہ ، مؤلف (نظام‌الدین احمد) کے باپ محمد مقیم اور مہدی خواجہ کے علاوہ کوئی اور خیمے میں نہ تھا - میر خلیفہ کچھ دیر بیٹھا تھا کہ حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) نے میر خلیفہ کو بلایا - جب میر خلیفہ ، مہدی خواجہ کے خیمے سے باہر آیا ، تو مہدی خواجہ خیمے کے دروازے تک ساتھ آیا اور دروازے کے بیچ میں کھڑا ہوگیا ، مؤلف (نظام الدین احمد) کا باپ (محمد مقیم ہروی) از راہِ تعظیم پیچھے کھڑا ہوگیا - مہدی خواجہ میں کچھ جنون سا

۱- اردو ترجمہ میں جنت آشیانی کی بجائے ''ہمایوں بادشاہ'' لکھا گیا ہے -
۲- شروع میں ''امیر خلیفہ'' لکھا بعد میں ''میر خلیفہ'' لکھا ہے -

بھی تھا - مؤلف کے باپ (محمد مقیم ہروی) کی موجودگی اس کے خیال میں نہ رہی - میر خلیفہ کے زخصت ہو جانے کے بعد اس نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا انشاء اللہ پہلے تیری کھال اتاروں گا - یہ کہتے ہی مؤلف کے باپ (محمد مقیم ہروی) پر نظر پڑی ، تو گھبرا گیا اور میرے باپ کا کان پکڑ کر کہا کہ اے تاجیک : ع

زبان سرخ سرسبز می دہد برباد

[۲۹] میرے والد اجازت لے کر باہر آئے اور بہت جلد میر خلیفہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگرچہ آپ محمد ہمایوں مرزا اور دوسرے لائق و فائق بھائیوں کے باوجود نمک حلالی سے چشم پوشی کرتے ہوئے چاہتے ہیں کہ یہ سلطنت دوسرے خانوادے میں چلی جائے ، لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا اور پھر مہدی خواجہ کی گفتگو دہرائی - میر خلیفہ نے اسی وقت ہمایوں مرزا کے بلانے کے لیے آدمی بھیجا اور چوبداروں کو روانہ کیا کہ مہدی خواجہ کو یہ حکم پہنچاؤ کہ حضرت بادشاہ (بابر) نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے گھر جاؤ - اُس وقت مہدی خواجہ کھانا کھا رہا تھا ، دسترخوان بچھا ہوا تھا ، چوبدار بھی پیچھے سے پہنچ گئے - خواہی نخواہی اس (مہدی خواجہ) کو اس کے گھر بھیج دیا - اس کے بعد میر خلیفہ نے فرمایا کہ منادی کر دی جائے کہ کوئی شخص مہدی خواجہ کے مکان پر نہ جائے ، نہ اس کو سلام کرے اور وہ بھی دربار میں نہ آئے -

جب بابر بادشاہ فوت ہوگیا ، تو ہمایوں مرزا نے سنبھل سے آ کر امیر نظام الدین علی خلیفہ کی کوشش سے جو وکیل سلطنت تھا ، نویں جمادی الاولی ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء کو تخت سلطنت پر جلوس کیا اور آگرہ کو رشک عالم بنا دیا - ہمایوں بادشاہ کی تاریخ جلوس ''خیرالملوک ۹۳۷ھ'' ہے - مصارف خیر جاری ہوئے - اراکین و امراء کو شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا - وہ منصب اور عہدے کہ جو لوگ بابر بادشاہ کے زمانے میں رکھتے تھے ، حسب معمول مقرر رہے - اس کے علاوہ ہر ایک کو عنایت تازہ اور نوازش بے اندازہ سے خوش کر دیا -

اسی زمانے میں مرزا ہندال بدخشاں سے آیا ۔ اُس پر مختلف قسم کی نوازشیں ہوئیں اورگزشتہ بادشاہوں کے خزانوں میں سے جو ہاتھ لگے تھے، اُسے دو خزانے انعام میں دیے گئے ۔ چونکہ زر، کشتی سے تقسیم کیا گیا تھا، اس لیے کشتی زر تاریخ ہوئی ۔ ہمایوں بادشاہ نے [۳۰] ولایت کی بھی تقسیم کر دی ۔ چنانچہ میوات مرزا ہندال کی جاگیر میں دیا گیا، ولایت پنجاب، کابل اور قندھار کامران کو عنایت ہوئی ۔ سنبھل مرزا عسکری کو ملا اور امیروں میں سے ہر ایک کی جاگیر اور ملک میں اضافہ ہوا ۔

سلطنت کے اہم کاموں کے انتظام کے بعد قلعہ کالنجر کی طرف توجہ فرمائی ۔ وہاں کا راجا اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ پیش آیا اور بادشاہ (ہمایوں) کے دولت خواہوں میں شامل ہوگیا ۔

چونکہ اسی زمانے میں سلطان محمود بن سلطان سکندر لودی بہن بایزید اور دوسرے افغان سرداروں کے ساتھ متفق ہو کر طاقت و غلبہ کی بنا پر علم مخالفت بلند کر چکا تھا اور ولایت جون پور اور اس کے مضافات پر قابض ہو گیا تھا، لہذا ہمایونی لشکر اس کے دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا اور فتح یاب ہوا ۔ وہاں سے مظفر و منصور آگرہ کو واپسی ہوئی ۔ جشن عظیم منعقد کیا گیا ۔ اراکینِ سلطنت اور امراء میں سے ہر ایک کو فاخرہ خلعتیں اور تیز رفتار گھوڑے انعام میں دیے گئے ۔ کہتے ہیں کہ اس، جشنِ عظیم میں بارہ ہزار آدمیوں کو انعام میں خلعت دیے گئے جن میں سے دو ہزار آدمیوں کو بالاپوش، تکمہ اور مرصع زردوزی مرحمت ہوئے :

ملک را بود بر عدو دست چیر
چو لشکر دل آسودہ باشد و سیر
چو دارند گنج از سپاہی دریغ
دریغ آیدش دست بردن بہ تیغ

اس زمانے میں ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ محمد زمان مرزا ولد بدیع الزماں ولد سلطان حسین مرزا بایقرا نے جو پہلے بابر بادشاہ کے حضور میں بلخ سے آ کر پناہ لے چکا تھا، مخالفت کی اور گرفتار ہوا ۔ اس کو یادگار طغائی[1]

۱- نولکشور ایڈیشن طقا ۔

نے سپرد کر کے قلعہ بیانہ بھیج دیا گیا اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے اور اندھا کرنے کا حکم ہوا ۔ یادگار بیگ کے نوکروں نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے سے اسے محفوظ رکھا اور اُس نے تھوڑے ہی دنوں میں قید سے فرار ہو کر سلطان بہادر گجراتی کے یہاں پناہ لی ۔

اسی زمانے میں [۳۱] محمد سلطان مرزا اپنے دونوں بیٹوں الغ مرزا اور شاہ مرزا کے ساتھ فرار ہو کر قنوج پہنچا اور اس نے بھی مخالفت شروع کر دی ۔

ہمایوں بادشاہ نے محبت آمیز خطوط ، سلطان بہادر گجراتی کو بھیجے اور محمد زماں مرزا کو طلب کیا ، سلطان بہادر نے غرور و نخوت کے ساتھ نامناسب جواب دیا اور سرکشی و مخاصمت دکھائی ، لہذا شاہی غیرت و حمیت جوش میں آئی اور بادشاہ ہمایوں نے گجرات (کی فتح) اور سلطان بہادر کو سزا دینے کا پورے طور سے ارادہ اور تہیہ کر لیا ۔

اسی زمانے میں بادشاہی لشکر گوالیار کی طرف روانہ ہوا ۔ دو مہینے سیر و شکار میں گزرے اور اس کے بعد واپسی ہوئی ۔ اتفاق سے اُس موقع پر سلطان بہادر ، گجرات و مالوہ کے لشکر کے ساتھ قلعہ چتور کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور رانا سانگا سے جنگ تھی اور تاتار خاں لودی کو جو اس (سلطان بہادر گجراتی) کے معزز امراء میں سے تھا ، اس کی بہادری اور دلیری کی بنا پر قلعہ بیانہ اور اس کے نواح کے فتح کرنے کے لیے بھیجا اس نے قلعہ بیانہ پر قبضہ کر لیا اور آگرہ تک دست اندازی شروع کر دی ۔ ہمایوں بادشاہ نے مرزا ہندال کو اُس کی مدافعت کے لیے نامزد کیا ، اس کا بہت سا لشکر مرزا ہندال کے آنے کی خبر سن کر متفرق و منتشر ہو گیا ، وہ صرف تین سو آدمیوں کے ساتھ مقابلے پر آیا اور مرزا کی فوج خاصہ پر حملہ کر دیا ۔ سخت جنگ ہوئی اور مع اپنے ہمراہیوں کے مارا گیا اور بیانہ اور اس کے مضافات بادشاہی قبضے میں آ گئے ۔ سلطان بہادر اس خبر کو سن کر حیران و پریشان ہوا ۔

اسی وقت ہمایوں بادشاہ نے سلطان بہادر کو سزا دینے کی تیاری کر

دی - ہمایوں بادشاہ آگرہ سے روانہ ہوا[1] اور سلطان بہادر دوبارہ گجرات سے نکلا اور اس نے چتور کا محاصرہ کر لیا اور اسی سال مرزا کامران لاہور سے قندھار پہنچا اور فتح حاصل کی -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ طہماسپ نے ہرات کی حکومت اغروار خاں[2] سے لے کر [۳۲] صوفیان خلیفہ کے لیے نامزد کی ، تو اغروار خاں ، سام مرزا کو جو بادشاہ کا بھائی تھا بھگا کر قندھار لے گیا تا کہ قندھار کی فتح کے بہانے سے اپنی حفاظت کا سامان کرے - خواجہ کلاں بیگ جو کامران مرزا کی طرف سے قندھار کا حاکم تھا ، قلعہ بند ہو گیا اور سام مرزا اور اغروار خاں نے آٹھ مہینے تک قلعہ قندھار کا محاصرہ رکھا ، لیکن خواجہ کلاں بہت بہادر اور تجربہ کار تھا ، قزلباش اُس سے بازی نہ لے جا سکے اور کامران مرزا ، خواجہ کی کمک کے لیے لاہور سے روانہ ہوا - قندھار کے نواح میں سام مرزا سے جنگ کی - خواجہ کلاں بیگ نے تدبیر و شجاعت سے فتح پائی - اغروار خاں گرفتار ہو گیا اور قتل کر دیا گیا - سام مرزا شکستہ دل اور پریشان حال بادشاہ کے پاس حاضر ہوا اور یہ مصرع اس حادثہ کی تاریخ ہے : ع

زدہ بادشہ کامراں سام را (۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء)

جب سلطان بہادر نے بادشاہ کے ارادوں سے اطلاع پائی ، تو مجلسِ مشورت منعقد کی - اس کے اکثر لشکریوں نے کہا کہ قلعہ کا محاصرہ ترک کر دینا چاہیے - صدر خاں نے جو اُس کے نہایت بزرگ سرداروں میں سے تھا ، کہا ہم نے کفار کا محاصرہ کیا ہے - اگر اس موقع پر مسلمانوں کا بادشاہ ہمارے اوپر حملہ آور ہوگا ، تو گویا وہ کفار کی حمایت کرے گا - یہ بات قیامت تک مسلمانوں میں یادگار رہے گی - بہتر یہی ہے کہ ہم استقامت رکھیں ، اس لیے گمان یہ ہے کہ ہمایوں بادشاہ ہمارے اوپر حملہ آور نہ ہوگا - جب ہمایوں مالوہ کے شہر سارنگ پور میں پہنچا اور اسے یہ بات معلوم ہوئی ، تو اس وجہ سے اس نے توقف کیا - سلطان بہادر نے بخاطر

۱- یہ روانگی جمادی الاولی ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں عمل میں آئی (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۹۹) -

۲- نولکشور ، ایڈیشن غروار خاں -

جمع چتور کا محاصرہ کیا اور قہراً و جبراً اس کو فتح کر لیا ۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا اور اس فتح کے شکرانے میں ایک جشنِ عظیم ترتیب دیا اور جو کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا ، وہ لشکریوں میں تقسیم کر دیا ۔ پھر وہ ہمایوں بادشاہ کی طرف متوجہ ہوا ۔

ہمایوں بادشاہ نے بھی چتور کی فتح کی خبر سن کر اس کی طرف کوچ کر دیا ۔ ماندوا[1] کے نواح میں [۲۲] جو مالوہ کے علاقے میں ہے ، دونوں لشکر مقابل ہوئے اور ابھی خیمے بھی نصب نہیں ہوئے تھے کہ سید علی خاں اور خراساں خاں جو سلطان بہادر کے ہراول تھے ، فوج قاہرہ سے شکست کھا کر سلطان بہادر کے پاس گئے اور گجرات کا لشکر دل شکستہ ہو کر ٹھہر گیا ۔ سلطان بہادر نے جنگ کے سلسلے میں اپنے سرداروں سے مشورہ کیا ۔ صدر خاں نے کہا کہ کل جنگ کرنی چاہیے ، کیونکہ چتور کی فتح کی وجہ سے لشکریوں کی ہمتیں بڑھی ہوئی ہیں اور انھوں نے ابھی تک مغلوں کا لشکر دیکھا نہیں ہے ۔ رومی خاں نے جو سلطان بہادر کے توپ خانے کا منتظم تھا ، کہا کہ قطار بندی کی جنگ میں توپ اور بندوق کام نہیں دیتی اور توپ خانہ بہت ہو گیا ہے ۔ قیصرِ روم کے سوا کسی دوسرے کے پاس ایسا توپ خانہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ لشکر کے چاروں طرف خندق کھدوا کر ہر روز جنگ کی جائے ۔ جب مغلوں کا لشکر مقابلے پر آئے گا تو بندوقوں اور توپوں سے اکثر ہلاک ہوں گے ۔ سلطان بہادر نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھدوا دی ۔ دو مہینے تک دولوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں پڑے رہے اور اکثر جنگجو جوان باہر آ کر اپنی بہادری دکھاتے تھے اور مغلوں کے سپاہی توپ اور بندوق کے مقابلے پر کم جاتے تھے ۔

ہمایوں بادشاہ نے فوج متعین کر دی اور سلطان بہادر کے لشکر کا محاصرہ کر لیا غلہ ، گھاس اور لکڑی کا لانا موقوف ہوا ۔ جب اس طرح چند روز گزرے ، تو سلطان بہادر کے لشکر میں قحط پڑ گیا ۔ غلہ نایاب ہو گیا اور جو چارہ کہ قریب میں تھا ، ختم ہو گیا ۔ کوتاہ ہتھیار

۱۔ نولکشور ایڈیشن مندسور ۔

گجراتی ، مغلوں کے زرہ دوز تیروں کے خوف سے دور نہیں جا سکتے تھے کہ چارہ لاتے ، لہذا بہت سے گھوڑے ، اونٹ اور آدمی بھوک کی تکلیف سے مرنے لگے ۔ گجرات کا لشکر ہمت ہار بیٹھا ۔ سلطان بہادر کو جب معلوم ہوا کہ مزید توقف کرنا گرفتاری کا سبب ہے ، تو وہ اپنے پانچ معتبر امراء کے ہمراہ کہ ان میں سے ایک برہان پور کا حاکم تھا اور دوسرا قادر شاہ [۴۲] مالوہ کا حاکم تھا ، اپنے سرا پردہ کی پچھلی طرف سے باہر آیا اور مندو[۱] کی طرف بھاگ گیا ۔ جب لشکر سلطان کی فراری سے آگاہ ہوا ، تو ہر کسی نے راہ فرار اختیار کی ۔ اس واقعہ کی تاریخ ''دل بہادر'' نکالی ہے ۔

مختصر یہ کہ ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء ہمایوں بادشاہ کو دشمن کے فرار ہو جانے کی خبر ملی ، تو وہ فوراً اس کے تعاقب میں سوار ہوا ۔ صدر خان کو جو ایک بڑی جمیعت کے ساتھ مندو کے راستے پر جا رہا تھا ، جا لیا ۔ گمان یہ ہوا کہ سلطان بہادر ہے ، اس کا ارادہ کیا ۔ ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ تین چار ہزار سے زیادہ سپاہی نہ تھے باقی لشکر لوٹ مار میں مصروف تھا ۔ گجرات کے بہت سے لشکری قتل ہوئے ۔ ہمایوں بادشاہ نے قلعہ مندو تک تعاقب کیا ۔ سلطان بہادر قلعہ مندو میں قلعہ بند ہو گیا ۔ چند روز تک محاصرہ جاری رہا ۔ آخرکار ایک رات کو فتح مند سپاہ قلعہ میں داخل ہو گئی ۔ سلطان بہادر سو رہا تھا کہ شور برپا ہوا ۔ گجراتی گھبرا گئے اور ہر ایک نے راہ فرار اختیار کی ۔ سلطان بہادر پانچ چھ سواروں کے ساتھ گجرات کے راستے پر چلا گیا ۔ صدر خاں اور سلطان عالم سونکر کے قلعہ میں جو مانڈو کا بڑا قلعہ ہے ، پناہ گزیں ہوئے اور ایک روز کے بعد باہر آئے ۔ سلطان عالم اور صدر خاں کو پکڑ لیا ، صدر خاں کو جو زخمی تھا ، بند کر دیا اور سلطان عالم کے دونوں پاؤں کی کوچیں کاٹ ڈالیں ۔

اس کے بعد صدر خاں ، ہمایوں بادشاہ کی سرکار میں ملازم ہو گیا اور ہمایوں بادشاہ تین روز کے بعد قلعہ سے اترا اور گجرات کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان بہادر ، وہ خزانہ و جواہر جو قلعہ چاپانیر میں تھا ، اپنے ساتھ لے

۱۔ نولکشور اڈیشن مندور ۔

کر احمد آباد چلا گیا ۔ جب ہمایوں بادشاہ قلعہ جاپانیر کے قریب پہنچا ، تو سلطان بہادر نے (اپنے میں) طاقت نہ دیکھی اور احمد آباد سے کنبایت کی طرف چلا گیا ۔ احمد آباد کا شہر مغلوں کے تصرف میں آ گیا ۔ غارت و تاراج ہوا اور بے حد و قیاس مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ اس کے بعد نہایت تیزی کے ساتھ ہمایوں بادشاہ ، سلطان بہادر کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ سلطان بہادر جب کنبایت پہنچا ، تو اس نے تھکے ہوئے گھوڑوں کو تازہ دم گھوڑوں سے تبدیل کیا [۳۵] اور بندر دیپ چلا گیا ۔ آخر ہمایوں بادشاہ اسی دن جس روز (سلطان) بہادر گیا تھا ، کنبایت پہنچا ۔ دوسرے دن ایک شخص داد خواہی کے راستے میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آج رات کو اس ولایت کے لوگ شب خون ماریں گے ۔ ہمایوں بادشاہ نے پوچھا کہ تجھ کو اس لشکر سے یہ ہمدردی کیوں پیدا ہوئی ۔ اس نے جواب دیا کہ میرا لڑکا اس لشکر میں گرفتار ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی (خدمت بجا لا کر) اپنا حق ثابت کروں اور لڑکے کو آزاد کرا لوں ہمایوں بادشاہ نے وہ رات نہایت احتیاط کے ساتھ بسر کی ۔ صبح کے قریب پانچ چھ ہزار پیادوں نے شب خون مارا ۔ چونکہ لشکری آگاہ تھے ، لہذا خیموں سے نکل کر لشکر کے باہر آ گئے ۔ جو لشکر میں رہ گئے وہ لوٹ لیے گئے ۔ جب صبح ہوئی مغلوں نے گجراتیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ ان میں سے بہت سے قتل ہوئے ۔

جام فیروز ، جو پہلے ٹھٹہ کا حاکم تھا ، ارغون کے لشکر سے شکست کھا کر گجرات آ گیا تھا اور اپنی بیٹی سلطان بہادر کو دے دی تھی ۔ سلطان بہادر کی شکست کے وقت (جام فیروز) ہمایوں کے لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا ۔ اس رات کو محافظوں نے اس گمان سے کہ ممکن ہے فرار ہو جائے ، اس (جام فیروز) کو قتل کر دیا اور اسی طرح صدر خاں گجراتی کو بھی قتل کر دیا جو قلعہ سونکر میں حاضر ہوا تھا ۔

دوسرے روز بادشاہی لشکر نے قلعہ جاپانیر کی طرف کوچ کیا اور قلعہ کو محصور کر لیا ۔ اختیار خاں نے جو قلعہ کا حاکم تھا ، قلعہ داری کے لوازم پورے کیے ۔ ایک روز ہمایوں بادشاہ قلعہ کے گرد سیر کر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک جماعت پر پڑی جو جنگل سے نکلی اور لشکر کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئی اور پھر جنگل میں چلی گئی ۔ ہمایوں بادشاہ نے

ایک گروہ کو ان لوگوں کے تعاقب کا حکم دیا ۔ ان میں سے چند ہاتھ آ گئے ، معلوم ہوا کہ قرب و جوار کے زمینداروں کی طرف سے غلہ اور روغن قلعہ میں لے جا رہے تھے اس جگہ پہاڑ بہت بلند ایک رخا اور چوٹی دار تھا ۔ ہمایوں بادشاہ خود بہ نفس نفیس اُس جگہ گیا کہ جہاں اوپر [۳۶] غلہ جا رہا تھا اور بنظر احتیاط اس جگہ کو ملاحظہ کیا اور واپس چلا آیا بادشاہ کے دل میں یہ بات آئی کہ پہاڑ کے استحکام کی وجہ سے قلعہ کے اس جانب سے اہل قلعہ مطمئن ہوں گے اور اس طرف سے پاسبانی اور محافظت بھی کم ہوگی ، لہذا اس نے فولاد کی بہت میخیں بنوائیں اور رات کو تین سو آدمی اس جگہ پہنچے اور ایک جماعت فولادی میخوں کو دائیں بائیں نصب کرکے اوپر پہنچ گئی ۔ چونکہ قلعہ کے لوگ اس طرف سے مطمئن تھے ، اس لیے کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اور انتالیس آدمی کہ ان میں آخری بیرام خاں تھا ، جب اوپر پہنچے ، تو ہمایوں بادشاہ بھی بہ نفس نفیس اوپر (موجود) تھا :

شجاعت ہمیں زیور آدمی ست
نمائندۂ جوہر آدمی ست
بود فخر مرداں ز جان باختن
ز سر پر دلاں را سپر ساختن

صبح ہونے تک تین سو آدمی قلعہ میں داخل ہو گئے ۔ اسی جگہ غلہ ، روغن اور اہل قلعہ کی ضرورت کا جملہ سامان تھا ۔ جب روشنی ہوئی ، تو لشکر کے لوگ ایک دم قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ ہمایوں بادشاہ اوپر سے تکبیر کہتے ہوئے دروازے پر پہنچے اور دروازہ لشکریوں کے لیے کھول دیا اور اس قدر استحکام کے باوجود قلعہ فتح ہو گیا ۔ اختیار خاں نے ایک بڑے قلعہ میں جو مولیا[1] کے نام سے مشہور ہے ، پناہ لی ۔ قلعہ کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور بہت سی عورتیں اور جوان قلعہ سے نیچے گر کر ہلاک ہو گئے ۔ اختیار خاں بسلامتی باہر آ گیا اور ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اختیار خاں گجراتیوں میں بزرگ و ممتاز تھا ۔ اس کی تربیت ہوئی اور اس کو مجلس خاص کے ندیموں میں

۱۔ نولکشور ایڈیشن مولب ۔

داخل کر لیا گیا اور شاہانِ گجرات کے وہ خزانے جو سالہا سال سے جمع تھے ، قبضے میں آ گئے ۔ دولت سرداروں میں تقسیم کی گئی ۔ روم ، فرنگ ، خطا ، چین اور دنیا کے چاروں طرف کا قیمتی سامان اور کپڑا کہ جو گجرات کے حاکموں کے خزانے میں جمع ہوا تھا ، سب تاراج کر دیا گیا[1] ۔

[۳۷] چونکہ بے شمار مال ، دولت اور اسباب لشکریوں کے ہاتھ آیا تھا ، اس لیے اس سال کوئی بھی ولایت گجرات کی تحصیل وصول کے لیے متوجہ نہیں ہوا ۔ گجرات کی رعایا نے سلطان بہادر کے پاس آدمی بھیجے اور پیغام دیا کہ چونکہ گجرات کے اکثر پرگنوں میں مغلوں کے گماشتے نہیں ہیں ، لہذا اگر فوج مقرر کر دی جائے ، تو ہم اپنے واجبات روانہ کر دیں ۔ سلطان بہادر نے اپنے غلام عماد الملک کو جو بہادر تھا ، بھیجا ۔ عماد الملک لشکر جمع کرکے جب احمد آباد کے نزدیک پہنچا ، تو زمیندار اور سپاہیوں کا بہت سا لشکر اس کے گرد جمع ہو گیا ۔ قیاس ہے کہ پچاس ہزار سوار ہوں گے ۔ احمد آباد کے قریب قیام کیا اور واجبات کی تحصیل شروع کر دی ۔

جاپانیر کی فتح کی یہ خبر جب ہمایوں بادشاہ کو ملی ، تو ہمایوں نے بے شمار دولت ، جو گجرات سے ہاتھ آئی تھی ، دوبارہ لشکریوں میں تقسیم کی اور جاپانیر کو تردی بیگ کے سپرد کیا اور خود احمد آباد کی طرف توجہ فرمائی[2] :

"مرزا عسکری ، مرزا یادگار ناصر اور ہندو بیگ کو ہراول لشکر بنا کر اپنے سے ایک منزل آگے بھیج دیا ۔ محمود آباد کے نواح میں ، جو احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے ، عماد الملک نے مرزا عسکری سے جنگ کرکے شکست کھائی طرفین

۱۔ اس فتح کی تاریخ یہ کہی گئی :

تاریخ ظفر یافتن شاہ ہمایوں

می جست خرد یافت لہ شہر صفر بود ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء

(منتخب التواریخ ، ص ۳۴۰) ۔

۲۔ نولکشور اڈیشن میر ہندو بیگ ۔

کے بہت سے آدمی قتل ہوئے ۔ اس ضعیف (مرزا نظام الدین احمد) نے اپنے باپ سے سنا جو اس وقت مرزا عسکری کے وزیر تھے کہ دوپہر کے وقت سخت گرمی تھی ، گجراتی نہایت تیزی سے احمد آباد سے آ گئے ۔ مرزا یاد گار ناصر ، مرزا عسکری سے نصف کوس کے فاصلے پر فوج کے دائیں جانب تھا اور امیر ہندو بیگ بھی اتنے ہی فاصلے پر ان کی فوج کے بائیں طرف قیام کیے ہوئے تھا ۔ گجراتی اس قدر جلد پہنچے کہ مرزا کو فوج درست کرنے کا بھی موقع نہ ملا اور مرزا تھوہر کے خار دار پیڑوں کی جھاڑیوں میں چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا ۔ گجراتیوں نے مرزا کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور لوٹنے میں مشغول ہوگئے ۔ وہ بہت سا مالِ غنیمت لے کر منتشر ہو گئے ۔ اس وقت مرزا یاد گار ناصر [۳۸] اور امیر ہندو بیگ آراستہ فوجیں لے کر ظاہر ہوئے اور گجراتی بھاگ کھڑے ہوئے ، مرزا عسکری بھی ان جھاڑیوں سے باہر آ گیا اور اپنا علم و نقارہ ظاہر کیا اور احمد آباد تک گجراتیوں کا تعاقب کیا ۔ دو ہزار سے زیادہ آدمی اس مقابلے میں قتل ہوئے ۔"

مختصر یہ کہ فتح کے بعد ہمایوں بادشاہ نے احمد آباد اور اس کے مضافات کو مرزا عسکری کی جا گیر میں دے دیا اور نہر والہ پٹن مرزا یاد گار ناصر کو عنایت کیا اور بروج بیر ہندو بیگ کو جاپانیر تردی بیگ کو دیا ۔ قاسم حسین سلطان کو بڑودہ عنایت ہوا ۔ خاں جہاں شیرازی اور دوسرے امراء کمک کے لیے مقرر ہوئے ۔ ہمایوں بادشاہ مظفر و منصور واپس ہوا ۔ برہان پور پہنچا اور وہاں سے وہ (ہمایوں) مندو گیا ،

ایک مدت کے بعد سلطان بہادر کے امراء میں سے ایک امیر نے نوساری کی طرف کہ جو سورت کے قریب ہے ، ایک مضبوط ٹھکانا بنا لیا ، فوج جمع کر لی اور نوساری پر قبضہ کر لیا ۔ رومی خاں کو خاں جہاں کے ساتھ موافق کر لیا اور بندر سورت سے بھروچ آ گیا ۔ قاسم حسین سلطان مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر جاپانیر چلا گیا اور اسی طرح گجراتیوں نے ہر طرف سے مخالفت شروع کر دی ۔ ہر طرف انتشار پیدا ہو گیا ۔ اتفاق

سے ایک رات مرزا عسکری نے شراب نوشی کے جلسے میں مستی کی حالت میں کہا کہ میں بادشاہ ظل اللہ (اللہ کا سایہ) ہوں ۔ غضنفر نے ، جو مرزا عسکری کا کوکا اور مہدی قاسم کا بھائی تھا ، آہستہ سے کہا کہ ہاں ہو مگر خوش مست ہو ۔ ہم نشین ہنس دیے ۔ مرزا عسکری ہنسنے کی حقیقت معلوم کرکے بہت غضب ناک ہوا اور غضنفر کو قید کر دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد قید سے رہائی ہوئی ، وہ سلطان بہادر کے پاس چلا گیا ۔ اور اس کو احمد آباد آنے کی ترغیب دینی شروع کی اور کہا کہ میں مغلوں کے صلاح و مشورہ سے واقف ہوں ۔ یہ لوگ ہمیشہ فرار ہونے کا بہانہ نکال لیتے ہیں ۔ مجھے قید کرکے [۳۹] مغلوں پر حملہ کر دو اگر مغل مقابلہ کریں تو مجھے قتل کر دینا ۔ سلطان بہادر نے ولایت سورت کے زمینداروں سے مل کر فوج جمع کی اور احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔

اس دوران میں امیر ہندو بیگ نے مرزا عسکری کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرکے علم سلطنت بلند کر دے اور سپاہی اس کی ملازمت میں امیدوں کے سہارے اپنی جانیں قربان کر دیں گے ۔ مرزا عسکری نے اس بات کو قبول نہ کیا اور اس سے متفق نہ ہوا ۔ آخر کار بہت قیل و قال کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ مرزا عسکری ، مرزا یاد گار ناصر ، امیر ہندو بیگ اور دوسرے امراء احمدآباد سے نکل کر اساول کے پیچھے اور سرکج کے سامنے لشکرگاہ قائم کریں ۔ سلطان بہادر بھی سرکج[1] میں آ گیا ۔ مقابلہ ہوا ۔ اتفاق سے مرزا عسکری کے لشکر سے ایک توپ سر ہوئی اور اُس نے سلطان بہادر کی بارگاہ کو گرا دیا ۔ سلطان بہادر پریشان ہو گیا ۔ غضنفر کو اپنے حضور میں طلب کر لیا اور اس کو قتل کرانا چاہا ۔ غضنفر نے کہا کہ صف آرائی کے وقت تک میرا قتل ،وقف رکھو ، کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ مرزا عسکری رات میں فرار ہو جائے گا ۔

جب رات ہوئی تو مرزا (عسکری) امراء کے مشورے سے سخت موقع کو چھوڑ کر جاپانیر کی طرف چلا گیا اور دس کوس پر قیام کیا ۔ سلطان بہادر نے تعاقب کیا اور وہاں پہنچ گیا ۔ اس وقت مرزا عسکری اور امراء

۱- نولکشور اڈیشن سر گنج -

سلطان بہادر سے جنگ کے لیے سوار ہوئے ، مگر بزدلی کا مظاہرہ کیا اور واپس چلے گئے ۔ جب جانپانیر پہنچے ، تو تردی بیگ نے ان سے مخالفت اور بغاوت کی اور وہ قلعہ بند ہو گیا اور ہمایوں بادشاہ کو اطلاع دی کہ مرزا عسکری مخالف ہو گیا ہے اور ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آگرہ پہنچے اور سلطنت حاصل کرے ۔ قبل اس کے کہ مرزا عسکری احمد آباد سے فرار ہو ، باتیں بنانے والوں اور فساد پیدا کرنے والوں نے وہی بات کہ میر ہندو بیگ مرزا عسکری کے بادشاہ ہونے کے مشورے میں شامل تھا ۔ حالانکہ مرزا عسکری نے [۴۰] اس بات کو قبول نہیں کیا تھا ، ہمایوں بادشاہ کو لکھ بھیجی کہ مرزا عسکری مخالفت کا ارادہ رکھتا ہے ۔ مختصر یہ کہ ہمایوں بادشاہ نے نہایت عجلت کے ساتھ مندو سے آگرہ کا رخ کیا ۔ اسی راستے میں مرزا عسکری ، بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور حقیقت حال عرض کی ۔ سلطان بہادر نے تردی بیگ سے صلح کرکے جانپانیر لے لیا ۔

اس سال کے شروع میں شاہ طہماسپ مرزا سام کا انتقام لینے کے لیے قندہار آیا ۔ خواجہ کلاں بیگ نے قلعہ خالی کر دیا اور لاہور چلا گیا ۔ کہتے ہیں کہ خواجہ کلاں بیگ نے چینی خانہ نہایت نفیس بنوایا تھا ۔ اس کے فرار کے وقت نفیس فرش اور لطیف برتنوں سے آراستہ تھا ۔ شاہ (طہماسپ) کو بہت پسند آیا ۔ شاہ (طہماسپ) نے قندہا اپنے سرداروں کے سپرد کیا اور (خود) عراق چلا گیا ۔ مرزا کامران نے لاہور سے قندہار کا قصد کیا ۔ ترکمان مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور محاصرے کے وقت اماں طلب کرکے باہر آ گئے اور عراق چلے گئے ۔ قندہار دوبارہ پھر قبضے میں آ گیا ۔

مختصر یہ کہ جب ہمایوں بادشاہ آگرہ پہنچا ، تو اس نے ایک سال قیام رکھا اور عیش و عشرت میں مشغول رہا ۔ پہلے سلطان بہادر نے اپنی شکست کے وقت محمد زماں مرزا کو ہندوستان (شمالی) روانہ کر دیا تھا کہ وہاں جا کر بدنظمی پیدا کرے ۔ محمد زماں مرزا نے لاہور کا اس وقت محاصرہ کر لیا جس وقت مرزا کامران قندہار گیا ہوا تھا ۔ جب اس نے ہمایوں بادشاہ کی واپسی کی خبر سنی ، تو پھر گجرات واپس چلا گیا ۔

شیر خاں افغان ولایت بہار ، جونپور اور قلعہ چنار پر قابض ہو گیا تھا اور جس زمانے میں ہمایوں بادشاہ ولایت گجرات و مالوہ میں تھا ، اس نے پوری قوت اور اقتدار حاصل کر لیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس کے فتنہ کے دفعیہ کو اہم سمجھا ۔ چودھویں ماہ صفر ۹۴۲ھ (جولائی ۱۵۳۵ء) کو ایک آراستہ لشکر لے کر شیر خاں کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا[۱] ۔ جب بادشاہی لشکر نے قلعہ چنار کے قریب [۱۴] پڑاؤ ڈالا ، تو رومی خاں جو سلطان بہادر کے پاس سے آ کر ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوا تھا اور اس نے بڑا اعزاز پایا تھا ، اس قلعہ کے فتح کرنے کے لیے مقرر ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس کو کلی اختیارات دے کر فرمایا کہ قلعہ فتح کرنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہو ، فراہم کر لو ۔

رومی خاں نے اطراف قلعہ کو ملاحظہ کیا ، تو معلوم ہوا کہ قلعہ کا جتنا حصہ خشکی کی طرف ہے ، وہ نہایت مستحکم ہے اور ان اطراف سے قلعہ فتح کرنا اس کی تدبیر سے باہر ہے ، اس لیے دریا کی جانب ایک بڑی کشتی بنوا کر اس کے اور دمدمہ بنانا شروع کیا ۔ جب دمدمہ بلند ہوا تو ایک کشتی اس کے وزن کو نہ سہار سکی تو دو اور کشتیاں اُس کشتی کے دونوں طرف ملا کر باندھ دی گئیں اور دمدمہ کو دوسری دفعہ اور بلند کر دیا گیا ۔ جب وزن زیادہ ہو جاتا اور کشتی اس کو نہ سہار سکتی ، تو دوسری کشتی اس کی امداد کے لیے اور ملا دی جاتی ، یہاں تک کہ دمدمہ تیار ہو گیا اور دمدمہ کو ایک مرتبہ قلعہ کے متصل لا کر حملہ کیا اور قلعہ فتح ہو گیا ۔ جب قلعہ کے سرداروں نے کام اپنے بوتے سے باہر دیکھا ، تو دریا کے راستے سے رات کو کشتی پر بیٹھ کر فرار ہو گئے ، ہمایوں بادشاہ نے رومی خاں پر نوازشیں کیں اور اُس قلعہ میں جتنے توپچی تھے ، بادشاہ کے حکم سے ان کے ہاتھ کٹ دیے گئے[۲] ۔

۱- بدایونی نے منتخب التواریخ ، (ص ۳۴۱) میں ۱۴ صفر ۹۴۳ھ اور فرشتہ (جلد اول ، ص ۲۱۶) ۱۸ صفر ۹۴۴ھ لکھا ہے ۔

۲- جوہر آفتابچی نے لکھا ہے کہ رومی خاں نے افغان توپچیوں کے ہاتھ کٹوائے تھے ۔ ہمایوں کو اس کی اس حرکت پر افسوس ہوا کہ پناہ دینے کے بعد ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ۔ تذکرۃ الوقعات (اردو ترجمہ احمد الدین احمد ، کراچی ۱۹۵۱ء) ، ص ۴۳ ۔

شیر خاں افغان اُس زمانے میں بنگالہ کے حاکم[1] سے جنگ کر رہا تھا ۔ بنگالہ کا حاکم زخمی ہو کر اس کے سامنے سے بھاگا اور ہمایوں بادشاہ کی پناہ میں آ گیا ۔ ہمایوں بادشاہ متواتر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کی طرف متوجہ ہوا ، شیر خاں نے اپنے لڑکوں جلال خاں اور خواص[2] خاں کو گڑھی کی حفاظت کے لیے کہ جو راستے میں ہے ، بھیجا ۔ یہ گڑھی ایک مستحکم مقام ہے ۔ اس کے ایک طرف بلند پہاڑ اور بڑا جنگل واقع ہے کہ کسی طرح اس پر چڑھنا ممکن نہیں اور دوسری طرف دریائے گنگا ملا ہوا ہے ۔ گڑھی بنگالہ و بہار کے درمیان واسطہ ہے [۴۲] بادشاہ نے جہانگیر بیگ مغول کو گڑھی پر مقرر کر دیا ۔

ہندال مرزا نیگر (مونگیر) تک ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ رہا اس کے بعد (ہندال مرزا) محمد سلطان مرزا ، الغ مرزا اور شاہ مرزا کے دفع کرنے کے لیے جو ہمایوں کے پاس سے فرار ہو کر ملک میں بدنظمی کر رہے تھے آگرہ کی جانب روانہ ہوا ۔ محمد زمان مرزا نے چونکہ گجرات میں کوئی کام سرانجام نہیں دیا تھا ، لہذا اس نے ایلچیوں کو ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اماں کا خواستگار ہوا ۔ اس کو اماں مل گئی اور وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

جب جہانگیر بیگ گڑھی پہنچا ، تو جلال خاں ولد شیر خاں اور خواص خاں یلغار کرتے ہوئے لشکر کے پڑاؤ ڈالتے ڈالتے وہاں پہنچ گئے اور جہانگیر بیگ کو شکست دی ۔ جہانگیر بیگ زخمی ہو کر (بادشاہ کے) حضور میں حاضر ہو گیا ۔ ہمایوں بادشاہ کوچ کرکے گڑھی کے دروازے تک پہنچ گیا ۔ جلال خاں اور خواص خاں مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ ہمایوں بادشاہ گڑھی سے ہوتا ہوا بنگالہ پہنچا ۔ شیر خاں مقابلہ نہ کر سکا اور جھارکند کے راستے سے رہتاس کی طرف چلا گیا ۔

۱۔ بدایونی نے منتخب التواریخ ، (ص ۳۴۱) میں اس کا نام نصیب شاہ اور فرشتہ ، (ص ۲۱۶) نے سلطان محمود نام لکھا ہے ۔

۲۔ خواص خاں ، شیر شاہ کا غلام تھا (بدایونی ، ص ۳۴۲) البتہ جلال خاں کے ساتھ قطب خاں پسر شیر شاہ بھی موجود تھا ، بدایونی ، ص ۳۴۲ ، اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۱۳) ۔

ہمایوں بادشاہ نے تین مہینے تک بنگالہ میں قیام کیا اور گوڑ شہر کا نام جنت آباد رکھا۔

مرزا ہندال نے ۹۴۳ھ/۳۷-۱۵۳۶ء میں آگرہ سے فرصت پا کر مفسدوں کے بہکانے سے مخالفت شروع کر دی اور شیخ بہلول کو جو مشائخ زمانہ میں سے تھے اور دعوت اسماء کے علم میں ممتاز تھے اور ہمایوں بادشاہ اُن سے محبت کرتا تھا اور ان کا معتقد تھا، فتنہ پردازوں کی باتوں میں آ کر کہ جو یہ جانتے تھے کہ مرزا (ہندال) کو ہمایوں بادشاہ کی نظر سے گرا دیں، اس بہانے سے کہ شیخ (بہلول) افغانوں سے ساز باز رکھتے ہیں، قتل کرا دیا[1] اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوا دیا۔ جب یہ خبر ہمایوں بادشاہ کو ملی، تو اس نے بنگالہ کو جہانگیر بیگ کے سپرد کیا اور پانچ ہزار منتخب سپاہی اس کی مدد کے لیے چھوڑ کر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمد زمان مرزا والد بدیع الزمان مرزا نہایت شرمندہ ہو کر اس وقت گجرات سے بادشاہ کے حضور میں آیا۔ ہمایوں بادشاہ نے اس کی خطا معاف کر دی اور کوئی بات اس سے نہ کہی۔ متواتر سفر [۴۳] اور بنگالہ کی آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے اکثر سپاہیوں کے گھوڑے مر گئے اور لشکری نہایت بے سامانی کی حالت میں چوسا پہنچے۔ جو امراء جونپور، چنار اور اودھ میں رہ گئے تھے، حاضر خدمت ہوئے۔ شیر خان مغلوں کی پریشانیوں سے مطلع ہوا اور نزدیک آ گیا۔ ہمایوں بادشاہ نے اس کے مقابل قیام کیا۔ تین مہینے تک مقابلہ ہوتا رہا۔

مرزا کامران قندہار سے واپس ہو کر لاہور آیا۔ اس نے مرزا ہندال کی مخالفت، بادشاہ کی واپسی اور شیر خان کی قوت اور اُس کے غلبے کے متعلق سنا اور آگرہ کا ارادہ کیا۔ جب مرزا ہندال دہلی پہنچا، تو مرزا فخر علی، مرزا یادگار ناصر کو قلعے کے اندر لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ مرزا ہندال نے ہر چند کوشش کی، مگر دہلی فتح نہ ہو سکی۔

۱- بدایونی، (ص ۳۴۲) نے لکھا ہے کہ مرزا ہندال نے ۹۴۵ھ میں قتل کرایا "فقرمات شہیدآ" شیخ کی تاریخ شہادت ہے۔

جب اس دوران میں مرزا کامران دہلی کے نواح میں پہنچا ، تو مرزا ہندال نے مجبوراً اس سے ملاقات کی اور فخر علی بھی قلعہ سے نکل کر مرزا کامران سے ملا اور کہا کہ مرزا یادگار ، دہلی کے قلعہ کو نہیں چھوڑے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ تم آگرہ چلے جاؤ ۔ اگر وہ ولایت تمہارے قبضے میں آ جائے ، تو دہلی تمہاری ہو جائے گی ۔ مجبوراً مرزا کامران آگرہ کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نواح میں مرزا ہندال ، مرزا کامران سے جدا ہو کر الور کی طرف چلا گیا ۔

جب مرزا ہندال کی مخالفت اور مرزا کامران کے دہلی آنے کی خبریں ہمایوں بادشاہ کو چوسا میں ملیں ، تو طبیعت کی پریشانی کا باعث ہوئیں ۔ شیر خاں نے شیخ خلیل نامی درویش[1] کو ، جنھیں وہ اپنا مرشد کہتا تھا ، ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور صلح کی درخواست کی اور یہ طے پایا کہ بنگالہ کے علاوہ وہ تمام ولایت کو چھوڑ دے گا اور کلام اللہ کی قسم کھا کر صلح میں پیش قدمی کی ۔ بادشاہی خطبہ و سکہ پر رضامند ہوا ، ہمایوں بادشاہ کو اطمینان ہوا ۔

دوسرے روز صبح کے وقت شیر خاں بادشاہی لشکر پر ، جو غافل تھا ، آ گیا ۔ شاہی فوج کو مرتب ہونے کا موقع بھی نہ ملا اور شکست ہو گئی ۔ افغانوں نے پہلے سے پل پر پہنچ کر [۴۴] پل کو توڑ ڈالا اور کشتیوں کے ذریعہ دریا کے کنارے پر قابض ہو گئے ۔ اہل لشکر میں سے جس کسی کو دریا میں پاتے ، نیزہ مار کر ختم کر دیتے تھے ۔ محمد زماں مرزا دریا میں غرق ہو گیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا ۔ بادشاہ آدھا غرق ہونے پایا تھا کہ ایک سقہ کی مدد سے دریا سے نکل آیا[2] اور آگرہ چلا گیا ۔ کامران مرزا اس سے پہلے آگرہ آ گیا تھا اور ہندال مرزا اس زمانے میں الور میں شرمندگی سے دن گزار رہا تھا اور خود کو اس شعر کے مطابق سمجھتا تھا :

۱۔ یہ بزرگ شیخ فرید گنج شکر کی اولاد میں تھے (بدایونی ص ۱۶۳) ۔
۲۔ اس سقہ کا نام ''نظام'' تھا اور یہ واقعہ ۹ صفر ۹۴۶ھ/۱۵۳۹ء کو ہوا (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۲۰) ۔

سرز خجلت نتوانم کہ بہ آرم از پیش
گر بپر سند کہ از عمر چہ حاصل کر دی

''جب ہمایوں بادشاہ چند سواروں کے ہمراہ جن میں مؤلف (نظام الدین احمد) کا باپ بھی تھا ، یلغار کرتا ہوا آ گرہ پہنچا - مرزا کامران کو مطلق خبر نہ ہوئی - ہمایوں مرزا اچانک مرزا کامران کے سرا پردہ میں داخل ہو گیا مرزا (کامران) نے قدم بوسی کی - دونوں بھائیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے - اس کے بعد ہندال مرزا کی خطا معاف ہو گی - وہ بھی حاضر خدمت ہوا - محمد سلطان مرزا اور اس کے لڑکے بھی جو مدت سے مخالفت کر رہے تھے ، حاضر خدمت ہوئے - مشورہ شروع ہوا - اس وقت مرزا کامران کا لاہور واپسی کا ارادہ ہوا اور اس نے بے انتہا توقعات ظاہر کیں - ہمایوں بادشاہ نے واپسی (لاہور کے علاوہ) اس (مرزا کامران) کی تمام درخواستیں قبول کر لیں اور خواجہ کلاں بیگ نے اس کی واپسی (لاہور) کے لیے بہت کوشش کی - یہ گفتگو چھ مہینے تک جاری رہی - اس اثناء میں مرزا کامران مختلف امراض میں مبتلا ہو گیا - اہل غرض نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھائی کہ اس بیماری کا سبب وہ زہر ہے جو ہمایوں بادشاہ کے حکم سے اس کو دیا گیا ہے - وہ اسی طرح بیمار لاہور روانہ ہوا اور خواجہ کلاں بیگ کو پہلے سے بھیج کر یہ طے کر دیا تھا کہ اپنے زیادہ لشکر کو بطور کمک آ گرہ [۳۵] میں چھوڑے ، لیکن قرار داد کے خلاف وہ سب کو اپنے ہمراہ لے گیا - صرف دو ہزار آدمیوں کو اسکندر کی سرداری میں آ گرہ چھوڑ گیا - مرزا حیدر دوغلات کشمیری ، جو مرزا کامران کے ساتھ تھا ، ہمایوں بادشاہ کے پاس ٹھہر گیا اور شاہی عنایت سے مستفید ہوا - کامران مرزا آگرہ کے بہت سے لشکریوں کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا -''

اس نفاق کی وجہ سے کہ جو ان لوگوں کے درمیان ہوا - شیر خاں دلیر ہو گیا اور وہ دریائے گنگا کے کنارے آ گیا اور فوج کو دریا سے اتار کر کالپی اور اٹاوہ کی طرف بھیج دیا - قاسم حسین سلطان اوزبک نے

یادگار ناصر مرزا اور سکندر سلطان کے مشورے سے کالپی کے نواح میں افغانوں سے جنگ کی ۔ شیر خاں کے ایک لڑکے کو جو اس لشکر کا سردار تھا ۔ ایک بڑی جماعت کے ساتھ قتل کر دیا اور اُس کے سر کو بادشاہ (ہمایوں کے حضور میں آگرہ بھیج دیا ۔ ہمایوں بادشاہ شیر خاں کو دفع کرنے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے متوجہ ہوا اور قنوج کے قریب دریا (گنگا) کو عبور کرکے ایک مہینے تک غنیم کے مقابل پڑا رہا ۔ اس وقت شاہی لشکر کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور افغانوں کا لشکر پچاس ہزار سے زیادہ نہ تھا ۔ ایسے موقع پر محمد سلطان مرزا اور اس کے لڑکے بیوفائی کرکے بغیر کسی سبب کے دوبارہ شاہی لشکر سے فرار ہو گئے اور وہ فوج بھی جو مرزا کامران نے کمک کے لیے چھوڑی تھی ، بھاگ کر لاہور چلی گئی اور یہ کچھ قدیم رسم سی پڑ گئی ہے ۔ بہت سے لشکری متفرق ہو کر ہندوستان کے اطراف میں چلے گئے ۔ برسات کا موسم آ گیا ۔ بارش شروع ہو گئی ۔ اس جگہ پر جہاں لشکر قیام کیے ہوئے تھا ، پانی بھر گیا ۔ یہ طے ہوا کہ وہاں سے کوچ کرکے کسی اونچی جگہ پر قیام کیا جائے ، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۔

اس موقع پر شیر خاں نے فوجیں آراستہ کیں اور مقابلے پر آ گیا ۔ یہ جنگ دسویں محرم کو اسی سال (۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء) ہوئی اکثر بدنصیب سپاہی بغیر جنگ کیے ہوئے فرار ہو گئے اور تھوڑے سے بہادر جوان جنگ میں کام آئے ۔ چونکہ کام بگڑ چکا تھا ، لہذا ہمایوں بادشاہ کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ ہمایوں بادشاہ [۸۶] دریائے گنگا میں گھوڑے سے جدا ہو گیا تھا اور شمس الدین محمد غزنوی کی مدد سے دریا سے باہر آیا ۔ (شمس الدین محمد غزنوی) بالآخر اکبر بادشاہ کی دریہ کا شوہر ہوا اور خان اعظم کا خطاب پایا ۔ (ہمایوں) آگرہ روانہ ہو گیا[1] ۔

کہتے ہیں کہ جب شیر خاں نے ہمایوں بادشاہ کے بسلامت دریا سے نکل جانے کی خبر سنی ، تو افسوس کیا اور کہا کہ ہمارا ارادہ تھا کہ گرفتار کر لیں ، مگر نکل گیا ۔

۱۔ اکبر نامہ جلد اول ، ص ۱۲۵ ۔

چونکہ دشمن قریب آ چکے تھے ، اس لیے (ہمایوں نے) آگرہ میں قیام نہ کیا اور لاہور کی طرف چلا گیا ۔ اسی سال ربیع الاول (۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء) کی پہلی تاریخ کو تمام سلاطین اور چغتائی امراء لاہور میں جمع ہوئے ۔ محمد سلطان مرزا اور اس کے لڑکے ، جو لاہور پہنچ گئے تھے ، لاہور سے بھاگ کر ملتان کی طرف چلے گئے ۔ مرزا ہندال اور مرزا یاد گار ناصر نے بھکر اور ٹھٹہ کی طرف جانے میں مصلحت دیکھی اور مرزا کامران اس فکر میں تھا کہ جلدی سے یہ مجمع منتشر ہو اور وہ کابل چلا جائے :

ع فکر زاہد دیگر و سودائے عاشق دیگر ست

مختصر یہ کہ جب ہمایوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ بھائی اور امراء کا مجھ سے متفق ہونا محال ہے ، تو بہت صدمہ ہوا ۔ اچھی طرح مشورہ کرنے کے بعد مرزا حیدر کو اُس جماعت کے ساتھ ، جس نے کشمیر کی خدمت قبول کر لی تھی ، اس طرف بھیج دیا اور یہ طے کیا کہ خواجہ کلاں بیگ بھی مرزا حیدر کے بعد چلا جائے ۔ جب مرزا حیدر نوشہرہ پہنچا ، تو خواجہ کلاں بیگ سیال کوٹ چلا گیا ۔ ہمایوں بادشاہ کو خبر ملی کہ شیر خاں دریائے سلطان پور کو عبور کرکے لاہور سے تیس کوس کے فاصلے پر پہنچ چکا ہے ۔

اسی سال (۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء) رجب کی پہلی تاریخ کو ہمایوں بادشاہ دریائے لاہور (راوی) سے گزرا اور مرزا کامران نے عہد شکنی کے بعد زبردست قسمیں کھائیں کہ جو کچھ اتفاق کے ساتھ طے ہو جائے گا ، اس کے خلاف نہیں کرے گا اور مصلحت و غرض کی بنا پر نواح بھیرہ تک ساتھ رہا ۔ خواجہ کلاں بیگ اس خبر کو سن کر سیال کوٹ سے یلغار کرتا ہوا لشکر میں آ کر مل گیا ۔ [۴۷] مرزا حیدر کشمیر میں آ گیا اور کشمیری جو ایک دوسرے کے مخالف تھے ، ایک جماعت کے ساتھ آئے اور مرزا حیدر سے ملاقات کی ۔ ان کی قوت سے کشمیر بغیر جنگ کیے مرزا حیدر کے قبضے میں آ گیا اور بائیس رجب (۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء) کو مرزا حیدر کشمیر میں حاکم ہو گیا ۔ چنانچہ طبقہ کشمیر کے ذیل میں اس کا ذکر کیا گیا ہے ۔

مرزا کامران بھیرہ کے نواح میں مرزا عسکری کے ہمراہ ہمایوں بادشاہ سے علیحدہ ہو گیا اور خواجہ کلاں بیگ کے ساتھ کابل چلا گیا ۔ ہمایوں

بادشاہ سندھ کی طرف متوجہ ہوا ۔ مرزا ہندال اور مرزا یاد گار ناصر ہمراہ تھے ۔ چند منزل کے بعد انھوں نے مخالفت کا اظہار کیا اور ہمایوں بادشاہ سے علیحدہ ہو کر بیس روز تک سرگرداں پھرتے رہے ۔ دوبارہ میر ابوالبقا کی نصیحت سے ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں آئے ۔ دریائے سندھ کے کنارے لشکر میں قحط کا عالم تھا اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتیاں ناپید تھیں ۔ بخشو لنگاہ نے غلہ سے بھری ہوئی بہت سی کشتیاں پہنچائیں[1] اور نوازش سے سرفراز ہوا ۔ (ہمایوں کا) لشکر دریا (سندھ) کو عبور کرکے بھکر کی طرف متوجہ ہوا اور قصبہ لہری (روہڑی) میں لشکر کا قیام ہوا[2] مرزا ہندال دریا کو عبور کرکے قصبہ پاتر چلا گیا ، کیونکہ وہاں لشکری ضروریات بخوبی فراہم ہو سکتی تھیں ۔ لہری (روہڑی) نے جو بھکر کے نزدیک ہے ، پاتر تک پچاس کوس کا فاصلہ ہے ۔

میر طاہر صدر ایلیچی کی خدمت پر متعین ہو کر ٹھٹہ کے حاکم شاہ حسین ارغون[3] کے پاس گیا اور سمندر بیگ جو ہمایوں بادشاہ کے مقربین میں سے تھا ، شاہ حسین کے پاس گھوڑا اور خلعت لے گیا اور اس کو (ہمایوں کے پاس) حاضر خدمت ہونے کی ترغیب دی ۔ خلاصۂ پیغام یہ تھا کہ بھکر و ٹھٹہ کی ولایت میں ضرورت سے میرا آنا ہوا ہے ۔ مقصود

۱۔ آخر شعبان ۹۴۷ھ/ ۱۵۴۰ء میں ہمایوں اوچ پہنچا اور بخشو لنگاہ کو خان جہانی کے خطاب سے سرفراز کیا ۔ (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۷۹ و تاریخ معصومی ، ص ۱۶۷) ۔

۲۔ ۲۸ رمضان ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء کو ہمایوں بادشاہ روہڑی پہنچا (تاریخ معصومی ، ص ۱۶۷) خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے ۱۴ اپریل ۱۹۶۸ء بروز اتوار اس تاریخی شہر روہڑی کو ، پروفیسر میمن عبدالمجید سندھی کی رفاقت و رہنمائی میں دیکھا ، اکبری مسجد ، موئے مبارک اور دوسرے تاریخی آثار بھی دیکھے ۔ اسی روز سندھ کے نامور فاضل آئی آئی قاضی دریائے سندھ میں غرق ہوئے تھے ۔

۳۔ تاریخ معصومی اور سندھ کے دوسرے تاریخی مآخذ میں شاہ حسین ارغون تحریر ہے ۔ اکبر نامہ ، بدایونی اور فرشتہ سے طبقات اکبری کی تائید ہوتی ہے ۔

گجرات کو آزاد کرانا ہے ۔ تمھیں اس وقت حاضر ہونا چاہیے کہ گجرات کی فتح کے بارے میں مشورہ کیا جائے ۔ شاہ حسین ارغون نے پانچ چھ مہینے حیلے بہانے سے گزار دیے اور پھر جواب دیا کہ بھکر کا علاقہ بہت کم آمدنی کا ہے ، اگر لشکر ، ولایت ٹھٹھ کے نزدیک قیام کرے تو بہتر ہے ۔ [۴۸] منشا یہ تھا کہ پانچ چھ مہینے اسی گفت و شنید میں گزر جائیں ۔ پھر نزدیک آنے کے بعد جیسی مصلحت وقت ہو گی ، عمل کیا جائے گا ۔

جب بھکر میں غلہ نایاب ہو گیا ، تو ہمایوں بادشاہ کوچ کرکے پاتر پہنچا ، جہاں مرزا ہندال قیام کیے ہوئے تھا ۔ سنا گیا تھا کہ مرزا ہندال ، قندہار جانے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس سال ، جب وہ مرزا ہندال کے لشکر میں قیام کیے ہوئے تھا ، اکبر بادشاہ کی ماں حضرت مریم مکانی حمیدہ بانو بیگم سے عقد کیا اور چند روز مرزا ہندال کے لشکر میں عیش و عشرت کے ساتھ بسر کیے[1] ۔ ہمایوں بادشاہ نے مرزا ہندال کو قندہار جانے سے منع کیا اور وہ خود دوبارہ قصبہ لُہری (روہڑی) چلا گیا ۔

قراچہ خاں نے جو قندہار کا حاکم تھا ، مرزا ہندال کو عرضیاں لکھیں اور اس کو قندہار بلایا اور مرزا (ہندال) کوچ کرکے قندہار کی طرف روانہ ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی ، تو بھائیوں کی نااتفاقی سے حیران رہ گیا ۔ مرزا یاد گار ناصر نے بھی جو شاہی لشکر سے صرف دس کوس کے فاصلے پر قیام کیے ہوئے تھا اور صرف دریا درمیان میں تھا ، قندہار جانے کا ارادہ کیا ۔ یہ بات بھی ہمایوں کو معلوم ہوئی ۔ (اس نے) میر ابوالبقا کو مرزا یادگر ناصر کے اطمینان دلانے کے لیے بھیجا ۔ میر ابوالبقا نے اس کو طرح طرح کی نصیحتیں اور اور عہد و پیمان کرکے قندہار جانے سے منع کیا ۔ واپسی کے وقت جب میر (ابوالبقا) دریا کو عبور کر رہا تھا ، تو کچھ لوگ قلعہ بھکر سے باہر آئے اور کشتی کے آدمیوں پر تیروں کی بارش کر دی ۔ ایک تیر میرابو البقا

۱۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء میں بمقام پاتر بروز دو شنبہ ہمایوں بادشاہ کا نکاح میر ابو البقا نے پڑھایا ۔ (ہمایوں نامہ ، ص ۴۸) ۔

کے لگا اور وہ وہیں شہید ہو گیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس کی وفات پر بہت افسوس کا اظہار کیا ''سرور کائنات'' کے عدد بحساب ابجد (۹۴۷) ہوتے ہیں[1] ۔ یہی میر (ابو البقا) کی تاریخ شہادت ہے ۔

[۴۹] مختصر یہ کہ اس کے بعد مرزا یادگار ناصر دریا کو عبور کرکے ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں آ گیا ۔ بہت مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ مرزا یادگار ناصر بھکر میں رہے اور ہمایوں بادشاہ ٹھٹہ کی فتح کے لیے متوجہ ہو ۔ اس مدت میں مرزا شاہ حسین سے اتفاق اور دولت خواہی کے آثار مطلق ظاہر نہیں ہوتے تھے ۔ ہمایوں بادشاہ جب ٹھٹہ کی طرف متوجہ ہوا ، تو لشکریوں کی ایک بڑی جماعت علیحدہ ہو کر بھکر میں ٹھہر گئی ۔ مرزا یادگار ناصر نے بھکر میں توقف کرکے قوت بہم پہنچائی ، کیونکہ اس سال ولایت بھکر کی زراعت کو آفات ارضی و سماوی سے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا ۔ ہمایوں بادشاہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا قلعہ[2] (سیوہن) کے نواح میں پہنچا اور ان سپاہیوں کی ایک جماعت جو کشتی میں تھے ، قلعہ کے نزدیک پہنچ کر کشتی سے اتری اور ان آدمیوں پر ، جو قلعہ سے نکل آئے تھے ، حملہ کر دیا ۔ وہ لوگ مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ میں چلے گئے اور یہ سپاہی واپس آ گئے اور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قلعہ کی فتح کو ہمایوں بادشاہ کے سامنے نہایت سہل اور آسان بیان کیا ۔

ہمایوں بادشاہ نے دریا عبور کرکے قلعہ (سیوہن) کا محاصرہ کر لیا ، لیکن فوج کے پہنچنے سے قبل مرزا شاہ حسین کے امراء کی ایک جماعت قلعہ میں داخل ہو گئی تھی اور جس قدر ممکن ہو سکا ، قلعہ کی حفاظت میں کوشش کی ۔ جب مرزا شاہ حسین کو ہمایوں بادشاہ کے آنے اور قلعہ کے محاصرہ کی اطلاع ملی ، تو وہ کشتی میں بیٹھ کر لشکر کے قریب پہنچ گیا اور ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں غلہ کی آمد و شد کا راستہ بند کر

۱۔ سرور کائنات کے عدد بحساب ابجد ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء ہوتے ہیں اور یہی سنہ بدایونی ، (ص ۱۸۵) نے لکھی ہے ۔

۲۔ متن میں قلعہ ''سپاہیان'' لکھا گیا ہے جو سہوہن یا سیوستان کی تحریف ہے ۔ ملاحظہ ہو ، تاریخ معصومی ، ص ۱۷۲ - ۱۷۳ ، اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۳۲ ۔

دیا اور لشکر نہایت مشکل میں پھنس گئے اور اکثر آدمی حیوانوں کا گوشت کھا کر وقت گزارنے لگے ۔ تقریباً سات ماہ محاصرہ جاری رہا اور فتح نہ ہوئی ۔

مجبوراً مرزا یادگار ناصر کے پاس آدمی بھیجا کہ قلعہ کا فتح ہونا تمھارے آنے پر منحصر ہے ۔ اگر ہم (دونوں) مرزا شاہ حسین سے جنگ کریں اور اس کے دفع کرنے کی کوشش کریں ، تو اس کے آدمیوں کو قلعہ سے نکال کر قلعہ کے ذخیرہ پر قابض ہو جائیں اور از سر نو قوت حاصل کر لیں ۔ غلہ اور نمک [۵۰] کے نہ ہونے کی وجہ سے اب قلعہ کے نزدیک قیام کرنا ناممکن ہو گیا ہے ۔ اگر اس طرف سے تم شاہ حسین پر حملہ کر دو ، تو وہ مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا ۔ مرزا یادگار ناصر نے پہلے اپنی کچھ فوج مدد کے لیے بھیجی ، لیکن اس جماعت کے آنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ دوبارہ عبدالغفور نامی شخص ، جو ہمایوں بادشاہ کا میر مال تھا ، مرزا کے لانے کے لیے مقرر ہوا عبدالغفور جب یادگار ناصر کے قریب پہنچا ، تو اس نے کچھ باتیں جو ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی پریشانی سے متعلق تھیں ، کہیں ، لیکن مرزا یادگار ناصر اور اُس کے لشکریوں نے اپنی بھلائی ٹھہرنے اور فتح بھکر میں سمجھی ۔

مرزا شاہ حسین نے بھی آدمی مرزا یادگار ناصر کے پاس بھیجے اور اس کو فریب دینا چاہا ۔ اس کی اطاعت ، اپنی بیٹی دینے اور مرزا یادگار (ناصر) کے نام کا خطبہ پڑھوانے کا وعدہ کیا ۔ مرزا یادگار ناصر نہایت خوشی خوشی اس کے فریب میں آ گیا اور ہمایوں بادشاہ کا مخالف ہو گیا ۔

جب مرزا شاہ حسین کو مرزا یادگار ناصر کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی بے قوتی اور پریشانی بھی معلوم ہو گئی ، تو اس نے نزدیک آ کر ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی کشتیوں پر قبضہ کر لیا ۔ پھر ہمایوں بادشاہ کو قلعہ کے نیچے قیام کرنا میسر نہ ہوا ۔ مجبوراً بھکر کی طرف واپس ہوا ۔ بھکر کے نزدیک مرزا یادگار ناصر سے دریا عبور کرنے کے لیے کشتیاں طلب کیں ۔ مرزا (یادگار ناصر) نے جو ٹھٹھہ کے لوگوں سے ملا ہوا تھا ، ان کو پیغام بھیجا کہ رات میں آ کر کشتیوں کو اپنے قبضے میں کر لیں ۔ صبح کو عذر کر دیا کہ دشمن

کشتیوں کو لے گیا - ہمایوں بادشاہ چند روز کشتیوں کی وجہ سے بیکار پڑا رہا -

آخرکار بھکر کے زمینداروں میں سے دو آدمی ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کشتیاں جو دریا میں غرق ہو گئی تھیں ، ان کو نکالا اور ہمایوں بادشاہ نے (دریا) عبور کیا -

مرزا یادگار ناصر کو جب ہمایوں بادشاہ کے دریا عبور کرنے کی اطلاع ملی ، تو نہایت متحیر اور شرمندہ ہوا - وہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں آئے بغیر مرزا شاہ حسین کے سر پر ، جو غافل تھا ، [۵۰۱] یلغار کرتا ہوا ، ٹھٹھہ کے لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ کہ جو کشتی سے باہر آ چکے تھے ، پہنچ گیا - ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور ایک جماعت کو قید کر لیا اور واپس آ گیا - مرزا شاہ حسین بھی اس جنگ کے بعد ٹھٹھہ کو واپس چلا گیا - مرزا یادگار ناصر خجل و شرمندہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مخالفین کے سروں کو (اس کے حضور میں) پیش کیا ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ اس کی خطا معاف کر دی اور گزشتہ باتوں کا مطلق ذکر نہ کیا -

پھر مرزا شاہ حسین نے مرزا یادگار ناصر کو خطوط لکھ کر موافق کر لیا اور اس کو اپنی طرف ملا لیا - مرزا شاہ حسین نے مرزا یادگار ناصر سے ان دونوں زمینداروں کو جس روز کشتیاں فراہم کی تھیں - جب ان (زمینداروں) کو اس کی اطلاع ہوئی ، تو انھوں نے ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں پناہ لی - مرزا نے آدمی بھیج کر عرض کیا کہ ان دونوں آدمیوں سے ولایت بھکر کے مالی معاملات جو میری جاگیر میں عنایت ہو چکی ہے ، متعلق ہیں - ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ چند آدمی (ان) زمینداروں کے ہمراہ جائیں اور معاملہ کی تنقیح کے بعد شاہی لشکر میں ان کو واپس لے آئیں - جب یادگار ناصر کی نظر ان پر پڑی ، تو فوراً ان دونوں کو بادشاہی آدمیوں سے زبردستی چھین لیا اور ان کو مرزا شاہ حسین کے پاس بھیج دیا اور دوبارہ پھر مخالف ہو گیا - بعد ازاں ہمایوں بادشاہ کے پاس نہ آیا -

وہ لوگ جو بادشاہ (ہمایوں) کے لشکر میں سخت پریشان تھے ،

ایک ایک دو دو کرکے مرزا یادگار ناصر کے پاس جانے لگے - منعم خاں اور اس کا بھائی بھی بھاگنے کی سوچ رہے تھے کہ یہ بات ہمایوں بادشاہ کو معلوم ہو گئی ۔ اس نے ان کے قید کرنے کا حکم دے دیا - مرزا یادگار ناصر نے نہایت بے شرمی کے ساتھ ہمایوں (بادشاہ) سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور اسی مقصد سے سوار ہوا - ہمایوں بادشاہ کو بھی اطلاع ہو گئی - وہ بھی جنگ کے ارادے سے نکلا - ہاشم بیگ نے جو مرزا (یادگار ناصر) کا نہایت معتمد تھا ، اس (مرزا یادگار ناصر) کو اس فعل شنیع سے باز رکھا اور کسی نہ کسی طرح اس کو واپس کر دیا -

[۵۲] جب ہمایوں بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ جتنے دنوں یہاں قیام رہے گا ، لوگ جدا جدا ہو ہو کر مرزا یادگار ناصر کے پاس چلے جائیں گے - وہ نہایت بے شرم ہے - ضرور خرابی پیدا کرے گا ، لہذا مجبوراً (ہمایوں بادشاہ) مالدیو کی طرف جو ہندوستان کے معتبر زمینداروں میں سے تھا اور اس زمانے میں اس کی سی قوت و جماعت ہندوؤں (راجاؤں) میں کوئی اور نہیں رکھتا تھا ، روانہ ہوا[1] - چونکہ رائے مالدیو مکرر عرضیاں بھیج چکا تھا اور اظہار اطاعت اور تسخیر ہندوستان میں مدد کا وعدہ بھی کر چکا تھا ، لہذا ہمایوں جیسلمیر کے راستے سے ولایت مالدیو کی طرف متوجہ ہوا[2] - جیسلمیر کے حاکم نے بے مروتی کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور ایک جماعت کو ہمایوں بادشاہ کے مقابلے کے لیے بھیج دیا - ایک مختصر سی جماعت نے جو ہمایوں کے ہمراہ تھی جنگ کی اور اس (جیسلمیر) کی جماعت کو بُری طرح شکست دی ، لیکن اس طرف (ہمایوں) کی جماعت بھی زخمی ہوئی اور ہمایوں بادشاہ یلغار کرتا ہوا مالدیو کی ولایت میں پہنچ گیا اور اتکہ خاں کو مالدیو کے پاس جو جودھ پور میں تھا ، بھیجا اور خود چند روز اسی منزل پر ٹھہرا رہا[3] -

---

۱- ہمایوں نے ۲۱ محرم ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء کو اوچ کی طرف روانگی کی (اکبر نامہ ، ص ۱۳۴ و تاریخ معصومی ، ص ۱۷۷) -

۲- ۱۳ ربیع الاول ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء کو ہمایوں کی روانگی عمل میں آئی - اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۳۴ و تاریخ معصومی ، ص ۱۷۷ -

۳- ۱۷ ربیع الآخر ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء کو ہمایوں اس منزل پر پہنچا - اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۳۴ -

مرزا ہندال جب قندھار کے نزدیک پہنچا ، تو قراچہ خاں استقبال کے لیے (شہر سے) باہر آیا اور شہر قندہار کو اس کے سپرد کر دیا ۔ جب مرزا کامران کو اس بات کی خبر ہوئی ، تو واپس لوٹا اور قندہار کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس نے چار مہینے تک قندہار کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا ۔ آخرکار مرزا ہندال پریشان ہو کر صلح کے لیے باہر آیا اور مرزا کامران نے قندہار مرزا عسکری کے سپرد کر دیا اور مرزا ہندال کو غزنیں لے آیا ۔ چند روز کے بعد غزنیں بھی اس سے لے لیا ۔ مرزا ہندال نے جب یہ سمجھا کہ مرزا کامران منافقت کر رہا ہے تو مجبورا حکومت ترک کرکے کابل میں خانہ نشیں ہو گیا اور مرزا کامران کابل ، قندہار اور غزنیں پر مستقل طور سے (قابض) ہو گیا ۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔

ہمایوں بادشاہ رائے مالدیو کی ولایت کے حدود میں اتکہ خاں کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا ۔ جب رائے مالدیو کو ہمایوں بادشاہ کے آنے کی اطلاع ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ بہت تھوڑی فوج ہے ، تو وہ سوچ میں پڑ گیا ، [۵۳] کیونکہ وہ اپنے میں شیر خاں سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور شیر خاں نے بھی اپنا ایلچی مالدیو کے پاس بھیجا تھا اور بہت سے وعدے وعید کیے تھے ۔ رائے مالدیو نے بڑی بے مروتی سے یہ طے کر لیا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ہمایوں بادشاہ کو گرفتار کرکے دشمن (شیر خاں) کے سپرد کر دے ، کیونکہ ولایت ناگور اور ان کے مفصلات شیر خاں کے قبضے میں آ چکے تھے ۔ اس وجہ سے اس کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیر خاں اس سے ناراض ہو جائے ۔

اس (مالدیو) نے اس ارادے سے ایک کثیر جماعت ہمایوں بادشاہ کی طرف بھیجی اور اتکہ خاں کو رخصت نہیں کیا تاکہ ہمایوں بادشاہ غافل رہے ۔ اتکہ خاں اس کے طور طریق سے اس کے ما فی الضمیر کو سمجھ گیا اور بغیر اجازت چلا آیا ۔ ہمایوں کی شکست کے وقت ہمایوں کے کتابداروں میں سے ایک شخص ہندوستان سے رائے مالدیو کے یہاں چلا گیا تھا ۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں عریضہ بھیجا کہ مالدیو غداری پر آمادہ ہے ۔ جتنی جلد ہو سکے اس کی ولایت سے دور چلا جانا بہتر ہے ۔

اتکہ خاں کی کوشش اور کنابدار کے طریقے کی تاکید کی بنا پر اسی وقت امرکوٹ کی طرف کوچ ہو گیا ۔ دو ہندو جو جاسوسی کے لیے آئے ہوئے تھے ، گرفتار ہو گئے ۔ ان (دونوں) کو ہمایوں بادشاہ کے سامنے لائے ۔ بات چیت کے وقت حقیقت حال معلوم کرنے کی غرض سے سیاست کی بنا پر ان میں سے ایک کے قتل کرنے کا حکم صادر ہوا ۔ ان دونوں نے خود کو آزاد کر لیا اور انھوں نے ان دو آدمیوں سے ، جو ان کے نزدیک تھے ، چھری اور خنجر حاصل کر لیا اور سترہ جاندار جن میں آدمی اور گھوڑے (دونوں) شامل تھے زخمی کرکے ہلاک کر دیے ۔ آخرکار وہ دونوں بھی قتل ہوئے ۔ بادشاہ کا خاصہ گھوڑا بھی ان میں ختم ہو گیا ۔ ہمایوں بادشاہ کے اسپ خانہ کے محافظین نے دوسرا گھوڑا ہمایوں کی سواری کے لیے نہیں رکھا تھا ۔ تردی بیگ سے ہر چند گھوڑے اور اونٹ طلب کیے ، مگر اس نے انتہائی بے مروتی کے ساتھ انکار کر دیا ۔ ہمایوں بادشاہ اونٹ پر سوار ہوا ۔ ندیم کوکہ نے ، جو پیدل تھا اور اُس کی ماں اس کے گھوڑے پر سوار تھی ، (وہ گھوڑا) ہمایوں بادشاہ کو پیش کر دیا اور اپنی ماں کو اونٹ پر سوار کیا ۔

[۴۵] چونکہ اس راستے میں تمام تر ریت ہی ریت ہے اور پانی نایاب ہے ، لہذا ہمایوں بادشاہ کے لشکریوں نے سخت مصیبت اٹھائی ۔ ہر لحظ مالدیو کے لشکر کے نزدیک آ جانے کی خبر ملتی تھی ۔ ہمایوں بادشاہ نے تیمور سلطان ، منعم خاں اور دوسری جماعت کو حکم دیا کہ اطمینان سے آہستہ آہستہ لشکر کے پیچھے آئیں ۔ اگر مخالفین آ جائیں تو جنگ کریں ۔

جب رات ہوئی ، تو اتفاق سے وہ لوگ راستہ بھول گئے اور صبح کے قریب مخالفوں کے سپاہی نظر آئے ۔ شیخ علی بیگ ، درویش کوکہ اور دوسرے لوگ کہ وہ کل بائیس آدمی تھے ، ان میں روشن بیگ ولد باقی بیگ جلائر بھی تھا ، مخالفین کی طرف روانہ ہوئے ۔ حسن اتفاق سے جس وقت وہ ہندوؤں تک پہنچے ، تو وہ تنگ راستے سے نکل رہے تھے ۔ شیخ علی بیگ نے پہلے تیر سے دشمنوں کے سردار کو ہلاک کر دیا اور ہر تیر سے جو اس جماعت کی طرف سے جاتا تھا ، دشمن کا ایک سردار یا کوئی کار آزمودہ زخمی ہوتا تھا ، آخر کار مقابلے کی تاب نہ لا کر ایک بڑا لشکر تھوڑے سے آدمیوں سے بھاگ کھڑا ہوا ۔ ان کے فرار ہونے کے

وقت ان کے بہت سے لشکری قتل ہوئے اور بہت سے اونٹ ہمایوں بادشاہ کے سپاہیوں کے ہاتھ لگے ۔ جب اس فتح کی خبر ہمایوں بادشاہ کو ملی ، تو اس نے شکر خداوندی ادا کیا ۔ وہ ہر اُس کنوئیں پر جہاں تھوڑا سا بھی پانی ہوتا ، قیام کرتا ۔ وہ امراء ، جو رات کے وقت راستہ بھول گئے تھے ، اُس وقت آ کر مل گئے ، بہت مسرت و شادمانی حاصل ہوئی ۔

دوسرے روز کوچ کر دیا ۔ تین روز تک پانی نہیں ملا ۔ چوتھے روز ایک ایسے کنوئیں پر پہنچے کہ جب ڈول کنوئیں کے سرے تک پہنچتا تھا تو ڈھول بجاتے تھے تا کہ آدمی جو بیل ہانک رہا ہے کھڑا ہو جائے اس قدر کنوئیں کی گہرائی تھی کہ ان تک آواز نہیں پہنچتی تھی ۔ مختصر یہ کہ لوگ انتہائی پیاس کی وجہ سے بہت کم زور ہو گئے ۔ چار پانچ آدمی یکبارگی ڈول کے اوپر گر پڑے جس کی وجہ سے رسی ٹوٹ گئی اور ڈول بھی کنوئیں میں گر گیا ۔ لوگ پیاس کی وجہ سے چیخنے چلانے لگے اور ان میں سے اکثر عمداً کنوئیں میں گر گئے اس طرح بہت سی مخلوق پیاس کی شدت سے مر گئی [۵۵] پھر وہاں سے کوچ ہوا ۔ دوسرے روز جس وقت ہوا گرم تھی ۔ ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی دستیاب ہوا ۔ گھوڑوں اور اونٹوں نے چونکہ کئی روز سے پانی نہیں پیا تھا ، لہذا اب انھیں پانی ملا تو وہ اتنا پانی پی گئے کہ اکثر ان میں سے مر گئے ۔

مختصر یہ کہ نہایت پریشانی اٹھا کر امر کوٹ آئے ۔ امر کوٹ ٹھٹھہ سے سو کوس ہے ۔ امر کوٹ کا حاکم رانا نامی نہایت بامروت تھا ۔ وہ استقبال کے لیے آیا اور اس سے جو کچھ ہو سکا پیش خدمت کیا ۔ چند روز اس شہر میں قیام سے لشکریوں کو قدرے سکون ہوا ۔ وہاں ہمایوں بادشاہ کے پاس جو کچھ خزانے میں تھا ، لشکریوں میں تقسیم کر دیا چونکہ کوئی رقم نہیں بچی تھی ، لہذا تردی بیگ اور دوسروں سے بطور اعانت رقوم لے کر اور اس کے لڑکوں کو جنھوں نے بہت خدمت کی تھی ، سونا، ٹیکا اور خنجر کے انعام سے سرفراز کیا ۔ چونکہ مرزا شاہ حسین ارغون نے رانا کے باپ کو قتل کر دیا تھا ، اس لیے رانا اطراف و جوانب سے کثیر فوج جمع کر کے ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ بھکر کی طرف روانہ ہوا ۔ شاہی حرم نے بادشاہ (ہمایوں) کے حسب الحکم امر کوٹ میں توقف کیا ۔ مریم مکانی کا بھائی خواجہ معظم ، اس جماعت کے انتظام کے لیے مقرر ہوا ۔

چونکہ بے وفائی زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے ، لہذا ہمایوں بادشاہ کے لیے یہ زمانہ سازگار نہیں تھا ، لیکن اقبال ، ہمایوں کی دولت ابدی سے عہد کیے ہوئے تھا اور اس سے زیادہ ناسازگار نہ ہو سکا ۔ ان (تمام پریشانیوں) کے باوجود گردش فلک نے پھر اس امر کی کوشش کی کہ اس چند روزہ پریشانیٔ خاطر کی تلافی اس طرح کرے کہ اس کا اثر آخر زمانے تک صفحہ روزگار پر باقی رہے ۔ یعنی بتاریخ پنجم ماہ رجب ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء بروز اتوار نہایت مبارک تاریخ اور گھڑی میں ہمایوں کی سلطنت کی آنکھیں مبارک نور سے روشن ہوگئیں ۔ یعنی بلند اقبال بیٹا پیدا ہوا اور زمانہ اپنی زبان حال سے اس طرح گویا ہوا :

بیت

[۵٦] تاتو دریں کوئے نہادی قدم
تنگ بسے داشت وجود از عدم

تردی بیگ خاں نے امر کوٹ کے نزدیک (ہمایوں کو) یہ خبر پہنچائی ۔ ہمایوں بادشاہ الہام غیبی کے مطابق جس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان کی جائے گی ، حضرت شہنشاہ کا نام جلال الدین محمد اکبر رکھا اور کوچ کرتا ہوا بھکر کی طرف روانہ ہوا ۔ اس نے بہت سے خط لکھے اور شہزادہ (اکبر) کی حفاظت کے لیے نہایت تاکید فرمائی ۔ یہاں تک کہ ہمایوں بادشاہ پرگنہ جون پہنچ گیا ۔ وہاں بہت دنوں تک رہا ۔ وہیں اہل و عیال اور خزانۓ کو طلب کر لیا اور پرگنہ جون میں اس مولود (اکبر) کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا ۔

جو لوگ کہ اطراف سے آ کر جمع ہو گئے تھے ، وہ پرگنہ جون میں قیام کے دوران منتشر ہو گئے ۔ شیخ علی سردار جو دلیر اور سخی تھا ، پرگنات ٹھٹہ کے ایک پرگنے میں مرزا شاہ حسین ارغون کے لشکریوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور ہمایوں کے لشکر میں سے فوجیوں نے ایک ایک کرکے بھاگنا شروع کر دیا ۔ چنانچہ منعم خاں بھی فرار ہو گیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس ملک میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور قندہار جانے کا ارادہ

کیا ۔ اس موقع پر بیرام خاں گجرات سے آ کر حاضر خدمت ہوا[1] ۔ ہمایوں بادشاہ نے شاہ حسین کے پاس آدمی بھیج کر دریا عبور کرنے کے لیے چند کشتیاں طلب کیں ۔ مرزا شاہ حسین نے اس بات کو خوش نصیبی سمجھا اور تیس کشتیاں اور تین سو اونٹ بھیج دیے ۔ ہمایوں بادشاہ نے دریا کو عبور کیا اوز قندہار کی طرف متوجہ ہوا ۔

اس وقت مرزا شاہ حسین نے مرزا عسکری اور مرزا کامران کے پاس آدمی بھیجا اور اطلاع دی کہ ہمایوں بادشاہ قندہار چلا گیا ۔ مرزا کامران نے مرزا عسکری کو لکھا کہ وہ ہمایوں (بادشاہ) کا راستہ روک کر اس کو گرفتار کر لے ۔ مرزا عسکری نے احسان فراموشی [۵۰] کی جس وقت ہمایوں بادشاہ قصبہ سال زمستان[2] کے قریب پہنچا ، تو (مرزا عسکری نے) قندہار سے بلغار کی اور حوالی[3] از بک کو خبر گیری اور راستے کی تحقیقات کے لیے پہلے سے بھیج دیا ۔ وہ (حوالی از بک) ہمایوں بادشاہ کا نمک پرورده تھا ۔ اس نے مرزا عسکری سے ایک طاقتور گھوڑا طلب کیا اور نہایت تیزی سے اپنے کو ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں پہنچایا ۔ جب وہ بادشاہ کی قیام گاہ کے نزدیک پہنچا ، تو گھوڑے سے اتر کر بیرام خاں کے خیمے میں داخل ہوا اور اس کو مرزا عسکری کے ہمایوں بادشاہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے آنے کی اطلاع دی ۔ بیرام خاں فوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حرم سرا کے پیچھے سے مرزا عسکری کے آنے کی اطلاع دی ۔ ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ قندہار و کابل کے لیے کہ ان کی کیا قیمت ہے جو میں بے وفا بھائیوں سے جنگ کروں :

۱- ۷ محرم ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کو بیرام خاں پہنچا (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۳۸) ۔

۲- گلبدن بیگم نے (ہمایوں نامہ ، ص ۹۶) شال مستان لکھا ہے اصل میں یہ لفظ شال و مستونگ ہے شال ، کوئٹہ کا پرانا نام ہے ۔ ذکاء اللہ ، (ص ۱۰۸) نے مستنگ لکھا ۔ اکبر نامہ ، (ص ۱۴۲ - ۱۴۳) میں مستبنک ہے جو مستنگ کی تحریف ہے ۔

۳- بدایونی ، (ص) نے چولی ابوالفضل نے ، (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۴۲) جینی لکھا ہے ۔

بیت

چرخست نشیمن تو شرمت بادا
کاہی و نزاع و برسر خاک کنی

ہمایوں بادشاہ فوراً سوار ہوا - خواجہ معظم اور بیرام خاں کو مریم مکانی کے پاس بھیج دیا وہ نہایت تیزی سے گئے اور حضرت مریم مکانی اور شاہزادہ اکبر شاہ کو سوار کرا کے ہمایوں بادشاہ کے پاس پہنچا دیا - ہمایوں کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی - تردی بیگ سے گھوڑے طلب کیے - اس نے پھر بے مروتی دکھائی اور گھوڑے دینے میں عذر کیا اور ساتھ بھی نہ آیا - ہمایوں بادشاہ عراق (ایران) کے ارادے سے چند آدمیوں کے ساتھ چل دیا - مریم مکانی کو ہمراہ لیا - شاہزادہ اکبر اس وقت ایک سال کا تھا - گرم ہوا ہونے کی وجہ سے اُسے لشکر ہی میں چھوڑ دیا -

تھوڑی دیر کے بعد مرزا عسکری لشکر کے نزدیک پہنچ گیا - اس کو خبر ہوئی کہ ہمایوں بادشاہ سلامتی کے ساتھ نکل گیا - اس نے ایک جماعت کو لشکر کی ضبطی کے لیے مقرر کیا - دوسرے روز (مرزا عسکری) نہایت بے شرمی کے ساتھ شاہی دیوان خانے میں پہنچا - اتکہ خاں، شہزادہ اکبر کو مرزا عسکری کے پاس لے گیا اور تردی بیگ، مرزا عسکری کے حکم سے [۵۸] گرفتار ہوا - محصلین ہمایوں بادشاہ کے سازو سامان کی تحقیق اور مال ضبط کرنے کے لیے مقرر ہوئے - مرزا عسکری شہزادہ (اکبر) کو قندہار لے گیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کے سپرد کر دیا - وہ اپنی طرف سے (شہزادے کے ساتھ) مہربانی کرنے میں کمی نہیں کرتی تھی -

ہمایوں بادشاہ بائیس آدمیوں کے ہمراہ جن میں بیرام خاں، خواجہ معظم، بابا دوست بخشی، خواجہ غازی، حیدر محمد آختہ بیگی، مرزا قلی، شیخ یوسف، ابراہیم ایشک اقاسی اور حسن علی ایشک اقاسی تھے، بغیر کوئی مستقل رائے قائم کیے ہوئے روانہ ہو گیا، کچھ راستہ طے کیا تھا کہ بلوچی سامنے آئے اور انھوں نے رہبری کی[1] اور بہت پریشانی سے

۱- ملاحظہ ہو ہمایوں نامہ، ص ۹۸ - ۹۹، اکبر نامہ، جلد اول، ص ۱۵۱، تذکرۃ الواقعات (آفتابچی)، ص ۱۱۱، تاریخ ملتان (جلد دوم)، ص ۶۲ - ۶۳ - ان ماخذ میں بلوچیوں کی رہبری کی تفصیل دی گئی ہے -

(یہ لوگ) قلعہ بابا حاجی تک پہنچے - وہاں کے ترکوں کے پاس جو کچھ تھا وہ انھوں نے پیش خدمت کر دیا اور خواجہ جلال الدین محمود ، جو مرزا عسکری سے قبل ، اس ولایت کی تحصیل مال کے لیے آیا تھا ، ہمایوں بادشاہ کے آنے سے مطلع ہوا اور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا - گھوڑا ، اونٹ اور ضرورت کا جو سامان رکھتا تھا ، پیش کر دیا - دوسرے دن حاجی محمد کوکی جو مرزا عسکری کے پاس سے بھاگ کر آیا تھا ، ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا - چونکہ بھائیوں اور عزیروں کی بے مروتی کی وجہ سے اس لواح میں کوئی جگہ قیام کے لائق نہ تھی ، لہذا ہمایوں مجبوراً خراسان و عراق (ایران) کی طرف متوجہ ہوا - ولایت سیستان کے شروع میں احمد سلطان شاملو نے جو شاہ طہماسپ کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا ، استقبال کیا - چند روز تک سیستان میں (ہمایوں کا) قیام رہا - احمد سلطان نے اپنی وسعت اور امکان سے زیادہ مہمانداری میں اہتمام کیا - اپنی عورتوں کو کنیزوں کی طرح حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کی خدمت کے لیے بھیجا - اپنا تمام سامان و اسباب نذر گزرانا ، خود غلاموں کی طرح حاضر خدمت ہوا - ہمایوں نے ضرورت کا سامان قبول کر لیا اور باقی اس کو بطور انعام واپس کر دیا - احمد سلطان نے مشورہ کے وقت [۵۹] عرض کیا کہ طبس کیلکی کے راستے سے عراق (ایران) کا سفر بہتر ہے ، کیونکہ یہ راستہ بہت نزدیک ہے اور بندہ (احمد سلطان) رہبری کرے گا اور عراق (ایران) تک ہمراہ رہے گا[۱] - ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ شہرت ہرات کی بہت تعریف سنی گئی ہے ، اس راستے سے جانے کو دل چاہتا ہے - احمد سلطان ، ہمایوں کے ہمراہ ہرات کی طرف روانہ ہوا -

اس زمانے میں شاہ طہماسپ کا بڑا لڑکا سلطان محمد مرزا ہرات کا حاکم تھا اور محمد خاں شرف الدین اوغلی تکلو ، شاہزادے کا اتالیق تھا -

---

۱- اسی دوران میں ہمایوں نے ایک عرضداشت شاہ طہماسپ کی خدمت میں بھیجی جو جوہر آفتابچی نے تذکرۃ الواقعات میں نقل کی ہے - ملاحظہ ہو (تذکرۃ الواقعات ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ایڈیشن ، ص ۹۱ - ۹۲) -

جب اس کو ہمایوں بادشاہ کا قریب آنا معلوم ہوا ، تو علی سلطان کو جو تکلو کے امراء میں سے تھا ، فوراً استقبال کے لیے بھیجا ۔ وہ ولایت ہرات کی سرحد پر ہمایوں بادشاہ کے استقبال کے لیے حاضر ہوا اور ہمایوں کے ہمراہ ہرات کی طرف روانہ ہوا[1] ۔ شہزادہ ایران حشم و خرم کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ محمد خاں بھی حاضر خدمت ہوا ۔ ہمایوں نے شہر ہرات میں قیام فرمایا ۔ محمد خاں نے مہمانداری کے فرائض اس طرح انجام دیے کہ اس کے ہم عصروں میں سے کسی کو یہ سعادت و توفیق حاصل نہ ہوئی ہوگی ۔ ہمایوں بادشاہ اس کے حسن سلوک سے بہت خوش ہوا ۔ محمد خاں نے سلطنت کا تمام اسباب اور ہمایوں کی سفری ضروریات کا بہترین انتظام کیا ، چنانچہ شاہ طہماسپ کی ملاقات تک کسی چیز کی ضرورت پیش نہ آئی ۔ ہرات کی ساری عمارات اور باغات جو قابلِ دید تھے ، ہمایوں بادشاہ نے ملاحظہ کیے[2] ۔

وہاں سے کوچ کرکے[3] مشہد مقدس کی طرف متوجہ ہوا ۔ مشہد کے حاکم شاہ قلی سلطان استجلو نے بھی حتی المقدور مہمان نوازی میں بڑی کوشش کی[4] ۔

١۔ شاہ طہماسپ نے ہمایوں کے استقبال و مہمانداری کے سلسلے میں امراء و حکام کے نام ایک فرمان جاری کیا ۔ ملاحظہ ہو تذکرہ ہمایوں و اکبر (با یزید بیات) ، ص ١٢ - ٣٠ ، اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ١٥٨ ۔

٢۔ ہرات میں ہمایوں بادشاہ نے پیر ہرات خواجہ عبد اللہ انصاری کے مزار کی زیارت کی (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ١٦٠) ۔

٣۔ ہمایوں جام کے راستہ سے مشہد گیا اور ٥ ذی الحجہ ٩٥٠ھ / ١٥٤٤ء کو حضرت زندہ پیل احمد جام کی زیارت کی (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ١٦٠) ۔

٤۔ مشہد میں ہمایوں ١٥ محرم ٩٥١ھ / ١٥٤٤ء کو امام علی رضا کی زیارت پر گیا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرۃ الواقعات ۔ ص ١١٧ - ١١٨ ، بایزید بیات ، ص ٣٢ - ٣١ ، اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ١٦٠ ۔

اسی طرح شاہ طہماسپ کے حکم سے ہر منزل پر وہاں کا حاکم حسب استطاعت ہمایوں بادشاہ کی خدمت اور پیشکش کرتا تھا ۔ر شاہ طہماسپ کے لشکر سے شاہ (طہماسپ) کے حکم سے [۶۰] عراق (ایران) کے اکابر ، اعیان اور اشراف کی ایک جماعت ، ہمایوں بادشاہ کے استقبال کے لیے روانہ ہوئی اور طے ہوا کہ دامغان سے شاہی لشکر تک ہر منزل پر ان میں سے ایک (شخص) ۔مہانداری کے فرائض انجام دے اور مہانداری کا سامان سرکار شاہی سے فراہم ہوا ۔

ہر منزل پر ہمایوں بادشاہ کے لیے جشن منعقد کیا جاتا ۔ یہاں تک کہ ہمایوں بادشاہ نے قزوین میں نزول فرمایا ۔ شاہی لشکر ییلاق سورلیق گیا تھا ، ہمایوں بادشاہ نے بیرام خاں کو شاہ (طہماسپ) کے پاس بھیجا ۔ وہ گیا اور وہاں سے (شاہی) تحریر لایا جس میں ہمایوں بادشاہ کی آمد پر اظہار مسرت و شادمانی کیا گیا تھا ۔ ہمایوں بادشاہ منزل طے کر رہا تھا ۔ جس جگہ وہ پہنچتا تھا وہاں کے لوگ خدمت بجا لاتے تھے ۔

ییلاق سورلیق[1] میں ہمایوں بادشاہ اور شاہ طہماسپ کی ملاقات ہوئی ۔ شاہ طہماسپ نے تعظیم و تکریم کے مراسم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور ایک عظیم جشن منعقد ہوا ۔ مہانداری کے لوازم اس طرح عمل میں آئے کہ جو طرفین کے شایان شان تھے ۔

اتفاق سے دوران گفتگو شاہ (طہماسپ) نے دریافت کیا کہ تمھاری شکست کا سبب کیا ہوا ؟ ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ بھائیوں کی مخالفت اور بے وفائی ۔ اس بات سے شاہ طہماسپ کا بھائی بہرام مرزا آزردہ خاطر ہوا اور دشمنی پر کمر باندھ لی اور شاہ (طہماسپ) کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ہمایوں بادشاہ کو ختم کر دے ، لیکن اس کے (برخلاف ، شاہ طہماسب کی بہن سلطانم کہ جس کی بادشاہ بہت عزت کرتا تھا ، اور جو تمام ملکی و مالی معاملات میں کلی اختیار رکھتی تھی ، حتی المقدور (ہمایوں بادشاہ کی) مدد کرنے میں کوشش کرتی تھی ۔ قاضی جہاں قزوینی کہ ، جو شاہ (طہماسپ) کا دیوان تھا اور حکیم نور الدین محمد طیب جو

۱- بایزید بیات (ص ۳۲) نے ییلاق سلق ، ابو الفضل (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۶۳) ، ییلاق سرلق لکھا ہے ۔

نہایت مقتدر و معتبر تھا ، وہ (دونوں) ہمایوں بادشاہ کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے[1] ۔ حکیم نور الدین جو اندرونی و بیرونی معاملات میں محرم راز تھا ، ہمایوں بادشاہ کی مہم کے سرانجام دینے میں بوقت ضرورت کوشش کرتا تھا ۔

اس دوران میں شاہ طہماسپ امراء و اعیان کی ایک جماعت کے ہمراہ [۶۱] ہمایوں بادشاہ کی تفریح طبع کے لیے تیر اندازی کے شکار میں مشغول ہوا ۔ بہرام مرزا نے کہ جو ابو القاسم خلفا سے قدیم عداوت رکھتا تھا ، شکار کے بہانے سے اس کی طرف تیر چلا دیا ۔ اس تیر نے اس کا خاتمہ کر دیا اور وہ اسی وقت مر گیا ۔

شاہ طہماسپ نے ہمایوں بادشاہ کی روانگی کے انتظامات شروع کیے اور سلطنت کے تمام اسباب فراہم کیے ۔ اپنے لڑکے شاہ مراد کو جو طفل شیر خوار تھا ، دس ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کی کمک کے لیے مقرر کیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے کہا کہ تبریز اور اردبیل[2] کی سیر کو دل چاہتا ہے ، شاہ (طہماسپ) نے اس علاقے کے حکام کو فرامین بھیجے کہ تعظیم و تکریم کے لوازم میں حتی المقدور کوشش کریں ۔

ہمایوں بادشاہ اس علاقے کی سیر کرنے کے بعد قندہار کی طرف متوجہ ہوا اور کوچ کرتا ہوا مشہد مقدس[3] کی زیارت کے لیے گیا ۔ قزلباش امراء کہ جن کو ہمراہ لائے تھے اور شاہزادہ (مراد) کا اتالیق بداغ خاں

۱۔ جب شاہ طہماسپ کی طرف سے سرد مہری کا اظہار ہوا اور ہمایوں نے قاضی جہاں سے اس کا سبب پوچھا تو مذہبی تخالف کا ذکر کیا اور بادشاہ ایران کا عندیہ بتایا ۔ ہمایوں نے امامیہ مذہب قبول کر لیا ۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الواقعات (آفتابچی) ، ص ۱۲۴ ، بدایونی ، ص ۱۸۹ - ۱۹۰ ۔

۲۔ ہمایوں نے مصلحت کی وجہ سے اردبیل جانا طے کیا ، کیونکہ وہاں شاہ طہماسپ کے بزرگ شیخ صفی الدین اسحاق اور شاہ اسماعیل صفوی کی قبریں تھیں ۔ (تذکرۃ الواقعات ، ص ۱۳۸) ۔

۳۔ مشہد میں پھر امام علی رضا کے مزار پر حاضری دی ۔ تذکرۃ الواقعات ، ص ۱۴۰ ۔

افشار جو اس لشکر کا مختار تھا ، گرم سیر پہنچے اور گرم سیر کے علاقے قبضے میں آ گئے ۔ جب قندہار پہنچے ، ایک کثیر جماعت قلعہ سے باہر آ گئی اور اس نے حتی المقدور بہت کوشش کی ۔ مگر شکست پائی ۔ قندہار کے باہر قزلباش لشکر نے قیام کیا اور ہمایوں بادشاہ بھی پانچ روز کے بعد قندہار کی طرف پہنچ گیا ۔ (وہاں کے لوگ) قلعہ بند ہو گئے ۔ تین مہینے تک روزانہ لڑائی ہوتی رہی ۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے ۔

بیرام خاں ایلچی گری کی خدمت میں مامور ہو کر کامران مرزا کے پاس کابل گیا ۔ راستے میں ہزارہ کا ایک قبیلہ اس کے مقابلے پر آ گیا ۔ جنگ ہوئی اور بیرام خاں نے فتح پائی ۔ وہ کابل چلا گیا ۔ مرزا کامران سے ملاقات ہوئی ۔ مرزا ہندال ، مرزا سلیمان ولد خان مرزا اور مرزا یادگار ناصر سے بھی ، جو بھکر سے پریشان ہو کر آیا تھا ، ملاقات ہوئی ۔ مرزا کامران نے مہد علیا خانزادہ[1] بیگم کو بیرام خاں کے ہمراہ قندہار بھیج دیا کہ شاید صلح ہو جائے ۔

جس وقت بیرام خاں خانزادہ بیگم کے ہمراہ [۶۲] ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں قندہار پہنچا ، تو مرزا عسکری اسی طرح جنگ وجدال میں مصروف تھا ۔ قزلباش لشکر محاصرے کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے پریشان ہو گیا تھا اور واپسی پر آمادہ تھا ، کیونکہ اُن کا یہ خیال تھا کہ جس وقت ہمایوں بادشاہ قندہار کے حدود میں پہنچے گا ، تو مغل قبیلے ہمایوں بادشاہ سے مل جائیں گے ۔ جب ایک مدت گزر گئی اور کوئی شخص نہیں آیا اور مرزا عسکری کی مدد کے لیے مرزا کامران کے آنے کی خبر مشہور ہوئی ، تو قزلباش بہت گھبرائے ۔ اس زمانے میں حسن اتفاق سے مرزا کامران کی قسمت پلٹ گئی ۔ مرزا حسین خاں اور فضائل بیگ برادر منعم خاں ، مرزا کامران کے پاس سے بھاگ کر ہمایوں بادشاہ کے پاس چلے آئے ۔

مختصر یہ کہ ترکمان (ہمایوں بادشاہ کی طرف) جھک گئے ۔ چند روز کے بعد محمد سلطان مرزا ، الغ مرزا ، قاسم حسین سلطان اور شیر افگن بیگ بھی بھاگ کر آ گئے ۔ قزلباش لشکر کو نہایت اطمینان ہو گیا ۔

۱- یہ ہمایوں کی پھوپی تھیں ۔ دیکھیے ہمایوں نامہ ، ص ۱۰۶ ۔

مؤید بیگ نے کہ جو قلعہ میں قید تھا ، کسی تدبیر سے خود کو آزاد کیا ۔ وہ قلعہ قندہار سے رسی کے ذریعہ اترا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس پر بہت نوازش کی ۔ دوسرا گروہ قراچہ خاں کے بھتیجے ابو الحسن اور منور بیگ ولد نور بیگ کی سرداری میں قلعہ قندہار سے نکل آیا ۔

مرزا عسکری نے نہایت پریشان ہو کر امان طلب کی ۔ ہمایوں بادشاہ نے بکمال مروت اس کو امان دے دی ۔ امرائے قزلباش کو طلب کر کے (مرزا عسکری کو) ان کے ساتھ مقرر کر دیا ۔ چونکہ چغتائی (مغل) قبائل کے اہل و عیال قلعہ قندہار میں بہت ہیں ، لہذا تین روز تک کوئی شخص ترکمانوں میں سے اہل قلعہ سے مزاحم نہ ہوا ۔ قرارداد کے مطابق تین روز میں اہل قلعہ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ قلعہ سے باہر آ گئے ۔

مرزا عسکری نہایت شرمندگی کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ گزشتہ باتوں کا مطلق ذکر نہیں ہوا اور چغتائی (مغل) قبائل کے سردار گردن میں تلوار لٹکا کر اور کفن ہاتھ میں لے کر ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان پر نوازشیں کی گئیں ۔ چونکہ قزلباشوں سے یہ طے ہو گیا تھا کہ فتح کے بعد قندہار [۶۳] ان کو دے دیا جائے گا ۔ لہذا ہمایوں بادشاہ نے باوجودیکہ کوئی ولایت (اس کے) قبضے میں نہ تھی، قندہار انھیں (قزلباشوں) کو دے دیا ۔ بداغ خاں ، مرزا مراد ولد شاہ طہماسپ قلعہ میں داخل ہو گئے اور قندہار پر قابض ہو گئے ۔ قزلباش سردار جو کمک کے لیے آئے تھے ، ان میں سے اکثر عراق (ایران) واپس ہو گئے ۔ بداغ خاں ، ابو الفتح سلطان افشار اور صوفی ولی سلطان شاملو کے علاوہ مرزا مراد کے پاس کوئی نہ رہا ۔

جب موسم سرما آیا ، تو مغلوں کے پاس کوئی امن کی جگہ نہ تھی ۔ مجبوراً ہمایوں بادشاہ نے بداغ خاں کے پاس آدمی بھیجا کہ اس موسم سرما میں لشکریوں کو جائے امن کی ضرورت ہے ۔ اس بے مروت نے کوئی کارآمد جواب نہ دیا ۔ مغل پریشان ہو گئے ۔ عبداللہ خاں اور جمیل بیگ کہ جو قلعہ سے باہر آ گئے تھے ، فرار ہو کر کابل چلے گئے اور مرزا عسکری بھی موقع پا کر فرار ہو گیا ۔ ایک بڑی جماعت نے اس کا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے ہمایوں بادشاہ کے پاس لائے ۔ اس کو قید کر دیا ۔

مغل سردار جمع ہوئے اور مشورے کے بعد طے کیا کہ ضرورت کی بنا پر قندہار کا قلعہ قزلباشوں سے لینا چاہیے - کابل و بدخشاں فتح ہو جانے کے بعد دوبارہ ان کو دے دیا جائے گا - اتفاق سے اسی روز مرزا مراد ولد شاہ طہماسپ طبعی موت سے مر گیا - یہ ارادہ پورا ہو گیا - کثیر تعداد اس کے لیے مقرر ہوئی - حاجی محمد خاں اور بابا قشقہ اپنے دو نوکروں کے ہمراہ سب سے پہلے قلعہ کے دروازے پر جا پہنچے - چونکہ ترکمانوں کو یہ خیال تھا کہ ہمایوں بادشاہ خود قندہار کا ارادہ کرے گا ، لہذا انھوں نے ان چند دنوں میں مغلوں کے کسی آدمی کو شہر میں نہیں آنے دیا - اتفاق سے چارہ لدی ہوئی اونٹوں کی ایک قطار شہر میں آئی - حاجی محمد خاں موقع پا کر دروازے میں آ گیا - دروازے کے محافظ مانع [۶۴] ہوئے - اس نے نہایت بہادری سے تلوار نکال کر ان پر حملہ کر دیا - وہ لوگ مقابلہ نہ کر سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے - دوسری جماعت پیچھے سے پہنچ کر قلعہ میں داخل ہوگئی - قزلباش پریشان ہوئے - ہمایوں بادشاہ خود سوار ہو کر قلعہ میں داخل ہوا - بداغ خاں مضطربانہ حاضر خدمت ہوا اور عراق (ایران) کی اجازت طلب کی - مغل قندہار پر قبضہ کرکے مطمئن ہوئے - اس کے بعد کابل کی فتح کے ارادے سے کوچ کیا اور قندہار کی حکومت بیرام خاں کے سپرد کی -

مرزا یادگار ناصر اور مرزا ہندال متفق ہو کر مرزا کامران کے پاس سے فرار ہو گئے - راستے میں ہزارہ قبیلے سے بہت تکلیفیں اٹھا کر ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساتھ کوچ کرکے کابل پہنچے - جمیل بیگ بھی جو ان ہی حدود میں تھا ، حاضر خدمت ہوا اور مرزا کامران جس کے پاس لشکر و سامان خوب تھا ، جنگ کے ارادے سے باہر آیا - ہر رات اس کے لشکر کی ایک جماعت جدا ہو کر ہمایوں بادشاہ کے پاس آ جاتی تھی - اس شاہی (ہمایونی) لشکر نے کوچ کیا اور مرزا کامران کے لشکر سے آدھے کوس کے فاصلے پر قیام کیا - اس رات کو مرزا کامران کے بہت سے لشکری بھاگ کر (ہمایوں بادشاہ کے) لشکر میں آ گئے :

اوج کہ چو روزگار برگشت
از من دل و بخت ، یار برگشت

مرزا کامران نے پریشان ہو کر مشائخ کی ایک جماعت کو ہمایوں کی

خدمت میں بھیجا اور معافی چاہی ۔ ہمایوں بادشاہ نے (مرزا کامران کے) حاضر ہونے کی شرط پر قصور معاف کر دیا ۔ مرزا کامران حاضر ہونے پر رضا مند نہ ہوا اور کابل کے قلعہ کو بھاگ گیا ۔ اس کے تمام لشکری ہمایوں بادشاہ کی فوج میں شامل ہو گئے ۔ اسی رات کو مرزا کامران بینی حصار کے راستے سے غزنیں کی طرف چلا گیا ۔ ہمایوں بادشاہ کو اس کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی ۔ مرزا ہندال کو اس کے تعاقب کے لیے حکم فرمایا ۔ (ہمایوں) خود بہ نفس نفیس شہر کابل میں داخل ہوا ۔ جب رات ہوئی ، تو کابل کے تمام باشندوں نے نہایت شوق سے شہر میں چراغاں کرکے دن کا [۶۵] سماں پیدا کر دیا :

بیت

شب سیاہ ، فروغ بیاض دیوارش
مؤذناں را از صبح درگماں افگند

قلعہ میں داخل ہونے کے بعد بیگمات نے شہزادہ محمد جلال الدین اکبر مرزا کو ہمایوں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس قرۃ العین کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا اور شکر باری تعالیٰ ادا کیا ۔ یہ فتح دسویں رمضان ۹۵۳ھ/۴۷-۱۵۴۶ء کو نصیب ہوئی ۔ اس وقت شاہزادہ (اکبر) کی عمر چار سال دو ماہ پانچ روز تھی اور بعض نے ۹۵۲ھ[۱] تحریر کیا ہے ۔ (اللہ ہی بہتر جانتا ہے) ۔

فتح کے بعد لشکر اور حشم و حشم کے لیے جو قندہار میں تھا ، آدمی گیا ، یادگار ناصر ، مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کی خدمت میں کابل آیا ۔ اس زمانے میں بڑے بڑے جشن منعقد ہوئے ۔ شاہزادہ (اکبر) کے ختنے بھی اسی زمانے میں ہوئے اور اس سال کا بقیہ حصہ عیش و عشرت میں گزرا ۔

مرزا کامران فرار ہو کر غزنیں پہنچا ، مگر شہر میں راستہ نہ ملنے کی وجہ سے ہزارہ چلا گیا ۔ مرزا الغ بیگ جو زمین داور کا حاکم تھا ،

۱۔ اس مصرع سے تاریخ نکلتی ہے : ع
بے جنگ گرفت ملک کابل ازوے
۹۵۲ھ/۴۶-۱۵۴۵ء ، (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۸۲ ۔

مرزا کامران کے دفعیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ مرزا کامران کو زمین داور میں قیام کرنے کا موقع نہ مل سکا اور وہ شاہ حسین ارغون کے پاس بھکر چلا گیا ۔ مرزا شاہ حسین نے مرزا کامران کو اپنی لڑکی دے کر اس کی مدد پر کمر باندھی ۔

دوسرے سال ہمایوں بادشاہ بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا ۔ چونکہ مرزا سلیمان ولد خان مرزا طلبی کے باوجود نہیں آیا تھا ، لہذا بدخشاں کا مصمم ارادہ کیا ۔ کوچ کے وقت مرزا یادگار ناصر نے جو دوبار مخالفت کر چکا تھا ، پھر بھاگنے کا ارادہ کیا ۔ یہ بات ہمایوں بادشاہ کو معلوم ہو گئی اس نے اس کو قید کرنے کا حکم دے دیا ۔ چند روز کے بعد محمد قاسم نے حسب الحکم اس کو قتل کر دیا ۔

(ہمایونی) لشکر ، ہندو کوہ کے پیچھے سے گزر کر شترگراں میں پہنچا ۔ مرزا سلیمان نے بھی بدخشاں کے لشکر کو جمع کرکے [٦٦] جنگ کی ۔ پہلے ہی حملے میں شکست کھائی اور دور دشت کے پہاڑوں میں بھاگ گیا ۔ ہمایوں بادشاہ طالقان و کشم کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس دوران میں ہمایوں بادشاہ بیمار پڑ گیا ۔ روز بروز مرض بڑھتا گیا ، یہاں تک کہ وہ فکر مند ہو گیا ۔ قریب کے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہمایوں کی زندگی سے مطلع نہ تھا اس سبب سے لشکر میں بدنظمی شروع ہو گئی ۔ قراچہ خاں ، مرزا عسکری کی حفاظت کر رہا تھا اور بدخشاں کے لوگوں نے ہر طرف سے مخالفت شروع کر دی ۔ دو مہینے کے بعد ہمایوں بادشاہ کو صحت ہوئی اور سلامتی کی اطلاع اطراف میں کی گئی ۔ تمام فتنے فرو ہو گئے ۔ اس شعر کا مضمون اُس زمانے کے لوگوں کے کان میں پڑا :

بیت

زہی عافیت کہ بادشہ کامگار یافت
بشگفت باغ ، از انکہ نسیم بہار یافت

شاہی (ہمایونی) لشکر قلعہ ظفر کے نواح میں آیا اور حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کے بھائی خواجہ رشیدی کو جو عراق (ایران) سے (ہمایوں بادشاہ کے) ہمراہ آ رہا تھا ، قتل کر دیا اور خود کابل بھاگ گیا ۔ وہاں

حسب الحکم قید کر لیا گیا[1] ۔

مرزا کامران نے بھکر میں جب ہمایوں بادشاہ کی بدخشاں کی طرف روانگی کی اطلاع پائی ، تو اس نے کچھ لوگوں کو اپنے موافق کرکے غور بندر و کابل کی طرف یلغار کر دی ۔ راستے میں سوداگر مل گئے ۔ ان سے بہت سے گھوڑے ہاتھ آ گئے ۔ اس کے تمام آدمیوں کے پاس دو دو گھوڑے ہو گئے اور وہ غزنیں کے نواح میں پہنچ گیا ۔ غزنیں کے لوگوں نے اس کو قلعہ میں داخل کر دیا ۔ وہاں کا حاکم زاہد بیگ جو خواب غفلت میں تھا ، قتل ہوا اور مرزا (کامران) کے کہنے کے مطابق کابل کے راستے کی نگرانی شروع کر دی کہ وہاں خبر نہ پہنچے ۔ غزنیں سے مطمئن ہو کر کابل کی طرف یلغار کا ارادہ کیا ۔ محمد قلی طغلی ، فضائل بیگ اور دوسرے لوگ ، جو کابل میں غافل تھے ، اس وقت خبردار ہوئے جب مرزا کامران شہر میں پہنچ گیا اور محمد قلی [۶۷] جو حمام میں تھا ، گرفتار ہوا اور اسی وقت قتل کر دیا گیا ۔ مرزا کامران قلعہ کابل میں داخل ہو گیا ۔ فضائل بیگ اور مہتر وکیل کو گرندار کرکے اندھا کر دیا اور (کچھ) آدمیوں کو بیگمات اور شہزادہ (اکبر) کی حفاظت پر چھوڑا[2] ۔

یہ خبر قلعہ ظفر کے نواح میں ہمایوں بادشاہ کو ملی ۔ ہمایوں نے بدخشاں و قندوز کی حکومت کا فرمان ، جو مرزا ہندال کو مرحمت کیے گئے تھے ، مرزا سلیمان کو بھیجا اور کوچ بر کوچ کرتا ہوا شہر کابل کی طرف متوجہ ہوا ۔ مرزا کامران نے حسب موقع فوج جمع کی ، شیر افگن اس سے مل گیا اور مرزا کامران کا نوکر شیر علی ضحاک و غور بند آیا اور راستے کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ ہمایوں آب (دریائے) درہ سے ضحاک آیا ۔ شیر علی نے حسبِ مقدور جنگ کی اور شکست کھائی ۔ لشکر نے اُس تنگ راستے کو سلامتی کے ساتھ عبور کر لیا ۔ شیر علی نے دوبارہ لشکر کے پچھلے حصے کے آدمیوں کو پریشان کیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے افغانوں کے گاؤں میں قیام کیا ۔ دوسرے روز شیر افگن بیگ اور مرزا کامران کے تمام آدمی جنگ کرنے کی غرض سے باہر نکل آئے اور النگ یرت

۱- اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۸۹ ۔

۲- ایضاً ، ص ۱۹۲ ۔

چالاک میں زبردست جنگ ہوئی - پہلے تو ہمایوں بادشاہ کے آدمی پریشان ہوئے ، مگر آخر میں مرزا ہندال ، قراچہ خاں اور حاجی محمد خاں کی کوشش سے مرزا کامران کے آدمیوں نے بُری طرح شکست کھائی - شیر افگن بیگ گرفتار ہوا - جب ہمایوں بادشاہ کے سامنے آیا تو امراء کی کوشش سے قتل ہوا اور اس روز مرزا کامران کے بہت سے آدمی قتل ہوئے[1]- جو تلواروں سے بچے وہ قلعہ میں بھاگ گئے - شیر علی جو شجاعت میں مشہور تھا ، روزانہ قلعہ سے باہر آ کر حسب مقدور جنگ کرتا تھا - ایک مرتبہ شیر علی اور حاجی محمد خاں کا ایک دوسرے سے مقابلہ ہوا - حاجی محمد خاں زخمی ہوگیا -

اتفاق سے یہ خبر پہنچی کہ جس کارواں کے پاس بہت سے گھوڑے تھے وہ چاریکاران [۹۸] پہنچ گیا - مرزا کامران نے شیر علی کو تعینات کیا کہ وہ کچھ آدمیوں کو لے جا کر گھوڑے شہر میں لے آئے - مرزا کامران کے بہت سے آدمی شیر علی کے ہمراہ اس کام کے لیے گئے - ہمایوں بادشاہ کو اس بات کی خبر ہو گئی - وہ خود قلعہ کے نزدیک پہنچا - اہلِ قلعہ کی آمد و رفت کا راستہ بالکل بند ہو گیا - واپسی پر شیر علی اور اس کی جماعت کو قلعہ میں پہنچنے کا راستہ نہ مل سکا - ایک مرتبہ مرزا کامران نے ارادہ کیا کہ قلعہ سے باہر آ جائے اور جنگ کر کے شیر علی اور اس جماعت کو قلعہ میں داخل کر لے ، لیکن باہر کے کچھ لوگوں کو خبر ہو گئی ، لہذا انھوں نے باہر آنے کے وقت توپ اور بندوقوں کے فائر سے ان کو شکست دے دی -

باقی صالح اور جلال الدین بیگ ، جو مرزا کامران کے نہایت معتبر لوگ تھے ، اس وقت ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے - شیر علی اور اس کے ہمراہی شہر میں داخل ہونے سے نا امید ہوگئے - قلعہ کا محاصرہ تنگ ہو گیا - مرزا کامران نے نہایت بے مہری اور بے مروتی سے حکم دیا کہ چند مرتبہ شاہزادہ اکبر کو قلعہ کے کنگرے پر جہاں توپ اور بندوقوں کے فائر زیادہ آ رہے ہیں ، بٹھا دیا جائے - ماہم انگہ شہزادہ اکبر کو گود میں لے کر جا بیٹھی اور خود کو آگے کر دیا اور رخ

۱- اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۹۵ -

دشمن کی طرف کر لیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب (شہزادہ اکبر) کی حفاظت فرمائی[1] ۔

مختصر یہ کہ اہل کابل کی ایک جماعت قلعہ سے باہر نکلی اور جس طرف جس کا سینگ سمایا ، چلا گیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے ان کے تعاقب میں ایک فوج بھیجی ۔ ان میں سے بہت سے آدمی قتل ہونے اور بہت سے قید ہونے ۔ مرزا کامران کابل میں پریشان ہوا اور اطراف و جوانب سے لشکری ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں آنے لگے ۔ مرزا سلیمان نے بدخشان سے کمک بھیجی اور مرزا الغ قندھار سے آیا اور قاسم حسین سلطان شرم طغائی کے نوکروں کی ایک جماعت کے ساتھ [۶۹] قندھار سے مدد کے لیے پہنچا ۔ مرزا کامران نے صلح کی خواہش کی ۔ ہمایوں بادشاہ نے حاضر ہونے کی شرط کے ساتھ اس کی درخواست منظور کر لی ، لیکن مرزا کامران کو حاضر ہونے میں اندیشہ تھا ۔ اس نے فرار ہونے کا ارادہ کیا ۔ چونکہ مغل امراء اپنی اہمیت کی وجہ سے مرزا کامران کی گرفتاری پر رضامند نہ تھے ، لہذا (انھوں نے) اس (مرزا کامران) کو پیغام بھیج دیا کہ ہمایوں بادشاہ ان ہی دو روز تک قلعہ پر جنگ کرے گا ، زیادہ ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے ۔ چونکہ مرزا کامران بابوس[2] بیگ اور قراچہ بیگ سے ناراض تھا ، اس لیے اس نے بابوس بیگ کے تین کم عمر لڑکوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کر کے قلعہ کی دیوار سے نیچے پھینک دیا ۔ مرزا کامران کی اس بے مروتی سے قلعہ کے اندر اور باہر کے لوگ آزردہ خاطر ہونے ، قراچہ بیگ کے لڑکے سردار بیگ کو فصیل کے اوپر قلعہ کی دیوار میں چنوا دیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے قراچہ خاں کی بہت دلدہی فرمائی ۔ قراچہ خاں نے قلعہ کے نزدیک جا کر فریاد کی کہ اگر میرا لڑکا مارا گیا ، تو قلعہ فتح ہونے کے بعد میرے بیٹے کے عوض میں مرزا کامران اور مرزا عسکری دونوں قتل ہوں گے ۔

مرزا کامران نے ہر جگہ سے ناامید ہو کر خواجہ خضر کی طرف سے قلعہ کی دیوار میں سوراخ کیا اور اس جگہ سے ، جہاں سرداروں نے باہر

۱۔ اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۹۷ - ۱۹۸ ۔

۲۔ تذکرۃ الواقعات (جوہر آفتابچی) میں بابوس بیگ لکھا ہے ۔

سے نشان لگایا تھا ، نکل گیا اور جان سلامت لے گیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے حاجی محمد خاں کو ایک جماعت کے ساتھ تعاقب میں بھیجا ۔ حاجی محمد خاں ، مرزا کامران کے نزدیک پہنچا ۔ مرزا نے اس کو پہچان کر ترکی زبان میں کہا :

بابا قشقہ نی من یلدرب

یعنی تیرے باپ بابا قشقہ کو میں نے قتل نہیں کیا ہے ۔

حاجی محمد خاں جو ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا تھا ، عمداً واپس چلا آیا ۔

شاہزادہ اکبر شاہ ، ہمایوں بادشاہ کے سامنے لایا گیا ۔ شکر باری تعالیٰ ادا کیا گیا اور فقیروں اور مسکینوں کو بہت صدقات دیے گئے ۔ [۷۰]

جب مرزا کامران قلعہ سے پریشان اور بے سامان کوہ کابل کے دامن میں پہنچا ، تو ہزارہ کے آدمی اس کے پاس پہنچ گئے اور جو کچھ اسباب تھا ، وہ لوٹ لیا ۔ آخر ایک آدمی نے مرزا کامران کو پہچان لیا ۔ اس نے اپنے سردار کو خبر دی ۔ اس قوم کے سردار نے مرزا (کامران) کو ضحاک و بامیان میں جہاں مرزا کامران کا نوکر شیر علی تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ تھا ، بھیج دیا ۔

مرزا ایک ہفتے تک وہاں مقیم رہا اور اس کے پاس تقریباً ایک سو پچاس سوار جمع ہو گئے ۔ مرزا کامران غوری کی طرف متوجہ ہوا ۔ غوری کے حاکم مرزا بیگ برلاس نے تین سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ مرزا کامران سے جنگ کی اور شکست کھائی ۔ اس جماعت کے گھوڑے اور دوسرا سامان لشکر مرزا (کامران) کے ہاتھ لگا ۔ مختصر یہ کہ اس کو طاقت مل گئی ۔

وہ وہاں سے بلخ کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں کے حاکم پیر محمد خاں سے ملاقات کی ۔ پیر محمد خاں بذات خود مرزا کی مدد کے لیے بدخشاں آیا اور غوری و بقلان پر مرزا قابض ہو گیا ۔ چاروں طرف سے لشکری مرزا کے پاس آنے لگے ۔ میر محمد خاں اپنی ولایت کو واپس چلا گیا ۔ مرزا کامران نے سلیمان مرزا اور ابراہیم مرزا کی طرف توجہ کی ۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر طالقان سے کولاب کی طرف چلے گئے ۔ مرزا کامران نے بدخشاں کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا ۔

قراچہ خاں اور دوسرے امراء جنھوں نے اس زمانے میں اچھی خدمات انجام دی تھیں ، مغرور ہو گئے اور ہمایوں بادشاہ سے ایسی توقعات کرنے لگے جو اس کی قوت سے باہر تھیں ۔ منجملہ ان کے خواجہ غازی وزیر کا قتل اور اس کی جگہ پر خواجہ قاسم کا تقرر کر دینا تھا ۔ ہمایوں بادشاہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور ان کے مدعا کے موافق جواب نہ دیا ۔ امراء ایک دوسرے سے اتفاق کر کے چاشت کے وقت سوار ہو گئے ۔ ہمایوں بادشاہ کے کلاہ (ٹوپی) کو جو خواجہ ریواج میں تھی ، سامنے پھینک کر بدخشاں کی طرف چل دیے ۔ ہمایوں بادشاہ صبح نکلنے اور لشکر جمع ہونے کے بعد سوار ہوا اور ان کا تعاقب کیا ۔ مخالفین یلغار کر کے غور بندر پہنچ گئے اور پل سے گزر کر [۱۰۷] پل کو توڑ ڈالا ۔ لوگوں نے ہمایوں سے پہلے پہنچ کر ایک جماعت کو سزا دی ۔ جب رات ہوئی ، تو ہمایوں بادشاہ واپس آ گیا کہ اس کے بعد بدخشاں کا سفر کیا جائے گا ۔ وہ جماعت مرزا کامران کے پاس پہنچی ۔ تمر علی شغالی کو پنج شیر چھوڑا کہ ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی خبریں وہاں پہنچاتا رہے ۔

ہمایوں بادشاہ نے بدخشاں کا ارادہ کیا اور مرزا سلیمان ، مرزا ابراہیم اور مرزا ہندال کو فرمان بھیج دیے ۔ مرزا ابراہیم قلعہ بریاں سے پنج شیر کے نواح میں آ گیا اور تمر علی شغالی سے اس کی اطلاع پا کر اس کے سر پر پہنچا اور اس کو قتل کر دیا اور کابل کے قرا باغ میں ہمایوں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

مرزا کامران نے اس دوران میں شیر علی کو اس کی درخواست کے مطابق مرزا ہندال کے دفع کرنے کے لیے بھیجا اور مرزا ہندال کے لشکریوں نے شیر علی کو گرفتار کر لیا ۔ اس وقت مرزا ہندال ہمایوں بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور شیر علی کو قید کر کے (ہمایوں بادشاہ) کے پاس لایا ۔ ہمایوں بادشاہ نے کمال مروت سے اس کی خطاؤں کی کچھ پرواہ نہ کی ، بلکہ غوری اس کو مرحمت کر دیا ۔

مرزا کامران ، قراچہ خاں اور اس جماعت کو جو کابل سے آئی تھی ، کشم میں چھوڑ کر خود طالقان چلا گیا ہمایوں بادشاہ نے مرزا ہندال اور حاجی محمد کو کچھ فوج کے ساتھ بطور ہراول کشم روانہ کر دیا ۔ قراچہ خاں نے مرزا کامران کو اطلاع بھیجی کہ مرزا ہندال کے ساتھ بہت

تھوڑی سی جماعت ہے اور بادشاہ دور ہے ، لہذا یلغار کرنی چاہیے تاکہ مل کر مرزا ہندال کو دفع کیا جائے ۔ اس کے بعد ہمایوں سے جنگ کرنی آسان ہو جائے گی ۔ مرزا کامران بہت جلد کشم آ گیا اور دریائے طالقان کے کنارے پر (کہ جہاں) مرزا ہندال اور اس کے لشکری دریا سے اُترے تھے ، پہنچ گیا اور پہلے ہی حملے میں فتح یاب ہو گیا ۔ مرزا ہندال اور اس کی جماعت کا تمام مال و اسباب تاراج کر دیا ۔

ہمایوں بادشاہ بھی اس وقت دریا کے کنارے پہنچ گیا ۔ اس نے دریا کو عبور کرنے کی غرض سے راستہ بنانے کے لیے کچھ دیر توقف کیا ۔ [۲۷] دریا پار کرنے کے بعد ہمایوں بادشاہ کا ہراول لشکر مرزا کامران کے لوگوں تک پہنچ گیا ۔ شیخم خواجہ خضری اور اسماعیل بیگ دولدی کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور مرزا کامران شاہی ہراول سے مقابلہ کرنے کے لیے واپس ہوا ۔ جب ایک دوسرے کے سامنے پہنچے اور ہمایوں بادشاہ کے (لشکر کے) علم جب مرزا (کامران) کو نظر آئے ، تو مرزا میں ٹھہرنے کی طاقت نہ رہی اور وہ طالقان کی طرف بھاگا اور جو کچھ اس نے لوٹا تھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا ، وہ سب برباد گیا ۔ دوسرے دن طالقان کا محاصرہ کر لیا گیا ۔ مرزا سلیمان اس موقع پر حاضر ہوا ۔ مرزا کامران نے اوزبکوں سے مدد مانگی ۔ جب ان سے نا امید ہو گیا ، تو نہایت پریشان ہوا ۔ عاجز و مجبور ہو گیا ۔ پھر مکہ جانے کی اجازت چاہی ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس پر رحم کیا اور اس کی درخواست اس شرط کے ساتھ منظور کر لی کہ باغی امراء کو (ہمایوں بادشاہ کے) حضور میں بھیجے ۔

مرزا کامران نے بابوس بیگ کی خطا کی معافی چاہی اور دوسرے سرداروں کو ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا ۔ وہ سب نہایت شرمندہ اور خجل حاضر خدمت ہوئے ۔ ہمایوں بادشاہ نے ان لوگوں کی خطائیں دوبارہ معاف کر دیں ۔ مرزا کامران قلعہ سے نکل کر دو فرسخ گیا ہوگا ۔ اس کو گمان نہ تھا کہ ہمایوں بادشاہ قوت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کر دے گا ۔ اس کی اس عنایت سے بہت شرمندہ ہوا اور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور واپس چلا آیا ۔

جب ہمایوں بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی ، تو وہ بہت خوش ہوا ۔ اس نے مرزاؤں کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا ۔ ملاقات کے وقت نہایت مہربانی سے پیش آیا - مرزا کامران کی سلطنت کے اسباب دوبارہ مرتب ہوئے ۔ تین روز اسی منزل پر ٹھہرے رہے - دعوتیں اور جشن منعقد ہوتے رہے - چند روز کے بعد کولاب کی ولایت مرزا کامران کی جاگیر میں مقرر ہوئی - مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کشم میں رہے - بڑا لشکر کابل کی طرف متوجہ ہوا - موسم سرما کے شروع میں کابل میں قیام ہوا اور حکم ہوا کہ لشکر کی تعداد کے اعتبار سے لشکری لشکر میں شریک ہوں - [۷۳]

اس سال کے آخر میں ہمایوں بادشاہ بلخ فتح کرنے کے ارادے سے کابل سے روانہ ہوا - مرزا کامران اور مرزا عسکری کے بلانے کے لیے آدمی کولاب بھیجا - مرزا ہندال اور مرزا ابراہیم اس وقت حاضر خدمت ہوئے کہ جب ہمایوں بادشاہ بدخشاں میں داخل ہوا تھا - مرزا ابراہیم ، مرزا سلیمان کی التماس کے بموجب کشم میں قیام کیے رہا - مرزا کامران اور مرزا عسکری نے پھر مخالفت کی اور نہیں آئے - جب ہمایوں بادشاہ کوچ کرتا ہوا قلعہ ایبک کے نیچے پہنچ گیا اور بلخ کا حاکم اتالیق پیر محمد خاں معتبر امراء کے ہمراہ قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا ، تو ہمایوں بادشاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا - اوزبک پریشان ہو کر امان کے لیے باہر نکل آئے ۔

چونکہ مرزا کامران نہیں آیا تھا ، لہذا امراء جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ جب لشکر بلخ کی طرف متوجہ ہو ، تو مرزا کامران کابل پر حملہ کر دے - ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ چونکہ اس حملے کا ارادہ مصمم ہو چکا ہے ، اس لیے خدا پر بھروسہ کر کے چلتے ہیں - غرض یہ کہ سوار ہو کر بلخ روانہ ہوگئے - امراء اور اکثر سپاہی مرزا کامران کے نہ آنے سے پریشان تھے - جب بلخ کے نواح میں پہنچے ، تو لشکر کے اترنے کے وقت شاہ محمد سلطان اوزبک تین سواروں کے ساتھ آ گیا اور ایک جماعت اس کے دفع کرنے کے لیے روانہ ہوئی - زبردست جنگ ہوئی - محمد قاسم خاں موجی کا بھائی کابلی اس جنگ میں قتل ہوا اور اوزبکوں کے سرداروں میں سے ایک سردار گرفتار ہوا - دوسرے روز پیر محمد خاں شہر سے باہر آیا - عبدالعزیز خاں ولد عبید خاں اور سلطان حصار بھی اس کی کمک کے لیے آ گئے - دوپہر کے بعد دونوں لشکر

ایک دوسرے کے پاس پہنچ گئے اور جنگ شروع ہو گئی ۔ ہمایوں بادشاہ نے ہتھیار لگائے ۔ مرزا سلیمان ، مرزا ہندال 'ور حاجی محمد سلطان ہراول نے مخالفوں کے (ہراول) دستے کو شکست دے کر شہر کی طرف بھگا دیا ۔ پیر محمد خان اور ہمراہی بھی لوٹ کر بلخ پہنچ گئے اور سورج ڈوبنے کے وقت مغلوں کا لشکر جو شہر کے قریب پہنچ گیا تھا ، واپس [۲۰۳] ہوا ۔

مرزا کامران کے نہ آنے کی وجہ سے اکثر مغل امراء کا دل کابل اور اپنے اہل و عیال کی طرف لگا ہوا تھا ۔ اس رات کو جس کی صبح میں بلخ پر قبضہ ہونے والا تھا (امراء نے) ہمایوں بادشاہ سے عرض کیا کہ بلخ کی نہر کو عبور کرنا مناسب نہیں ہے ۔ اچھا یہ ہے کہ درہ گز کی طرف جا کر لشکر کے لیے ایک محفوظ مقام بنائیں ۔ کچھ ہی عرصے میں بلخ و حصار کے لوگ حاضر خدمت ہو جائیں گے اور اس بات میں اس درجہ مبالغہ کیا کہ ہمایوں بادشاہ نے مجبوراً کوچ کر دیا ۔ درہ گز کابل کی طرف ہے اور دوست و دشمن جو اس مشورے سے واقف نہ تھے انھوں نے واپسی کا خیال کیا اور اوزبکوں نے دلیر ہو کر تعاقب کیا ۔ مرزا سلیمان اور حسن قلی سلطان مہر دار جو لشکر کے پچھلے حصے کی محافظت کے لیے تعینات تھے ، اوزبکوں کے ہراول دستے سے جنگ کر کے شکست کھا گئے اور لشکری جو کابل جانا چاہتے تھے ان میں سے ہر شخص کا جدھر دل چاہا چلا گیا ۔ معاملہ بالکل بے اختیار ہو گیا ۔ دشمن کے تقریباً بیس ہزار آدمی پہنچ گئے ۔ اس جنگ میں ہمایوں بادشاہ نے دشمنوں پر خود بہ نفس نفیس حملہ کیا اور اُس سوار کو جو سب سے آگے تھا ، نیزے سے زخمی کر کے پیادہ کر دیا اور اپنی قوتِ بازو سے اس گروہ سے نکل آیا اور مرزا ہندال ، تردی بیگ خان ، منعم بیگ خان اور امراء کی دوسری جماعت بھی جنگ کرتی ہوئی صحیح و سلامت نکل آئی ۔ شاہ بداغ خان اور تولک خان قوچین نے اس جنگ میں بہادری دکھائی اور ہمایوں بادشاہ سلامتی کے ساتھ کابل آیا اور اس سال کا باقی حصہ کابل میں گزرا ۔

مرزا کامران کولاب میں تھا ۔ چاکر علی بیگ کولابی مرزا کامران کا مخالف ہو گیا اور اس نے ایک بڑے لشکر سے کولاب کے نواح پر حملہ کر دیا ۔ مرزا کامران نے مرزا عسکری کو اس سے لڑنے کے لیے بھیجا ، مگر اسے شکست [۵۰۲] ہوئی ۔ دوبارہ پھر بھائی کے حکم سے اس سے جنگ

کرنے کے لیے گیا اور پہلے کی طرح پھر واپس آیا ۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم ، کشم و قندوز سے پھر اس کی طرف چلے ۔ مرزا کامران پھر مقابلہ نہ کر سکا اور روستاق کے نزدیک پہنچا ۔ اس موقع پر اوزبک فوج اس کے سر پر آ گئی اور اس کے اکثر گھوڑوں کو تباہ کر دیا ۔ پریشان حال مرزا کامران نے چاہا کہ ضحاک و بامیان کے راستے سے ہزارہ چلا جائے ۔

جب ہمایوں بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو امراء کی ایک بڑی جماعت اور لشکر کو ضحاک و بامیان روانہ کر دیا کہ اس ولایت کی حفاظت کریں ۔ قراجہ خان ، قاسم حسین سلطان اور بے وفا امراء کے دوسرے گروہ نے جو ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ تھا ، کسی کو مرزا کامران کے پاس بھیج دیا کہ قبچاق کے راستے سے آنا چاہیے ۔ جنگ کے وقت ہم سب آپ کے پاس آ جائیں گے ۔ جب مرزا کامران نمودار ہوا ، تو قراجہ خان اور اس کے ساتھی بے مروتی کی خاک اپنے سروں پر ڈال کر ہمایوں بادشاہ سے علیحدہ ہو گئے اور مرزا کامران سے جا ملے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے ۔ باوجودیکہ تھوڑے سے آدمی ہمایوں بادشاہ کے ساتھ تھے ، لیکن بادشاہ نے کمال شجاعت و استقامت کا ثبوت دیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ پیر محمد آختہ بیگی اور احمد پسر مرزا قلی اس جنگ میں مارے گئے ۔ مرزا قلی زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا ۔ ہمایوں بادشاہ نے بہ نفس نفیس ایسی کوشش کی کہ سر پر تلوار کا زخم لگا اور خاصہ کا گھوڑا زخمی ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ نے تیر کی مار سے دشمنوں کو اپنے سے دور رکھا اور سلامتی کے ساتھ باہر نکل کر ضحاک و بامیان کی طرف چلا گیا اور وہ جماعت جو اس راستے سے جا رہی تھی ، ہمایوں بادشاہ سے مل گئی اور مرزا کامران نے دوبارہ کابل پر قبضہ کر لیا ۔

ہمایوں بادشاہ ، حاجی محمد خان اور دوسری جماعت کے ساتھ کہ جو ہم رکاب [۶۰] تھی ، بدخشاں کی طرف چلا گیا ۔ شاہ بداغ ، تولک قوچین ، مجنوں قاقشال اور دوسرے لوگوں کو کہ جن کی تعداد دس نفر تھی ، کابل کی طرف خبر لانے کے لیے بھیجا ۔ تولک قوچین کے علاوہ اس جماعت میں سے کوئی واپس نہ آیا ۔ ہمایوں بادشاہ کو نوکروں کی بے وفائی پر تعجب ہوا اور اس نے اندراب کے نواح میں قیام کیا ۔ جب سلیمان مرزا ، ابراہیم مرزا اور مرزا ہندال نے ہمایوں بادشاہ کے آنے کی خبر سنی ، تو

اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے اور چالیس روز کے بعد ہمایوں بادشاہ کابل کی طرف متوجہ ہوا اور عقبہ و اشتر کرام کے درمیان ، مرزا کامران ، قراچہ خان اور کابل کے لشکر کے ساتھ مقابلے پر آیا ۔ طرفین سے صف آرائی ہوئی ۔ اس وقت خواجہ عبدالصمد منصور ، مرزا کامران کی فوج میں سے بھاگ کر ہمایوں بادشاہ کے پاس چلا آیا اور شاہی نوازش سے سرفراز ہوا ۔ کامران مرزا کے پاس قوت نہ تھی ، شکست کھائی اور پریشان حال کوہ مندرود کی وادی میں بھاگ گیا اور نمک حرام قراچہ خان فرار ہونے کے بعد گرفتار ہو گیا ۔

ایک شخص اس کو ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں لا رہا تھا کہ راستے میں قنبر علی مہاری نے کہ جس کا بھائی قراچہ خان کے حکم سے قندہار میں قتل ہو چکا تھا ، سامنے آ گیا ۔ اس نے موقع غنیمت جان کر قراچہ خان کو قتل کر دیا ۔ مرزا عسکری اس جنگ میں ہمایوں بادشاہ کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ مظفر و منصور کابل پہنچا اور ایک سال تک کابل میں نہایت اطمینان کے ساتھ رہا ۔

دوبارہ پھر کچھ مفسد ہمایوں بادشاہ کے لشکر سے نکل کر مرزا کامران کے پاس چلے گئے اور تقریباً ایک ہزار پانچ سو سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ حاجی محمد خان ، ہمایوں بادشاہ کی اجازت کے بغیر چلا گیا ۔ ہمایوں بادشاہ مجبوراً علاقہ لمغانات کی طرف مرزا کامران کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا ، مگر وہ مقابلہ نہ کر سکا ۔ مہمند ، خلیل اور داؤد زئی افغانوں اور لمغانات کے زمینداروں کے ہمراہ سندھ کی طرف بھاگ گیا ۔ ہمایوں بادشاہ لمغانات میں ایک مدت تک سیر و شکار میں مشغول رہ کر کابل واپس [۷۷] ہو گیا ۔ مرزا کامران دوبارہ افغانوں میں آ گیا ۔

ہمایوں بادشاہ پھر اس (مرزا کامران) کو دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا اور قندھار کے حاکم بیرام خان کے پاس پیغام گیا کہ جس طرح ممکن ہو غزنیں آؤ اور حاجی محمد خان کو گرفتار کرو ۔ حاجی محمد خان نے مرزا کامران کے پاس آدمی بھیجا کہ تم غزنیں پہنچو ، میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور غزنیں کی ولایت تمہاری ہے ۔ مرزا کامران ولایت پشاور سے بنگش و گردیز کے راستے سے غزنیں کی طرف متوجہ ہوا ، لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے بیرام خان غزنیں آ چکا تھا ۔ حاجی محمد خان مجبوراً اس کے

پاس گیا اور (دونوں) متفق ہو کر کابل آئے ۔ مرزا کامران کو راستے میں خبر ملی کہ حاجی محمد خاں کابل پہنچ گیا ، لہذا وہ پشاور واپس چلا آیا ۔ ہمایوں بادشاہ لمغانات سے کابل واپس ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ کے کابل آنے سے چند روز قبل حاجی محمد خاں کابل سے فرار ہو کر غزنیں چلا گیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے کابل سے بیرام خاں کو چند امراء کے ساتھ اس کو دفع کرنے کے لیے بھیجا ۔ حاجی محمد خاں دوبارہ بیرام خاں کے سمجھانے سے ہمایوں بادشاہ کے حضور میں آیا اور نوازش سے سرفراز ہوا ۔

خواجہ جلال الدین محمود نے مرزا عسکری کو حسب الحکم بدخشاں لے جا کر مرزا سلیمان کے سپرد کر دیا کہ بلخ کے راستے سے مکہ جانے کی اجازت دی جائے ۔ مرزا سلیمان نے اس کو بلخ بھیج دیا ۔ اس سفر کے دوران میں ولایت روم پہنچ کر مرزا عسکری کا زمانۂ حیات ختم ہوگیا ، (وہ فوت ہو گیا) ۔

مرزا کامران کو افغان اپنے درمیان رکھے ہوئے تھے اور لشکر جمع کر رہے تھے ۔ ہمایوں بادشاہ مجبوراً دوبارہ اس کو دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ حاجی محمد اس موقع پر اپنے جرائم کی کثرت کی وجہ سے اپنے بھائی کے ساتھ قتل ہوا اور اس مرتبہ مرزا کامران نے افغانوں سے مل کر ہمایوں بادشاہ کے لشکر پر شب خون مارا ۔ اس رات مرزا ہندال شہید ہوگیا ۔ اس کی تاریخ شہادت "شب خون" (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء) سے نکلتی ہے ۔ مرزا کامران کچھ نہ کر سکا اور شکست کھائی ۔ مرزا ہندال کے گھوڑے اور نوکر [۷۸] ہمایوں بادشاہ نے شہزادہ جلال الدین اکبر کو مرحمت فرمائے اور غزنیں اور اس کے مضافات اس (شہزادہ اکبر) کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔

جب ہمایوں بادشاہ مرزا کامران کے ارادے سے روانہ ہوا ، تو افغان اس کی حفاظت نہ کر سکے ۔ وہ سب سے نا امید ہو کر ہندوستان بھاگ گیا اور سلیم خاں افغان کے پاس پہنچا ۔ اس کے تمام قبیلے اور متعلقین کو افغانوں نے لوٹ لیا ۔ ہمایوں بادشاہ کابل واپس آ گیا ۔ چند روز کے بعد جب لشکریوں نے آرام کر لیا ، تو ہمایوں بادشاہ نے بنگش اور گردیز کے راستے سے ہندوستان کا قصد کیا اور ان تمام سرکشوں کو جو ان اطراف میں تھے ، سزائیں دیں ۔ دنکوت اور نیلاب کے درمیان ہمایوں بادشاہ نے دریائے سندھ کو عبور کیا ۔

مرزا کامران ہندوستان کے حاکم سلیم خاں کی بد سلوکی سے آزردہ خاطر ہو کر بھاگا اور سوالک کے کوہستان میں چلا گیا اور بہت کوشش کے بعد سلطان آدم کی ولایت گکھر میں پہنچا ۔ سلطان آدم نے اس کی حفاظت کی اور حقیقتِ حال سے ہمایوں بادشاہ کو مطلع کر دیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس (سلطان آدم) پر نوازش کی اور (مرزا کامران کی) طلبی کا حکم دیا ۔ منعم خاں ، سلطان آدم کے یہاں گیا اور مرزا کامران کو لے کر نواح پر بالہ میں (ہمایوں بادشاہ کی) خدمت میں حاضر ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اس مضمون کے مطابق

عفو الاقتدار من علو الاقتدار

اقتدار کی عظمت سے اقتدار کی معافی بہتر ہے

پر عمل کیا اور کمال مروت سے مرزا کامران کے سارے قصور معاف کر دیے ، لیکن لشکری امراء اور مغل قبیلے جو مرزا کامران کی مخالفت کی وجہ سے پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو چکے تھے ، متفق ہو کر ہمایوں بادشاہ کے پاس آئے اور (عرض کیا) کہ مغلوں کے قبائل اور اہلِ خاندان کے عزت و ناموس کی بقا مرزا کامران کی موت پر منحصر ہے ۔ مرزا سے متواتر وعدہ خلافی ظاہر ہو چکی تھی ، لہذا مجبوراً ہمایوں بادشاہ اس (مرزا کامران) کو اندھا کرنے پر رضامند ہو گیا ۔ علی دولت بازبیگی ، سید محمد پکنہ اور غلام علی چھنگا نے نشتر سے بہ حیلہ بینائی مرزا کامران کی آنکھیں بیکار کر دیں ۔ اس واقعہ کی تاریخ [۹۷] نیشتر (۹۶۰ھ / ۱۵۵۳ء) سے نکلتی ہے ۔ اس واقعہ کے بعد مرزا کامران نے حج کی اجازت چاہی اور حسبِ دل خواہ سامان سفر کر کے چل دیا اور مکہ معظمہ پہنچ گیا اور وہیں فوت ہوا[۱] ۔

ہمایوں بادشاہ قلعہ رہتاس کے قریب آیا اور کشمیر کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ اس دوران میں اطلاع ملی کہ اس کوہستان میں ایک زمیندار ہیرانہ نامی ہے جس نے اپنی جگہ مستحکم ہونے کی وجہ سے

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرۃ الواقعات (جوہر آفتابچی) ، ص ۱۹۷ - ۲۰۰ ۔

آج تک کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہیں کی ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ واپسی کا راستہ بند کر دے اور کشمیر بھی ہاتھ نہ آئے اور کام مشکل ہو جائے ۔ ہمایوں بادشاہ اپنی عالی ہمتی کی وجہ سے لوگوں کی ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوا اور چل پڑا ۔

اسی موقع پر سلیم خان افغان کے ہندوستان سے پنجاب آنے کی خبر ملی - اس سے سپاہیوں میں برہمی پھیل گئی اور کوچ کے وقت جو امراء و لشکری کشمیر جانے کے لیے راضی نہ تھے ، فوراً کابل کی طرف روانہ ہو گئے ہمایوں بادشاہ کو جب خبر ہوئی کہ اس مہم کے لیے کوئی بھی رضامند نہیں ہے ، تو وہ کابل چلا گیا ۔ دریائے سندھ کو عبور کیا اور قلعہ بکرام کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا ۔ تمام لشکروں نے تھوڑے ہی عرصے میں پوری کوشش سے اس قلعہ کو مکمل کر دیا اور اسکندر خاں اوزبک اس قلعہ کے انتظام کے لیے مقرر ہوا ۔

ہمایوں بادشاہ نے کابل آ کر شہزادہ جلال الدین محمد اکبر کو غزنیں رخصت کیا اور خواجہ جلال الدین محمود اور دوسرے امراء (شہزادے کے) ہمراہ غزنیں گئے ۔ ایک مدت کے بعد سلیم خاں کی وفات اور افغانوں کے انتشار کی اطلاع ہندوستان سے ملی اور چونکہ اہل غرض نے ہمایوں سے یہ عرض کیا تھا کہ بیرام خاں مخالفت کا ارادہ رکھتا ہے ، لہذا ہمایوں بادشاہ نے قندہار پر حملے کا ارادہ کر دیا ۔ بیرام خاں نے استقبال کیا اور اطاعت و اخلاص کا اظہار کیا ۔ واپسی کے وقت منعم خاں کو قندہار کا حاکم بنایا ، لیکن منعم خاں نے عرض کیا [۸۰] کہ چونکہ ہندوستان پر حملے کا خیال ہے ۔ لہذا ایسے موقعے پر حکام کا تغیر و تبدل لشکر کے انتشار کا باعث ہے ۔ ہندوستان کی فتح کے بعد وقت و موقع کے لحاظ سے اس کام کو انجام دینا سلطنت کے لیے مناسب ہوگا ۔ پھر قندھار کی حکومت بدستور بیرام خاں کے سپرد کر دی اور زمین داور علی قلی خاں کے بھائی بہادر خاں سیستانی کی جاگیر میں مقرر ہوئی ۔

شاہی لشکر کابل واپس ہوا اور ہندوستان پر حملہ کی تیاریاں شروع ہوئیں ۔ ایک روز اتفاق سے ہمایوں بادشاہ شکار کے لیے سوار ہوا اور فرمایا کہ چونکہ ہندوستان پر حملہ کا ارادہ ہے ، لہذا اس وقت تین آدمی جو متواتر یکے بعد دیگرے راستے میں ملیں ، ان کے نام دریافت کرکے فال

کا اندازہ کیا جائے ۔ پہلا شخص جو سامنے آیا ، اس کا نام دریافت کیا ، تو اس نے جواب دیا کہ میرا نام دولت خواجہ ہے ۔ ہمایوں نے اس کو بشارت سمجھا ۔ جب کچھ اور آگے بڑھا تو ایک اور دیہاتی ملا ۔ اس کا نام پوچھا ، تو اس نے اپنا نام مراد خواجہ بتایا ۔ ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ کیا خوب ہو اگر تیسرا آدمی اپنا نام سعادت خواجہ بتائے ۔ جب کچھ اور راستہ طے ہوا ، تو ایک شخص دکھائی دیا ۔ اس نے اپنا نام سعادت خواجہ بتایا ۔ اس عجیب واقعہ پر ہمراہی تعجب کرنے لگے اور ہندوستان کی فتح کے امیدوار ہو گئے ۔

ماہ ذی الحجہ ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء میں ہمایوں بادشاہ نے سوار ہو کر ہندوستان کی فتح کے لیے روانگی کی ۔ جب پشاور پہنچ کر قیام کیا ، تو قندھار کا حاکم بیرام خاں حسب الحکم حاضر ہوا ۔ شاہی لشکر دریائے سندھ سے گزرا ۔ بیرام خاں ، خضر خواجہ خاں ، تردی بیگ خاں ، اسکندر سلطان اور دوسرے امراء بطور ہراول پہلے سے روانہ ہوئے ۔ رہتاس کا حاکم تاتار خاں کاشی تھا ۔ قلعہ مستحکم ہونے کے باوجود وہ (مقابلہ پر) نہ ٹھہر سکا اور فرار ہو گیا ۔ آدم گکھر حالانکہ خدمت کر چکا تھا ، مگر اپنی بدبختی سے حاضر نہ ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا لاہور کی طرف متوجہ ہوا ۔ لاہور کے افغان ، ہمایوں کے لشکر کی آمد کی خبر پا کر فرار ہو گئے ۔

[۸۱] بیت

خجستہ رایت منصور دور بود ہنوز
کہ نصرت و ظفر افتادہ بود در افواہ

ہمایوں بادشاہ بغیر جنگ کے شہر لاہور میں داخل ہو گیا[1] ۔ ہراول دستے کے امراء جالندھر اور سرہند کی طرف روانہ ہوئے اور پنجاب کے پرگنے سرہند و حصار تمام بغیر جنگ کے مغل لشکریوں کے قبضے میں آ گئے ۔

۱- داخلہ لاہور ۲ ربیع الثانی ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۲۵۶ ۔

اس موقعے پر افغانوں کی ایک جماعت شہباز خاں اور نصیر خاں افغان کی سرداری میں دیبال پور میں جمع ہوئی ۔ ہمایوں بادشاہ نے اطلاع پانے کے بعد میر ابو المعالی اور علی قلی سیستانی کو ان کے دفع کرنے کے لیے بھیجا ۔ جنگ کے بعد افغانوں کو شکست ہوئی اور ان کا مال و دولت اور اہل و عیال غارت ہو گئے ۔

اسکندر افغان نے کہ جس کے قبضے میں دہلی کی حکومت تھی ، تاتار خاں اور ہیبت خاں کی سرداری میں تیس ہزار فوج سرہند کے امرائے (ہمایونی) کے دفع کرنے کے لیے روانہ کی ۔ مغل امراء جالندھر میں جمع ہوئے اور دشمنوں کی کثرت اور دوستوں کی کمی کے باوجود جنگ کرنا طے ہوا ۔ چنانچہ کوچ کرکے دریائے ستلج کو عبور کیا ۔ افغانوں کے لشکر نے شام کے قریب ان لوگوں کے دریا عبور کرنے کی اطلاع پائی اور جنگ کے لیے روانہ ہو گئے ۔ مغل امراء دشمن کی قوت کے باوجود جنگ کے لیے تیار رہے ۔ سورج ڈوبنے کے وقت دونوں لشکر مقابل ہوئے ۔ زبردست جنگ ہوئی ۔ مغلوں نے تیر اندازی شروع کی ۔ رات کے اندھیرے کی وجہ سے مغل تیر انداز دکھائی نہیں دیتے تھے ۔ افغانوں نے نہایت پریشانی کے عالم میں ایک گاؤں میں جو نزدیک تھا ، آگ لگا دی ۔ چونکہ ہندوستان کے گانوؤں کے مکان اکثر پھونس کے ہوتے ہیں ، لہذا آگ بھڑک اٹھی ۔ روشنی میں معرکہ خوب ہوا ۔ آگ کی روشنی میں تیر انداز نکل کر میدان میں آ گئے اور نہایت اطمینان سے اپنے کام میں مشغول ہوئے :

ہاں کہ دام ہمی ساخت ، بستہ گشت بدام
ہاں کہ چاہ ہمی کند ، در فتاد بچاہ

مخالفین جو آگ کی روشنی میں تیروں کا نشانہ بنے تھے ، مزید مقابلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے ۔ بڑی زبردست فتح ہوئی[1] ۔ بہت سا مال و اسباب ہاتھی گھوڑے مغلوں کے لشکر کے ہاتھ آئے ۔

۱- شمشیر ہمایوں (۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء) سے اس فتح کی تاریخ نکلتی ہے ۔
(بدایونی ، ص ۱۹۷) ۔

[۸۲] جب فتح کی خوش خبری لاہور پہنچی ، تو ہمایوں بادشاہ بہت خوش ہوا - امراء پر بہت نوازش فرمائی ، تمام پنجاب ، سرہند ، حصار فیروزہ قبضے میں آ گئے اور دہلی کے بعض پرگنوں پر بھی مغل قابض ہو گئے ہیں -

اسکندر افغان کو جب اپنے لشکر کی شکست کی اطلاع ہوئی ، تو وہ اسی ہزار سوار ، ہاتھی اور توپ خانہ لے کر انتقام کے ارادے سے روانہ ہوا - سرہند پہنچ کر اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھدوائی اور قلعہ بنوایا - مغل امراء شہر میں شہر بند ہو گئے اور انھوں نے شہر کو مضبوط کر لیا اور اپنی قوت کے لحاظ سے جرأت و ہمت کا اظہار کیا - ہمایوں بادشاہ کو بلانے کی درخواست لاہور بھیجی- ہمایوں بادشاہ ایک عظیم لشکر لے کر سرہند روانہ ہوا - جب بادشاہ قریب آیا ، تو ہراول دستے کے امراء استقبال کے لیے حاضر خدمت ہوئے - (اس کے بعد) صفیں آراستہ کی گئیں اور نہایت عظمت و شوکت کے ساتھ غنیم کا مقابلہ ہو ، جس کی تعداد مغلوں کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی - چند روز تک جنگ ہوتی رہی - طرفین کے بہادروں نے خوب داد مردانگی دی - جس روز جلال‌الدین محمد اکبر مرزا کے ملازموں نے ہراول کی حیثیت سے مقابلہ کیا ، تو ایک طرف سے بیرام خاں خانخاناں اور دوسری جانب سے سکندر خاں ، عبداللہ خاں اوزبک ، شاہ ابوالمعالی ، علی قلی اور بہادر خاں نے دشمنوں پر حملہ کر دیا - ان سرداروں میں سے ہر ایک نے خاص اس دن ایسی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا کہ طاقت بشری سے زیادہ معلوم ہوتا تھا - توفیق الٰہی (مغل) لشکر کے بہادروں کی رفیق حال ہوئی - افغانوں کے لشکر کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی - تھوڑے سے مقابلے کے بعد وہ شکست [۸۳] کھا گئے - سکندر فرار ہوا - فتح مند فوج نے دشمنوں کا تعاقب کیا - ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور بہت مالِ غنیمت ہاتھ آیا - وہ مظفر و منصور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تہنیت اور مبارک باد کے لیے قیام کیا - حسب الحکم منشیوں نے فتح نامہ حضرت شاہزادہ محمد اکبر کے نام نامی سے لکھا کیونکہ اس کے ملازمین کی خوش انتظامی کی بدولت یہ فتح ہوئی ۔ (فتح نامہ) اطراف و جوانب میں بھیجا گیا -

اسکندر خاں اوزبک دہلی کی طرف متوجہ ہوا اور لشکر عظیم ، سامانہ کے راستے سے ہندوستان کے پایہ تخت کی طرف روانہ ہوا ، افغانوں کا جو گروہ دہلی میں تھا ، جان بچا کر بھاگ گیا ۔ سکندر خاں شہر میں داخل ہوا اور اس نے میر ابو المعالی کو اسکندر (افغان) کے دفع کرنے کے لیے لاہور کی طرف بھیجا اس لیے کہ وہ سوالک کے کوہستان میں چلا گیا تھا ۔

ماہ رمضان میں ہمایوں بادشاہ دہلی آیا ۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں ہمایوں بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ دوبارہ جاری ہوا ۔ وہ لوگ جنھوں نے ہمایوں بادشاہ کی ہمراہی میں سختیاں اور مصیبتیں برداشت کی تھیں ، ان پر خوب نوازشیں ہوئیں اور ہر ایک (امیر) کو ایک ولایت کا حاکم بنا دیا گیا ۔ اس سال کا باقی حصہ عیش و عشرت میں بسر ہوا ۔

شاہ ابو المعالی نے جو سکندر کے دفع کرنے کے لیے گیا ہوا تھا ، ان امراء کے ساتھ جو کمک کے لیے گئے تھے ، اچھا سلوک نہیں کیا اور ان کی جاگیروں میں دخل اندازی کرکے خزانہ عامرہ پر بھی ہاتھ ڈالا ۔ اسکندر کی قوت روز افزوں ترقی کر رہی تھی ۔ جب یہ خبر ہمایوں بادشاہ کو ملی ، تو اس نے بیرام خاں کو شاہزادہ محمد اکبر کی اتالیقی پر مقرر کیا اور شاہزادہ (اکبر) کی ہمراہی میں اسکندر کے دفع کرنے کے لیے مقرر فرمایا اور حکم ہوا کہ ابو المعالی حصار فیروزہ اور اس کے حدود میں آ جائے ۔

اس دوران میں قنبر دلوانیہ نامی نے سنبل اور دوآبہ میں فوج جمع کرکے غارت گری شروع کر دی اور کم عقل اور مفسد ہر طرف سے اس کے پاس جمع ہو گئے تھے ۔ علی قلی خاں سیستانی ۔ [۸۴] اس کے دفع کرنے کے لیے مقرر ہوا ۔ قنبر دیوانہ قلعہ بدایوں میں قلعہ بند ہو گیا ۔ چند روز تک اس نے سعی و کوشش کی ، مگر آخر کار قلعہ (بدایوں) پر قبضہ ہو گیا ۔ قنبر گرفتار کرکے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر ہمایوں بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا[1] ۔

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے بدایونی ، ص ۱۹۹ و کنز التاریخ ، ص ۲۴۰۔ ۲۴۳ ۔

عجیب و غریب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ساتویں ماہ ربیع الاول کو سورج غروب ہونے کا وقت نزدیک تھا کہ ہمایوں بادشاہ کتاب خانہ کے بالا خانہ سے اتر رہا تھا کہ ذرا ٹھہرا ۔ اترتے وقت مؤذن نے اذان شروع کر دی ۔ ہمایوں بادشاہ تعظیماً دوسری سیڑھی پر بیٹھ گیا ۔ اٹھتے وقت اس کا پیر پھسل گیا (اور وہ زینہ سے) گر کر زمین پر آ گیا ۔ ہمایوں بادشاہ بے ہوش ہو گیا ، اہل مجلس اُسے گھر کے اندر لے گئے ۔ ذرا دیر کے بعد افاقہ ہوا ۔ اس نے بات کی ۔ طبیبوں نے علاج میں بہت کوشش ، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ دوسرے دن جب ہمایوں بادشاہ پر ضعف کا غلبہ ہوا ، تو حالت لاعلاج ہو گئی ۔ نظر شیخ جولی کو شہزادہ محمد اکبر کی خدمت میں پنجاب کی طرف بھیجا ، تا کہ وہ حقیقت حال سے مطلع کرے ۔ پندرھویں ربیع الاول ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء غروب آفتاب کے وقت (ہمایوں بادشاہ نے) داعی حق کو لبیک کہا اور جنت کو سدھارا اور عجیب اتفاق ہے کہ اس واقعہ کی تاریخ اس مصرع سے نکلتی ہے :

ع ہمایوں بادشاہ از بام افتاد[1] ۹۶۲ھ

ہمایوں بادشاہ کی ظاہری سلطنت کا زمانہ پچیس سال اور کچھ مہینے ہوا ۔ اس کی عمر اکیاون سال ہوئی ۔

اس کی ذات ملکی صفات تمام انسانی کمالات سے آراستہ تھی ۔ شجاعت و مردانگی میں تمام دنیا کے بادشاہوں میں ممتاز تھا ۔ سخاوت و بخشش کے معاملے میں ہندستان کا خزانہ کافی نہ ہو سکا ۔ وہ علم نجوم اور ریاضی میں بے مثل تھا ۔ شعر خوب کہتا تھا ۔ اس کی صحبت میں ہمیشہ علماء و فضلاء اور اکابر رہتے تھے ۔ ہمیشہ رات شروع ہونے سے صبح تک صحبت گرم رہتی تھی ۔ ہمایوں بادشاہ کی مجلس میں آداب [۸۵] کا بہت لحاظ رکھا جاتا تھا ۔ مجلس میں ہر وقت زیادہ تر علمی بحث ہوتی تھی ۔ اس کے زمانے میں ارباب فضل اور اہل ہنر کی خوب ترقی ہوئی ۔

۱- ۹۶۲ھ برآمد ہوتے ہیں ، اس میں ایک عدد کم ہے ، ابوالفضل نے بھی اس کی وضاحت کی ہے (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۲۷۵) ۔

اس میں مروت بہت تھی ، یہاں تک کہ مرزا کامران اور مغل امراء نے بار بار مخالفت کی اور گرفتار ہوئے ، مگر اس نے ان کی خطائیں بار بار معاف فرمائیں ۔

وہ ہر وقت باوضو رہتا تھا ۔ خدا کا نام کسی وقت بھی بغیر وضو کے نہ لیتا ۔ ایک دن میر عبدالحی صدر کو عبدل کہہ کر بلایا ۔ جب وضو کر چکا ، تو میر سے کہا کہ مجھے معاف کر دو کیونکہ میرا وضو نہ تھا اور حی خدا کا نام ہے ، لہذا تمھارا پورا نام (عبدالحی) نہ لیا ۔ اس کی ذات ملکی صفات تمام صوری و معنوی کمالات کی جامع تھی ۔ اللہ کی اس پر بہت بہت رحمت ہو ۔

مختصر یہ کہ نظر شیخ جولی[1] کہ جو ہمایوں بادشاہ کے شدت ضعف کے وقت پنجاب کو بھیجا گیا تھا ، کلانور میں شاہزادہ (محمد اکبر) کی خدمت میں پہنچا اور اس عجیب قصے کو بیان کیا ۔ اس کے بعد ہمایوں بادشاہ کے انتقال کی خبر پہنچی ، ان امراء نے جو شاہزادہ محمد اکبر کے ہمراہ تھے ، خاص طور سے بیرام خاں خانخاناں نے تعزیت کے مراسم ادا کرنے کے بعد حضرت شاہزادہ (محمد اکبر) کی بادشاہی پر اتفاق کیا اور دوم ربیع الثانی[2] قصبہ کلانور میں ایک جشن عظیم منعقد ہوا اور (اکبر بادشاہ نے) تخت سلطنت پر جلوہ گری فرمائی اور دنیا والوں کو حادثات سے امن بخشا ۔

بیت

اندر آمد ببارگاہ خدای
دامن خسروی کشاں در پای

چونکہ شیر خاں افغان ، سلیم خاں اور تمام افغانوں کے ہندوستان پر غلبہ و تسلط کا ذکر اکبر بادشاہ کی سلطنت سے پہلے ہے ، لہذا مورخ کو اس کے پہلے ذکر کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے ۔ مجبوراً قلم اس کے ذکر

۱۔ ابوالفضل نے (اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۳۷۲) شیخ جولی لکھا ہے ۔
۲۔ دوم ربیع الثانی ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء ۔

کی طرف رخ کرتا ہے ۔ اس جماعت کے حالات کے بعد اکبر بادشاہ کی سلطنت کا ذکر کیا جائے گا ۔

شیر خاں کا ذکر

[۸۶] لوگوں کی زبان پر شیر خاں ، شیر شاہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کا نام فرید اور اس کے باپ کا نام حسن ہے ۔ حسن ، سور افغان تھا ، جس وقت سلطان بہلول کو حکومت ملی ، تو (اس نے) ولایت روہ سے جو افغانوں کا مسکن ہے ، بہت سے افغانوں کو بلا لیا ۔ روہ ایک پہاڑ ہے اور خاص وہ کوہستان ہے جو لمبائی کے اعتبار سے دبجور سے قصبہ سوی تک کہ بھکر کے مضافات حدود میں واقع ہے اور چوڑائی میں حسن ابدال سے کابل تک ہے ۔ قندہار اس پہاڑ کے حدود میں واقع ہے[1] ۔

اس زمانے میں حسن سور کا باپ کہ جس کا نام ابراہیم تھا ، ہندوستان میں آیا اور سلطان بہلول کے ایک امیر کی نوکری کرنے لگا ۔ کچھ عرصہ حصار فیروزہ میں اور کچھ دن پرگنہ نارنول میں گزارے ۔ جب بہلول کا زمانہ ختم ہوا اور اس کے لڑکے سکندر کی بادشاہی شروع ہوئی ، تو جمال خاں ، جو سلطان سکندر کے معزز امراء میں سے تھا ، جونپور کا حاکم ہوا ۔ فرید کے باپ حسن نے اپنی ایک عمر اس کی ملازمت میں گزار دی ۔ جمال خاں نے حسن سور کی پرورش کی ۔ پرگنہ سہسرام اور خواص پور ٹانڈہ کہ جو رہتاس کے مضافات میں ہیں ، اس کی جاگیر میں دے کر پانچ سو سوار ہمراہ کر دیے ۔

حسن کے آٹھ لڑکے تھے ۔ فرید اور نظام ایک ماں سے تھے اور ان کی ماں افغان نسل کی تھی جبکہ دوسرے لڑکے کنیزوں سے تھے[2] ۔ حسن

۱- تاریخ فرشتہ ، جلد اول ، ص ۲۲۰ ۔

۲- ایک دو کے علاوہ علی اور یوسف ایک ماں سے خرم اور شادی خاں دوسری سے اور سلیمان اور احمد یہ تیسری بیوی سے تھے (تاریخ شیر شاہی ، ص ۱۲ از عباس خاں سروانی اردو ترجمہ مظہر علی خاں ولا طبع پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ، آئندہ اس کا حوالہ تاریخ شیر شاہی سے دیا جائے گا) ۔

کو فرید کی ماں سے کچھ زیادہ محبت نہ تھی اور دوسرے لڑکوں کے مقابلے میں اس پر کوئی خاص توجہ نہ تھی ۔ فرید باپ کے پاس سے رنجیدہ ہو کر اور اس کی خدمت کی سعادت کو چھوڑ کر جمال خاں کے پاس چلا گیا ۔

حسن نے جمال خاں کو لکھا کہ فرید کو تسلی و تشفی دے کر میرے پاس بھیج دیجیے ۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ کچھ پڑھ لے اور تہذیب و اخلاق سے واقف ہو جائے ۔ جمال خاں نے فرید کو ہر چند سمجھایا کہ باپ کے پاس جاؤ کہ باپ کی خدمت عین سعادت ہے ، مگر فرید نے بات نہ مانی اور کہا کہ جون پور [۸۷] سہسرام کے مقابلے میں ایک شہر ہے اور یہاں علماء بہت ہیں ، میں یہیں علم حاصل کروں گا ۔ وہ ایک عرصے تک وہاں رہا اور کچھ پڑھتا رہا ۔ کافیہ مع حواشی اور دوسری کتابیں پڑھیں ۔ گلستان ، بوستان ، سکندر نامہ جو اس زمانے میں اہل ہند پڑھا کرتے تھے ، نظر سے گزرے ۔ کچھ سیر و تاریخ سے بھی واقفیت حاصل کر لی ۔

دو تین سال کے بعد جب حسن جون پور آیا ، تو آپس کے لوگ درمیان میں پڑے اور فرید کو باپ کے پاس لا کر کشیدگی خاطر دور کرا دی ۔ حسن نے اپنی جاگیر کی داروغگی پر اس کو مقرر کیا اور اپنی جاگیر پر اسے بھیج دیا ۔ فرید نے رخصت ہونے کے وقت باپ سے عرض کیا کہ دنیا کے کاموں کا دارومدار بالخصوص حکومت (کا دارو مدار) عدل پر ہے ۔ اگر آپ مجھ کو جاگیر پر بھیجتے ہیں ، تو میں اعتدال سے تجاوز نہ کروں گا ۔ آپ کے ملازمین ، وزیر ، قرابتداروں میں جو کوئی بھی عدل کے راستے سے تجاوز کرے گا ، میں اس کی پروا نہیں کروں گا ۔ اس قسم کی باتیں عرض کرکے وہ جاگیر پر چلا گیا ۔

وہاں اس نے استقلال و کفایت سے کام کیا اور اقرباء کے درمیان اعتدال کی رعایت رکھی ۔ بعض دیہات کے مقدموں نے جو سرکش و شریر تھے ، فرید کی پروا نہ کی ۔ فرید نے ان لوگوں کو تنبیہہ کی اور اپنے آدمیوں سے مشورہ کیا ۔ سب نے کہا کہ لشکر تمھارے باپ کے ساتھ ہے ۔ باپ کے آنے تک انتظار کرنا چاہیے ۔ فرید نے حکم دیا کہ دو سو

گھوڑے تیار کیے جائیں اور ہر گاؤں کے مقدم سے بھی ایک گھوڑا عاریتاً منگایا۔ ان سپاہیوں کو جو پیدل تھے اور قرب و جوار میں رہتے تھے، طلب کیا۔ خرچ اور کپڑے سے ان کی مدد کی اور مزید امداد کا وعدہ کیا۔ ہر ایک کو منگنئی کے گھوڑوں پر سوار کرکے ان سرکشوں کے سروں پر پہنچا اور ان کے گھر بار کو برباد کرکے انھیں قید کر دیا۔ اس کے بعد ان سرکشوں کی خبر لی جو اس کے پرگنوں کے نواح میں اپنے زور، قوت، طاقت اور جنگل کے بل بوتے پر فرید کو نظر میں نہیں لاتے تھے اور اس کے دیہات اور پرگنوں کو پریشان کرتے تھے۔ [۸۸] وہ ان کے دیہات کے قریب جا کر ٹھہرا۔ اپنے چاروں طرف قلعہ بنایا اور روزانہ ان کا جنگل کاٹنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کے قلعہ پر پہنچ گیا۔ ان کو سزائیں دیں اور غالب آیا۔ بہت مخلوق قتل ہوئی۔ کچھ (لوگ) قید کر لیے اور ایسا کیا کہ اس کے بعد اس نواح کے تمام سرکش اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ مال گزاری بھی دینے لگے۔ اس کے پرگنے آباد اور خوش حال ہوگئے اور اس کو قوت و اقتدار حاصل ہو گیا۔

ایک مدت کے بعد جب حسن (اپنی) جاگیر پر آیا تو اس نے پرگنوں کی آبادی، معاملات کے نپٹانے کے طریقے اور فرید کی خوش انتظامی دیکھی تو وہ بہت خوش اور مسرور ہوا اور تعریف کی۔

کہتے ہیں کہ حسن کے پاس ایک کنیز تھی کہ جس کے تین لڑکے تھے سلیمان، احمد اور مدا[۱]۔ حسن اُس کنیز پر فریفتہ تھا۔ اس نے ایک دن حسن سے کہا کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تیرے لڑکے بڑے ہو جائیں گے، تو پرگنوں کی داروغگی ان کے سپرد کر دوں گا۔ اب وہ بالغ ہو گئے ہیں، لہذا اپنا وعدہ پورا کرو۔ حسن، فرید کی خاطر سے کہ لائق فرزند اور بیٹوں میں بڑا تھا، معاملہ ٹالتا رہا۔ فرید معاملہ کو سمجھ گیا۔ اس کے پرگنوں کی حکومت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ حسن نے داروغگی پر سلیمان اور احمد کو تعینات کر دیا اور فرید سے معذرت کر لی اور کہا کہ جیسے تو واقف اور تجربہ کار ہوا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تیرے بھائی بھی سربراہ اور تجربہ کار ہو جائیں۔ آخر میں میرا قائم مقام تو ہی ہوگا۔

۱۔ عباس خاں سروانی نے اس کنیز سے صرف دو لڑکے سلیمان اور احمد لکھے ہیں، تاریخ شیر شاہی، ص ۱۲۔

مختصر یہ کہ جب پرگنوں کی حکومت سلیمان اور احمد کو ملی ، تو فرید ناامید ہو گیا ۔ وہ باپ کی خدمت کو چھوڑ کر آگرہ چلا گیا اور دولت خاں کی خدمت میں جو سلطان ابراہیم کے بڑے امراء میں سے تھا ، پہنچا ۔ بہت دنوں تک اس کی خدمت میں رہا اور اس کو راضی اور خوش کیا ۔ ایک دن دولت خاں نے فرید سے پوچھا کہ جو تیرا مطلب و مدعا ہو مجھے بتا [۸۹] تاکہ اسے پورا کر دیا جائے ۔ فرید نے کہا کہ میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے اور ایک ہندوستانی کنیز کے سحر و جادو میں مبتلا ہے ، اس کنیز کے تسلط اور غلبہ سے باپ کی جاگیر ، پرگنے اور سپاہی خراب اور پریشان ہیں ۔ اگر وہ پرگنے ہم دونوں بھائیوں کو عنایت ہو جائیں ، تو ہم میں سے ایک بھائی پانچ سو سواروں کے ساتھ ہمیشہ سلطان کی خدمت میں رہے گا جبکہ دوسرا پرگنوں اور سپاہی کا انتظام کرے گا اور باپ کی خدمت بھی انجام دے گا ۔

جس روز دولت خاں نے یہ بات سلطان (ابراہیم لودی) کے گوش گزار کی ، تو اس نے کہا کہ وہ آدمی ُبرا ہے جو اپنے باپ سے گلہ شکوہ رکھتا ہے ۔ دولت خاں نے یہ بات فرید سے کہی اور اس کی دل جوئی کی اور کہا کہ میں پھر مناسب موقع پر سلطان سے عرض کروں گا اور تیرے کام میں کوشش کروں گا ۔ اس کے یومیہ وظیفہ میں اضافہ کر دیا ۔ اس کو تسلی دی اور اس کا خیال رکھا ۔ فرید ، دولت خاں کی خوش اخلاق ، بخشش اور مروت کی وجہ سے اس کے پاس رہا ، یہاں تک کہ اس کا باپ حسن فوت ہو گیا ۔

دولت خاں نے حسن کے مرنے کی اطلاع سلطان ابراہیم لودی کے حضور میں عرض کی ۔ اس (حسن) کے پرگنے فرید اور اس کے بھائی کی جاگیر میں مقرر ہو گئے ۔ فرید سہسرام اور خواص پور ٹانڈہ کی حکومت کا فرمان لے کر جاگیر پر گیا اور سپاہ رعایا کے انتظامات میں مشغول ہوگیا۔

سلیمان ، فرید سے مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا ۔ وہ محمد خاں سور

کے پاس پہنچا جو پرگنہ جوندا[1] کا حاکم تھا اور ایک ہزار پانچ سو سوار رکھتا تھا ۔ محمد خاں نے سلیمان سے کہا کہ سنا جاتا ہے کہ بابر بادشاہ ہندوستان میں آ گیا ہے اور سلطان (ابراہیم) اور بادشاہ (بابر) سے جنگ ہوگی ۔ اگر سلطان ابراہیم کی فتح ہو گئی ، تو میں سلطان (ابراہیم) کی خدمت میں تجھے لے جا کر سفارش کروں گا ۔ سلیمان نے بے تحملی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا ، کیونکہ میری ماں اور اہل و عیال پریشان پھر رہے ہیں ۔

محمد خاں نے فرید کے پاس آدمی بھیجا اور بھائیوں کے درمیان صلح کی کوشش کی ۔ فرید نے کہا کہ جتنا سلیمان کا حصہ باپ کی زندگی میں تھا ، مجھے قبول ہے ، لیکن حکومت میں شرکت کے لیے [۹۰] میں رضامند نہیں ہوں ۔ ایک نیام میں دو تلواریں اور ایک شہر میں دو حاکم آرام سے نہیں رہ سکتے ۔ سلیمان کا منشاء حکومت میں شرکت کا تھا ، اس لیے وہ اس پر رضا مند نہیں ہوا ۔ محمد خاں نے سلیمان کو تسلی دی اور کہا کہ اطمینان رکھ ۔ میں فرید سے زبردستی حکومت چھین کر تجھ کو دوں گا ۔ جب فرید کو اس بات کی اطلاع ہوئی ، تو وہ اپنے کام کی فکر کرنے لگا اور بابر بادشاہ اور سلطان ابراہیم کے معاملہ کا انتظار کرنے لگا ۔

جب سلطان ابراہیم کے مارے جانے اور بابر بادشاہ کی فتح کی خبر سنی ، تو وہ بہار خاں[2] ولد دریا خاں نوحانی کے ملازموں میں شامل ہو گیا اس (بہار خاں) نے اپنے لیے سلطان کا خطاب اختیار کیا اور ولایت بہار پر

۱۔ نولکشور اڈیشن میں "جوندو" ہے ۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے اپنے رسالہ عبرت دسمبر ۱۹۱۶ء اور جنوری ۱۹۱۷ء کی دو اشاعتوں میں "شیر شاہ" پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے ۔ اس میں اس مقام کا نام "چانده یا چوند" لکھا ہے ۔ عبرت دسمبر ۱۹۱۶ء ، ص ۱۰ ۔ آئندہ اس مقالہ کا حوالہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کے حوالہ سے دیا جائے گا ۔

۲۔ بدایونی ، (ص ۳۴۷) نے بھی بہار خاں لکھا ہے ۔ فرشتہ نے بہادر خاں لکھا ہے ۔ عباس خاں سروانی نے (تحفۂ شیر شاہی ، ص ۲۵) پہاڑ خاں لکھا ہے ۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے بھی پہاڑ خاں لکھا ہے ۔

قبضہ کر لیا اور سلطنت کا جھنڈا بلند کر دیا ۔ ایک روز سلطان محمد شکار کے لیے گیا ہوا تھا کہ اچانک شیر ظاہر ہوا ۔ فرید نے شیر کا مقابلہ کیا اور تلوار سے اس کو ہلاک کر دیا ۔ سلطان محمد نے اس پر نوازش کر کے شیر خاں کا خطاب دیا ۔ رفتہ رفتہ شیر خاں کو سلطان کی خدمت میں نہایت قرب و اختصاص حاصل ہو گیا ۔ سلطان محمد نے اپنے لڑکے جلال خاں کی وکالت ، کہ وہ کم عمر تھا ، شیر خاں کو تفویض کی اور اس کو اتالیق بنایا ۔

ایک مدت کے بعد شیر خاں اجازت لے کر اپنی جاگیر پر آیا ۔ اتفاق سے اس کو وہاں میعاد سے زیادہ رہنا پڑا ۔ ایک دن سلطان محمد ، شیر خاں کی شکایت کر رہا تھا اور مجلس میں کہہ رہا تھا کہ اس نے وعدہ خلافی کی اور نہیں آیا ۔ جوند کے حاکم محمد خاں نے عرض کیا کہ وہ سلطان محمود بن سلطان سکندر کے آنے کا انتظار کر رہا ہے اور اس نے سلطان محمد کے مزاج کو (شیر خاں) سے منحرف کر دیا اور کہا کہ اس کے بلانے کی ترکیب یہ ہے کہ اگر اس کے بھائی سلیمان کو کہ جسے باپ نے اپنی زندگی میں اپنا قائم مقام بنایا تھا اور وہ ایک زمانے سے اس کے پاس سے بھاگ کر میرے پاس چلا آیا ہے ، شیر خاں کی جاگیر دے دی جائے ، تو شیر خاں اسی گھڑی آئے گا ۔ سلطان محمد ، شیر خاں کی خدمت کے حقوق اور اس کے ظاہری بے خطا ہونے کے سبب سے اس کی جاگیر تبدیل کرنے پر [۹۱] راضی نہ ہوا اور محمد خاں سے کہا کہ جو مناسب طریقہ ہو ، اسی طرح شیر خاں کی جاگیر بھائیوں میں تقسیم کر دی جائے ، تا کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے ۔

جب محمد خاں اپنی جاگیر جوند پر آیا تو اس نے اپنے غلام شادی نام کو شیر خاں کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ ایک زمانے سے تیرے بھائی احمد خاں اور سلیمان میرے پاس ہیں ، ان کو حصہ و رسد کچھ نہیں ملتا ۔ مناسب ہے کہ ان کا حصہ و رسد پہنچا دے ۔ شیر خاں نے جواب میں کہا کہ یہ ولایت روہ نہیں ہے کہ کسی کا ملک ہو ۔ یہ ہندوستان کی ولایت ہے ۔ یہاں جس کسی کو بادشاہ جاگیر دیتا ہے وہ اس کی ہوتی ہے ۔ آج تک بادشاہوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جو مردہ کا مال ہوتا ہے ، وہ شرع کے لحاظ سے اولاد میں تقسیم ہو جاتا ہے ، لیکن جس کو

امارت کے کام کے لائق جانتے ہیں ، سرداری و حکومت اس کو دی جاتی ہے :

بیت

ملک بمیراث نہ گیرد کسے
تا نزنند تیغ دو دستی بسے

میں سلطان ابراہیم کے حکم سے سہسرام و خواص پور ٹانڈہ پر قابض ہوں۔

جب شادی ، محمد خاں کی خدمت میں پہنچا ، تو جو کچھ گزرا تھا بیان کیا ۔ محمد خاں کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا کہ شادی اس تمام فوج کو سلیمان کے ہمراہ لے کر جائے تو خواص پور ٹانڈہ پر قبضہ کرکے سلیمان کے حوالے کر دے ۔ اگر شیر خاں منع کرے ، تو جنگ کرکے اس کو شکست دے اور دونوں پرگنے اس سے لے کر سلیمان کے سپرد کر دے اور ایک بڑی جماعت سلیمان کی کمک کے لیے چھوڑ کر چلا آئے ۔ اتفاق سے اس وقت شیر خاں کی طرف سے اس کا غلام سکہ نامی جو خواص خاں کا باپ تھا ، خواص پور ٹانڈہ کا داروغہ تھا ۔

شیر خاں نے شادی اور سلیمان کے آنے کی خبر سنی ، تو سکہ کو لکھا کہ مقابلے اور مدافعت میں کسی طرح کی کمی نہ کی جائے ۔ جب شادی اور سلیمان خواص پور کے قریب پہنچے ، تو ملک سکہ نے جنگ کی اور قتل ہو گیا ۔ شیر خاں کا لشکر شکست کھا کر سہسرام آیا ۔ [۹۲] شیر خاں کو مقابلے کی طاقت نہ رہی اور اس نے کسی دوسری طرف جانے کا ارادہ کیا ۔ بعض نے کہا کہ سلطان محمد کے پاس جانا چاہیے ۔ شیر خاں نے خیال کیا کہ چونکہ محمد خاں اس کے بڑے امراء میں سے ہے ، لہذا سلطان محمد میری وجہ سے اس کی رعایت خاطر کو نظرانداز نہیں کرے گا ۔ (شیر خاں نے) ارادہ کیا کہ سلطان جنید برلاس کی خدمت میں جانا چاہیے جو بابر بادشاہ کی طرف سے کڑہ مالک پور کا حاکم ہے ۔ اس نے اپنے بھائی نظام سے اس معاملے میں مشورہ کیا ، اس کی بھی یہی رائے ہوئی ۔

سلطان جنید سے خط و کتابت اور عہد و پیمان ہوئے ۔ شیر خاں آیا اور بہت پیشکش نذر گزرانی ۔ سلطان جنید سے آراستہ فوج بطور کمک

لے کر اپنی جاگیر پر گیا ۔ محمد خاں مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کر رہتاس کے پہاڑوں میں چلا گیا ۔ شیر خاں کے دونوں پرگنے جوند اور نواح کے دیگر پرگنوں کے ساتھ شیر خاں کے قبضے میں آ گئے ۔ شیر خاں نے لشکریوں کی ہر طرح خدمت کی ، مال دیا اور دلجوئی کی ۔ سلطان جنید کی خدمت میں اس کے لائق تحفے اور ہدیے بھیجے اور اپنے اہل و عیال کو جو بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے تھے ، اپنے پاس بلا لیا ۔

جب اطمینان ہوگیا ، تو محمد خاں کو پیغام بھیجا کہ میری غرض بھائیوں سے انتقام لینا تھی اور میں تم کو اپنے چچا کے برابر سمجھتا ہوں ، لہذا پہاڑ کی تنگی سے نکل کر اپنے پرگنوں پر قبضہ کیجیے ۔ میرے لیے میرے اپنے پرگنے اور جو سلطان ابراہیم کے خالصے سے ملا ہے ، وہی کافی ہے ۔ محمد خاں نے آ کر اپنی جاگیر پر قبضہ کیا اور شیر خاں کا ممنون احسان ہوا ۔

جب شیر خاں کو اطمینان حاصل ہوگیا ، تو اپنے بھائی نظام کو جاگیر پر چھوڑ کر خود سلطان جنید برلاس کی خدمت میں کڑہ آیا ۔ اتفاق سے اس زمانے میں سلطان جنید بابر بادشاہ کی خدمت میں جا رہا تھا ۔ وہ اس کو بھی ساتھ لے گیا ۔ شیر خاں بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا [۹۳] اور دولت خواہوں میں داخل ہو گیا ۔ چندیری کے سفر میں وہ بادشاہ کے ہمراہ تھا ۔ جب چند روز لشکر میں گزارے اور مغلوں کے طرز ، روش اور طور طریقے دیکھے ، تو اپنے دوستوں سے کہا کہ مغلوں کو ہندوستان سے نکال دینا آسان ہے ۔ انھوں نے کہا کہ (یہ بات) کس دلیل سے کہتے ہو ۔ اس نے کہا کہ ان کا بادشاہ معاملات کو خود کم دیکھتا ہے اور شکار میں مشغول رہتا ہے اور اپنی مہمات کو وزیروں پر چھوڑ دیتا ہے اور وزیر رشوت کے تقاضے کے اعتبار سے کام کرتے ہیں اور سلطنت کے حق کو پورا نہیں کرتے ۔ افغانوں کی خرابی یہ ہے کہ وہ باہم اتفاق نہیں رکھتے ہیں ، لیکن اگر مجھے موقع مل جائے ، تو میں افغانوں کو متحد و متفق کر دوں اور ان کے درمیان سے نفاق ختم کر دوں ۔ اس کے دوست (اس کے) اس ارادہ پر جو اس وقت محال معلوم ہوتا

تھا ، ہنستے تھے اور مذاق اڑاتے تھے[1] -

ایک روز بابر بادشاہ کی مجلس میں کھانا کھاتے وقت مچھلی کی قاب شیر خاں کے سامنے رکھی گئی اور اس نے (طریقہ نہ جاننے کی وجہ سے) اپنے کو اس کے کھانے سے عاجز پایا - چنانچہ اس نے چھری نکالی ، مچھلی کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور چمچے سے کھانی شروع کر دی - (بابر) بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا ، تو اس نے میر خلیفہ سے کہا کہ اس افغان (شیر خاں) نے عجب کام کیا . (بابر بادشاہ) ان کاموں سے واقف تھا جو وہ محمد خاں کے ساتھ کر چکا تھا ، (بادشاہ نے) اس کی شوکت و عظمت کی طرف اشارہ کیا - شیر خاں ، (بابر) بادشاہ اور میر خلیفہ کی گفتگو سے آگاہ ہو گیا ، لیکن صرف اتنا سمجھا کہ میں اندیشہ کی نظر سے دیکھا جا رہا ہوں اور اسی وہم کی بنا پر وہ اسی رات لشکر سے فرار ہو کر اپنی جاگیر پر چلا گیا اور سلطان جنید برلاس کو لکھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ محمد خاں نے سلطان محمد سے یہ کہا کہ شیر خاں مغلوں کے پاس ہے ، لہذا اس کے پرگنوں پر فوج بھیج دینی چاہیے - چونکہ میں یہ جانتا تھا کہ مجھے جلد اجازت نہیں ملے گی اور وقت کم ہے ، لہذا میں عجلت میں اپنی جاگیر پر آ گیا اور میں خود کو آپ کے دولت خواہوں سے باہر نہیں سمجھتا ہوں -

[۹۴] مختصر یہ کہ چونکہ شیر خاں مغلوں کی طرف سے مایوس اور خوف زدہ ہو گیا تھا ، لہذا سلطان محمود اپنے بھائی کے اتفاق رائے سے پھر سلطان محمد کی خدمت میں گیا - سلطان محمود نے اس پر نوازش کی اور اس کو اپنے لڑکے جلال خاں کا اتالیق مقرر کیا - تقدیر کی بات کہ اسی زمانے میں سلطان محمد فوت ہو گیا اور کم عمر جلال خاں اس کا قائم مقام ہوا - جلال خاں کی ماں نے جس کا نام دودو تھا ، مہمات کو ہاتھ میں لیا ، وہ شیر خاں کے مشورے سے حکم دیا کرتی تھی - اسی زمانے میں جلال خاں کی ماں بھی فوت ہو گئی ، لہذا ولایت بہار کی حکومت پورے طور سے شیر خاں کو مل گئی -

---

۱- اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے (عبرت دسمبر ۱۹۱۶ء ، ص ۱۲-۱۶) بہت تفصیل سے لکھا ہے -

بنگالہ کے امراء میں سے ایک امیر نے جس کا نام مخدوم عالم تھا اور جو حاجی پور کی امارت پر متعین تھا ، شیر خاں سے موافقت کے تعلقات پیدا کیے ۔ سلطان بنگالہ نے جو اُس (مخدوم عالم) سے ناراض ہوگیا تھا ، قطب خاں کو جو اُس کے بڑے امراء میں سے تھا ، ولایت بہار کی تسخیر اور مخدوم عالم کی بیخ کنی کے لیے بھیجا ۔ شیر خاں نے ہرچند صلح کی کوشش کی اور نرمی دکھائی ، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ آخرکار افغانوں کی رائے سے مرنے پر آمادہ ہو کر جنگ کے لیے تیار ہوگیا ۔ طرفین کا مقابلہ ہوا ، جنگ عظیم ہوئی جس میں قطب خاں مارا گیا ۔ شیر خاں غالب آیا ، بنگالے کے ہاتھی ، فوج اور خزانہ سب شیر خاں کے ہاتھ آیا اس کے غلبہ و قوت کی ترقی کا سبب ہوا ۔

نوحانی (افغان) حسد و رشک کی وجہ سے شیر خاں سے منافقت رکھتے تھے ۔ جب شیر خاں کو خوب طاقت حاصل ہو گئی ، تو نوحانیوں نے جو حقیقت میں شیر خاں سے ناخوش تھے ، اس کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس بارے میں جلال خاں سے مشورہ کیا کہ وہ بھی نوحانی تھا ۔ اس کے متفقین کی ایک جماعت علیحدہ ہو گئی اور اس نے شیر خاں کو اس بات سے خبردار کر دیا ۔ اس نے خود کو علیحدہ کر کے جلال خاں سے کہا کہ آپ کے سردار مجھ سے حسد کرتے ہیں اور منافقانہ برتاؤ کر رہے ہیں ۔ اگر آپ نے اس معاملے کی درستی میں کوشش نہیں کی ، تو مجھے آپ کی خدمت سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑے گا ۔ جلال خاں نے کہا کہ جو تمھاری صلاح ہو میں اس سے باہر نہیں ہوں ۔ شیر خاں نے کہا کہ ان (امراء) کے [۹۵] دو گروہ کر دیے جائیں ۔ ایک گروہ کو پرگنات کے واجبات وصول کرنے پر مقرر کر دیا جائے اور دوسرے گروہ کو غنیم کے مقابلے کے لیے جو بنگالہ کا حاکم ہے ، بھیج دیا جائے ۔

آخرکار جلال خاں اور نوحانی (افغان) شیر خاں کے دفع کرنے سے مجبور ہو گئے اور یہ طے کیا کہ ولایت بہار کو بنگالہ کے حاکم کے سپرد کر دیا جائے اور اس کے نوکر ہو جائیں ۔ نوحانیوں نے جلال خاں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ شیر خاں کو مغلوں کے برابر چھوڑ دیا جائے اور خود والیٔ بنگالہ کی خدمت میں چلا جانا چاہیے ۔ سلطان بنگالہ نے ابراہیم خاں کو ، جو قطب خاں کا لڑکا تھا ، اس کی مدد کے لیے تعینات

کر دیا اور شیر خاں کے سر پر بھیج دیا ۔ شیر خاں اس قلعے میں جو اس نے اپنے گرد مٹی سے بنایا تھا ، قلعہ بند ہو گیا ۔ وہ روزانہ فوج جنگ کے لیے بھیجتا تھا جو دشمن کی فوج کو شکست دیتی تھی ۔ یہاں تک کہ ابراہیم خاں نے اپنے حاکم سے اور مدد مانگی ۔

جب شیر خاں کو یہ معلوم ہوا کہ غنیم کی مدد اور آ رہی ہے ، تو اس نے اپنے آدمیوں کو تسلی دی اور جنگ کے لیے مستعد ہو گیا ۔ وہ صبح کے وقت اپنے آدمیوں کو جمع کر کے خود قلعہ سے باہر آیا ۔ بنگالہ کے لشکر نے پیادہ اور سوار کی صفوں ، آتش بازی اور ہاتھیوں کو ترتیب دیا ، مقابلہ شروع ہوا ۔ شیر خاں اپنے آدمیوں کی ایک فوج ان کے مقابلے کے لیے لایا اور اپنے منتخب اور ممتاز آدمی ایک بلندی کے پیچھے چھپا دیے اور یہ طے کیا کہ مقابل فوج دشمن کے ساتھ تیراندازی کرے اور پیٹھ دے کر واپس ہو جائے تاکہ ان کے سوار تعاقب کی غرض سے توپ خانہ سے باہر نکل آئیں اور گھوڑے اور اسلحہ درست کریں ۔ اس دوران میں اس لشکر نے جو چھپا ہوا تھا ، ایک دم حملہ کر دیا اور بنگالیوں کے بھیجے نکال دیے ۔ ابراہیم خاں نے پیٹھ پھیری اور قتل ہوا ۔ جلال خاں نیم مردہ جان بچا کر بھاگا اور بنگالہ گیا اور بنگالیوں کی تمام فوج ، ہاتھی اور توپ خانہ شیر خاں کے ہاتھ لگا ۔ بہار کا ملک صاف ہوگیا اور سلطنت کو قوت پیدا ہوگئی [۹۶] ۔

کہتے ہیں اس زمانے میں تاج خاں نامی ایک شخص ، سلطان ابراہیم لودی کی جانب سے قلعہ چنار کی حکومت پر مقرر تھا ۔ اس کی ایک عورت تھی جس کا لاد ملک نام تھا ، مگر بانجھ تھی ۔ تاج خاں اس سے بہت محبت و رغبت رکھتا تھا ۔ تاج خاں کے لڑکے جو دوسری عورتوں سے تھے ، رشک و حسد کی وجہ سے لاد ملک کے مار ڈالنے کی فکر میں تھے ۔ اتفاق سے تاج خاں کے لڑکوں میں سے ایک نے جو سب سے بڑا تھا ، ایک رات کو لاد ملک کے تلوار ماری ، لیکن کاری زخم نہ آیا ۔ شور مچ گیا کہ لاد ملک کو مار ڈالا ۔ تاج خاں ننگی تلوار لیے ہوئے پہنچا اور لڑکے پر وار کا ارادہ کیا ۔ لڑکے کو جب یقین ہوگیا کہ اب باپ سے بچنا ممکن نہیں ہے ، تو اس نے باپ کے مار ڈالنے میں پہل کی ۔ اس بدبخت کی تلوار کارگر پڑ گئی اور تاج خاں قتل ہو گیا ۔

تاج خاں کے لڑکے قلعہ و ولایت کو نہ سنبھال سکے اور شیر خاں کو جو پڑوس میں تھا ، یہ سارے حالات معلوم ہوئے ، تو اس نے میر احمد ترکمان سے مشورہ کیا اور ایلچیوں کے آنے جانے کے بعد یہ طے ہوا کہ شیر خاں لاد ملک سے نکاح کر لے اور قلعہ چنار پر قابض ہو جائے ۔ شیر خاں نے لاد ملک سے نکاح کر لیا اور قلعہ پر خزائن و دفائن کے ساتھ قابض ہوگیا :

چو ہنگام رسیدن در رسد تنگ
بمردم خود کند کام دل آہنگ
زریحانی رساند دیدہ را نور
کہ نظارہ میسر نبود از دور

ان حالات کے دوران سلطان محمود بن سلطان سکندر اودی بابر بادشاہ کی فوجوں سے شکست کھا کر رانا سانگا کے پاس پناہ گزیں ہوا اور رانا سانگا ، حسن خاں اور دوسرے زمینداروں کے ساتھ بابر بادشاہ سے مقابلے کے لیے آیا اور قصبہ خانوہ کے نواح میں جنگ کرکے شکست پائی ۔ اس بات کا ذکر اپنے موقع پر ہوا ہے ۔ غرض سلطان محمود نے قلعہ چتور کے نواح میں دن کو رات اور رات کو دن کر دکھایا ۔

[۹۷] اتفاق سے لودیوں کے اکثر امراء نے جو ولایت پٹنہ میں جمع تھے ، سلطان محمود کے ملانے کے لیے آدمی بھیجا اور اس کو بلایا ، سلطان محمود پٹنہ آ گیا اور امراء کی کوشش سے پھر مسند حکومت پر بیٹھ گیا ۔ وہ وہاں سے ایک بڑا لشکر لے کر ولایت بہار میں آیا ۔ جب شیر خاں نے دیکھا کہ افغانوں کو سلطان محمود کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ، تو وہ مجبور ہوکر اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا ۔ سلطان محمود کے امراء نے اپنے درمیان ولایت بہاری تقسیم کر لی ۔ ایک ٹکڑا شیر خاں کے لیے چھوڑ دیا اور یہ عذر کیا کہ جس وقت ولایت جون پور مغلوں کے قبضے سے نکال لیں گے ، تو ولایت بہار مستقل طور سے تمہاری ہو جائے گی ۔ شیر خاں نے اس معاملے میں محمود سے قول نامہ لے لیا ، ایک مدت کے بعد اس نے لشکر کے انتظام کے لیے اپنی جاگیر پر جانے کی اجازت لی اور سہسرام چلا گیا ۔

اس زمانے میں سلطان محمود ولایت جونپور میں مغلوں سے جنگ کے لیے جا رہا تھا ۔ اس نے کسی کو شیر خاں کو بلانے بھیجا ۔ اس نے جواب میں لکھا کہ لشکر کا انتظام کر کے آپ کے پیچھے پیچھے پہنچتا ہوں ۔ سلطان محمود کے امراء نے کہا کہ چونکہ شیر خاں حیلہ ساز اور مکار ہے ، اس لیے مناسب یہی ہے کہ اس کی جاگیر پر پہنچ کر اس کو ہمراہ لے لینا چاہیے ۔ سلطان محمود اپنے لشکر کے ہمراہ سہسرام پہنچا ، شیر خاں نے استقبال کیا ۔ مہمان داری اور خدمت گاری کے لوازم پورے طور سے ادا کیے ۔ سلطان محمود چند روز وہاں قیام کر کے جونپور کی طرف متوجہ ہوا ۔ بابر بادشاہ کے جو امراء جونپور میں تھے ، وہ تاب نہ لا کر وہاں سے چلے گئے ۔ جونپور اور اس کے مضافات ، افغانوں کے قبضے میں آ گئے اور ولایت لکھنؤ تک قبضہ ہو گیا ۔

اس وقت بابر بادشاہ کالنجر کے نواح میں تھا ، جب اس کو افغانوں کے غلبہ اور سرکشی کی اطلاع ملی ، تو اس نے اس گروہ کے دفعیہ کا ارادہ کر کے اس طرف رخ کیا ۔ سلطان محمود ، ببن بایزید اور دوسرے افغان امراء کے ساتھ [۹۸] سامنے آیا اور مقابلہ کیا ۔ شیر خاں کو ببن بایزید کی سرداری اور بڑائی گوارا نہ تھی اور وہ چاہتا تھا کہ خود بڑا ہو جائے ۔ وہ (مغلوں) کے طریقہ کار سے مغلوں کی برتری اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا ۔ اس نے خفیہ طریقے سے میر ہندو بیگ کو جو مغلوں کا بڑا امیر اور سپہ سالار تھا ، پیغام بھیجا کہ چونکہ میں خود کو بابر بادشاہ کی دولت کا پروردہ سمجھتا ہوں ، لہذا جنگ کے وقت افغانوں کی شکست کا سبب بنوں گا اور جنگ کے روز اپنی فوج کو ہمراہ لے کر چلا جاؤں گا ۔ لڑائی کے دن جب دونوں طرف کی صفیں آراستہ ہوئیں ، تو اس نے اپنے کہنے کے مطابق عمل کیا ۔ اس نے اپنی فوج کے ساتھ پیٹھ دکھائی اور فرار ہو گیا ۔ اس کا فرار ہونا غنیم (افغان) کے لشکر کی شکست کا باعث ہوا اور ہمایوں کے لشکر کو فتح و نصرت حاصل ہوئی ۔ سلطان محمود ولایت پٹنہ میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا ، سپاہ گری ترک کر دی ۔ ۹۴۹ھ / ۴۳ - ۱۵۴۲ء میں اس نے ولایت اڑیسہ میں وفات پائی ۔

فتح کے بعد ہمایوں بادشاہ آگرہ کی طرف متوجہ ہوا اور امیر ہندو بیگ کو شیر خاں کے پاس بھیجا کہ وہ قلعہ چنار سپرد کر دے ۔ شیر خاں نے

قلعہ مذکور کے دینے میں حیلہ و عذر کیا ۔ میر ہندو بیگ واپس ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ، جب ہمایوں بادشاہ کو یہ خبر ملی ، تو اس نے خود بہ نفسِ نفیس چنار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ چنانچہ امیروں کی ایک جماعت کو پہلے سے بھیج دیا کہ جا کر محاصرے میں مشغول ہو جائے ۔ شیر خاں نے ہمایوں بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ میں بابر بادشاہ کی مدد و توجہ سے حکومت کے مرتبہ پر پہنچا ہوں اور سلطان محمود کی جنگ میں آپ (ہمایوں) کی فتح کا سبب ہوا ہوں ۔ اگر آپ چنار میرے پاس رہنے دیں ، تو اپنے لڑکے قطب خاں کو ایک فوج کے ہمراہ آپ کی خدمت میں بھیج کر خدمت گاری کے لوازم ادا کروں گا ۔

چونکہ سلطان بہادر گجراتی کے غلبہ و طاقت کی خبر ہمایوں بادشاہ کو پہنچ چکی تھی ، اس نے اس موقع پر حسنِ سلوک [۹۹] مناسب سمجھا ۔ شیر خاں نے اپنے لڑکے قطب خاں کو عیسیٰ خاں حجاب کے ہمراہ کہ جو بمنزلہ اس کے وزیر کے تھا ، ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ۔ ہمایوں بادشاہ واپس آ کر سلطان بہادر کی مہم سازی میں مشغول ہو گیا ۔ قطب خاں ولد شیر خاں گجرات تک (ہمایوں) بادشاہ کے ہمراہ رہا اور گجرات سے فرار ہو کر باپ کے پاس چلا آیا ۔

اس مدت میں شیر خاں کو موقع مل گیا اور اس نے ولایت بہار کو جھگڑوں سے صاف کر دیا اور بہت سا لشکر جمع کر کے اپنی قوت و شوکت بڑھا لی ۔ جب ہمایوں بادشاہ گجرات کے سفر سے لوٹ کر آگرہ آیا ، تو شیر خاں کے غلبہ و سرکشی کی خبریں ملیں ، اس نے اس کے دفعیہ کو ضروری سمجھا اور بادشاہی لشکر چنار کی طرف روانہ کیا ۔ شیر خاں نے غازی سور اور ایک جماعت کو قلعہ چنار کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود کوہستان بہرکندہ[۱] کی طرف چلا گیا ۔ جب قلعہ چنار کے محاصرے کو چھ مہینے گزر گئے ، تو رومی خاں نے جو شاہی توپ خانے کا منتظم تھا ، دریا میں مورچہ بندی کر کے اہلِ قلعہ کو کمزور کر دیا اور صلح کے ذریعہ سے قلعہ بابر بادشاہ کے قبضے میں آ گیا ، جیسا کہ اپنے مقام پر ذکر ہوا ہے ۔

۱۔ صفحات گزشتہ میں اور آگے جھارکند لکھا ہے ۔

ہمایوں بادشاہ نے دوست بیگ کو قلعہ میں چھوڑا اور شیر خاں کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس زمانے میں ہمایوں بادشاہ قلعہ چنار کے محاصرے میں مشغول رہا ۔ شیر خاں نے اپنے لڑکے جلال خاں ، خواص خاں اور اپنے اکثر لشکر کو بنگالہ کی فتح کے لیے بھیج دیا اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ جب ہمایوں بادشاہ گڑھی پہنچا کہ جو بنگالہ کی سرحد ہے ، تو جہانگیر بیگ اور دوسرے امراء کو آگے بھیج دیا ، جلال خاں ولد شیر خاں جو گڑھی میں تھا ، بادشاہ کے امراء سے جنگ کرکے غالب آیا ، ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ فوج روانہ کی اور خود بھی قریب پہنچ گیا ۔ گڑھی فتح ہو گئی اور جلال خاں [۱۰۰] اپنے باپ (شیر خاں) کے پاس چلا گیا ۔ جب ہمایوں بادشاہ گڑھی سے گزرا ، تو شیر خاں شہر گوڑ کو خالی کرکے جھارکند کی طرف چلا گیا اور قلعہ رہتاس کے راجا کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ مغل پیچھے سے آ رہے ہیں ، لہذا میرے اہل خانہ کے لیے قلعہ میں جگہ عنایت ہو جائے ۔ باتیں بنا کر اس کو رضا مند کر لیا اور ایک ہزار ڈولیاں ترتیب دیں ۔ ہر ڈولی میں ایک جوان ، منتخب بہادر مسلح بٹھا کر قلعہ میں روانہ کو دیا ۔ چند ڈولیاں جو آگے آگے تھیں ، ان میں عورتوں کو بٹھا دیا ۔ جب قلعہ کے دربان ڈولیوں کی تلاشی اور جانچ کرنے لگے ، تو شیر خاں نے راجا سے کہلوایا کہ عورتوں کو کوئی دیکھ نہیں سکتا ۔ یہ ہماری بے عزتی کا سبب ہوگا ۔ راجا نے جانچ پڑتال کی ممانعت کر دی ۔ جب تمام ڈولیاں قلعہ میں پہنچ گئیں ، تو افغان ہتھیار لےکر راجا کے گھر کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی جماعت کو راجا کے دروازے پر پہنچا دیا ۔ شیر خاں بھی اپنی فوج کے ساتھ تیار ہو گیا اور دروازے پر پہنچ گیا ۔ قلعہ رہتاس ، جو بحیثیت استحکام ہندوستان میں اپنی مثل نہیں رکھتا تھا ، نہایت آسانی سے فتح ہو گیا ۔ شیر خاں نے اپنے متعلقین اور اہل و عیال کو قلعہ میں چھوڑا اور مطمئن ہو گیا[1] ۔

بیت

بچارہ گشادہ شود کار سخت
بمدت بر آید بہار از درخت

۱۔ عباس خاں سروانی نے رہتاس کے قلعہ کے بارے میں کسی قدر شیر شاہ کی صفائی پیش کی ہے ۔ تاریخ شیر شاہی ، ص ۲۰۷ ، ۲۶۰ ۔

ہمایوں بادشاہ نے تین ماہ تک شہر گوڑ میں جو پرانی کتابوں میں لکھنوتی کے نام سے مشہور ہے ، قیام کیا اور عیش و عشرت میں مشغول رہا ۔ اس زمانے میں خبر پہنچی کہ مرزا ہندال نے آگرہ اور میوات میں مخالفت شروع کر دی ہے ۔ اس نے شیخ بہلول کو قتل کر دیا اور مرزا کامران اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے آگرہ آیا ہے ۔ ہمایوں بادشاہ نے جہانگیر قلی بیگ کو پانچ ہزار منتخب سواروں کے ساتھ گوڑ میں چھوڑا اور خود واپس آ گیا ۔ بادشاہی لشکر بارش ، دلدل اور کیچڑ کی کثرت کی وجہ سے بے سامان ہو گیا تھا ۔ اکثر سپاہیوں کے گھوڑے بیمار اور ضائع ہو گئے اور لشکر میں بڑی بد انتظامی اور ابتری پیدا ہو گئی ۔

[۱۰۱] شیر خاں نے موقع کو غنیمت جانا اور وہ ایک بڑا لشکر لے کر جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی بڑھ کر تھا ، راستے میں آ گیا اور اس نے چوسا کے نواح میں مقابلہ کیا ۔ وہ اپنے لشکر کے گرد قلعہ بنا کر بیٹھ گیا اور شیخ خلیل نامی ایک شخص کو کہ جن کو وہ اپنا مرشد سمجھتا تھا ، ہمایوں بادشاہ کے پاس بھیجا اور پیغام ارسال کیا کہ گڑھی تک ولایت بہار شاہی مقبوضات میں رہے گی اور آپ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کروں گا ۔ چنانچہ اس معاملے پر صلح ہو گئی ۔

شاہی لشکر پہلے کے مقابلے میں بے فکر ہو گیا ۔ دریائے چوسا پر پل باندھا ، صبح کو ہفتہ کا دن اور ۹۴۶ھ/ ۳۰ - ۱۵۳۹ء تھا ۔ شیر خاں لشکر آراستہ کر کے کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ جنگ کے لیے آ گیا ۔ شاہی فوج کو ترتیب کی فرصت بھی نہ ملی اور اسے شکست ہوئی ۔ ہمایوں بادشاہ نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ یکایک گھوڑے سے جدا ہو گیا ۔ (ہمایوں) ایک سقے کی مدد سے باہر نکلا اور نہایت پریشانی میں آگرہ روانہ ہوا :

همه سال گوہر نخیزد ز سنگ
گہے صلح سازد جہاں گاہ جنگ
ہمہ سالہ نباشد کامگاری
گہے باشد عروسی گاہ خواری

شیر خاں لوٹ کر بنگالہ چلا گیا اور جہانگیر قلی بیگ کو مع اس

لشکر کے ، جو وہاں تھا ، جنگ کر کے ختم کر دیا ۔ اپنا خطاب شیر شاہ مقرر کیا اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا ۔ وہ دوسرے سال نہایت قوت و غلبہ کے ساتھ آگرہ کی طرف متوجہ ہوا ۔

ایسے موقع پر کہ غیر کو اپنا بنا لینا چاہیے ، مرزا کامران ، ہمایوں بادشاہ سے جدا ہو کر لاہور چلا گیا اور مغل امراء نے مخالفت شروع کر دی جس کا ذکر ہو چکا ہے ۔ اس حالت کے باوجود ہمایوں بادشاہ آگرہ سے آگے بڑھ کر قنوج پہنچا اور دریا عبور کیا ۔ اس موقع پر ہمایوں بادشاہ کا لشکر پچاس ہزار سوار تک پہنچ گیا تھا روز عاشورہ (۱۰ محرم) ۹۴۷ھ/ ۱۵۴۰ء کو بادشاہی لشکر نے [۱۰۲] کوچ کیا اور منزل پر پڑاؤ کا ارادہ کیا کہ شیر خاں جنگ کے لیے آ گیا ۔ مغل افواج نے بغیر جنگ کیے ہوئے شکست اٹھائی ۔ ہمایوں بادشاہ نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا ، بہت مشکل سے باہر آیا اور لاہور کی طرف چلا گیا ۔ شیر خاں تعاقب کرتا ہوا لاہور تک گیا ۔ ہمایوں بادشاہ سندھ کی طرف نکل گیا ۔ مرزا کامران کابل چلا گیا ، جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر کیا گیا ہے ۔

شیر خاں تعاقب کرتا ہوا خوشاب تک پہنچا ۔ اسماعیل خاں ، غازی خاں ، فتح خاں بلوچ اور دوالی جو بلوچوں کے سردار تھے ، آ کر شیر خاں سے ملے ۔ شیر خاں نے کوہستان لنده اور کوہ بالناتھ کے قرب و جوار کو دیکھا اور جس جگہ کہ آجکل قلعہ رہتاس ہے ، وہاں اس نے قلعہ کی بنیاد رکھی ۔ خوص خاں اور ہیبت خاں نیازی کو ایک کثیر لشکر کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود ہندوستان کو واپس ہو گیا ۔

جب آگرہ پہنچا ، تو سنا کہ خضر خاں ترک جو اس کی طرف سے بنگالہ کا حاکم تھا ، سلطان محمود بنگالی کی لڑکی کو اپنے نکاح میں لے آیا ہے اور اپنی نشست و برخاست میں سلاطین کی روش اور طریقہ برتتا ہے ۔ شیر خاں نے واقعہ کا علاج وقوع ہونے سے پہلے ضروری سمجھا اور بنگالہ کی طرف چل پڑا ۔ خضر خاں مذکور ، اس کے استقبال کے لیے دوڑا آیا ، اور قید ہو گیا ۔

شیر خاں نے ولایت بنگالہ کو چند آدمیوں کی جاگیر میں دے کر مختلف امیر مقرر کر دیے ۔ قاضی فضیحت کو جو ولایت گڑھ کے علماء میں

نہایت دیانت دار اور امانت دار تھے اور عوام کی زبان میں قاضی فضیحت کہلاتے تھے ، ولایت بنگالہ کا امین بنا کر ملک کی اچھائی برائی کے اختیارات اُن کو دے دیے اور خود آگرہ واپس آ گیا ۔

۹۴۹ھ/۴۳ - ۱۵۴۲ء میں ولایت مالوہ کی فتح کا ارادہ کیا اور چل پڑا ۔ جب گوالیار پہنچا ، تو اس کے امراء میں سے شجاع خاں نے گوالیار کا محاصرہ کر لیا ۔ ابوالقاسم بیگ جو ہمایوں سے پہلے [۱۰۳] قلعہ میں تھا ، شیر خاں کے پاس آیا اور اس سے ملاقات کی ، قلعہ اس کو دے دیا ۔ جب شیر خاں مالوہ پہنچا ، تو مالوہ کے حاکم ملو خاں نے کہ جو سلاطین خلجی کے نوکروں میں سے تھا ، صلح کا ارادہ کیا ۔ وہ بغیر بلائے ہوئے یلغار کرتا ہوا آیا اور شیر خاں سے ملاقات کی ۔ چند روز کے بعد اس کی طبیعت میں خوف پیدا ہوا اور وہ فرار ہو گیا ۔ شیر خاں نے حاجی خاں کو مالوہ کی حکومت پر چھوڑا ۔ شجاع خاں کو بھی مواس[1] کی سرکار میں جاگیر دی اور وہاں چھوڑا اور خود رنتھنبور کی طرف روانہ ہوا ، اس کے بعد ملو خاں واپس آ گیا اور جنگ کی ، مگر حاجی خاں اور شجاع خاں سے شکست کھائی ۔ چونکہ شجاع خاں کے نام سے فتح ہوئی ، لہذا شیر خاں نے حاجی خاں کو اپنے پاس بلایا اور مالوہ کی حکومت پر شجاع خاں کو مقرر کر دیا ۔

جب وہ رنتھنبور کے نواح میں پہنچا ، تو اس نے چرب زبان ایلچی بھیجے اور سلطان محمود خلجی کے گماشتوں سے قلعہ بطریق صلح لے لیا ، وہاں سے وہ آگرہ آیا ۔ کہتے ہیں کہ جب ملو خاں کے فرار ہونے کی خبر شیر خاں کو ملی ، تو شیر خاں نے فی البدیہہ ایک مصرع کہا اور شیخ عبدالحی ولد شیخ جمالی کنبو نے دوسرا مصرع کہا ۔ چونکہ (یہ شعر) لطف سے خالی نہیں ہے ، اس لیے تحریر کیا جاتا ہے :

بیت

با ما چہ کرد ، دیدی ، ملو غلام گیدی
قولیست مصطفی را لاخیر فی العبیدی

۱- نولکشور ایڈیشن سوانس ۔

مختصر یہ کہ ایک سال تک آگرہ میں قیام کیا ، ملک کا انتظام کیا اور ہیبت خاں کو حکم بھیجا کہ ملتان کو بلوچوں کے تصرف سے نکال کر قبضہ کر لو ۔ اس نے جا کر فتح خاں بلوچ سے جنگ کی اور غالب آیا ، ملتان فتح ہو گیا[1] ۔ جب یہ خبر شیر خان کو ملی ، تو اس نے اس کی رعایت کر کے اس کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا ۔

۹۵۰ھ/۴۴-۱۵۴۳ء میں پورن مل ولد راجا سلہدی پوربیہ نے جو گہلوت راجپوت تھا ، قلعہ رائے سین میں قوت و شوکت کا مظاہرہ کیا ۔ اس نے نواح کے اکثر پرگنوں پر قبضہ کر کے دو ہزار [۱۰۴] ہندو مسلم عورتیں اپنے حرم میں جمع کیں اور خاص پاتروں کے زمرے میں انھیں شامل کر دیا ۔ شیر خاں کی رگِ حمیت جوش میں آئی اور وہ قلعہ رائے سین کی تسخیر میں مشغول ہوا ۔ جب محاصرے کی مدت نے طول کھینچا ، تو صلح کی بات چیت شروع ہوئی ، پورن مل سے عہد و پیمان ہوا کہ اس کو مالی و جانی نقصان نہیں پہنچے گا اور پورن قلعہ سپرد کر دے گا ۔ پورن مل اپنے متعلقین ، اہل و عیال اور چار ہزار مشہور راجپوتوں کے ساتھ قلعہ سے باہر آیا اور اس نے قیام کیا ۔ علمانے وقت خصوصاً امیر سید رفیع الدین صفوی نے عہد و پیمان کے باوجود پورن مل کے قتل کا فتویٰ دے دیا ۔ شیر شاہ نے پورے لشکر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کو آراستہ کیا اور پورن مل کے سر پر بھیج دیا اور اس کے لشکر کو چاروں طرف سے درمیان میں لے لیا ۔ پورن مل اور راجپوتوں نے موت کو لبیک کہا اور ایسی بہادری دکھائی کہ (اس کے سامنے) رستم کی داستان ، بچوں کی داستان معلوم ہوتی ہے ۔ انھوں (راجپوتوں) نے پروانوں کی طرح خود کو تیغ و تبر اور ہاتھیوں کے دانتوں کے سپرد کر دیا اور ہلاک ہو گئے ۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو مار ڈالا ، جلا ڈالا اور ختم کر دیا ۔

شیر خاں واپس ہو کر آگرہ آ گیا اور چند ماہ قیام کرنے کے بعد از سرِ نو لشکر کا انتظام شروع کیا اور مارواڑ کی ولایت کو فتح کرنے کا خیال کیا ۔ ہر منزل پر اپنے لشکر کے چاروں طرف قلعہ اور خندق بنواتا اور پوری پوری حفاظت و احتیاط کرتا ۔ جب ریگستان کے علاقے میں پہنچا

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ ملتان (جلد دوم) ، ص ۶۸-۷۵ ۔

تو قلعہ بنانے سے معذور ہوگیا ۔ اپنی صائب رائے اور درست فکر سے حکم دیا کہ بوریوں میں ریت بھرکر اور ایک دوسرے پر رکھ کر قلعہ بنائیں ۔ پہلے مالدیو پر حملہ کیا جو ولایت ناگپور و جودھپور کا حاکم تھا اور ہندوستان کے راجاؤں میں باعتبار لشکر و حشم ممتاز تھا ۔ اس موقع پر تقریباً پچاس ہزار راجپوت سوار رائے مالدیو کے پاس جمع ہوگئے ۔ شیر خاں نے ایک ماہ تک اجمیر کے نواح میں رائے مالدیو کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ آخر مالدیو کے امراء کی طرف سے اپنی طرف خط لکھے اور ترکیب یہ کی کہ یہ خط رائے مالدیو کے ہاتھ لگ گئے ۔

[۱۰۵] رائے مذکور (مالدیو) پر بے حد خوف و ہراس طاری ہوا ۔ وہ بھاگ کر قلعہ جودھ پور چلا گیا اور گونہا نے ، جو رائے مالدیو کے بڑے سرداروں میں سے تھا ، اور دوسرے راجپوت سرداروں نے ہرچند کہا کہ یہ ساری کارروائی شیر خاں کے مکر و فریب کا نتیجہ ہے ، مگر رائے مالدیو کو اطمینان نہ ہوا اور وہ جنگ کے لیے آمادہ نہ ہوا ۔ آخرکار گونہا اور مالدیو کے دوسرے سرداروں نے جنگ کا فیصلہ کر لیا اور اس (مالدیو) سے بیس ہزار سوار جدا ہو کر شیر خاں سے مقابلے اور جنگ کے لیے گئے اور شب خون کا ارادہ کیا ، لیکن راستہ بھول گئے ۔ صبح صادق کے قریب پانچ چھ ہزار آدمی پہنچے ، فریقین کا مقابلہ ہوا ، سخت جنگ ہوئی ، لڑائی میں چھری اور خنجر کی نوبت آ گئی ۔ راجپوتوں نے گھوڑوں سے اُتر کر اپنے دامن ایک دوسرے کے دامن سے باندھ لیے ۔ شیر خاں اور اس کے لشکر نے ان کو چاروں طرف سے درمیان میں لے لیا ۔ گونہا اور اکثر راجپوت قتل ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں گیارہ ہزار راجپوت مارے گئے ۔ افغانوں کی بھی بڑی تعداد قتل ہوئی ۔

اس فتح کے بعد جو اس کے شایان شان تھی ، وہ واپس ہوکر رنتھنبور آیا ۔ رنتھنبور کا قلعہ (شیر خاں نے) اپنے بڑے لڑکے عادل خاں کی جاگیر میں دے دیا تھا ۔ عادل خاں نے چند روز کی رخصت لی کہ قلعہ کی سیر اور وہاں کا سامان کر کے بعد کو آ جائے گا ۔ شیر خاں وہاں سے قلعہ کالنجر کی طرف متوجہ ہوا جو ہندوستان کے مستحکم ترین قلعوں میں سے تھا ۔ کالنجر کا راجا مخالفت پر آمادہ ہو کر قلعہ بند ہوگیا ۔ شیر خاں نے قلعہ کو مرکز کی طرح بیچ میں لے لیا اور نقب ، دمدمے ، سائبان (مورچے)

بنانے شروع کیے - جب سائبان (مورچہ) قلعہ تک پہنچا تو شیر خاں نے سب طرف سے جنگ شروع کر دی اور جس جگہ وہ خود کھڑا تھا ، وہاں سے بارود کے گولے پھینکنے کا حکم دیا - وہ (گولے) قلعہ میں جا کر گرتے تھے - اتفاق سے ایک گولہ قلعہ کی دیوار پر لگ کر لوٹ آیا اور پھٹ گیا اور دوسرے گولوں میں جا کر گرا جس سے آگ لگ گئی - شیر خاں ، شیخ خلیل ، ملا نظام [۱۰۶] دانشمند اور دریا خاں سروانی کے ساتھ جل گیا - اسی حالت میں اس نے اپنے آپ کو مورچال تک پہنچایا - جب سانس لیتا اور ہوش آتا تو فریاد کرتے ہوئے لشکر کو جنگ کی ترغیب دلاتا اور اپنے مقربین کو تاکید و ترغیب کے ساتھ جنگ میں بھیجتا - اسی دن شام کے وقت قلعہ کے فتح ہونے کی خبر سنی اور انتقال کر گیا[1] - پندرہ سال امارت اور سرداری میں گزارے اور پانچ سال تک ہندوستان کی بادشاہت کی -

شیر خاں عقل و ذکا اور صائب تدبیر میں ممتاز تھا - وہ بہت سے پسندیدہ آثار (نشانیاں) چھوڑ گیا - بنگالہ اور سنار گاؤں سے دریائے سندھ تک کہ جو دریائے نیلاب کے نام سے مشہور ہے اور ایک ہزار پانچ سو کوس کا فاصلہ ہے - ہر کوس پر اس نے سرائے بنوائی - اس (سرائے) میں پختہ اینٹ اور چونے سے کنواں اور مسجد تعمیر کرائی - ہر مسجد میں قرآن پڑھانے والے استاد اور امام متعین کیے - ان کی تنخواہیں مقرر کیں - سرائے کے ایک دروازے پر کچا اور پکا کھانا اور پانی مسلمانوں کے لیے اور دوسرے دروازے پر ہندوؤں کے لیے تیار رہتا ، جو ہمیشہ تقسیم ہوا کرتا - ہر سرائے میں ڈاک کے دو گھوڑے تیار رہتے تھے کہ جو ہندوستان

۱- یہ سانحہ ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء کو سرزد ہوا - کسی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے :

شیر شاہ آنکہ از مہابت او
شیر و بز آب را بہم می خورد
از جہاں رفت و گفت پیر خرد
سال تاریخ او ز آتش مرد

۹۵۲ھ

(بدایونی ، ص ۱۵۴)

کی زبان میں ڈاک چوکی مشہور تھے اور سندھ کی خبر اگر وہ بنگالہ کے حدود میں ہو ، تو روزانہ اس کو پہنچتی رہے -

اس راستے میں اس نے دونوں طرف پھل والے درخت آم اور کھرنی وغیرہ کے لگوا دیے تھے جن کے سائے میں مخلوق آتی جاتی تھی اور اسی طریقے سے آگرہ سے مندو تک بھی ہر کوس پر سرائے اور مسجد بنوائی تھی اور راستے میں امن اس درجہ تھا کہ اگر کسی بوڑھی عورت کے پاس سونے سے بھری ہوئی ٹوکری ہوتی اور وہ رات کو جنگل میں سو رہتی ، تو اس کو محافظ کی ضرورت نہ ہوتی - کہتے ہیں کہ وہ آئینہ دیکھتا ، تو کہتا کہ افسوس میں شام کے وقت سلطنت پر پہنچا اور افسوس کرتا - مذاقیہ اشعار ہندوستانیوں کے طرز میں کہتا - یہ شعر جس میں اس کا سجع ہے ، اس کی انگوٹھی پر کندہ تھا :

شہ اللہ باقی ترا باد دائم
بآں شیر شہ بن حسن سور قائم

[۱۰۷] اپنے تمام اوقات مخلوق کے کام ، سپاہیوں کی سربراہی اور رعایا کی خبر گیری میں صرف کرتا اور عدل و انصاف کے طریقے میں استقامت دکھاتا :

بیت

پس از مرگ ہر کس کزو نام ماند
ہمانا کہ در زندگی کام راند

سلیم خاں بن شیر خاں کا ذکر

جس وقت شیر خاں کا انتقال ہوا ، تو اس کا لڑکا جلال خاں قصبہ ریوہ (ریواں)[1] میں تھا جو پٹنہ کے مضافات میں ہے - اس کا بڑا لڑکا عادل خاں جو ولی عہد تھا ، قلعہ رنتھنبور میں تھا - امراء نے دیکھا کہ چونکہ عادل خاں کا جلد آ جانا ممکن نہیں ہے اور حاکم کا ہونا بہت ضروری ہے ، لہذا آدمی کو جلال خاں کے بلانے کے لیے بھیج دیا ، وہ صرف پانچ

۱- ذکاء اللہ (تاریخ ہندوستان جلد سوم) ، ص ۱۱۰ -

روز میں آ گیا ۔ عیسیٰ خاں حجاب اور دوسرے امراء کی کوشش سے پندرھویں ربیع الاول ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء کو کالنجر کے قلعے کے نیچے جلوس کیا ، اور اسلام شاہ خطاب اختیار کیا ۔ اہل ہند کی زبان میں سلیم شاہ اور مغلوں کی لشکری زبان میں سلیم خاں کہلایا ۔

القصہ جب سلیم خاں ، باپ کا قائم مقام ہوا ، تو اس نے اپنے بڑے بھائی کو جو عادل خاں تھا ، عرضداشت لکھ کر اظہار کیا کہ چونکہ آپ دور تھے اور میں نزدیک تھا ، اس لیے فتنے کو فرو کرنے کے لیے آپ کے آنے تک میں نے لشکر کی محافظت کی ہے اور مجھے آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں ہے ۔ وہ خود کالنجر سے آگرہ کی طرف متوجہ ہوا ، جب وہ قصبہ کوردہ[1] کے نواح میں پہنچا ، تو خواص خاں اپنی جاگیر سے آیا اور حاضر خدمت ہوا اور از سر نو جشن جلوس ترتیب دیا اور سلیم خاں کو تخت نشین کیا ۔

اس کے بعد سلیم خاں نے بمقتضائے دنیا داری ایک اور خط عادل خاں کو لکھا اور محبت کا اظہار کرکے ملاقات کی خواہش [۱۰۸] کی ۔ عادل خاں نے سلیم خاں کے امراء کو کہ جو قطب خاں نائب ، عیسیٰ خاں نیازی ، خواص خاں اور جلال خاں جلو[2] تھے ، لکھا کہ تم میرے آنے اور رہنے میں کیا بھلائی دیکھتے ہو اور سلیم خاں کو لکھا کہ اگر یہ چاروں آدمی آ کر ، میری تسلی کر دیں ، تو میں ملاقات کر سکتا ہوں ۔ سلیم خاں نے ان چاروں کو عادل خاں کے پاس بھیجا ۔ انہوں نے عہد و پیمان کرکے عادل خاں کی تسلی کر دی اور طے کر دیا کہ اس کو پہلی ملاقات میں رخصت کر دیں گے اور ہندوستان میں جس جگہ اپنی جاگیر پسند کرے گا اس کو دلا دیں گے ۔ عادل خاں امراء کے ہمراہ سلیم خاں کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا ۔ جب فتح پور سیکری پہنچا ، تو سنگار پور میں کہ جہاں سلیم خاں کے حکم کے مطابق ملاقات کی جگہ آراستہ کی گئی تھی ، سلیم خاں نے استقبال کیا اور ملاقات کی ۔ طرفین سے برادری و محبت کے آثار ظاہر ہوئے ۔ کچھ دیر وہاں بیٹھے اور پھر آگرہ کو چلے گئے ۔

۱- بدایونی ، (ص ۱۵۴) نے کورہ گھاٹم پور لکھا ہے ۔
۲- جلال خاں جلوانی (بدایونی ، ص ۱۵۵) ۔

چونکہ سلیم خاں نے بھائی (عادل خاں) کے ساتھ غداری کا ارادہ کیا تھا ، اس لیے یہ طے کیا کہ قلعہ آگرہ میں عادل خاں کے ہمراہ دو آدمیوں سے زیادہ نہ رہیں ، لیکن قلعہ دروازے پر اس (عادل خاں) کے آدمی باز نہ رہے اور ایک بڑی جماعت (قلعہ میں) داخل ہو گئی ، لہذا سلیم خاں کی سازش اور اس کی تدبیر ٹھکانے نہ بیٹھی ۔ مجبوراً اس نے نرمی کا برتاؤ کیا اور کہا کہ میں ان بے سر افغانوں کی نگہداشت کروں ۔ اب ان کو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور اس کو تخت پر بٹھا دیا ۔ چاپلوسی کی گفتگو کی ۔ عادل خاں عیاش اور فرصت کا جویا تھا ، وہ سلیم خاں کی مکاری اور فریب کو جانتا تھا ، لہذا اس نے قبول نہیں کیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور سلیم خاں کو تخت پر بٹھا دیا ۔ پہلے خود سلام کیا اور سلطنت کی مبارک باد دی پھر امراء میں سے ہر ایک نے نذریں پیش کیں اور صدقات نچھاور کیے اور اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے ۔

اسی دوران میں قطب خاں ، عیسیٰ خاں اور خواص خاں نے عرض کیا کہ جو قول و عہد ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی ملاقات میں [۱۰۹] عادل خاں کو رخصت کر دیا جائے اور بیانہ اور اس کے مضافات اس کی جاگیر میں دے دیے جائیں ۔ سلیم خاں نے حکم دیا کہ یہی کیا جائے اور عیسیٰ خاں اور خواص خاں کو ہمراہ کرکے عادل خاں کو بیانہ جانے کی اجازت دے دی ۔

اس کے دو مہینے کے بعد سلیم خاں نے غازی محلی کو جو اُس کا راز دار اور مقرب تھا ، بھیجا کہ عادل خاں کو گرفتار کرکے قید کر لے اور سونے کی بیڑیاں اس کے ہاتھ روانہ کیں ۔ عادل خاں یہ خبر سن کر خواص خاں کے پاس کہ جو میوات میں تھا ، گیا اور اس کو سلیم خاں کی عہد شکنی کی اطلاع دی اور اس سے مشورہ کیا ۔ خواص خاں کا دل بھر آیا ۔ اس نے غازی کو بلا کر وہی بیڑیاں اس کے پیروں میں ڈلوا دیں اور مخالفت شروع کر دی ۔ جو امراء سلیم خاں کے پاس تھے ، ان کو خطوط لکھ کر خفیہ طور سے اپنے ساتھ ملا لیا اور وہ ایک بڑا لشکر لے کر آگرہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ قطب خاں اور عیسیٰ خاں جو قول و قرار کرکے منصوبے میں شامل ہو چکے تھے اور سلیم خاں سے رنجیدہ تھے

انھوں نے عادل خاں کو آنے کی ترغیب دی اور طے یہ ہوا کہ جب تھوڑی سی رات باقی رہ جائے، تو عادل خاں آگرہ پہنچے تا کہ لوگ بے حجابانہ سلیم خاں کی لاعلمی میں علیحدہ ہو کر اس کے پاس آ سکیں۔ اتفاق سے عادل خاں اور خواص خاں جب فتح پور سیکری پہنچے، تو وہ وہاں شیخ سلیم کی ملاقات کے لیے جو اس زمانے کے بڑے مشائخ میں سے تھے، گئے۔ چونکہ شب برات تھی اور خواص خاں کو اس نماز کی وجہ سے جو شب برات میں مقرر ہے، لہذا توقف کرنا پڑا اور وہ دن چڑھے آگرہ کے نواح میں پہنچے۔

سلیم خاں اس کے آنے کے انداز کو پا گیا۔ اس نے مضطرب ہو کر قطب خاں اور دوسرے امراء سے کہا کہ اگر میری طرف سے عادل خاں کے معاملے میں کچھ اضطراب ہوا تھا، تو خواص خاں اور عیسیٰ خاں نے مجھے کیوں نہیں لکھا کہ میں اپنے اس خیال سے باز رہتا۔ قطب خاں نے سلیم خاں کے اضطراب کو دیکھ کر کہا کہ کچھ حرج نہیں ہے۔ ابھی کام اپنے اختیار سے باہر نہیں ہوا ہے۔ اس فتنے کو فرو کرنے کا [۱۱۰] میں ذمہ دار ہوں۔ سلیم خاں نے قطب خاں اور دوسرے امراء کو جو عادل خاں سے متفق تھے، رخصت کر دیا کہ عادل خاں کے پاس جائیں۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ اس جماعت کو اپنے سے علیحدہ کرکے چنار کے قلعہ کی طرف خزانے پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہو جائے تا کہ دوبارہ فوج مہیا کرکے جنگ و محاربہ میں مشغول ہو سکے۔ عیسیٰ خاں حجاب نے اس کو اس ارادے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ اگر تجھ کو دوسرے لوگوں پر بھروسہ نہیں ہے، تو کیا دس ہزار آدمی بھی جو شاہزادگی کے زمانے سے تیرے خاصہ کے نوکر تھے، قابل اعتماد نہیں ہیں۔ باوجود اس قوت و عظمت کے تعجب ہے کہ خدا داد دولت پر بھروسہ نہیں کرتا اور بغیر جنگ کے فرار ہونے کو تیار ہے۔ امراء خواہ کتنی ہی باطنی مخالفت رکھتے ہوں، ان کو از خود غنیم کے پاس بھیج دینا حزم و احتیاط کے خلاف ہے۔ اب مناسب یہ ہے کہ خود بہ نفس نفیس تمام لشکر پر اپنا استقلال دکھاؤ، میدانِ کار زار میں پہنچو اور اپنے پیر مضبوط کرو۔ کوئی آدمی تمہارے سامنے مخالف کی طرف نہیں جائے گا۔

سلیم خاں کے دل میں قوت پیدا ہوئی اور مستقل مزاجی کا ارادہ کیا قطب خاں اور دوسرے سرداروں کو جنہیں رخصت کر دیا تھا ، پھر واپس بلا لیا اور کہا کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں دشمن کے سپرد کیوں کروں ۔ شاید تمہارے حق میں یہ ُبرا ہو ۔

اس کے بعد وہ جنگ پر آمادہ ہو کر نکلا ۔ جو لوگ عادل خاں کو زبان دے چکے تھے ، سلیم خاں کو میدانِ جنگ میں دیکھ کر (عادل خاں کے پاس) جانے سے باز رہے اور فوج میں شریک ہو گئے ۔ نواح آگرہ میں جنگ ہوئی ۔ تائید غیبی نے سلیم خاں پر نوازش کی ۔ عادل خاں ، خواص خاں اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں میوات کو چلے گئے ۔ عادل خاں اکیلا اور تنہا پٹنہ کی طرف نکل گیا ۔ چنانچہ اس کے حال سے کوئی مطلع نہ ہوا ۔

اس کے بعد سلیم خاں نے خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی کے تعاقب میں لشکر متعین کیا ۔ فیروز پور میوات میں لڑائی ہوئی ۔ [۱۱۱] سلیم خاں کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ اس کے بعد خواص خاں ، عیسیٰ خاں مقابلے کی تاب نہ لا کر کوہ کمایوں کی طرف چلے گئے ۔ سلیم خاں نے قطب خاں نائب اور ایک جماعت کو ان پر تعینات کیا ۔ اس (قطب خاں) نے کوہ کمایوں کے دامن میں ٹھکانا پکڑ لیا اور ہمیشہ دامن کوہ (کمایوں) کی ولایت کو تاخت و تاراج اور خراب کرتا رہا ۔

سلیم خاں اس موقع پر خود چنار کی طرف روانہ ہوا ۔ راستے میں جلال خاں جلو اور اس کے بھائی خداداد کو عادل خاں سے اتفاق رکھنے کی وجہ سے قتل کر دیا ۔ جب (سلیم خاں) چنار پہنچا ، تو اس نے وہاں سے خزانہ نکال کر گوالیار روانہ کر دیا ۔ خود واپس آیا اور آگرہ میں مقیم ہو گیا ۔ چونکہ قطب خاں ، عادل خاں کے بلانے اور فتنہ اٹھانے میں شامل تھا ، لہذا وہ اس وہم و ہراس کی وجہ سے جو اس کے دل میں تھا ، دامن کوہ کمایوں سے فرار ہو گیا اور اعظم ہمایوں نیازی کے پاس لاہور پہنچ گیا ۔ سلیم خاں نے اعظم ہمایوں کو حکم بھیج کر قطب خاں کو طلب کیا ۔ اعظم ہمایوں نے قطب خاں کو بھیج دیا ۔ سلیم خاں نے اس کو قید کرکے شہباز خاں نوحانی کے ساتھ جو سلیم کا بہنوئی تھا ،

بحالت قید قلعہ گوالیار بھیج دیا ، اور کچھ اندھے اور دوسرے آدمی بھی ہمراہ کر دیے جن کی تعداد چودہ تھی ۔ (سلیم خاں نے) مالوہ کے حاکم شجاع خاں اور اعظم ہمایوں کو طلب کیا ۔ شجاع خاں آ کر حاضر ہوا ۔ اعظم ہمایوں نے عذر لکھ بھیجا ۔ شجاع خاں اجازت لے کر پھر مالوہ چلا گیا ۔

اس کے بعد سلیم خاں خزانہ لانے کے لیے قلعہ رہتاس و چنار کی طرف چلا ۔ اعظم ہمایوں کا بھائی سعید خاں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتا تھا ، فرار ہو کر لاہور چلا گیا ۔ سلیم خاں بھی راستے سے لوٹ کر آگرہ آ گیا ۔ اس نے حاضرین لشکر کو حکم دیا اور دہلی کا ارادہ کر دیا ۔ جب یہ خبر شجاع خاں کو ملی ، تو وہ اپنے خاص آدمیوں کی جماعت کے ساتھ یلغار کرتا ہوا ۔ سلیم خاں کے پاس آ گیا اور اطمینان حاصل کیا ۔ سلیم خاں چند روز تک دہلی میں رہا ۔ پھر لشکر آراستہ [۱۱۲] کر کے لاہور گیا ۔ اعظم ہمایوں اور مخالف گروہ خواص خاں اور پنجاب کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گئے ۔ قصبہ انبالہ کے نواح میں طرفین کا مقابلہ ہوا ۔ کہتے ہیں کہ جب سلیم خاں ، نیازی کے لشکر کے قریب پہنچا ، تو ٹھہر گیا اور اپنے چند مقربین کے ہمراہ نیازی کے لشکر کو دیکھنے کے لیے گیا اور ایک ٹیلے پر چڑھا ۔ جب اس کی نظر نیازی کے لشکر پر پڑی ، تو وہیں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اب میری غیرت کو چیلنج ہے کہ لشکر کو دیکھ کر اس کے برابر پڑاؤ کروں ۔ پس حکم دیا کہ فوجیں آراستہ ہوں اور جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں ۔ اس رات جس کی صبح کو جنگ ہوئی ، اعظم ہمایوں اور اس کے بھائیوں نے خواص خاں سے مشورہ کیا اور حاکم کے تقرر کے باب میں بات چیت ہوئی ۔ خواص خاں کا ارادہ یہ تھا کہ شیر خاں کے بڑے لڑکے عادل خاں کو حکومت دی جائے اور نیازیوں نے کہا ہوگا :

بیت

ملک بمیراث نہ گیرد کسے
تانزند تیغ دو دستی بسے

خواص خاں ان کے ارادوں سے آزردہ خاطر ہوا ۔ جس وقت صفیں آراستہ اور طرفین کا مقابلہ ہوا ، تو خواص خاں بغیر جنگ کیے ہوئے

طرح دے کر چلا گیا ، نیازیوں نے حسب مقدور کوشش کی اور لڑنے میں کوئی کمی نہیں کی ۔ چونکہ نمک حرامی کا نتیجہ ذلت و شرمندگی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ، لہذا نیازیوں کے لشکر کو شکست ہوئی اور سلیم خاں غالب آیا :

بیت

کسے را کہ دولت کند یاوری
کہ آرد کہ با او کند داوری

اعظم ہمایوں کا بھائی سعید خاں مع اپنے دس ہمراہیوں کے مسلح تھا اور کوئی اس کو پہچانتا نہ تھا ۔ اس نے چاہا کہ مبارک بادی کے بہانے سے سلیم خاں تک پہنچوں اور اس کا کام تمام کر دوں ۔ ایک فیل بان نے اس کو پہچان کر تیر کا وار کیا اور حملہ کرکے ہاتھیوں کے قلعے اور سلیم خاں کی خاصہ کی فوج میں سے اس کو نکال باہر کیا ۔

القصہ نیازی فرار ہو کر دنکوت کی جانب جو روہ کے قریب ہے ، [۱۱۳] چلے گئے ۔ سلیم خاں نے قلعہ رہتاس تک ان کا تعاقب کیا اور خواجہ ویس شروانی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ نیازیوں کے سر پر متعین کیا اور خود واپس آ کر آگرہ چلا گیا اور وہاں سے گوالیار آیا ۔

اس موقع پر ایک روز شجاع خاں قلعہ گوالیار کے اور سلیم خاں کے پاس جا رہا تھا ۔ ایک شخص عثمان نامی کہ کسی موقع پر شجاع خاں نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تھا ، راستے میں گھات میں بیٹھ گیا ۔ وہ موقع کا منتظر تھا ۔ اس نے ایک دم سے نکل کر شجاع خاں کو زخمی کر دیا ۔ شجاع خاں زخم خوردہ اپنے گھر چلا گیا ۔ اس (شجاع خاں) نے اس کام کو سلیم خاں کی ترغیب پر محمول کیا اور وہ گوالیار سے فرار ہو کر مالوہ چلا گیا ۔ سلیم خاں نے مندو تک اس کا تعاقب کیا ۔ جب شجاع خاں بانسوالہ میں داخل ہو گیا ۔ تو (سلیم خاں) عیسیٰ خاں سور کو بیس ہزار سواروں کے ہمراہ اجین میں چھوڑ کو واپس آ گیا اور یہ واقعات ۹۵۴ھ/ ۱۵۴۷ء میں واقع ہوئے ۔ خواجہ ویس نے جو اعظم ہمایوں کے سر پر تعینات تھا ، لواح دنکوٹ میں اس سے جنگ کر کے شکست کھائی ۔ اعظم ہمایوں نے سرہند تک تعاقب کیا ۔ جب یہ خبر سلیم خاں کو ملی ،

تو اس نے ایک بڑا لشکر آراستہ کر کے نیازیوں کے دفعیہ کے لیے روانہ کیا ۔ اعظم ہمایوں واپس آ کر دنکوٹ چلا گیا ۔ جب سلیم خاں کا لشکر قریب پہنچا ، تو پھر دنکوٹ کے نواح میں موضع سنبلہ کے قریب جنگ ہوئی ۔ باغیوں کے گروہ کو شکست ہوئی ۔ اعظم ہمایوں کی ماں اور اہل و عیال گرفتار ہو گئے ۔ قیدیوں کو سلیم خاں کے حضور میں بھیج دیا گیا ۔

نیازیوں نے گھکروں کے پاس پناہ لی اور اس کوہستان میں جو کشمیر کے قریب ہے چلے گئے ۔ سلیم خاں نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ نیازیوں کے فتنے کو فرو کرنے کے لیے سفر کیا اور پنجاب پہنچا ۔ دو سال تک گھکروں سے مقابلہ کرتا رہا ۔ اسی دوران میں ایک شخص نے سلیم خاں پر ننگی تلوار سے اس وقت حملہ کیا جب وہ قلعہ مان کوٹ پر جانے کے لیے ایک تنگ راستے سے گزر رہا تھا ، لیکن سلیم خاں نہایت چستی و چالاکی سے اس پر غالب آیا [۱۱۴] اور اس کو قتل کر دیا ۔ تلوار کو پہچان لیا کہ یہ وہ تلوار تھی جو اس نے اقبال خاں کو عنایت کی تھی ۔

جب گھکھر مغلوب و ذلیل ہو گئے اور ان میں طاقت نہ رہی ، تو اعظم ہمایوں کشمیر میں داخل ہوا ۔ کشمیر کے حکام نے سلیم خاں کی خاطر سے نیازیوں کا راستہ روک لیا اور سخت جنگ کی ۔ اعظم ہمایوں ، سعید خاں اور شہباز خاں قتل ہوئے ۔ کشمیر کے حاکم نے ان کے سر سلیم خاں کے پاس بھیج دیے ۔ سلیم خاں نہایت اطمینان سے واپس ہوا ۔

اس موقع پر مرزا کامران نے ہمایوں بادشاہ کے پاس سے فرار ہو کر سلیم خاں کے پاس پناہ لی تھی ۔ سلیم خاں اس کے ساتھ تکبر و نخوت کے ساتھ پیش آیا اور مناسب برتاؤ نہیں کیا ۔ مرزا کامران اس کے پاس سے فرار ہو کر کوہ سوالک میں چلا گیا اور وہاں سے گکھروں کے علاقے میں پہنچا ۔ یہ قضیہ ہمایوں بادشاہ کے ذکر میں مفصل لکھا گیا ہے ۔

مختصر یہ کہ سلیم خاں دہلی گیا ۔ چند روز وہاں مقیم رہا ، خبر پہنچی کہ ہمایوں بادشاہ دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس وقت سلیم خاں اپنے گلے پر جونک لگائے ہوئے خون نکلوا رہا تھا ، مگر فوراً سوار ہو کر چل پڑا ۔ پہلے روز تین کوس پر منزل کی ۔ چونکہ

آراستہ توپ خانہ ہمراہ تھا اور اس موقع پر گاڑیوں کے بیل قریب کے دیہات میں نہ تھے (فراہم نہ ہوئے) اور یہ روانگی میں عجلت چاہتا تھا ، لہذا حکم دیا کہ بیلوں کے بجائے پیادہ سپاہی گاڑیاں کھینچیں - ہر توپ کو ایک ہزار دو ہزار پیدل آدمی کھینچتے تھے - وہ نہایت عجلت میں لاہور روانہ ہوا - ہمایوں بادشاہ پہلے ہی واپس لوٹ چکا تھا جس کا ذکر اپنے موقع پر ہو چکا ہے -

سلیم خاں بھی لاہور سے واپس ہو کر گوالیار میں مقیم ہوا - ایک روز وہ انتری کے نواح میں شکار کھیل رہا تھا کہ بعض لوگوں کے بہکانے سے مفسدوں کی ایک جماعت نے سلیم خاں کا راستہ روکا اور سرکشی کا ارادہ کیا - اتفاق سے سلیم خاں [۱۱۵] دوسرے راستے سے واپس ہوا اور وہ جماعت بیکار و معطل رہی - جب سلیم خاں کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی ، تو بہاء الدین ، محمود اور مدارا کو جو فتنے کے بانی تھے ، قتل کرا دیا -

سلیم خاں نے گوالیار میں قیام کیا - اس کے امراء میں سے جو قوت و غلبہ کا خیال کرتا تھا ، وہ اسے پکڑ کر قید کر دیتا تھا اور مروا ڈالتا تھا - ۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء کے ابتدائی زمانے میں اس کی مقعد پر ایک پھوڑا نکلا اور درد کی شدت سے خون جاری ہو گیا اور وہ فوت ہو گیا - اس نے نو سال تک حکومت کی - دریائے سندھ سے بنگالہ تک شیر خاں کی بنوائی ہوئی سراؤں کے درمیان ایک ایک اور سرائے بنوائی اور ہر سرائے میں فقیروں کے لیے پختہ کھانے کا انتظام رہتا تھا -

اسی سال (۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء) سلطان محمود گجراتی اور نظام الملک بحری نے بھی وفات پائی - اس واقعہ کی تاریخ ''زوالِ خسروان'' ہوئی - (۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء) -

سلیم خاں کے زمانے میں جو عجیب واقعات ہوئے ان میں سے ایک واقعہ شیخ علائی کا ہے - اس کی کیفیت بطور اختصار یہ ہے کہ شیخ علائی کے باپ شیخ حسن تھے جن کو شیخ سلیم چشتی سے خلافت حاصل تھی - وہ قصبہ بیانہ میں اپنے شیخ کے طریقے پر طالبوں کی تربیت کرتے تھے - جب انھوں نے اس دنیا سے رحلت فرمائی ، تو شیخ علائی ، جو ان کی اولاد میں سب سے لائق اور فضائل و کمالات سے آراستہ تھا ، اپنے باپ کا جانشیں ہو کر طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوا -

اتفاق سے شیخ عبداللہ نیازی ، جو شیخ سلیم چشتی کے مشہور مریدوں میں تھا ، سفر مکہ سے واپس آیا ، تو اس نے مہدویہ طریقہ اختیار کر لیا کہ ان کے عقیدے کے اعتبار سے سید محمد جون پوری مہدی موعود ہے[1] ۔ وہ (شیخ عبداللہ نیازی) بیانہ میں قیام پذیر ہوا ۔ چونکہ شیخ علائی کو اس کا طریقہ پسند آ گیا ، لہذا وہ اس کی صحبت کا فریفتہ ہو گیا ۔ اس نے اپنے باپ دادا کے طریقے کو ترک کر دیا اور مخلوق کو مہدوی طریقے کی دعوت دینے لگا اور اس گروہ کی رسم کے مطابق شہر سے باہر شیخ عبداللہ کے پڑوس میں ٹھکانا بنایا اور اپنے احباب و اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ کہ جو [۱۱۶] اس کے گرویدہ تھے ، توکل و تجرید کے طریقے پر زندگی بسر کرنے لگا ۔ وہ روزانہ نماز کے وقت قرآن مجید کی تفسیر اس طرح بیان کرتا تھا کہ جو کوئی اس کی مجلس میں حاضر ہو جاتا تھا ، وہ اپنے کام پر نہیں جاتا تھا اور اپنے اہل و عیال سے ترک تعلق کرکے دائرہ مہدویہ میں داخل ہو جاتا تھا یا اپنے گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرکے میر سید محمد کی مریدی کرتا تھا ۔ اگر کوئی شخص کاشتکاری ، زراعت یا تجارت کرتا تھا ، تو وہ اس میں سے دسواں حصہ راہِ خدا میں صرف کرتا تھا ۔ ایسا بہت ہوا کہ باپ کی بیٹے سے ، بھائی کی بھائی سے اور بیوی کی شوہر سے جدائی ہو گئی اور انہوں نے فقر و قناعت کا راستہ اختیار کر لیا اور ان نذور و فتوحات میں جو ان کے پاس آتے تھے ، ہر چھوٹا بڑا برابر کا شریک ہوتا تھا ، جب کچھ نہ ملتا ، تو دو تین روز کا فاقہ بھی ہو جاتا تھا ، لیکن وہ لوگ ظاہر نہیں کرتے تھے اور پاس انفاس میں اپنا وقت گزار دیتے تھے ۔

(شیخ عبداللہ) تلوار ، سپر اور تمام اسلحہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا ۔ شہر اور بازار میں جہاں کوئی حرکت خلاف شرع دیکھتا ، تو پہلے اس کو نرمی و محبت سے منع کرتا ۔ اگر کام نہیں بنتا ، تو قہراً و جبراً اس نا مشروع کام کو ختم کر دیتا اور شہر کے حاکموں میں سے جو اس کا ہم خیال ہوتا ، وہ اس کی مدد کرتا اور جو اس کا منکر ہوتا ، وہ مقابلے کی تاب نہیں رکھتا تھا ۔

۱- پیدائش ۸۴۷ھ / ۴۴-۱۴۴۳ء ، وفات ۹۱۰ھ / ۵-۱۵۰۴ء ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۴۴۴ - ۴۸۰ ۔

جب شیخ عبداللہ نے دیکھا کہ عوام و خواص سب میں اس کا رسوخ ہو گیا ہے ، تو اسے (شیخ علائی کو) سفر حجاز کا حکم دیا ۔ شیخ علائی اسی وضع و حالت کے ساتھ کہ جو اس کی تھی ، چھ سات سو گرہست آدمیوں کے ساتھ اس سفر پر روانہ ہو گیا ۔ جب وہ خواص پور ، جو جودھپور کے حدود میں واقع ہے ، پہنچا ، تو مشہور خواص خاں اس کے استقبال کو آیا اور اس کے معتقدین میں شامل ہو گیا اور آخر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے اس سے ناراض ہو گیا ۔

جس زمانے میں سلیم خاں آگرہ میں حکومت کر رہا تھا ، شیخ علائی بعض ان اسباب کی بنا پر جو اس کی واپسی کا سبب ہوئے ، بیانہ چلا آیا ۔ سلیم خاں کے طلب کرنے پر اس کی مجلس میں حاضر ہوا ، لیکن اس نے بادشاہ کے آداب اور طریقوں کی پابندی نہیں کی اور شرعی طریقے سے سلیم خاں کو [۱۱۷] سلام کیا ۔ سلیم خاں نے کراہت کے ساتھ ''و علیک السلام'' کہا ۔ یہ بات اس کے مقربین کو ناگوار ہوئی ۔

ملا عبداللہ سلطان پوری نے بھی جو مخدوم الملک[۱] مشہور تھا اور شیخ (علائی) کا منکر تھا ، اس کے قتل کا فتویٰ دے دیا تھا ۔ سلیم خاں نے میر سید رفیع الدین[۲] ، ملا جلال بہلیم دانش مند ، ملا ابو الفتح تھانیسری اور اس زمانے کے دوسرے علماء کو بلایا اور اس قضیے کی تشخیص ان کے سپرد کی ۔ اس مباحثے کی مجلس میں شیخ علائی ان میں سے ہر ایک پر قوت طبع سے غالب آتا تھا اور کبھی کبھی جب وہ قرآن کی تفسیر اور معانی بیان کرتا تھا ، تو سلیم خاں اس سے متاثر ہو کر کہتا تھا کہ یا شیخ ! اپنے اس دعویٰ (مہدویت) کو چھوڑ دے ۔ میں تجھ کو اپنی تمام حکومت کا محتسب بنا دوں گا ۔ اب تک تو میرے حکم کے بغیر امر معروف کرتا تھا ، اب میرے حکم سے کرنا ۔ شیخ علائی نے اس

۱۔ ملا عبداللہ سلطانپوری مشہور عالم المتوفی ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ، ص ۲۶۴ ۔

۲۔ میر سید رفیع الدین المتوفی ۹۵۴ھ / ۴۸-۱۵۴۷ء (تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۹۵) ۔

بات کو قبول نہیں کیا ۔ بالآخر سلیم خاں نے ملا عبداللہ کے فتوے کے برخلاف اسے شہر بدر کر دیا اور ہندیہ کی طرف بھیج دیا ۔

بہار خاں سروانی جو سلیم خاں سے پہلے وہاں کی حکومت پر قابض تھا ، مع اپنے لشکر کے اس سے ملا اور اس کے اعتقاد و اخلاص کے دائرے میں شامل ہو گیا ۔ مخدوم الملک (عبداللہ) نے اس بات کو نہایت بُرے طریقے سے سلیم خاں کے ذہن نشین کیا ۔ چنانچہ اس کو اس سرحد (ہندیہ) سے بلا لیا گیا ۔ اس مرتبہ سلیم خاں نے پھر علماء کو جمع کیا ۔ بہت سے اس قضیے کی تشخیص میں الگ گئے ۔ مخدوم الملک نے سلیم خاں سے کہا کہ یہ شخص مہدویت کا دعویٰ کرتا ہے ، امام مہدی تمام روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور اپنے لوگ ایک دوسرے کو چھوڑ کر اس کے مذہب میں آ گئے ہیں ۔ ملک میں بد امنی و بغاوت کا اندیشہ ہے ، لیکن سلیم خاں نے مخدوم الملک کی بات پر توجہ نہ دی اور شیخ علائی کو شیخ بدھ طبیب[1] دانش مند کے پاس کہ شیر خاں اس کا معتقد تھا اور اس کے جوتے سیدھے کیا کرتا تھا ، بہار بھیج دیا تاکہ اس کے فتوے کے مطابق عمل کرے ۔

سلیم خاں نے پنجاب کی طرف توجہ کی اور قلعہ مان کوٹ کی تعمیر میں مشغول ہوا ۔ جب شیخ [۱۱۸] علائی بہار گیا ، تو شیخ بدھ نے مخدوم الملک (ملا عبداللہ) کے فتوے کے موافق لکھا اور سلیم خاں کے قاصدوں کو دیا ۔ اس دوران میں شیخ علائی کو مرض طاعون جو اس زمانے میں پھیلا ہوا تھا ، لاحق ہو گیا ۔ اس کے حلق میں زخم پڑ گیا جس میں بقدر ایک انگل بتی چلی جاتی تھی ۔ اس کے علاوہ اس نے سفر کی تکلیف بھی اٹھائی ۔ جب اس کو سلیم خاں کے پاس لائے ، تو اس میں بولنے کی طاقت نہ تھی ، سلیم خاں نے اس کے کان میں کہا کہ تو چپکے سے میرے کان میں کہہ دے کہ میں مہدوی نہیں ہوں اور آزاد ہو جا ۔ شیخ علائی نے اس کی بات پر توجہ نہ دی ۔ سلیم خاں نے مایوس ہو کر فرمایا کہ اس کے کوڑے لگائیں ۔ تیسرے کوڑے میں اس کی روح پرواز

۱۔ اپنے زمانہ کے نامور عالم اور شیخ طریقت ، ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۲۹ ۔

کر گئی - یہ واقعہ ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں ہوا - اس کی تاریخ ''ذکر الله'' ہوئی (۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) -

سلطان محمد عدلی کا ذکر

جب سلیم خاں مر گیا، تو اس کا لڑکا فیروز خاں جس کی عمر دس بارہ سال کی تھی، امراء کی رائے سے قلعہ گوالیار میں تخت نشین ہوا - ابھی تین دن نہیں ہوئے تھے کہ مبارز خاں ولد نظام خاں سور نے جو شیر خاں کا بھتیجا اور سلیم خاں کا چچا زاد بھائی اور اس کی بیوی کا بھائی تھا، اپنے بھانجے فیروز خاں کو قتل کر دیا اور وزراء و امراء کے اتفاق رائے سے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا -

معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ سلیم خاں اپنی علالت سے پہلے اپنی بیوی مسماۃ بی بی بائی سے اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر تجھے اپنا لڑکا فیروز خاں محبوب ہے، تو مجھے اجازت دے کہ تیرے بھائی مبارز خاں کو درمیان سے ہٹا دوں کیونکہ وہ تیرے راستے کا کانٹا ہے - اگر تو اپنے بھائی سے زیادہ محبت کرتی ہے، تو اپنے لڑکے کی زندگی سے ہاتھ دھو لے، اس لیے کہ اس کو مبارز خاں سے خطرہ ہے - اس کی بیوی جواب دیا کرتی تھی کہ میرا بھائی مبارز خاں عیش میں زندگی گزارتا ہے اور نغمہ و ساز میں مصروف رہتا ہے - اس کو بادشاہی کی طرف توجہ نہیں ہے - [۱۱۹] سلیم خاں نے اس معاملہ میں اس کو ہر چند بہت ملامت کی، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا -

آخرکار سلیم خاں کے مرنے کے بعد تیسرے روز مبارز خاں، فیروز خاں کے محل میں داخل ہو گیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا - ہرچند بہن نے آہ و زاری کی، اپنے لڑکے کی سفارش کی اور کہا کہ اس لڑکے کو چھوڑ دے تاکہ اس کو لے کر میں کسی طرف چلی جاؤں، وہ کبھی بادشاہی کا نام بھی نہ لے گا، لیکن سنگ دل مبارز خاں نے رحم نہیں کھایا اور اس شعر کے مطابق

بیت

بمردی کہ ملک سراسر زمین
نیرزد کہ خونے چکد بر زمین

عقل کی آنکھوں کو بند کرکے اس نے اس مجبور و کمزور بچہ کو بری طرح قتل کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر سلطان محمد عادل خطاب اختیار کیا ۔ عوام اس کو عدلی اور الدھلی کہتے تھے ۔ چونکہ قصوں اور تاریخوں میں اس نے سلطان محمد تغلق کے ایثار ، سخاوت اور زربخشی کی بابت سُنا تھا ، لہذا اس (محمد تغلق) کی تقلید کا خیال کرکے ابتدائی زمانۂ حکومت میں کچھ دنوں کے لیے خزانے کا دروازہ کھول دیا ۔ مخلوق کو انعامات دیے اور لوگوں کی دل دہی کی ۔ تیر کا ہر پیکان کہ جس کو وہ پھینکتا تھا اور وہ سونے کا ہوتا تو اس کی قیمت پانچ سو تنکہ سے کم نہ ہوتی اور جس گھر میں تیر کا پیکان ہوتا ، پانچ سو تنکہ نقد اس گھر کے مالک کو دے کر اس پیکان کو لے آتے تھے ۔

اس زمانے میں اس کے یہاں وزارت پر یہ لوگ تھے ۔ شیر خاں کا غلام شمشیر خاں ، جو مشہور خواص خاں کا چھوٹا بھائی تھا اور دولت خاں نوحانی نومسلم ، جو نوحانیوں کا تربیت یافتہ تھا اور ہیموں بقال ساکن قصبہ ریواڑی جو میوات کے مضافات میں ہے ۔ (ہیموں نے) ان دنوں میں بازاروں کے عہدہ کوتوالی و سپہ گری سے ترقی کرکے عدلی کی نظر میں اعتبار حاصل کر لیا اور اس کے دربار میں مقربین میں شمار ہونے لگا ۔ ابھی عدلی کے جلوس کو پورا ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ ملک ہندوستان کے اطراف میں طوائف الملوکی شروع ہو گئی ۔ سلیم خاں کے مرنے کی خبر ، فیروز خاں [۱۲۰] کے قتل اور عدلی کی بد انتظامی سے جا بجا سوئے ہوئے فتنے بیدار ہو گئے ۔ چنانچہ ہر ایک کا ذکر اپنے موقع پر کیا جائے گا ۔

ایک دن گوالیار کے قلعہ کے دیوان خانے میں عدلی نے دربار عام کیا ۔ مشہور امراء اس کی خدمت میں حاضر تھے ۔ جاگیروں کی تقسیم ہو رہی تھی ۔ عدلی نے حکم دیا کہ قنوج کی ولایت جو شاہ محمد فرملی کی جاگیر میں تھی ، اس سے نکال کر سرمست خاں سربنی کو دے دی جائے ۔ گفتگو کے دوران میں شاہ محمد مذکور کے بیٹے سکندر خاں نے جو نوجوان اور بہادر تھا ، سرِ دربار سختی سے کہا کہ اب یہ نوبت آ گئی ہے کہ ہماری جاگیر نکال کر ان سربینوں سگ فروشوں کو دی جائے گی ۔ ہنگامے

میں بات بڑھ گئی ۔ اس کا باپ شاہ محمد اس وقت بیمار تھا ۔ وہ اپنے لڑکے کو سخت گفتگو اور نا مناسب حرکت سے منع کر رہا تھا ۔ سکندر نے اپنے باپ سے کہا کہ شیر خاں نے تم کو ایک مرتبہ فولادی پنجڑے میں ڈال کر تمھاری جان لینے کا ارادہ کیا تھا ؛ آخرکار سلیم خان نے تمھاری سفارش کی اور وہی اس ہلاکت سے تمھاری آزادی کا سبب ہوا ۔ اب سور (افغانوں) کا گروہ تمھاری بیخ کنی کرنا چاہتا ہے ۔ آپ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ یہ آپ کو نہیں چھوڑیں گے ۔ یہ ذلت ان کے ہاتھوں کیوں برداشت کی جائے ۔

اس ہنگامے میں سرمست سربنی نے جو بہت دراز قد اور قوی ہیکل تھا ، مکاری اور چاپلوسی سے سکندر کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ صاحبزادے یہ گرمی اور غصہ کیوں ہے اور ارادہ کیا کہ سکندر کو اس بہانے سے گرفتار کر لے ۔ سکندر اس کے ارادے کو بھانپ گیا ۔ اس نے خنجر کو ہاتھ میں لیا اور سرمست خاں کے کندھے پر ایسا کاری زخم لگایا کہ موت نظر آنے لگی اور بے ہوش ہو گیا ۔ سکندر نے چند دوسرے آدمیوں کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کر دیا ۔

اس لوازش میں عدلی نے دربار عام برخاست کر دیا اور وہ حرم کے اندر بھاگ گیا ۔ سکندر نے اس کا تعاقب کیا ۔ عدلی نے اندر جا کر دروازے کی زنجیر لگا لی اور بصد حیلہ رہائی پائی ۔ عدلی کے اکثر امراء دیوان خانے میں [۱۲۱] اپنی تلواریں چھوڑ کر فرار ہو گئے اور سکندر دیوانوں کی طرح جدھر جاتا مارتا ، قتل کرتا اور پھینک دیتا ۔ دو ایک گھڑی تک یہ معاملہ ہوتا رہا ۔

اس دوران میں ابراہیم خاں سور نے جو عدلی کا بہنوئی تھا ، تلوار نکال کر سکندر پر حملہ کیا اور دوسرے بھی حملہ آور ہوئے ، تب سکندر بدلہ میں مارا گیا ، دولت خاں نوحانی نے تلوار کی ایک ضرب میں شاہ محمد فرملی کا کام تمام کر دیا ۔

اتفاق سے اس روز کہ جس دن یہ واقعہ ہوا تھا ، تاج خاں کرانی برادر سلیمان اور عماد کرانی عدلی کے دیوان خانہ سے لوٹ کر قلعہ گوالیار سے باہر آ رہے تھے کہ راستے میں شاہ محمد فرملی سے ملاقات ہوئی ۔

ایک دوسرے نے حالات دریافت کیے ۔ تاج خاں نے اس سے کہا کہ میں اس مقابلے سے اپنے کو علیحدہ کر رہا ہوں ، تو بھی ہماری موافقت کر کہ معاملہ بگڑ چکا ہے ۔ شاہ محمد نے اس کی بات کو قبول نہیں کیا اور عدلی کے پاس چلا گیا ، پھر جو کچھ اس کے ساتھ ہونا تھا ، ہوا ۔

تاج خاں گوالیار سے فرار ہو کر بنگالہ چلا گیا ۔ عدلی نے ایک فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی اور خود بھی چل دیا ۔ چھپرامئو[1] کے نواح میں جو آگرہ سے چالیس کوس اور قنوج سے بیس کوس پر ہے ، عدلی نے تاج خاں کو جا لیا ۔ تاج خاں نے جنگ کر کے شکست کھائی اور بہار کی طرف چلا گیا ۔ راستے میں عدلی کے خالصے کے بعض عمال پر ہاتھ صاف کیا ۔ نقد و جنس جو ان سے لے سکا لے لیا اور ہاتھیوں کا ایک حلقہ ہتھیا لیا کہ جس میں سو ہاتھی ہوتے ہیں اور عماد ، سلیمان اور خواجہ الیاس سے جا ملا کہ جو اس کے بھائی تھے اور دریائے گنگا کے بعض پرگنوں اور خاص پور ٹانڈہ پر قابض تھے اور وہ مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا ۔

عدلی نے گوالیار سے چنار پہنچ کر کرانیوں پر فوج کشی کر دی ۔ دریا کے کنارے طرفین کا مقابلہ ہوا ۔ اس موقع پر ہیموں بقال نے ایک دن عدلی سے کہا کہ اگر ایک [۱۲۲] حلقہ فیل میرے ساتھ کر دو ، تو دریا عبور کر کے کرانیوں پر پہنچوں اور ان کا کام تمام کر دوں ۔ عدلی نے ایسا ہی کیا ۔ ہیموں کرانیوں پر جا پہنچا ، جنگ کی اور غالب آیا ۔

اس موقع پر جب ابراہیم خاں ولد غازی خاں سور کو کہ عدلی کی بہن اس کے نکاح میں تھی اور وہ شیر خاں کے بنی اعمام میں سے تھا ، اس کی بیوی نے خبردار کیا کہ عدلی تیرے گرفتار کرنے کی فکر میں ہے ، تو وہ چنار سے فرار ہو کر اپنے باپ غازی خاں کے پاس جو بیانہ و ہنڈون کا حاکم تھا ، چلا گیا ۔ عدلی نے عیسیٰ خاں نیازی کو اس کے تعاقب میں متعین کیا ۔ کالپی کے قریب پہنچ کر دونوں کا مقابلہ ہوا ۔ عیسیٰ خاں نیازی کو شکست ہوئی ۔ ابراہیم خاں غالب آیا ۔ اس کے بعد اس نے

---

[1] ۔ یہ قصبہ چھپرامئو ، ضلع فرخ آباد (یو پی ، انڈیا) میں واقع ہے ۔

دارالحکومت دہلی آ کر خطبہ پڑھا اور وہاں سے آگرہ آ کر اکثر ولایت پر قبضہ کر لیا ۔

جب عدلی نے یہ دیکھا کہ ابراہیم خاں نے ولایت کے درمیانی حصے پر قبضہ کر لیا ہے ، تو گرالیوں کو چھوڑ کر ابراہیم خاں کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ دریائے حون پر پہنچا ، تو ابراہیم خاں نے کسی کو عدلی کے پاس بھیجا کہ اگر رائے حسن جلوانی ، پہاڑ خاں سروانی کہ جس کا خطاب اعظم ہمایوں تھا اور چند دوسرے بڑے امراء یہاں آئیں ، تو میں ان کے ساتھ عہد و پیمان کرکے خدمت میں آ سکتا ہوں ۔ عدلی نے اس جماعت کو بھیج دیا ۔ ابراہیم خاں نے سب کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کو عدلی کی مخالفت پر آمادہ کر لیا ۔ عدلی کو جب اس بات کی خبر ہوئی ، تو اس نے اپنے میں مقابلے کی قوت نہ پائی اور چنار کی طرف چلا گیا اور ابراہیم نے خود کو سلطان ابراہیم کہلوایا اور سلطنت کا علم بلند کر دیا ۔

اسی زمانے میں احمد خاں سور نے کہ وہ بھی شیر خاں کے بنی اعمام میں سے تھا اور عدلی کی دوسری بہن اس کے نکاح میں تھی اور وہ پنجاب کے متعین امراء میں سے تھا ، تاتار خاں کانسی ، حبیب خاں اور نصیب خاں [۱۲۳] کہ جو سلیم خاں کے بڑے امراء میں سے تھے ، کی مدد سے اپنے لیے سلطان سکندر خطاب اختیار کیا اور فتنہ و فساد شروع کر دیا اور ابراہیم خاں کے مقابلے پر گیا ۔ موضع فرہ کے نزدیک جو آگرہ سے دس کوس پر ہے ، دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا ۔ سکندر کے لشکر میں دس ہزار سوار بھی نہ تھے اور ابراہیم خاں کی فوج میں ستر ہزار سوار تھے ۔

کہتے ہیں کہ ابراہیم خاں نے تقریباً دو سو آدمیوں کو سرا پردہ ، محل ، علم اور نقارے عنایت کیے تھے ۔ سکندر صلح کے لیے آمادہ ہو گیا اور اس نے درخواست کی کہ پنجاب اسے دے دیا جائے ۔ ابراہیم خاں اپنی فوج اور لشکر کی کثرت پر بھروسہ رکھتا تھا اور مغرور تھا ۔ سکندر کی خوشامد اور عاجزی پر توجہ نہ دی اور جنگ کی تیاری کر دی اور آخرکار

کم من فئة قلیلة الی غلبت فئة کثیرة باذن اللہ

بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے

کے مطابق سکندر غالب اور ابراہیم مغلوب ہوا ۔ ابراہیم بھاگ کر سنبھل گیا ۔ سکندر کامیاب ہو کر آگرہ اور دہلی پر قابض ہو گیا ۔

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ ہمایوں بادشاہ نے کابل سے ہندوستان آ کر لاہور پر قبضہ کر لیا ۔ سکندر آراستہ لشکر کو لے کر لاہور روانہ ہو گیا اور ابراہیم جو سنبھل چلا گیا تھا ، تازہ لشکر لے کر کالپی کی طرف آیا ۔ اتفاق سے اس موقع پر عدلی نے ہیموں بقال کو جو اس کا وزیر تھا ، ایک بڑے لشکر ، پانچ سو کوہ پیکر ہاتھیوں اور توپ خانے کے ساتھ آگرہ اور دہلی کی طرف روانہ کیا ۔ جب ہیموں کالپی کے نواح میں پہنچا ، تو اس نے ابراہیم کے دفعیہ کو بہت ضروری سمجھ کر اس پر حملہ کر دیا ۔ زبردست جنگ ہوئی ، ہیموں غالب آیا ۔ ابراہیم فرار ہو کر اپنے باپ کے پاس بیانہ چلا گیا ۔ ہیموں نے تعاقب کرکے بیانہ کا محاصرہ کر لیا ۔ تین مہینے تک محاصرہ جاری رہا ۔ جب بنگالہ کے حاکم سکندر خاں سور نے مخالفت شروع کی اور اس علاقے کی فوجوں کو لے کر جونپور ، کالپی اور آگرہ کی فتح کے لیے متوجہ ہوا ، تو عدلی نے ہیموں کو بلا لیا ۔ ہیموں محاصرے کو ترک کرکے چل پڑا ۔ جب موضع منڈاکر [۱۲۴] جو آگرہ سے چھ کوس ہے ، پہنچا تو ابراہیم نے پیچھے سے آ کر حملہ کر دیا ۔ اس نے شکست اٹھائی اور پھر اپنے باپ کے پاس چلا گیا ۔ وہ وہاں سے پٹنہ کی ولایت میں پہنچا اور پٹنہ کے راجا ، راجا رام چندر سے جنگ کرکے گرفتار ہو گیا ۔ راجا نے اس کو نہایت عزت کے ساتھ تخت پر بٹھایا اور خود ملازموں کی طرح اس کی خدمت میں مشغول رہا ۔ ابراہیم وہاں مقیم رہا ۔ یہاں تک کہ قوم میانی کی ایک جماعت کا ، جو رائے سین کے حدود میں رہتی تھی ، کچھ نزاع مالوہ کے حاکم باز بہادر سے ہو گیا جس کی وجہ سے انھوں نے ابراہیم کو بلایا اور چاہا کہ اس کو حکومت سپرد کرکے باز بہادر سے مقابلہ کریں ۔ جب ابراہیم ان کے پاس چلا گیا تو ولایت گڑھ کی حاکم درگاوتی رانی نے بھی ابراہیم کی مدد کے لیے اپنی جگہ سے روانگی کر دی ۔ باز بہادر نے لوگوں کو رانی کے پاس بھیج کر اس کو اس ارادے سے باز رکھا ۔ جب رانی اپنی جگہ واپس چلی گئی ، تو ابراہیم نے بھی وہاں رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے اڑیسہ کی طرف جو بنگالہ کی سرحد پر ہے ، چلا گیا اور وہاں رہنے لگا ، یہاں تک کہ ۹۷۵ھ/۶۸ - ۱۵۶۷ء میں جب سلیمان کرانی اڑیسہ پر قابض ہوا ، تو وہ

(ابراہیم) قول و قرار کرکے آیا ۔ سلیمان سے ملاقات کی اور سلیمان کے ہاتھوں دھوکے سے مارا گیا ۔

اس کے بعد عدلی چنار کی طرف چلا گیا اور اس نے اکبر بادشاہ کے لشکر سے مقابلے کیے ۔ ہیموں کو دہلی اور آگرہ بھیج دیا ۔ سکندر خاں اوزبک اور قیا خاں گنگ اور وہ امراء جو آگرہ میں تھے ، آگرہ چھوڑ کر دہلی کی طرف متوجہ ہوئے اور ہیموں (بھی) دہلی کی طرف چلا ۔ تردی بیگ سے لڑائی ہوئی ، (ہیموں) غالب آیا اور پانی پت میں اکبر بادشاہ کے اقتدار کے ہاتھوں قتل ہوا ، جس کا ذکر اپنے موقع پر کیا گیا ہے ۔ عدلی [۱۲۵] چنار کے نواح میں تھا کہ محمد خاں گوریہ کے لڑکے نے کہ جس کا نام خضر خاں تھا ، اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور اپنا نام سلطان بہادر رکھ لیا اور اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کے لیے عدلی کے مقابلے پر آیا ۔ جنگ ہوئی ۔ عدلی مارا گیا ۔ افغانوں کی حکومت ختم ہو گئی اور اکبر بادشاہ کی عظمت و دولت کا ستارہ اطراف ہند میں فروزاں ہوا ۔ اس (عدلی) کی حکومت تقریباً تین سال رہی ۔

ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

حضرت قدسی مرتبت ، سماوی منزلت مرکز دائرۂ رافت ، قطب سپہر خلافت ، شہریار سعادت قرین ، شہنشاہ عدالت و اقبال آئین ، مظہر قدرت یزدانی ، صاحب تائید آسمانی ، رافع سریر عظمت و جلال ، بانی قصر دولت و اقبال ، رفعت بخش مسند حقیقی و مجازی کی عظیم فتوحات اور بزرگانہ حالات کا مختصر ذکر ، خلد اللہ ایام ملکہ ، و ابد ظلال عدلہ و احسانہ[1] ۔

اگرچہ حضرت سلطان کے مقرب افاضت و افادت پناہ حقائق و معارف آگاہ علامی شیخ ابوالفضل نے خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) کے عجیب و غریب واقعات و حالات کی تشریح بادشاہ کی ولادت باسعادت کے

۱۔ اللہ اس کے دور حکومت کو دوام بخشے اور اس کے عدل و احسان کے سایہ کو ہمیشہ قائم رکھے ۔

وقت سے اس وقت تک جو سنہ اڑتیس الٰہی مطابق ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء ہے ، جزوی و کلی طریقے سے کتاب ''اکبر نامہ'' میں درج فرما دی ہے ، لیکن چونکہ یہ بندہ درگاہ نظام الدین احمد متصدی اُن تمام بادشاہوں کے حالات کو جنھوں نے ممالک ہندوستان میں حکومت و سلطنت کی ہے ، اس کتاب میں جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ، لہذا اس کو حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) کے واقعات بطور اختصار تحریر کرنا لازمی ہیں ۔ (اور وہ) اس بحر ناپیدا کنار (حالات دولت اکبری) سے ایک قطرہ (مجمل حالات) لے کر اپنی تشنگی کو تسکین دیتا ہے ۔ اگرچہ مناسب یہ تھا کہ حضرت بادشاہ (اکبر) کا ذکر خیر مقدم ہونے کے لحاظ سے اس کتاب کا دیباچہ ہوتا ، لیکن [۱۲۶] چونکہ اس کتاب میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا ہے ، لہذا حضرت دہلی کے بادشاہوں کے آخر میں کہ جو ہندوستان کا مرکز ہے ، حضرت (اکبر بادشاہ) کے حالات لکھے جاتے ہیں ۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ہمایوں بادشاہ کے واقعات میں یہ ذکر ہو رہا تھا کہ شہزادہ عالی مقدار یعنی حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر) کو دہلی سے رکن السلطنۃ بیرام خاں کے ہمراہ کوہ سوالک میں سکندر خاں کے دفع کرنے کے لیے روانہ کر دیا تھا اور جب حضرت (اکبر) پرگنہ کلانور کے نواح میں ، جو لاہور کے مضافات میں ہے پہنچا ، تو اس کے بعد ہی ہمایوں بادشاہ کے انتقال کی خبر وحشت اثر پہنچی ۔ حضرت (اکبر) کو اس خوفناک خبر اور عجیب واقعہ کے سننے سے سخت رنج و ملال ہوا ۔ بیرام خاں سپہ سالار نے لشکر کے امراء و اعیان کے مشورے سے جمعہ کے دن دوپہر کے وقت دوسری ماہ ربیع الآخر ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء[1] جوزا (ستارے) کو دیکھ کر قصبہ کلانور کے قریب (اکبر) کو تخت پر بٹھایا ، تمام دنیا اور دنیا والوں کو عدل و احسان کی خوش خبری سنائی ، جلوس کی تہنیت کے لوازم پورے کیے اور امن و امان کے فرمان اطراف ہند میں جاری ہوئے ۔

۱- سوم ربیع الآخر ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء (اکبر نامہ) ، جلد دوم ، ص ۴ ۔

نظم

برآمد چو خورشید بالائے تخت
فلک در غلامی کمر بست سخت
بہانا کہ بود آفتاب بلند
ہمہ عالم از نور او بہرہ مند
بزرگان ہمہ تہنیت ساختند
بآن سر بزرگی برافراختند
نثاریکہ باشد سزاوار تخت
فشاندند بر شاہ فیروز بخت

پہلے سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

پوشیدہ نہ رہے کہ سال الٰہی سے مراد سال شمسی اور حقیقی ہے ۔ اس کی ابتدا نوروز کے دن سے مقرر ہوئی ۔ اس مبارک سال کا آغاز روز دو شنبہ ستائیسویں ربیع الثانی ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء کو ہوا[۱] - [۱۲۷] ان تمام واقعات میں جو ابتدائی زمانۂ جلوس میں (وقوع پذیر) ہوئے ، ان میں ابوالمعالی کی سرکشی کا واقعہ بھی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ شاہ ابوالمعالی نامی جوان سید زادہ کہ ترمذ کے سادات سے تھا ، حسن و جمال اور فہم و ادراک کی صفات سے متصف تھا ۔ ہمایوں بادشاہ اس کی طرف خاص توجہ رکھتا تھا ۔ تکبر و غرور کی بنا پر اس نے بغاوت کا ارادہ کیا اور سرکشی کے آثار اس سے ظاہر ہوئے ۔ خانخاناں (بیرام خاں) نے شاہ ابوالمعالی کی بیخ کنی ضروری سمجھی اور اس کو قید کر لیا اور قتل کرنا چاہا ۔ اکبر بادشاہ کی فطرت میں شفقت و محبت ہے ، چنانچہ وہ جلوس کے آغاز میں صدورِ خطا سے پہلے سید زادہ ((ابوالمعالی) کے قتل پر راضی نہ ہوا اور اس کو پہلوان گل گز کوتوال کے حوالے کر کے لاہور بھیج دیا ۔ شاہ ابوالمعالی قید سے فرار ہو گیا ۔ پہلوان نے اس تقصیر کی شرمندگی سے خودکشی کر لی ۔

۱- سالِ الٰہی کی تقویم کا موسس عضد الدولہ حکیم فتح اللہ شیرازی ہے (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۸ تا ۱۱) ۔ اکبر نامہ (جلد دوم ، ص ۱۴) میں سال اول کا آغاز ۲۸ ربیع الثانی لکھا ہے ۔

چونکہ سکندر خان افغان کے دفع کرنے کا معاملہ چل رہا تھا ، لہذا اکبر بادشاہ کے لوگ اس (ابوالمعالی) کے گرفتار کرنے کی طرف متوجہ نہ ہونے اور تجربہ کار سپاہیوں کی ایک جماعت پہلے سے سکندر کے دفعیہ کے لیے بھیج دی ۔ ایک بڑی فوج کوہستان سوالک کے قریب افغانوں تک پہنچ گئی ۔ جنگ کے بعد فتح نصیب ہوئی ۔ لوگوں پر شاہانہ نوازشیں ہوئیں ۔ سکندر نے پہاڑ کی تنگ گھاٹی اور جنگل میں پناہ لی ۔ بادشاہ نے تین مہینے اسی نواح میں شکار میں گزارے اور اس (سکندر) کے استیصال کی پوری کوشش کی ۔ نگر کوٹ کے راجا رام چند ، جو کوہ سوالک کے راجاؤں میں مشہور تھا ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ بارش کی کثرت کی وجہ سے وہاں سے چلا آیا اور اس نے پانچ مہینے جالندھر کے نواح میں گزارے ۔

اسی ہفتے میں کہ جب ہمایوں بادشاہ کا انتقال ہوا ، نامور امراء ساتھ تھے ۔ ان میں تردی بیگ نہایت ممتاز تھا ، اس کو دہلی میں متعین کیا ۔ اس نے وہاں اکبر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا ۔ دہلی ، میوات اور دوسرے پرگنات کی مہمیں جو اس کے قبضے میں تھے ، سلطان علی [۱۲۸] وزیر و میر منشی ، جو میر مال بھی تھا ، کے مشورے سے اپنے ہاتھ میں لے لیں ۔ مرزا کامران کے بیٹے مرزا ابوالقاسم کو بھی ، ہمایوں بادشاہ کے کارخانوں کے ساز و سامان اور کارآمد ہاتھیوں کے ساتھ اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ اس وقت جب کہ ہمایوں بادشاہ ہندوستان کی طرف متوجہ تھا ، تو اس نے کابل اور غزنیں کی حکومت منعم خاں کو دی کہ جو بڑے امراء میں سے تھا اور اسے شہزادہ مرزا محمد حکیم کا اتالیق مقرر کیا اور تمام مستورات و بیگمات کو وہاں چھوڑا ، شہر قندھار مع تمام مضافات کے بیرام خاں کی جاگیر میں تھا اور ولایت بدخشاں کی حکومت ہمایوں بادشاہ نے مرزا سلیمان بن خان مرزا بن سلطان محمود مرزا بن سلطان ابو سعید گورگاں کے سپرد کی ۔

ہمایوں بادشاہ کے انتقال کی خبر مرزا سلیمان کو ملی ، مرزا سلیمان ناتجربہ کار تھا ، وہ اپنے لڑکے مرزا ابراہیم کے مشورے سے کابل کی طرف متوجہ ہوا ۔ منعم خاں قلعہ بند ہو گیا اور اس نے اس واقعہ کی مکمل کیفیت اکبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کی ۔ منعم خاں کی عرضداشت

پہنچنے سے پہلے اکبر بادشاہ محمد قلی خان برلاس ، شمس الدین محمد خان
اتکہ جان ، خضر خان ہزارہ ، خواجہ جلال الدین محمود اور معتبر امراء
کی ایک جماعت کو شاہی بیگمات کے لانے کے لیے کابل پر متعین کر چکا
تھا ، محاصرہ کابل کی خبر پہنچنے کے بعد (شاہی) فرمان صادر ہوا کہ
امرائے مذکور پہنچنے میں عجلت کریں اور کابل کو واگزاشت کرائیں ۔

جب امراء نے دریائے سندھ کو عبور کیا ، تو مرزا سلیمان نے دیکھا
کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ۔ اس نے قاضی خان بدخشی کو کہ
فاضل روزگار اور اس کے معتبر امرا میں سے تھا ، بیچ میں ڈالا اور منعم
خان کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر وہ میرا نام خطبے میں داخل کر لے ،
تو میں واپس ہو جاؤں گا ۔ منعم خان نے محاصرہ طویل ہو جانے کی وجہ
سے (یہ شرط) قبول کر لی کہ [۱۲۹] اگر اکبر بادشاہ کے القاب گرامی
کے ذیل میں ایک بار مرزا سلیمان کا نام بھی لے لیا جائے تو کچھ حرج
نہیں ہے ۔ جب یہ خبر (خطبہ میں نام کی شمولیت) مرزا سلیمان کو پہنچی ،
تو وہ اسی وقت کوچ کر کے بدخشاں کی طرف چلا گیا ۔

ابتدائی زمانۂ جلوس میں علی قلی خان کو خان زماں کا خطاب ملا
اور وہ شادی خان افغان کے دفعیہ کے لیے سنبھل کی طرف متوجہ ہوا ۔
(شادی خان) سلطان محمد عدلی کے بڑے امراء میں سے تھا ۔ جب وہ اس
کے دفع کرنے کے ارادے سے دریائے رہب کے کنارے پہنچا ، تو اس نے
اپنے آدمیوں میں سے بعض کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ پہلے سے روانہ
کر دیا تاکہ دریا کو عبور کر کے دشمنوں سے باخبر رہیں ۔ ان لوگوں
نے بے احتیاطی اور بے پروائی سے دریا کو عبور کیا ۔ شادی خان نے موقع
کو غنیمت جانا ، ایک دم ان کے سر پر پہنچ گیا اور جنگ کی ۔ خان زماں
کے اکثر آدمی اس جنگ میں مارے گئے اور بہت سے دریا میں غرق
ہو گئے ۔

جب یہ خبر خان زماں کو ملی ، تو وہ امراء ، مثلاً مہدی قاسم
خان ، بابا سعید قبچاق اور محمد امین دیوانہ سے جو اس کے ساتھ تھے چاہتا
تھا کہ (وہ امراء) دریا عبور کر کے دشمنوں کو ان کے کردار کی سزا
دیں ۔ اسی دوران میں تردی بیگ اور دوسرے امراء کے جو دہلی میں
تھے ، خطوط پہنچے کہ محمد خان عدلی کا وکیل ہیموں ایک بڑے لشکر

اور بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو کر دہلی کے نزدیک پہنچ گیا ہے ۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ بہت جلد یہاں پہنچو ۔ خان زماں اور تمام نیک اندیش اور بہی خواہ امراء فوراً دہلی کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ ابھی خان زماں دہلی نہیں پہنچا تھا کہ تردی بیگ خاں کو شکست ہو گئی ۔ چونکہ ہیموں کا حال ، سلطان محمد عدلی کے واقعات کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے ، اس لیے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

القصہ جب ہیموں آگرہ کے قریب پہنچا ، تو سکندر خاں اوزبک جو وہاں کا حاکم تھا ، مجبوراً آگرہ چھوڑ کر تردی بیگ سے جا ملا ۔ عبداللہ خاں اوزبک ، لعل سلطان بدخشی ، علی قلی اندلابی ، میرک خاں [۱۲۰] کولابی ، حیدر محمد آختہ بیگی اور مرزا قلی بیگ جولی سب دہلی میں تردی بیگ خاں کے پاس جمع ہوئے اور مولانا پیر محمد شروانی ، جو بیرام خاں کے پاس سے پیغام لے کر تردی بیگ خاں کے پاس آیا تھا ، لشکر کے ہمراہ ہو گیا ۔

جب ہیموں دہلی کے نواح میں پہنچا ، تو بڑے بڑے امراء شہر سے باہر نکلے ۔ میدان جنگ میں صف بندی ہوئی ۔ اس طرف سے دشمن (ہیموں) آیا ۔ دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا ۔ سکندر خاں ، عبداللہ خاں اوزبک اور لعل سلطان بدخشی نے ، جو فوج کے دائیں حصے میں تھے ، پے در پے حملوں سے دشمن کے لشکر کو زیر و زبر کر دیا ۔ ہیموں نے جب اپنی فوج کو پریشان دیکھا ، تو اس نے اس جماعت کے ساتھ ، مست ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر حملہ کر دیا ۔ تردی بیگ خاں حملے کی تاب نہ لا سکا ، اس نے جنگ میں پیٹھ دکھائی ۔ ہیموں نے یہ خیال کر کے کہ تردی بیگ مکر و فریب سے کام لے رہا ہے ، اس کا تعاقب نہ کیا ، وہ جماعت کہ جس نے ہیموں کے لشکر کو درہم برہم کیا تھا ، بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئی ۔ جب انھوں نے سنا کہ تردی بیگ خاں اپنی پیشانی پر ذلت کا ٹیکہ لگا کر بھاگ گیا ہے ، تو انھوں نے بھی راہ فرار اختیار کی اور ہیموں نے دہلی پر قبضہ کر لیا ۔ تردی بیگ خاں اور دوسرے امراء نے بادشاہ کی طرف رخ کیا ۔ خان زماں یہ خبر سن کر راستے سے لوٹا اور شہر سرہند میں ان سے جا ملا ۔

اس وقت اکبر بادشاہ قصبہ جالندھر میں سکندر کے فتنہ و فساد کو دفع کرنے میں مشغول تھا کہ اس کو امراء کی شکست کی خبر پہنچی - (اکبر نے) خواجہ خضر خاں کو، جو سلاطین مغول کی نسل سے تھا اور اکبر بادشاہ کی پھوپھی گلبدن بیگم سے عقد کر لینے کی وجہ سے نہایت ممتاز تھا - سکندر کے مقابلے میں چھوڑا اور خود دہلی کی طرف متوجہ ہوا - جب اس نے سرہند کے علاقے میں قیام کیا [۱۳۰] اور شکست خوردہ امراء بھی اس کے پاس پہنچ گئے، تو خانخاناں (بیرام خاں) نے کہ ملکی نظم و تربیت اس کی صوابدید پر موقوف تھی، تردی بیگ کے قتل میں مصلحت سمجھی اور اس نے اس (تردی بیگ) کو اپنی قیام گاہ پر بلا کر قتل کر دیا -

بیت

کسے را کہ دیدی تو در جنگ پشت
بکش چوں عدو در مصافش بکشت

خواجہ سلطان علی اور میر منشی پر بھی بھاگنے کی تہمت تھی اور وہ بھی بھاگنے والوں کی فہرست میں تھے - ان کو تردی بیگ کے داماد خنجر بیگ کے ساتھ قید کر دیا - جب شاہی لشکر ''سرائے'' کے حدود میں پہنچ کر مقیم ہوا، تو علی قلی خاں، سکندر خاں، عبداللہ خاں اوزبک، علی قلی خاں الدلابی، لعل سلطان بدخشی، حیدر محمد آختہ بیگی، مرزا قلی جولی، محمد خاں جلائر اور مجنوں خاں قاقشال جو خانخاناں (بیرام خاں) کے نوکر تھے اور حسین قلی بیگ، محمد صادق پروانچی، شاہ قلی محرم، میر محمد قاسم نیشا پوری، سید محمد بارہہ اور اوزان بہادر کو حکم ہوا کہ وہ پہلے سے بطور ہراول روانہ ہوں اور خود (بیرام خاں) ان کے بعد کوچ کر کے (ادھر) متوجہ ہوا - ہیموں نے جو دہلی میں گھمنڈ کے ڈھول پیٹ رہا تھا اور خود کو راجا بکرماجیت کہلوا رہا تھا، ایک بڑا لشکر ایک ہزار پانچ سو ہاتھیوں کے ساتھ ترتیب دیا اور مقابلے کے لیے نکلا - چونکہ اس نے توپ خانے کو اپنے سے پہلے بھیج دیا تھا، لہذا شاہی لشکر نے سبقت کر کے اس کے توپ خانے پر، جو قصبہ پانی پت میں پہنچا ہوا تھا، تلوار کے زور سے قبضہ کر لیا -

بیت

چو سگ در بیشہ شیران کند راہ
کند بر خود اجل را راہ کوتاہ

ماہ محرم ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء جمعہ کے دن صبح کے وقت لشکر کے قراولوں نے خبر دی کہ دشمن آ رہا ہے ۔ ذی اقتدار امراء صفوں کی درستی میں مصروف ہوئے اور دشمن کے دفعیہ کا ارادہ کیا ۔ حسین قلی بیگ ، محمد صادق پروانچی ، شاہ قلی محرم ، میر محمد قاسم نیشا پوری [۱۳۲] لعل سلطان بدخشی اور دوسرے مشہور جوانوں نے اپنے دلیرانہ حملوں سے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا ۔ ہیموں نے ان ہاتھیوں سے ، جو اُس کے پاس تھے ، شاہی فوج پر حملہ کر دیا اور اس کے متواتر حملوں سے آخرکار شاہی فوج کے بائیں حصے میں بدنظمی اور تزلزل پیدا ہو گیا ۔ تیر انداز جوانوں کی کوشش اور تلوار اور تیروں کے حملوں سے شاہی لشکر میں استقلال کے آثار پھر نمایاں ہونے لگے ۔

ہیموں نے شاہی فوج کے درمیانی حصے کی طرف کہ جو خان زماں کی مردانگی و جرأت کی وجہ سے مستحکم تھا ، رخ کیا اور اپنے تمام ہاتھیوں کو اُدھر دوڑا دیا ۔ شاہی لشکر نے اس پر تیروں کی بارش کر دی ۔ اتفاقاً ایک تیر ہیموں کی آنکھ میں لگا اور اس کے سر کے پیچھے سے نکل گیا ۔ ان لوگوں نے ، جو اس کے قریب لڑ رہے تھے ، اس کو اس حال میں دیکھا ، تو کوشش سے ہاتھ کھینچ لیا اور بھاگ کھڑے ہوئے ۔ جنگ جو بہادروں نے اُس تباہ شدہ گروہ کا تعاقب کیا اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا ۔

وہ ہاتھی ، جس پر ہیموں سوار تھا ، اس کا فیل بان مارا جا چکا تھا اور ہیموں ہاتھی کے ہودے میں زخمی پڑا ہوا تھا ۔ (ہاتھی) جنگل میں مارا مارا پھر رہا تھا ۔ اتفاق سے شاہ قلی محرم اُس ہاتھی کے قریب پہنچا اور اپنے فیل بان کو اس ہاتھی پر سوار کیا ۔ فیل بان نے دیکھا کہ ایک زخمی آدمی ہاتھی کے ہودے میں پڑا ہے ۔ فیل بان نے شاہ قلی کے ہر قسم کے مالِ غنیمت سے اس کو غنیمت جانا اور اس ہاتھی کو دوسرے چند ہاتھیوں کے ہمراہ کہ جنھیں میدان جنگ سے لایا تھا ، بادشاہ (اکبر)

کے حضور میں لے آیا ۔ خانخاناں بیرام خاں نے اپنے ہاتھ سے خود ہیموں کو قتل کیا سکندر اوزبک نے حسب الحکم فرار شدہ لوگوں کا تعاقب کیا اور دہلی تک جا کر بہت سے دشمنوں کو قتل کیا ۔

دوسرے روز شاہی لشکر نے پانی پت سے روانگی کر دی اور دہلی تک کسی جگہ قیام نہیں کیا ۔ تمام خاص و عام اور اکابر و رؤساء نے استقبال کیا ۔ صدقات و خیرات کے مراسم پورے کیے گئے ۔ ایک مہینے تک وہاں قیام کیا ۔ اسی دوران میں [۱۳۳] بادشاہ (اکبر) کو معلوم ہوا کہ ہیموں کی تمام اولاد اور متعلقین و متبعین خزانوں اور دفینوں کے ساتھ میوات میں جمع ہیں ۔ شاہی فرمان کے حسب الحکم مولانا پیر محمد شروانی میوات گئے اور ان لوگوں کو گرفتار کر لیا ۔ تمام نفیس مال غنیمت بحق سرکار خاصہ ضبط ہوا اور (مولانا پیر محمد شروانی) بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہوئے ۔

دوسرے سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن نویں جمادی[1] الاولیٰ ۹۶۴ھ/۱۵۵۷ء کو ہوئی ۔ جب یہ خبر پہنچی کہ خواجہ خضر خاں ، سکندر افغان سے شکست کھا کر لاہور آ گیا ہے ، تو اکبر بادشاہ اس کے تدارک کے لیے لاہور روانہ ہوا ۔ جب وہ جالندھر پہنچا ، تو سکندر سوالک کے پہاڑوں میں چلا گیا ۔ شاہی لشکر اس کے تعاقب میں دیسویہ تک گیا اور وہاں سے دمہری آیا ۔ جب اس کی تحقیق ہو گئی کہ سکندر فرار ہو گیا اور اس نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا ہے ، تو مجبوراً امراء کی ایک جماعت اس کے تعاقب کے لیے متعین ہوئی اور بادشاہ خود اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

جب امراء یلغار کرتے ہوئے سکندر کی فوج کے پاس پہنچے ، تو سکندر قلعہ مانکوٹ میں قلعہ بند ہو گیا اور شاہی لشکر قلعہ کے قریب پہنچ گیا ۔ اس قلعہ کو مرکز بنا کر درمیان میں لے لیا اور لوگ قلعہ گیری کے لوازم میں مشغول ہو گئے ۔

۱۔ اکبر نامہ (جلد دوم ، ص ۳۸) میں دوسرے سال الٰہی کے آغاز کی تاریخ ۲۷ ربیع الثانی تحریر ہے ۔

اسی دوران میں خبر ملی کہ اکبر بادشاہ کی والدہ مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) دوسری بیگمات کے ہمراہ کابل سے ہندوستان تشریف لے آئیں ۔ اس خبر سے اکبر بادشاہ کو مسرت حاصل ہوئی ۔ محمد قلی برلاس ، شمس الدین محمد اتکہ اور تمام مشہور امراء جو مرزا سلیمان کے فساد کو دفع کرنے کے لیے منعم خاں کی امداد کو کابل گئے ہوئے تھے ، حضرت بلقیس زمان [۱۳۸] (حمیدہ بانو بیگم) کے ہمراہ ہندوستان واپس آ گئے ۔ جب حمیدہ بانو بیگم (والدہ اکبر بادشاہ) شاہی لشکر سے ایک منزل کے فاصلے پر پہنچ گئیں ، تو اکبر بادشاہ نے خانخاناں (بیرام خاں) کو لشکر میں چھوڑا اور خود ان کے استقبال کے لیے گیا اور بیگمات کو (اکبر بادشاہ نے) اپنی ملاقات سے مسرور کیا ۔

القصہ جب محاصرے کی مدت طویل ہو گئی ، تو سکندر عجز و انکسار کے ساتھ پیش آیا اور عرض کیا کہ کسی شاہی معتمد کو قلعہ کے اندر بھیج دیجیے تا کہ اس سے اظہار مدعا کر دیا جائے ۔ اکبر بادشاہ نے اس خدمت پر اتکہ خاں کو بھیجا ۔ جب اتکہ خاں قلعہ میں داخل ہوا ، تو سکندر نہایت عاجزی سے پیش آیا اور کہا کہ چونکہ میں نے بہت گستاخی کی ہے ، لہذا میں اس قابل نہیں ہوں کہ منہ دکھا سکوں ۔ اگر حسب الحکم اس شرط کے ساتھ کہ کسی وقت بھی اطاعت سے باہر نہیں ہوں گا کچھ عرصے کے لیے بنگالہ چلا جاؤں اور اپنے لڑکے کو خدمت کے لیے روانہ کر دوں ، تو عین نوازش ہوگی ۔ اتکہ خاں نے آ کر میر محمد خاں کے مشورے سے اس کی معروضات خانخاناں (بیرام خاں) کے خاطر نشیں کر دیں اور اس نے یہ معروضات بادشاہ کے حضور میں اس طرح پیش کیں کہ بادشاہ نے انھیں قبول کر لیا ۔ سکندر نے اپنے لڑکے عبدالرحمن کو غازی خاں سور کے ہمراہ چند ہاتھی اور کچھ دوسرے تحائف دے کر اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور ستائیس رمضان المبارک ۹۶۴ھ/ ۱۵۵۷ء کو بادشاہ کے آدمیوں کو قلعہ سپرد کر کے خود باہر نکل آیا ۔ شاہی لشکر نے اسی سال ۹۶۴ھ/۱۵۵۷ء ماہ شوال کی دوسری تاریخ کو وہاں سے لاہور کی طرف روانگی کر دی ۔

شاہی لشکر کے قلعہ خاں کوٹ پہنچنے سے پہلے اکبر بادشاہ نے تفریح طبع کے لیے دو ہاتھیوں کو لڑایا کہ جن میں سے ایک کا نام

فتوحا اور دوسرے کا نام بخشا تھا ۔ اتفاق سے یہ دونوں ہاتھی [۱۳۵] لڑتے ہوئے اس خیمے کے نزدیک پہنچ گئے کہ جس میں خانخاناں (بیرام خاں) تھا ۔

اتفاق سے خانخاناں (بیرام خاں) ان دنوں چند پھوڑوں کی وجہ سے کہ جو اس کے بدن کے زیریں حصے میں نکل آئے تھے ، گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا ۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید یہ حرکت (ہاتھیوں کا خیمے کے قریب آنا) بادشاہ (اکبر) کے اشارے سے ہوئی ہوگی ۔ ان لوگوں نے بھی جو اُس (خانخاناں) کے گرد و پیش تھے اس وسوسے کو تقویت دی ۔ خانخاناں (بیرام خاں) نے کسی کو بھیجا اور ماہم انگہ کو پیغام دیا کہ فتنہ پردازوں نے میری کون سی خطا دیکھی ہے جو اکبر بادشاہ سے اس قسم کی بے التفاتی ظہور میں آئی ۔

اس کے بعد بادشاہی لشکر لاہور پہنچا ۔ خانخاناں نے پھر اس بات کو دہرایا اور شمس الدین محمد اتکہ کو بلا کر اس کا اظہار کیا کہ اکبر بادشاہ سے جو بے مہری ظاہر ہوئی ہے ، وہ تمھاری خباثت کا نتیجہ ہے ۔ اتکہ خاں یہ کلمات سن کر پریشان ہو گیا ۔ اس نے اپنے سب بیٹوں کو ہمراہ لیا اور خانخاناں (بیرام خاں) کے گھر آیا اور قرآن کریم کی قسم کھا کر خانخاناں کے شبہ کو اس کے دل سے دور کیا ۔

چار ماہ اور چودہ روز کے بعد لشکر لاہور سے روانہ ہوا ۔ جب جالندھر کے باہر قیام کیا ، تو خانخاناں (بیرام خاں) کا عقد سلیمہ سلطان بیگم دختر مرزا نور الدین محمد کے ساتھ بادشاہ (اکبر) کے حکم کے مطابق ہوا ۔ مرزا نور الدین محمد ، ہمایوں بادشاہ کا بھانجا تھا ۔ ہمایوں بادشاہ نے اپنی بادشاہی کے زمانے میں اس (سلیمہ سلطان بیگم) کو خانخاناں (بیرام خاں) سے منسوب کر دیا تھا ۔ خانخاناں نے شاہانہ جشن ترتیب دے کر اکبر بادشاہ سے شرکت کی درخواست کی ۔ اکبر بادشاہ نے اپنی شرکت سے اس جشن کو رشک جنت بنا دیا ۔ خانخاناں (بیرام خاں) نے بخشش ، انعامات اور خیرات سے لوگوں کو مالا مال کر دیا اور تیسرے سال الٰہی کے شروع میں دہلی کی طرف روانگی ہوئی ۔

تیسرے سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

[۱۳۶] اس سال کی ابتدا بیسویں جمادی الاولیٰ ۹۶۵ھ/۱۵۵۸ء بدھ کے روز سے ہوئی ۔ پچیس جمادی الثانی ۹۶۵ھ/۱۵۵۸ء کو اکبر بادشاہ دہلی پہنچا اور رعایا پروری و لشکر نوازی میں مشغول ہوا ۔ عدل و مرحمت کا دور دورہ ہوا ۔ ان دنوں خانخاناں (بیرام خاں) اعیان مملکت اور ارکان دولت کے ساتھ ہفتے میں دو مرتبہ دیوان خانۂ عالی میں آتا تھا اور شاہی حکم کے مطابق مہمات میں مشغول ہوتا تھا ۔ اس زمانے کے واقعات میں سے خان زماں کی عاشقی کا قصہ بھی ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے ۔

ایک ساربان کا لڑکا جس کا نام شاہم بیگ تھا ، حسین و جمیل ہونے کے ساتھ شانِ دلبری بھی رکھتا تھا اور ہمایوں بادشاہ کے قورچیوں (سلاحداروں) میں ملازم تھا ۔ جب ہمایوں بادشاہ فوت ہو گیا ، تو شاہم بیگ اکبر بادشاہ کے قورچیوں (سلاحداروں) میں داخل ہو گیا ۔ چونکہ اُس پر خان زماں کی نظر تھی ۔ لہذا اس نے لوگوں کو اس کے پاس خفیہ طور پر بھیج کر اپنے عشق کا اظہار کیا اور بلایا ۔ وہ درگاہِ عالی سے فرار ہو کر خان زماں کے پاس چلا آیا ۔ خان زماں بہت وسیع المشرب تھا وہ کبھی کبھی اُس جوان کے سامنے کھڑا ہوتا اور ''بادشاہم ، بادشاہم'' (میرے بادشاہ، میرے بادشاہ) ، کہا کرتا اور تسلیم کرتا اور ماوراء النہر کی خبیث حرکت کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرتا ۔

جب ان عیش و عشرت کی حرکتوں[۱] کی کیفیت اکبر بادشاہ کو معلوم ہوئی ، تو خان زماں کے نام فرمان صادر ہوا کہ شاہم کو بادشاہ کی درگاہ میں بھیج دو ۔ اگر اس کے بھیجنے میں تم نے تاخیر کی ، تو تنبیہہ کے مستحق قرار پاؤ گے ۔ دوسرے فرامین ان امراء کے نام جاری ہوئے جن کی جاگیریں خان زماں کی جاگیر کے قریب تھیں (فرمان تھا) کہ اگر خان زماں اُس (شاہم) کے بھیجنے میں تاخیر کرے ، تو اس کے سر پر پہنچ کر اس کو نافرمانی [۱۳۷] کا مزہ چکھائیں ۔

۱۔ ملاحظہ ہو ، بدایونی ، ص ۲۱۴ ۔

جب خاں زماں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی ، تو اس نے اپنی غفلت کو دور کرکے قہر بادشاہی کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور اپنے معتمد ملازم برج علی کو بارگاہ شاہی میں بھیجا کہ شاید کام بن جائے ۔ برج علی پہلے پیر محمد خاں کے پاس گیا اور خان زماں کا پیغام پہنچایا ۔ اس کی بعض باتوں سے پیر محمد خاں کو غصہ آ گیا اور کہا کہ اس کو شکنجے میں بقریب مرگ کسا جائے اور اس کو قلعہ کے برج سے نیچے پھنکوا کر مروا ڈالا ۔ قہقہہ لگاتے ہوئے (پیر محمد خاں نے) کہا کہ یہ شخص اپنے نام کا مظہر ہوا ۔

خاں زماں نے یہ واقعہ سن کر شاہم بیگ کی مفارقت کو گوارا کر لیا اور اس کو بلا کر کہا کہ اب اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے سے کچھ عرصے کے لیے علیحدہ ہو جائیں ۔ جب بادشاہ میری خطاؤں کو معاف کر دے گا ، تو تیری خطاؤں کی معافی کے لیے درخواست کی جائے گی اور شاہم بیگ کو رخصت کر دیا ۔

جس زمانے میں شاہم بیگ اس کے پاس تھا ، خاں زماں نے ایک طوائف آرام جان سے نکاح کر لیا تھا ۔ اتفاق سے شاہم بیگ کو اس طوائف سے دل بستگی ہو گئی ۔ جب خاں زماں کو یہ بات معلوم ہوئی ، تو اس نے وہ طوائف شاہم بیگ کو دے دی ۔ شاہم بیگ نے اس عورت کو کچھ عرصے اپنے پاس رکھا اور پھر اس نے آرام جان عبدالرحمن بیگ پسر موئد بیگ کو اُن خصوصی تعلقات کی وجہ سے کہ جو دونوں میں تھے ، دے دی ۔

اس زمانے میں جبکہ شاہم بیگ خاں زماں سے علیحدہ ہو کر آوارہ پھر رہا تھا ، اتفاق سے سرور پور کے نواح میں کہ وہ عبدالرحمن کی جاگیر تھی ، پہنچا ۔ پرانے تعلقات کی بنا پر کہ جو دونوں میں تھے ، وہ اس کے مکان پر گیا ۔ وہاں رہنے کی وجہ سے شاہم بیگ کی محبت آرام جان سے تازہ ہو گئی ۔ اس نے عبدالرحمن بیگ سے استدعا کی کہ آرام جان کو واپس کر دے ۔ عبدالرحمن کو غیرت آئی کہ اپنی منکوحہ کو اس کے سپرد کر دے ۔ شاہم بیگ اپنی طبیعت میں نہایت تحکم رکھتا تھا ۔ اس نے (اپنے آدمیوں کو) حکم دیا کہ عبدالرحمن کو باندھ لیں اور آرام جان کو پکڑ

کر لے آئیں [۱۳۷] جب یہ خبر موئد بیگ کو ملی تو اس نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور شاہم بیگ کے سر پر آ گیا ۔ شاہم بیگ کے آدمی مدافعت کے لیے تیار ہو گئے ۔ لڑائی ہوئی اور اتفاق سے شاہم بیگ کے ایک تیر ایسا لگا کہ وہ اسی میں ختم ہو گیا ۔ عبدالرحمن بیگ نے رہائی پا کر شاہی دربار میں پناہ لی ۔ جب یہ خبر خان زماں کو ملی ، تو اس نے ماتمی لباس پہنا اور عبدالرحمن بیگ کے تعاقب میں یلغار کرتا ہوا چلا ۔ جب وہ دریائے گنگا کے کنارے پہنچا ، تو معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بیگ یہاں سے ایک روز پہلے دریا پار کر گیا ، پھر وہ روتا ہوا لوٹ آیا ۔

اسی سال مصاحب بیگ پسر خواجہ کلاں بیگ کو ، جو بابر اور ہمایوں کے بڑے امراء میں سے تھا اور ذاتی طور سے بڑا شریر اور نفاق و بداندیشی میں بے لگام تھا ، خانخاناں بیرام خاں کے حکم سے قتل کر دیا گیا ۔

اس سال کے دوسرے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز اکبر بادشاہ ہاتھی پر سوار تھا ۔ اس نے اس ہاتھی کو دوسرے ہاتھی پر دوڑایا ۔ راستے میں ایک گڑھا سامنے آ گیا ۔ ہاتھی کا پیر اس میں جا پڑا، اکبر بادشاہ ہاتھی کی گردن سے جدا ہو گیا اور اس کا پیر اُس رسی میں پھنس گیا جو ہاتھی کی گردن میں بندھی تھی اور دوسرا آدمی جو اس ہاتھی پر اس کی ردیف تھا یعنی پیچھے بیٹھا تھا ، زمین پر گر گیا ۔ اکبر بادشاہ نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور وہ لٹکا رہا ، یہاں تک کہ لوگ پہنچ گئے ۔ اکبر کے پاؤں کو رسی سے نکالا ۔ اس ہاتھی نے بھی اپنی طاقت سے خود کو گڑھے سے نکالا ۔ اس کے بعد (اکبر بادشاہ) اسی ہاتھی پر سوار ہو کر دارالخلافہ کو روانہ ہوا ۔ چھ مہینے کے بعد کشتی پر سوار ہو کر بادشاہ آگرہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ سترہویں محرم ۹۶۶ھ/ ۱۵۵۸ء موافق سال سوم الٰہی بادشاہ نے آگرہ کو اپنی تشریف آوری سے رشک عالم بنا دیا ۔

[۱۳۹] اس سال کے تمام واقعات میں سے ایک واقعہ مولانا پیر محمد شروانی کے عروج و زوال کا ہے اور وہ یہ ہے کہ پیر محمد خاں ، خانخاناں (بیرام خاں) کا وکیل مطلق تھا ۔ تمام ملکی امور میں اسی کی طرف رجوع

کیا جاتا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ارکان دولت اور اعیان شاہی کی جائے پناہ بن گیا ۔ اکابر و اشراف ، جو اس کے گھر جاتے تھے تو ملاقات کا بہت کم موقع پاتے تھے ۔ اسی زمانے میں وہ (مولانا پیر محمد خاں) علیل ہو گیا اور کچھ عرصے تک گھر سے باہر نہ آیا ۔ جب خانخاناں (بیرام خاں) عیادت کے لیے اس کے گھر گیا ۔ تو اس کے دربان غلاموں میں سے ایک نے سامنے آ کر عرض کیا کہ جب تک آپ کی اطلاع ہو ، آپ توقف فرمائیں ۔ خانخاناں (بیرام خاں) اس بات سے ناراض ہو گیا ۔

جب پیر محمد کو یہ خبر ہوئی ، تو گھر کے اندر سے دوڑتا ہوا آیا اور معذرت چاہی ۔ خانخاناں نے کہا کہ تمھارے دربان نے ہمیں اندر نہیں آنے دیا ۔ اس نے عرض کیا کہ معاف فرمائیے اس نے آپ کو پہچانا نہیں ۔ خانخاناں نے کہا کہ تم نے مجھ کو کتنا پہچانا ہے کہ وہ نہیں پہچانتا ۔ اس کے باوجود جب خانخاناں اس کے گھر کے اندر گیا ، تو (اس کے ملازمین نے) خانخاناں کے نوکروں کو اجازت نہ دی کہ وہ اندر جائیں ، مگر طاہر محمد میر فراغت اپنی کوشش سے اندر چلا گیا ۔ خانخاناں کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا آیا اور پیر محمد خان کے معاملے کی تدبیر کرنے لگا[۱] ۔

دو تین روز کے بعد (خانخاناں نے خواجہ امین الدین محمود جو آخر میں خواجہ جہاں ہو گیا تھا ، میر عبداللہ بخشی اور خواجہ محمد حسین بخشی کو اپنے بعض ملازمین کے ساتھ پیر محمد خاں کے پاس بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ تو گھومنے پھرنے والے طالب علموں کی طرح تھا اور فقیروں اور نامرادوں کی طرح قندہار میں آیا ۔ چونکہ میں نے تجھ میں اخلاص محسوس کیا اور بعض کام تو نے میری مرضی کے مطابق بھی کیے ، لہذا میں نے تجھ کو درجۂ خانی و سلطانی پر پہنچا دیا ۔ چونکہ تیرا ظرف اس قابل نہیں ہے کہ عالی مرتبے کا تحمل کر سکے اور یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی فساد برپا نہ ہو جائے ، لہذا اس مصلحت کی بنا پر کچھ عرصے کے

۱- بدایونی ، (ص ۲۱۶) نے لکھا ہے کہ پیر محمد شروانی کی حالت بحیثیت مال و دولت بہت اچھی تھی ۔ اس کے باورچی خانہ میں بیرام خاں نے تین سو پیالے شربت کے اور سات سو چاندی کی رکابیاں دیکھیں تو وہ اس کی فکر میں رہنے لگا ۔

لیے تجھ سے غرور و جاہ کے ساز و سامان چھین رہا ہوں اور جب تک کہ تیرا مزاج اصلی حالت پر لہ آئے مناسب یہ ہے کہ [۱۴۰] علم و نقارہ اور عز و جاہ کا تمام سامان تو واپس کر دے - پیر محمد خاں نے اسی وقت خانی و سلطانی کا اسباب سپرد کر دیا اور ملا پیر محمد جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے -

ع چو مرد آگہ نباشد گم کند راہ

چند روز کے بعد خانخاناں کے حکم سے (لوگ) مولانا (پیر محمد خاں) کو قلعہ بیانہ میں لے گئے اور وہاں سے مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا - وہ گجرات گیا اور وہاں رہنے لگا اور بیرام خاں کے حادثہ (زوال) کے بعد (پیر محمد خاں) واپس آ گیا اور اکبر بادشاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہو گیا -

جب خانخاناں (بیرام خاں) کی وکالت کا عہدہ پیر محمد خاں سے لے لیا گیا ، تو وہ حاجی محمد سیستانی کے سپرد ہوا کہ وہ بھی خانخاناں کے ملازموں میں سے تھا - اسی زمانے میں ممالک (ہند) کی صدارت کا منصب خانخاناں (بیرام خاں) کے مشورے سے شیخ گدائی کے سپرد ہوا - (شیخ گدائی) شیخ جمالی کنبوہ دہلوی کا بیٹا تھا اور خانخاناں (بیرام خاں) سے شیخ گدائی کا تعارف اس وقت ہوا جب وہ گجرات بحیثیت پردیسی گیا ہوا تھا - شیخ گدائی کا اعزاز یہاں تک بڑھا کہ ہندوستان و خراسان کے اکابر سے فوقیت لے گیا -

اسی زمانے میں قدوۃ الاکابر میر عبداللطیف قزوینی اکبر بادشاہ کے معلم (استاد) مقرر ہوئے - چنانچہ بعض اوقات لسان الغیب (خواجہ حافظ) کی غزلیں میر (عبداللطیف قزوینی) کے سامنے اکبر بادشاہ پڑھتا تھا -

قلعہ گوالیار کی فتح کا ذکر

یہ قلعہ رفعت و استحکام میں مشہور ہے اور (گوالیار) بڑے بڑے راجاؤں کا وطن رہا ہے ، سلیم خاں کے بعد ، سلطان محمد عدلی کے حکم سے اس (سلیم خاں) کے غلام سنبل کے قبضے میں رہا - جب آگرہ ، اکبر بادشاہ کا دارالخلافہ بنا ، تو حبیب علی سلطان ، مقصود علی کور اور قیا خاں ،

اس قلعے کی تسخیر کے لیے [۱۴۱] متعین ہوئے ۔ چند روز محاصرہ رہا ۔ جب اہل قلعہ پر زندگی دشوار ہوئی ، تو انھوں نے قلعہ سپرد کر دیا ۔

چوتھے سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا بروز جمعہ دوسری جمادی الاخری ۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء کو ہوئی ۔ اس سال خان زماں کو جونپور فتح کرنے کے لیے جو سالہا سال تک سلاطین مشرقیہ کا دارالحکومت رہ چکا تھا اور اس زمانے میں افغانوں کے قبضے میں تھا ، متعین کیا ۔ وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ اس ولایت میں پہنچا ۔ جنگ ہوئی اور شاہی اقبال سے خوب فتح یابی نصیب ہوئی اور وہ ملک قبضے میں آ گیا ۔

اسی سال حبیب علی خاں کو رنتھنبور پر روانہ کیا ۔ شیر خاں افغان کے غلبہ کے زمانہ میں یہ قلعہ اس کے غلام حاجی خاں کے قبضہ میں تھا ، اس زمانہ میں حاجی خاں نے اس قلعہ کو رائے سرجن کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ (رائے سرجن/ رائے اودے سنگھ کے عزیزوں میں سے تھا اور اس علاقہ میں قوت و جمعیت کی وجہ سے مشہور تھا ۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس نے اس نواح کے اور پرگنات پر بھی قبضہ کر لیا اور پورا غلبہ حاصل کر لیا ۔ حبیب علی خاں اور شاہی ملازمین کی ایک جماعت اس قلعہ کے قریب پہنچ گئی اور انھوں نے ایک مدت تک محاصرہ رکھا ۔ جب محاصرہ کی مدت طویل ہو گئی ، تو اس قلعے کے نواح میں تاخت و تاراج کیا اور امراء اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ۔

شیخ محمد غوث کا ولایت گجرات سے آگرہ آنے کا ذکر

چونکہ شیخ محمد غوث کے حالات اپنے عہد کے مشائخ کے تذکرہ کے ذیل میں ذکر ہوئے ہیں ، لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ القصہ ۹۶۶ھ/ ۵۹ - ۱۵۵۸ء میں شیخ (گوالیاری) اپنے مریدوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ آگرہ آئے اور بادشاہ کی عنایات سے سرفراز ہوئے ۔ چونکہ ان کے [۱۴۲] اور شیخ گدائی کے درمیان کچھ کدورت تھی اور شیخ گدائی خانخاناں (بیرام خاں) کے مزاج میں پورا پورا دخل رکھتا تھا ، لہذا وہ رعایتیں کہ جن کی خانخاناں سے شیخ (گوالیاری) امید رکھتے تھے ، ظہور

میں نہ آئیں ۔ اس سبب سے شیخ (گوالیاری) رنجیدہ[1] ہو کر گوالیار کو جو ان کا مسکن تھا ، چلے گئے ۔ وہ آخر عمر تک مشیخت کے لوازم میں مصروف رہے اور اکبر بادشاہ نے ایک کروڑ کا وظیفہ شیخ (گوالیاری) کے لیے مقرر کر دیا ۔

اسی زمانے میں جب کہ آگرہ میں اکبر بادشاہ کا قیام تھا ، خان‌زماں کے بھائی بہادر خاں نے ولایت مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا ۔ گزشتہ زمانے میں مالوہ خلجیوں کے قبضے میں تھا اور اس زمانے میں باز بہادر خاں بن شجاع خاں افغان اس ملک پر قابض تھا ۔ بہادر خاں قصبہ سیری[2] تک پہنچا تھا کہ بیرام خاں خانخاناں کا زوال شروع ہو گیا ۔ وہ خانخاناں (بیرام خاں) کے حکم سے واپس چلا آیا ۔

پانچویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا تیرھویں جمادی الاخریٰ منگل کے دن ۹۶۷ھ/۱۵۶۰ء کو ہوئی ۔ چونکہ سلطنت کے معاملات کا دارو مدار بیرام خاں کی درست رائے پر تھا ، اس لیے حاسد اور شریر ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیے کہ وہ لوگ خود صاحب اختیار و اعتبار ہو جائیں ۔ چنانچہ موقع مناسب جان کر ، اکبر بادشاہ سے ایسی باتیں عرض کرتے تھے کہ وہ خانخاناں (بیرام خاں) سے بدظن ہو جائے ۔ خاص طور سے ادہم خاں کہ جو ماہم انکہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مخصوصین میں سب سے زیادہ صاحب مرتبہ تھا ، اپنی والدہ سے مل کر ہمیشہ (خانخاناں سے) حسد کرتا تھا ۔ چونکہ خانخاناں کا کمال اخلاص اور صفائی عقیدت بادشاہ کے ضمیر انور پر ظاہر تھی ، لہذا اگر کبھی کوئی بات وہ خانخاناں کے متعلق کہتا بھی تھا ، تو بادشاہ یقین نہیں کرتا تھا :

[۱۰۳] ع   دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

۱- بدایونی ، (ص ۲۱۹) نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں خانخاناں کا شیخ گدائی سے زیادہ ربط تھا ، اس لیے وہ بھی شیخ محمد غوث گوالیاری سے صحیح طریقہ سے نہ ملا ، بلکہ ان کا ایک رسالہ مجلس میں پڑھ پڑھ کر مذاق اڑاتا تھا ۔

۲- بدایونی ، (ص ۲۱۹) سیری ۔

یہاں تک کہ بیسویں تاریخ ماہ جمادی الاخری ۹۶۷ھ/۱۵۶۰ء کو اکبر بادشاہ نے شکار کے ارادے میں دریائے جمنا کو عبور کیا اور خانخاناں (بیرام خاں) ملکی معاملات کے انتظام کے لیے آگرہ میں رہا ۔ اس وقت شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری دہلی کا حاکم تھا اور اکبر بادشاہ کی والدہ حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) دہلی میں تھیں ۔ جب اکبر بادشاہ کی سواری قصبہ سکندرہ کے نواح میں پہنچی کہ جو آدھے راستے میں واقع ہے ، تو ماہم انگہ نے دل میں سوچا کہ اس سے بہتر موقع نہیں ہے کہ اکبر بادشاہ کو ترغیب دلا کر دہلی لے جاؤں اور شہاب الدین احمد خاں سے مل کر جو آج کل دہلی میں ہے ، جو کچھ مناسب ہو کیا جائے :

بیت

چو آید مشکلے پیش خرد مند
کزاں مشکل فتد درکار او بند
کند عقل دگر ، باعقل خود یار
کہ تا در حل او گردد مددگار

اسی بنا پر بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ اس زمانے میں حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم والدہ اکبر بادشاہ) کو بہت کمزوری ہو گئی ہے اور حضور کو بہت یاد کرتی ہیں ۔ اس بات سے بادشاہ (اکبر) فکر مند ہوا اور دہلی کا ارادہ کیا ۔ شہاب الدین احمد خاں نے استقبال میں عجلت کی اور حاضر خدمت ہوا ۔

ماہم انگہ نے شہاب الدین احمد خاں سے مل کر موقع پا لیا اور ایسی باتیں کہیں کہ جن سے اکبر بادشاہ کا مزاج برہم ہو جائے اور کہا کہ جب تک بیرام خاں رہے گا ، آپ (اکبر) کو سلطنت کے کاموں میں اختیار نہیں دے گا ۔ حقیقت میں بادشاہی کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں ۔ اکبر بادشاہ کے مزاج کو خانخاناں (بیرام خاں) کی طرف سے مکدر کر دیا اور آخر میں عرض کیا کہ چونکہ آپ (بادشاہ) کے دہلی آنے کو خانخاناں [۱۴۴] ہماری کوشش سمجھتا ہے ، اس لیے ہم کو اس تقصیر کا الزام دے گا اور ہم میں اس کی عداوت کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے ۔

ہمارے حق میں بڑی شفقت ہوگی کہ ہمیں مکہ جانے کی رخصت مرحمت فرمائیں تا کہ مکہ شریف جا کر حضور (اکبر بادشاہ) کی خدمت کی بجائے غائبانہ طور سے دعا میں مشغول رہیں ۔

چونکہ اکبر بادشاہ کو ماہم انگہ سے اس کی حسن خدمات اور قدیم ملازمت کی وجہ سے بہت محبت تھی ، لہذا وہ اس کی جدائی پر راضی نہ ہوا اور فرمایا کہ میں خانخاناں (بیرام خاں) سے تمہاری تقصیر کی معافی کے لیے کہوں گا اور (اکبر بادشاہ نے) خانخاناں کو پیغام بھیجا کہ چونکہ تمہارے مشورے کے بغیر اتنی دور آ گئے ہیں ، لہذا ہمارے مقربین خوف زدہ ہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو تم اپنی طرف سے تسلی کر دو تاکہ وہ خاطر جمع رہ کر خدمت گاری کو باحسن وجوہ انجام دیں ۔ شہاب الدین احمد خاں احتیاط اور عاقبت اندیشی کو کام میں لایا اور قلعہ کا استحکام اور تمام لوازم پورے کیے ۔ مہمات ملکی کو اپنے ذمے لیا ۔ اور ماہم انگہ سے مل کر اکبر بادشاہ کے مزاج کو خانخاناں (بیرام خاں) سے اور بگاڑ دیا ۔

جب اکبر (بادشاہ) کا پیغام خانخاناں کے پاس پہنچا ، تو اس نے خواجہ امین الدین محمود ، حاجی محمد سیستانی اور ترسون بیگ کو جن پر اس کے معاملات کا انحصار تھا ، اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور عرض کیا کہ اس غلام کا خلوص اور خیر خواہی آنحضرت (اکبر بادشاہ) کے غلاموں کے ساتھ اس درجہ ہے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات عمل میں نہیں آ سکتی اور وہ جماعت کہ جو خدمت گاری پر متعین ہے اس کی رعایت و تربیت کے سوا کوئی بات ہمارے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتی ہے ۔

چونکہ خانخاناں (بیرام خاں) کے متعلق مؤثر حکایات اور کارگر کلمات بادشاہ (اکبر) سن چکا تھا ، لہذا اس کی عرضداشت (صفائی) کو بادشاہ نے قبول نہیں کیا اور ان لوگوں (خواجہ امین الدین محمود وغیرہ) کو واپس جانے کی اجازت نہ ملی ۔ اس دوران میں (اکبر بادشاہ) کی برہمیٔ مزاج کا شہرہ ہو چکا تھا ، اس لیے سب لوگ خانخاناں (بیرام خاں) سے جدا ہو کر (اکبر بادشاہ) کے پاس آنے لگے :

بیت

[۱۰۵] از انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ
ازیں فسانہ ہزاران ہزار دارد باد

سب سے پہلے قبا خاں گنگ حاضر خدمت ہوا۔ شہاب الدین احمد خاں، ماہم انگہ کے مشورے سے جو شخص شاہی دربار میں حاضر ہوتا، اس کو اس کے حالات کے مطابق منصب و جاگیر کا امیدوار کر دیتا۔

چونکہ خانخاناں کو ہمیشہ سے مقامات مقدسہ کی زیارت اور ترک دنیا کا خیال رہتا تھا، لہذا اس نے تمام امراء و خوانین کو جو اس سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے، اپنے ما فی الضمیر سے مطلع کیا اور ان سب کو بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں جانے کی اجازت دے دی۔ بہادر خاں کو جسے مالوہ سے بلا لیا تھا، ان لوگوں کے ہمراہ بھیج دیا اور خود حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کی زیارت کے ارادہ سے آگرہ سے ناگور کی طرف روانہ ہوا۔ جب بیانہ پہنچا، تو محمد امین دیوانہ کو جو وہاں قید تھا، آزاد کر کے بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں بھیج دیا۔

جب خانخاناں (بیرام خاں) کے باہر نکلنے کی خبر آگرہ سے الور پہنچی، تو شہاب الدین احمد خاں اور ماہم انگہ نے اس کی غیبت میں بادشاہ (اکبر) سے عرض کیا کہ خانخاناں (بیرام خاں) پنجاب کو فتح کرنے کے ارادے سے آگرہ سے باہر نکلا ہے۔ اکبر بادشاہ نے میر عبداللطیف کو خانخاناں کے پاس بھیج دیا اور پیغام دیا کہ چونکہ تمھاری نیک نیتی اور خلوص عقیدت ہم پر ظاہر تھی، اس لیے تمام ملک کی مہمات کو تمھارے اختیار میں چھوڑ دیا تھا اور ہم عیش و مسرت میں مصروف رہتے تھے، مگر اب ہم چاہتے ہیں کہ ملک کا انتظام خود کریں۔ مناسب یہ ہے کہ تم سچے اخلاص کے ساتھ مکہ معظمہ کی زیارت کے لیے کہ جس کی تم کو ہمیشہ سے تمنا تھی، چلے جاؤ اور ہندوستان کے پرگنوں میں سے جس قدر چاہو، اپنی جاگیر میں مقرر کرا لو تاکہ گماشتے ان پرگنات کی آمدنی وصول کر کے تم کو بھیجتے رہیں [۱۰۶]۔

جب عبداللطیف خانخاناں (بیرام خاں) کے پاس پہنچا، تو خانخاناں نے ان سب باتوں کو مان لیا اور میوات سے ناگور چلا گیا اور امراء کو

رخصت کر دیا ۔ ولی بیگ ذوالقدر ، اس کے لڑکوں حسین بیگ اور اسماعیل قلی بیگ کہ جو اس کے عزیز تھے ، شاہ قلی محرم اور حسین خاں بھانجے اور داماد ، مہدی قاسم خاں ، ان لوگوں کے علاوہ امراء میں سے کوئی اور اس کے ساتھ نہ تھا ۔ جب وہ ناگور پہنچا ، تو اس نے علم و نقارہ اور امارت کا سارا سامان اپنے سے جدا کر کے حسین قلی بیگ کی معرفت بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیج دیا ۔

اسی دوران میں اکبر بادشاہ پنجاب کے فتح کرنے کے ارادہ سے دہلی سے نکلا اور پرگنہ جھجر میں پہنچا کہ حسین قلی خاں پرگنہ مذکور (جھجر) میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس مقام پر شاہ ابوالمعالی نے سوار ہونے کی حالت میں چاہا کہ بادشاہ (اکبر) سے ملاقات کرے ۔ یہ بات بادشاہ کو ناگوار گزری اور اس (شاہ ابوالمعالی) کو قید کر دیا اور اسے شہاب الدین احمد خاں کے سپرد کر دیا ۔ حسین قلی خاں کا آنا اور اسبابِ امارت کا لانا (بادشاہ کو) پسند آیا ۔

اسی زمانے میں پیر محمد خاں شروانی کہ خانخاناں (بیرام خاں) نے جس کا اخراج کر دیا تھا اور مکہ معظمہ کو بھیج دیا تھا ، گجرات میں (سازگاری) موسم کا انتظار کر رہا تھا ۔ جب اس نے سنا کہ خانخاناں (بیرام خاں) کے معاملات بگڑ گئے ہیں ، تو جتنی جلد ممکن ہو سکا اس نے خود کو بادشاہ (اکبر) کے حضور میں پہنچایا اور مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا ۔ اس کو ناصر الملک کا خطاب ملا ، علم و نقارہ مرحمت ہوا اور اس (پیر محمد خاں شروانی) کو ایک جماعت کے ساتھ خانخاناں (بیرام خاں) کے تعاقب میں متعین فرمایا کہ وہ بزور (خانخاناں کو) مکہ معظمہ بھیج دے ۔ اس کے بعد پیر محمد خاں شروانی ، خانخاناں (بیرام خاں) کی طرف روانہ ہوا اور بادشاہ دہلی واپس آ گیا ۔ منعم خاں کے نام جو کابل میں تھا ، حاضر ہونے کا فرمان جاری ہوا ۔

چونکہ جودھ پور کا راجا رائے مالدیو گجرات کے راستے میں با اثر و غالب تھا اور بیرام خاں سے اس کی مخالفت تھی ، اس وجہ سے (بیرام خاں) کو اس سے ملنے میں عذر ہوا اور وہ ناگور سے کوچ کر کے بیکانیر کے پرگنے میں پہنچا ۔ رائے کلیان مل [۱۴۷] اور اس کا لڑکا رائے سنگھ اس

نواح کے زمیندار تھے ۔ وہ نہایت خلوص کے ساتھ پیش آئے اور مہمان داری کے لوازم بجا لائے ۔

جب کچھ عرصہ خانخاناں وہاں آرام کر چکا ، تو اس کو اپنے تعاقب میں پیر محمد خاں کے مقرر ہونے کی اطلاع ملی ۔ وہ یہ سن کر نہایت مایوس اور آزردہ خاطر ہوا ۔

اس موقع پر فتنہ پرداز لوگوں کی ایک جماعت نے موقع غنیمت سمجھا اور ورغلایا اور خانخاناں (بیرام خاں) کو (حق کے) راستے سے ہٹا دیا اور مخالفت پر آمادہ کر دیا ۔ خانخاناں نے وہاں سے پنجاب کا رخ کیا اور جب وہ قلعہ تبرہندہ پہنچا جو شیر محمد دیوانہ کی جاگیر میں تھا اور (شیر محمد دیوانہ) خانخاناں (بیرام خاں) کا پرانا نوکر اور تربیت یافتہ تھا اور اس پر خانخاناں پورا اعتماد رکھتا تھا ، وہاں اس نے اپنے بیٹے مرزا خاں کو کہ جس کی عمر تین سال تھی اور آج کل خانخاناں کے خطاب اور سپہ سالار کے منصب پر سرفراز ہے ، مع متعلقین و اموال چھوڑا اور آگے بڑھ گیا ۔

شیر محمد تمام مال و اسباب پر قابض ہو گیا اور اس نے خان (بیرام خاں) کے متعلقین کو طرح طرح سے ذلیل کیا ۔ خانخاناں پرگنہ دیپال پور میں تھا ، جب اس کو یہ خبر ملی ۔ اس نے اپنے دیوان خواجہ مظفر علی تربتی کو جو آخر میں مظفر خاں ہو گیا ، درویش محمد اوزبک کے ہمراہ اس کے دلاسے اور دلدہی کے لیے بھیجا ۔ شیر محمد نے خواجہ مظفر علی کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیج دیا ۔ خان (بیرام خاں) حیران و پریشان جالندھر کی طرف روانہ ہو گیا ۔

جب اکبر بادشاہ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ خانخاناں پنجاب کی طرف چلا گیا ہے ، تو اس نے شمس الدین محمد خاں اتکہ کو اس کے لڑکے یوسف محمد خاں کے ہمراہ اور شہاب الدین احمد خاں کے قرابت دار حسن خاں اور تمام امراء کو پنجاب کی طرف متعین کر دیا ۔ جب شاہی فوجیں قصبہ دکدار اور وہاں سے پرگنہ کوتاور پہنچیں ، تو انھوں نے خانخاناں کو راستے میں روک لیا ۔ اب خانخاناں کو سوائے جنگ کے کوئی چارہ کار نہ تھا ۔ مجبوراً صفیں آراستہ کر کے شاہی لشکر سے مقابلہ کیا

اور طرفین میں خوب زور کی جنگ ہوئی - آخرکار خانخاناں کو شکست ہوئی - [۱۶۸] وہ کوہ سوالک کی طرف چلا گیا - ولی بیگ اپنے لڑکے اسماعیل قلی بیگ کے ہمراہ کہ جو آج کل امراء میں شامل ہے اور احمد بیگ و یعقوب بیگ ہمدانی اور سارے بھائی گرفتار ہو گئے - بے حساب مال غنیمت شاہی فوج کے ہاتھ آیا - یہ فتح سال پنجم الٰہی موافق ۹۶۷ھ/ ۱۵۶۰ء میں ہوئی -

جب شمس الدین محمد خاں اتکہ پنجاب کی طرف متوجہ ہوا ، تو اس کے بعد اکبر بادشاہ نے خواجہ عبدالمجید ہروی کو جو وزیروں میں شامل تھا ، آصف خاں کا خطاب دے کر دہلی کی حکومت پر چھوڑا اور خود دوسری ذی قعدہ ۹۶۷ھ/۱۵۶۰ء کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا - ولی بیگ کے بیٹے حسین قلی بیگ کو مصلحت کی بنا پر آصف خاں کے سپرد کر کے فرمایا کہ اس پر درمیانی نگاہ رکھی جائے مگر کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے -

جب بادشاہ (اکبر) لدھیانہ پہنچا ، تو منعم خاں جو بادشاہ کے حسب الحکم کابل سے روانہ ہوا اور تردی بیگ خاں کے بھانجے مقیم خاں اور دوسرے امراء کے ساتھ اس منزل پر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا - منعم خاں ، وکالت کے سبب خانخاناں کے خطاب سے سرفراز ہوا اور دوسرے امراء بھی اپنے حالات کے اعتبار سے شاہی الطاف و مراحم سے سرفراز ہوئے -

اسی منزل پر اس فتح کی خبر پہنچی جو شمس الدین محمد خاں کے ہاتھ سے ہوئی تھی - وہ لوگ جو اس جنگ میں گرفتار ہوئے تھے طوق اور زنجیروں میں اسیر کر کے بادشاہ کے حضور میں لائے گئے اور قید خانے بھیج دیے گئے - اس جماعت میں سے ولی بیگ کو کاری زخم لگے تھے - وہ قید خانے میں مر گیا - اس کا سر کاٹ کر دہلی بھیج دیا -

بادشاہی لشکر نے خانخاناں (بیرام خاں) کے تعاقب میں سوالک کی طرف حرکت کی - (لشکر) تلواڑہ کے نواح میں پہنچا کہ جو کوہ سوالک میں راجا گوبند چند کے رہنے کی جگہ تھی اور خانخاناں (بیرام خاں) وہاں قلعہ بند ہو گیا تھا ، تو مشہور بہادروں کے گروہ نے [۱۶۹] سبقت کی

اور کوہستان میں داخل ہو گئے اور ان لوگوں سے جو جنگ کے ارادے سے (پہاڑ سے) باہر آئے تھے ، جنگ ہوئی ۔ ان میں سے اکثر ہلاک ہوئے اور سلطان حسین جلائر اس معرکہ میں شہید ہوا ۔ جب اس کا سر کاٹ کر خانخاناں (بیرام خاں) کے پاس لے گئے ، تو خاں (بیرام خاں) نے کمال رقتِ قلب کی وجہ سے رو کر کہا کہ میری یہ عمر اور زندگی اس کی خواہش مند نہیں ہے کہ میرے لیے لوگ اس طرح مارے جائیں اور نہایت تاسف و حسرت کے ساتھ اپنے غلام جمال خاں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور عرض کیا کہ اپنے کیے ہوئے پر جو میرے اختیار میں نہ تھا ، نہایت ندامت اور افسوس کا اظہار کرتا ہوں ۔ بادشاہ کے الطاف و عنایات اس بندہ (بیرام خاں) کے شامل حال ہو جائیں اور میری خطاؤں اور لغزشوں سے چشم پوشی فرما کر دیا جائے ، تو میں حاضر خدمت ہو کر شرف ملازمت سے سرفراز ہو جاؤں ۔

جب یہ عرضداشت اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچی ، تو بادشاہ کو خانخاناں کی قدیم خدمات یاد آ گئیں اور حکم صادر فرمایا کہ مولانا عبداللہ سلطان پوری کہ جو مخدوم ملک کے خطاب سے سرفراز تھا ، بعض شاہی مقربین کے ہمراہ خانخاناں (بیرام خاں) کے پاس جائے اور اس کو شاہانہ وعدوں سے مطمئن کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے ۔ جب وہ لوگ (خانخاناں کو لے کر) لشکر کے قریب آ گئے ، تو شاہی فرمان کے مطابق تمام امراء و خوانین استقبال کے لیے گئے اور خانخاناں کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ لشکر میں لائے ۔ خانخاناں نے روئے عجز زمین نیاز پر رکھ کر معافی کی درخواست کی ۔ اکبر بادشاہ نے مراحم خسروانہ سے اس پر نوازش کی ، خلعت خاص عنایت کیا ۔ اور دو روز کے بعد حرمین شریفین کی رخصت مرحمت فرمائی ۔

(بادشاہ) شاہی لشکر کو دہلی روانہ کر کے خود شکار کھیلتا ہوا حصار فیروزہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ خانخاناں (بیرام خاں) نے اپنے متعلقین کے ہمراہ گجرات کا راستہ لیا اور چل پڑا ۔

[۱۵۰] جب وہ (خانخاناں) پٹن گجرات پہنچا ، تو اس نے چند روز وہاں قیام کیا ۔ وہ اکثر وقت سیر میں گزارتا تھا ۔ ایک روز وہ ایک

تالاب کے پاس گیا جو پٹن کے باہر واقع ہے اور سہس لنگ کے نام سے مشہور ہے ۔ ہندی زبان میں سہس ہزار کو کہتے ہیں اور لنگ بت خانے کا نام ہے ۔ چونکہ اس حوض کے گرد ایک ہزار بت خانے تھے ، اس لیے اس نام سے مشہور ہوا ۔ غرض خانخاناں (بیرم خاں) وہاں پہنچا ۔ وہ کشتی میں بیٹھ کر سیر کر رہا تھا ۔ جب وہ (کشتی سے) اترا اور اپنی منزل کا رخ کیا ، تو مبارک خاں افغان لوحانی نے کہ اس کا باپ کسی لڑائی میں مغلوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا ، انتقام لینے کا ارادہ کیا اور خاں (بیرام خاں) کی ملاقات کو آیا اور مصافحہ کے وقت خاں (بیرام خاں) کو خنجر سے ہلاک کر دیا ۔ ''شہید شد محمد بیرام'' (۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء) اس نیک طینت (بیرام خاں) کی شہادت کی تاریخ ہوئی ۔

بدمعاشوں کی ایک جماعت نے خانخاناں (بیرام خاں) کے لشکر کو لوٹ لیا ۔ محمد امین دیوانہ ، بابا زنبرر اور چند خواجہ سرا خانخاناں (بیرام خاں) کے فرزند ارجمند مرزا عبدالرحیم کو اس ہلاکت سے نکال لائے اور احمد آباد پہنچا دیا ۔ (عبدالرحیم) ابھی چار سال کا نہیں ہوا تھا اور آج وہ خانخاناں کے خطاب سے سرفراز ہے ۔ وہاں سے مرزا عبدالرحیم کو اٹھا کر اکبر بادشاہ کی پناہ میں لائے اور اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر وہ مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا ۔ روز بروز اس پر بادشاہ (اکبر) کی نظر شفقت ان خدمات پسندیدہ کی وجہ سے زیادہ ہوتی تھی کہ جو اس سے ظاہر ہوئی تھیں ۔ اس کا ستارہ ترقی پاتا رہا ، یہاں تک کہ اس نے خانخاناں کا خطاب پایا ۔ یہ تمام تفصیلات اپنے موقع پر بیان ہوئی ہیں ۔

بیرام خاں کے گجرات کی طرف جانے کے بعد اکبر بادشاہ شکار کے ارادہ سے حصار فیروزہ کی طرف متوجہ ہوا اور لشکر کو حکم ہوا کہ سیدھے راستے سے دہلی کی طرف روانہ ہوں اور چند عدد یوز کہ جن کو ہندی زبان میں چیتا کہتے ہیں ، شکار کیے ۔ ۴ ربیع الاول ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء کو (اکبر بادشاہ) دہلی میں تشریف فرما ہوا ۔ چند روز وہاں عیش و عشرت میں مصروف رہا ۔ [۱۵۱] دوسری ربیع الثانی (۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء کو دارالخلافہ آگرہ کی طرف متوجہ ہوا اور کشتی میں بیٹھ کر بارھویں ربیع الثانی کو دارالخلافہ آگرہ پہنچ گیا ۔

چھٹے سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا اتوار کے دن چوبیس جمادی الاخری ۹۶۸ھ/۱۵۶۱ء کو ہوئی - اس سال میں محمد باقی خاں پسر ماہم انگہ کی (کہ اس خاتون کے بادشاہ سے قرب کے حالات پچھلے اوراق میں تحریر ہو چکے ہیں) شادی ہوئی - اکبر بادشاہ اس کی استدعا پر اس کے مکان پر تشریف لے گیا - بزم شاہانہ برپا ہوئی اور بادشاہ چند روز تک عیش و عشرت میں مشغول رہا -

ادہم خاں کے سارنگ پور بھیجنے کا ذکر اور ولایت مالوہ کی فتح

شیر خاں سور کے زمانے میں ولایت مذکور (مالوہ) شجاع خاں سے تعلق رکھتی تھی کہ جو اُس (شیر خاں) کے خاصہ خیلوں میں تھا - اس کے انتقال کے بعد (یہ ولایت) اس کے لڑکے باز بہادر سے متعلق ہو گئی - اس دوران میں بادشاہ (اکبر) کو اطلاع ملی کہ مالوہ کا حاکم باز بہادر ہمیشہ لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے اور ملک کی اس کو مطلق خبر نہیں ہے - اسی سبب سے ظالموں اور جابروں کا ظلم بیکس اور غریب لوگوں پر ہو رہا ہے اور وہاں کی اکثر رعایا اور مخلوق اس کے ظلم کی وجہ سے زندگی سے عاجز آ گئی ہے - غیرت سلطنت کا تقاضا یہ ہوا کہ ولایت مالوہ کو بھی سلطنت عظیم میں شامل کر لیا جائے تاکہ وہاں امن و امان قائم ہو جائے - چنانچہ ادہم خاں ، پیر محمد خاں ، صادق خاں ، قیا خاں گنگ ، عبداللہ خان اوزبک ، شاہ محمد خاں قندھاری اور دوسرے امراء اس ولایت کی فتح کے لیے متعین ہوئے اور کوچ پر کوچ [۱۵۲] کرتے ہوئے روانہ ہو گئے -

جب اس مقام پر پہنچے کہ جو ملک کے درمیان میں واقع ہے اور جہاں سے سارنگ پور صرف دس کوس تھا ، تو باز بہادر جو اس شہر میں تھا ، خواب غفلت سے بیدار ہوا اور سارنگ پور سے دو کوس کے فاصلے پر آ کر اس نے قلعہ بنایا اور وہ بیٹھ گیا -

یہ باز بہادر ہندوستانی نغموں کی اقسام اور گانے کے فن میں اپنے زمانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا - اس کا زیادہ تر وقت حسینوں اور طوائفوں کی صحبت اور لہو و لعب میں گزرتا تھا -

جب فتح مند لشکر سارنگ پور سے دس کوس کے فاصلے پر پہنچا ، تو ادہم خاں ، محمد صادق خاں ، عبداللہ خاں اوزبک ، قبا خاں گنگ ، شاہ محمد خاں اور چند دوسرے امراء کو بطور ہراول روانہ کیا کہ اس قلعے کے چاروں طرف کہ جو باز بہادر نے اپنے لشکر کے گرد بنایا تھا ، دیکھیں اور کوئی ایسی ترکیب کریں کہ وہ قلعہ سے باہر آ جائے ۔ شاہی افواج کے پرے کے پرے باز بہادر کے قلعے کے چاروں طرف پہنچے ۔ باز بہادر نے فوجوں کی ترتیب کی اور جنگ کے لیے تیار ہوا ۔ وہ افغان امراء جو اُس سے رنجیدہ تھے ، اس کے پاس سے بھاگ گئے ۔ باز بہادر فرار ہو کر باہر نکل گیا ۔

اس کی محبوبہ روپ متی ، جس کے نام سے وہ شعر کہتا تھا ، دوسری عورتوں اور خزانے کے ساتھ ، شاہی فوج کے قبضے میں آ گئی ۔ شکست کے وقت باز بہادر کے خواجہ سرا نے روپ متی کو تلوار سے زخمی کر دیا کہ وہ غیر کے ہاتھ نہ پڑے ۔ جب ادہم خاں نے روپ متی کو طلب کیا ، تو روپ متی نے غیرت کی وجہ سے زہر کھا کر اپنی جان دے دی ۔

ادہم خاں نے فتح کے حالات تحریر کر کے بادشاہ کے پاس روانہ کر دیے ۔ باز بہادر کی طوائفیں اور حسین عورتیں اپنے پاس حفاظت سے رکھیں ۔ کچھ ہاتھیوں کو صادق خاں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ اکبر بادشاہ کو عورتوں اور دوسرے مالِ غنیمت کو روک لینا ناگوار ہوا ۔

ملک کی مصلحت کا تقاضا یہ ہوا کہ مالوہ کا قصد کیا جائے ۔ اکیس شعبان ۹۶۸ھ/۱۵۶۱ء کو دارالخلافہ آگرہ سے [۱۵۳] مالوہ کو روانگی ہوئی ۔ جب ولایت مالوہ کے قلعہ گاگرون کے نواح میں ، جو استحکام اور بلندی میں مشہور ہے ، (بادشاہ) پہنچا ، تو اس نے اس قلعہ پر قبضہ کرنے کا حکم دیا ۔ اس قلعہ کا کوتوال عاجزانہ طریقے سے حاضر ہوا اور قلعہ کی کنجی پیش کر دی ۔ اس کی یہ اطاعت پسند آئی ۔

یلغار کے طور پر تمام رات سفر کیا اور صبح کے وقت سارنگ پور کی حدود میں پہنچا ۔ ادہم خاں جو قلعہ گاگرون کے ارادے سے نکلا

تھا ، سارنگ پور سے تین کوس کے فاصلے پر بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں حاضر ہوا اور سرفرازی حاصل کی اور شاہانہ نوازش سے ممتاز ہوا ۔

وہاں سے سوار ہو کر بادشاہ اس مقام پر گیا جہاں ادہم خاں مقیم تھا اور ادہم خاں کو سرفرازی بخشی ۔ جو مالِ غنیمت ادہم خاں کے ہاتھ آیا تھا ، اس نے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا ، مگر اس میں سے کچھ علیحدہ رکھ لیا ۔ ماہم انگہ نے جو اس کی ماں تھی ، (اس بات پر) اسے سخت سست کہا اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا ، وہ بھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔

اکبر بادشاہ نے چند روز وہاں مسرت و شادمانی میں گزارے اور پھر دارالخلافہ آگرہ کی طرف چل دیا اور اسی منزل پر پیر محمد خاں شروانی اور دوسرے امراء کہ جو ولایت مالوہ میں متفرق تھے ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ وہ سب خلعت اور گھوڑے سے سرفراز ہوئے اور پھر ان کو اپنی اپنی جاگیروں پر جانے کی اجازت مل گئی ۔

جب اکبر بادشاہ قصبہ نرور کی حدود میں پہنچا ، تو ایک شیر ، کہ جس کے خوف سے بڑے بڑے شیروں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا ، جنگل سے باہر آیا ۔ اکبر بادشاہ نے تنہا بہ نفسِ نفیس اس درندے (شیر) پر حملہ کیا اور اس کو تلوار کی ایک ضرب سے ختم کر دیا اور اس شیر کے بچے دوسرے جوانوں نے نیزے اور تلوار سے مار ڈالے ۔

محمد اصغر میر منشی جو سادات عرب شاہی سے تھا اور خوش نویسی و انشا پردازی میں ممتاز تھا اور ہمایوں بادشاہ کے حضور میں میر منشی کے خطاب سے سرفراز تھا ، وہ اشرف خاں کے خطاب سے مفتخر ہوا اور انتیس رمضان المبارک ۹۶۸ھ/۱۵۶۱ء [۱۵۴] کو بادشاہ دارالخلافہ آگرہ میں تشریف فرما ہوا ۔

جب عدلی افغان ، محمد خاں بنگالی کے لڑکے کے ہاتھ سے جو سلیم خاں افغان کے امراء میں تھا ، قتل ہوا ، تو اس کا لڑکا شیر خاں قلعہ چنار میں مسند حکومت پر بیٹھ گیا ۔ اس نے ایک بڑی فوج کے ساتھ جون پور کی فتح کا قصد کیا ۔ جب خان زماں نے اکبر بادشاہ کے حضور میں عرضداشت

بھیجی ، تو وہ امراء جو اس نواح کے جاگیردار تھے ، خان زمان کی کمک کے لیے مقرر ہوئے ۔ ابراہیم خاں اوزبک ، مجنوں خاں قاقشال ، شاہم خاں جلائر ، کمال خاں گکھر اور دوسرے شاہی ملازمین علی قلی خاں سے مل گئے اور افغانوں نے دریا کو پار کر کے لڑائی شروع کر دی ۔ خان زماں نے بہادری کا مظاہرہ کیا اور افغانوں کے لشکر کو منتشر کر دیا اور ان کو شکست دی اور فتح کی عرضداشت اکبر بادشاہ کے حضور میں ارسال کر دی ۔

چونکہ خان زماں کی بعض حرکتوں سے لوگوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ وہ سرکشی و بغاوت پر آمادہ ہے ، لہذا اس سال کے آخر میں بادشاہ (اکبر) سیر و شکار کے طور پر جون پور کی طرف روانہ ہوا ۔ جب بادشاہ کالپی کے نواح میں قیام پذیر ہوا ، تو عبداللہ خاں نے جو کالپی کی جاگیر پر متعین تھا ، بادشاہ سے اپنے یہاں قیام کرنے کی استدعا کی ۔ اس کی درخواست قبول ہوئی ۔ بادشاہ نے اس کے مکان کو اپنے قیام سے رشکِ جنت بنا دیا ۔ عبداللہ خاں نے خدمت کا شرف حاصل کیا ۔ اس نے پیشکش گزرانی جو قبول ہوئی ۔

جب بادشاہ شہر کڑہ میں پہنچا ، تو علی قلی خاں ، خان زماں اور اس کا بھائی بہادر خاں جون پور سے کہ جو ان کی جاگیر میں تھا ، یلغار کرتے ہوئے آئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ (انھوں نے) مناسب تحفے اور بہترین ہاتھی پیش کیے ۔ چونکہ خلوص و اطاعت سے وہ لوگ پیش آئے ، [۱۵۵] لہذا ان کو گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کیا اور ان کی جاگیروں پر رخصت کر دیا ۔ بادشاہ (اکبر) واپس آ گیا ۔ وہ سترہویں ذی الحجہ چھٹے سال الٰہی مطابق ۹۶۸ھ / ۱۵۶۱ء کو آگرہ پہنچا ۔

٥

شمس الدین محمد خاں اتکہ جس کا خان اعظم خطاب تھا اور حکومت پنجاب پر فائز تھا ، اس زمانے میں دارالخلافہ آگرہ آ کر بادشاہ کے حضور میں سرفراز ہوا اور ملکی مہمات کی انجام دہی اس کے سپرد ہوئی ۔ اسی زمانے میں ادہم خاں ، بادشاہ کے حسب الحکم مالوہ سے دارالخلافہ آگرہ آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

آٹھویں جمادی الاول ۹۶۹ھ/۱۵۶۲ء کو اکبر بادشاہ قطب الاولیا خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ' کے مزار مبارک کی زیارت کی غرض سے جب قصبہ سانبھر میں پہنچا ، تو راجا بہار مل جو اس نواح کے مشہور راجاؤں میں تھا ، اپنے بیٹے بھگوان داس کے ہمراہ نہایت ارادت و خلوص سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہی مراحم و الطاف سے سرفراز ہوا اور اس نے اپنی عصمت مآب بیٹی کی بادشاہ (اکبر) کے ساتھ شادی کر دی اور وہ بیگمات شاہی میں شامل ہو گئی ۔

بادشاہ (اکبر) اجمیر پہنچا اور اس شہر کے رہنے والوں کو بادشاہ (اکبر) نے انعامات ، صدقات اور وظائف سے نہال کر دیا ۔

مرزا شرف الدین حسین جو سرکار اجمیر کا جاگیردار تھا ، حاضر خدمت ہو کر شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوا ۔ اکبر بادشاہ نے مرزا شرف الدین حسین کو اس صوبہ کے چند امراء کے ہمراہ قلعہ میرٹھ فتح کرنے کے لیے جو اجمیر سے بیس کوس کے فاصلے پر ہے اور جے مل کے قبضے میں تھا ، مقرر کیا ۔ بادشاہ (اکبر) خود دن رات یلغار کرتا ہوا ایک سو بیس کوس کا فاصلہ طے کر کے آگرہ آ گیا ۔

[۱۵٦] ساتویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن ساتویں رجب[۱] ۹۶۹ھ/۱۵٦۲ء کو ہوئی ۔ اس سال کے شروع میں مرزا شرف الدین حسین نے شاہ بداغ خاں اور اس کے لڑکے عبدالمطلب خاں ، محمد حسین شیخ اور بعض امراء سے مل کر قلعہ میرٹھ کا محاصرہ کیا اور طرفین نے اپنی اپنی کوشش کی ۔ آخر کار صلح اس طرح ہوئی کہ اہل قلعہ تمام سامان و اسباب چھوڑ دیں اور گھوڑا اور تازیانہ لے کر چلے جائیں ۔ جس وقت فتح مند لشکر ان کے راستے سے ہٹ گیا ، جے مل اپنے آدمیوں کے ہمراہ باہر نکل گیا ۔ دیو داس راجپوت نے بربنائے جہالت تمام اشیاء کو جو قلعہ میں تھیں ، آگ لگا دی اور وہ راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ باہر نکل کر شاہی فوج

۱۔ اکبر نامہ (جلد دوم ، ص ۱۲۲) میں ساتویں سال الٰہی کے آغاز کی تاریخ ۵ رجب تحریر ہے ۔

کے سامنے چلا گیا - مرزا شرف الدین اور امراء نے دیو داس کا تعاقب کیا اور اس کو جا لیا - وہ پلٹ کر ان پر آ جھپٹا - بہت سے سپاہی شہید ہوئے اور تقریباً دو سو راجپوت بھی مارے گئے - دیو داس بھی گھوڑے سے گر گیا اور زمین پر آ رہا - (مغلوں کی) ایک جماعت اس کے پاس گئی - اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے - میرٹھ کا قلعہ بادشاہی قبضہ میں آ گیا -

اسی زمانہ میں پیر محمد خاں نے جو ادہم خاں کے آنے کے بعد مالوہ کی حکومت پر فائز تھا ، مالوہ کے لشکر کو جمع کرکے ولایت اسیر و برہان پور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا - اور بیجا گڑھ کو جو اس علاقے کے سب سے زیادہ مستحکم قلعوں میں سے ہے ، جبراً و قہراً فتح کر لیا - وہاں کے تمام سپاہیوں کو قتل کرا دیا اور ولایت اسیر جس کو خاندیش بھی کہتے ہیں داخل ہو گیا -

جب دریائے نربدا کو عبور کیا ، تو اس نواح کے اکثر قصبات و دیہات کو تاراج کر دیا اور شہر برہان پور میں پہنچا - اس نے اس شہر پر بھی قبضہ کر لیا اور قتل عام کا حکم دے دیا - بہت سے علماء اور سادات کو اپنے سامنے قتل کرنے کا حکم دیا -

[۱۵۷] اسیر و برہان پور کے حاکم اور باز بہادر نے جو مالوہ سے فرار ہو کر اس کے اواح میں گشت کر رہا تھا ، ایک دوسرے کے اتفاق سے اور اس نواح کے تمام زمینداروں کے مشورے سے پیر محمد خاں پر فوج کشی کر دی - پیر محمد خاں مقابلے کی تاب نہ لا کر مندو کی طرف واپس ہو گیا - جب وہ دریائے نربدا کے کنارے پہنچا ، تو اس نے اور تمام امراء نے دریا میں گھوڑے ڈال دیے - اتفاق سے اونٹوں کی ایک قطار پیر محمد خاں کے نزدیک پہنچ گئی اور انھوں نے اس کے گھوڑے پر حملہ کر دیا - وہ گھوڑے سے جدا ہو کر دریا میں گر گیا اور اپنے کیے کا نتیجہ پایا :

بیت

خونِ ناحق مکف چو یابی دست
کز مکافات آں نشاید رست

باق امراء جو مالوہ پہنچے اور اُنھوں نے اس ولایت (مالوہ) کی حفاظت اپنی طاقت سے باہر دیکھی، تو وہ بادشاہ کے حضور میں آ گئے ۔ باز بہادر ان کے بعد (وہاں) پہنچا اور مالوہ پر قابض ہو گیا ۔ وہ امراء جو بغیر اجازت کے مالوہ کو چھوڑ کر آ گئے تھے ، ان کو قید کر دیا ، اس کے بعد عبداللہ خاں اوزبک کو نقصان کی تلافی کے لیے مقرر کیا ۔ معین الدین احمد خاں فرنخودی کو دوسرے خوانین کے ساتھ اس کی کمک کے لیے متعین کیا - اور آخر ۹۶۹ھ/۱۵۶۲ء میں عبداللہ خاں جب تمام امراء کے ہمراہ مالوہ کے نواح میں پہنچا ، تو باز بہادر مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا ۔ بہادر جوانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ باز بہادر کچھ عرصے تک رانے اودے سنگھ کی پناہ میں رہا جو مارواڑ کی ولایت کے راجاؤں میں ایک بڑا راجا تھا ۔ اس (باز بہادر) نے ایک مدت گجرات میں گزاری اور آخر کار اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور زمانے کے حوادث سے پناہ پائی ۔ عبداللہ خاں شہر منڈو میں مقرر ہوا ۔ دوسرے امراء بھی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ۔ معین خاں ولایت (مالوہ) کے معاملات کی تنظیم و تربیت کے بعد اکبر بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔

چونکہ ہمایوں بادشاہ اور شاہ طہماسپ صفوی کے درمیان اتفاق و محبت کے تعلقات تھے ، لہذا ہمایوں بادشاہ کے انتقال کے بعد [۱۵۸] جب اکبر بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوا ، تو شاہ طہماسپ نے چاہا کہ رابطۂ قدیم کی از سر نو تجدید کی جائے ۔ چنانچہ اس نے سید بیگ بن معصوم بیگ کو جو بادشاہ (طہماسپ) کا چچا زاد بھائی تھا اور وہ اس کو محبت کی زبان میں عمو اوغلی کہا کرتا تھا ، بطور ایلچی بہت سے تحفے اور ہدیے دے کر اکبر بادشاہ کے دربار میں بھیجا ۔ جب سید بیگ دارالخلافہ آگرہ کے قریب پہنچا ، تو بادشاہ نے بعض عظیم خوانین کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا جو اس کو نہایت عزت و احترام سے لائے ۔ اس کو سات لاکھ تنکہ انعام میں مرحمت ہوا اور اس نے دو ماہ تک دارلخلافہ آگرہ میں قیام کیا ۔ گھوڑے اور خاص خلعت کے انعام سے سرفراز ہوا اور ہندوستان کے تحائف لے کر وہ واپس ہوا ۔

آٹھویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا بدھ کے دن اٹھارہ رجب[1] ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء کو ہوئی - اس سال کے شروع میں جو واقعہ ہوا وہ یہ تھا کہ ادہم خان کوکلتاش پسر ماہم انگہ نے کہ شاہی قربت میں کوئی برابر نہ تھا ، جوانی کے غرور اور جاہ و مال کے غلبہ کی وجہ سے شہاب الدین احمد خان خانخاناں اور چند دوسرے آدمیوں کے بہکانے سے خان اعظم (شمس الدین محمد خان اتکہ) کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا جو وکیل سلطنت تھا اور سر دربار اس کو قتل کر دیا -

بادشاہ (اکبر) کی عنایت کی وجہ سے وہ غرور ، نخوت اور اعتماد کا مارا ہوا تھا ، لہذا وہ حرم کے دروازے پر کھڑا رہا - اکبر بادشاہ تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے حرم سرا سے باہر آیا اور فوراً اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر کوٹھے سے نیچے گرا دیا اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا - یہ واقعہ پیر کے دن بارھویں رمضان ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء کو صبح کے وقت پیش آیا -

جس جماعت نے اس فساد میں کوشش کی تھی ان میں سے ہر ایک نے سیاست (موت) کے خوف سے اپنی اپنی راہ لی - ان میں سے منعم خان اور محمد قاسم خان میر بحر نے دریائے جمنا کو عبور کرکے پل کو توڑوا دیا - شہاب الدین احمد خان [۱۵۹] نیشاپوری بھی چھپ گیا - اکبر بادشاہ نے ماہم انگہ اور خان اعظم (شمس الدین محمد خان اتکہ) کے بیٹوں کی خاطر داری میں بہت کوشش کی اور ان کی تعظیم و توقیر میں نہایت مبالغہ کیا - ماہم انگہ اپنے بیٹے کے رنج و غم میں بیمار پڑ گئی اور چالیس دن کے بعد فوت ہوگئی - اس کی وفات اس سال ۹۷۰ھ/۵۶۳ء کے ماہ شوال میں ہوئی -

دوسرے دن اشرف خان میر منشی کو حکم ہوا اور اس نے منعم خان شہاب الدین احمد خان ، اور قاسم خان کو تسلی دے کر اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا - منعم خان کے دل میں یہ بات نقش تھی کہ ادہم خان (کوکہ) اور خان اعظم (شمس الدین محمد خان اتکہ) کے مرنے

۱- ۱۵ رجب (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۲۹) -

کے بعد اس کے سوا کوئی اور ملکی مہمات میں داخل نہیں ہوگا ، مگر ایسا نہیں ہوا ۔ فتنہ مذکور (قتل خاں اعظم و ادہم خاں کوکہ) کا خوف بھی منعم خاں کے دل پر بیٹھا ہوا تھا اگرچہ وہ خانخاناں کا خطاب اور وکالت و اتالیقی کا منصب رکھتا تھا ۔

ایک رات وہ موقع پا کر قاسم خاں میر بحر کے ہمراہ آگرہ سے کابل کو چلا گیا ۔ جب وہ دوآبہ میں پرگنہ سروت میں پہنچا کہ جو میر محمود منشی کی جاگیر میں تھا اور میر محمود کا نوکر قاسم سیستانی اس پرگنہ کا شقدار (حاکم) تھا ، اس نے اس کے حالات کی پریشانی سے اندازہ کر لیا کہ وہ بادشاہ کے حضور سے بھاگ کر جا رہا ہے ۔ وہ قصبہ کے اوباشوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھی ، ان کے سروں پر پہنچ گیا اور دونوں (منعم خاں و قاسم میر بحر) کو پکڑ کر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیج دیا ۔ اکبر بادشاہ نے ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کی اور پھر بدستور سابق ملکی معاملات میں ان کو شریک کر لیا ۔

گکھروں کا ذکر اور ان کی ولایت کی تسخیر

دریائے سندھ کے کنارے سے کہ جو نیلاب کے نام سے مشہور ہے کوہ سوالک کے دامن اور کشمیر کی حد تک یہ تمام میدان ہمیشہ گکھروں کے قبضے میں رہا ہے ۔ [۱۶۰] اگرچہ دوسرے قبیلے مثلاً کھتری ، چانوہیہ ، چریہہ ، بھوکھال ، جٹ ، ماریہ ، منکرال بھی اس علاقے میں متوطن ہیں ، لیکن یہ سب گکھروں کے مطیع ہیں ۔ بابر بادشاہ کے ابتدائی زمانۂ سلطنت سے اس وقت تک ہمیشہ یہ قبیلے اس خاندان رفیع الشان کے خیر خواہ رہے ہیں ۔ خاص طور سے سارنگ سلطان خلوص و جاں نثاری میں سب سے پیش پیش تھا ۔

جس وقت کہ شیر خاں افغان ہندوستان کے علاقوں پر قابض ہوا اور اس نے چاہا کہ ان (گکھروں) کو بھی اپنا مطیع بنائے ، لیکن وہ کسی طرح اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوا ۔ بہت کوشش کے بعد سارنگ سلطان ہاتھ آیا اور اس کی کھال کھینچ کر اس کے لڑکے کمال خاں کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا ۔ (سلطان) سارنگ کے بعد اس کا بھائی اس گروہ

کا سردار ہوا ۔ اس نے بھی اس خاندان کے ساتھ اخلاص کا طریقہ بدستور سابق رکھا ، وہ افغانوں کے خلاف رہتا تھا ۔

جب شیر خاں کا انتقال ہو گیا اور اس کا لڑکا سلیم خاں ہندوستان کا فرماں روا ہوا ، تو اس نے بھی اپنے باپ کی طرح گکھروں کے اکثر علاقوں کو ویران کر دیا اور اس گروہ کی بربادی و بیخ کنی میں کوشش کی ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب سزا دہی کے لیے قیدی گوالیار لائے گئے تو (سلیم شاہ نے) حکم دیا کہ ان تمام قیدیوں کو ایک مکان میں بند کرکے اس میں بارود بھر دی جائے اور آگ لگا دی جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تمام قیدی ہوا میں اڑ گئے ۔ ان کا عضو عضو جدا ہو گیا ۔ لیکن کمال خاں بچ گیا ۔ وہ مکان کے ایک کونے میں اللہ کی عنایت نے محفوظ رہا ۔ جب یہ واقعہ سلیم خاں نے سنا ، تو کمال خاں کو قید سے رہا کر دیا کہ اب اس کے بعد مخالفت نہ کرنا اور اس کی تربیت شروع کر دی اور اس کو پنجاب کے حاکم کے ہمراہ گکھروں کی ولایت کے فتح کے لیے مقرر کیا ۔

اس کے بعد جب ملک ہندوستان پر اکبر بادشاہ کی حکومت ہوئی ، تو کمال خاں اپنے باپ دادا کی طرح مطیع و فرمانبردار ہو گیا [۱۶۱] اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ سرکار کڑہ مانک پور کے پرگنہ ہنسوہ اور فتح پور وغیرہ اس کی جاگیر میں دے دیے گئے اور وہ وہاں رہنے لگا ۔ یہاں تک کہ شیر خاں پسر سلیم خاں اس نواح پر قبضہ کرنے کے لیے علی قلی خاں زماں کے سر پر آیا ۔ کمال خاں نے جو بادشاہ کے حسب الحکم علی قلی خاں زماں کی کمک کے لیے مقرر ہوا تھا ، اس لشکر میں ایسی جرأت و بہادری دکھائی کہ بادشاہ (اکبر) کا حکم صادر ہوا کہ کمال خاں جس مطلب کا اظہار کرے گا ، وہ پورا کیا جائے گا ۔ اس نے حب الوطنی کے خیال سے اپنے باپ کے ملک کے لیے التماس کی ۔

فرمان عالی صادر ہوا کہ گکھروں کی ولایت میں سے کہ علاقہ سلطان سارنگ کے قبضے میں تھا اور اب آدم خاں کے قبضہ و تصرف میں ہے ، اس میں نصف کمال خاں کو اور بقیہ نصف آدم خاں کو دیا جائے گا ۔

امرائے پنجاب ، میر محمد خاں کہ جو خان کلاں کے نام سے مشہور ہے ، قطب الدین محمد خاں اور دوسروں کے نام فرامین جاری ہوئے کہ اگر آدم خاں اس سلسلے میں کوئی مشکل پیدا کرے ، تو اس کے تمام علاقے کو اس کے قبضے سے نکال کر کمال خاں کے سپرد کر دیا جائے اور اس کو نافرمانی کی سزا دی جائے ۔

جب امرائے مذکورہ نے آدم خاں کو اس حکم کی اطلاع دی ، تو اس نے اور اس کے لڑکے لشکری نے یہ حکم نہ مانا اور اس (تقسیم) پر راضی نہ ہوئے ۔ پھر بڑا (شاہی) لشکر گکھروں کے علاقے میں پہنچا اور اس نے اس ولایت کے فتح کرنے کی کوشش کی ۔ آدم اور اس کے بیٹے نے مدافعت اور مقابلہ کیا ۔ سخت لڑائی ہوئی ۔ آخر گکھروں کو شکست ہوئی اور آدم قید ہوا ۔ اس کا لڑکا کشمیر کی طرف چلا گیا ۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بھی گرفتار ہو گیا اور گکھروں کے تمام علاقے شاہی قبضے میں آ گئے ۔ امرائے مذکور نے اس ولایت کو پورے طور سے کمال خاں کے سپرد کر دیا ۔ آدم اور اس کے لڑکے کو اس (کمال خاں) کے سپرد کر دیا ، ہر امیر اپنی اپنی جاگیر پر چلا گیا ۔ کمال خاں نے لشکری (پسر آدم) کو [۱۶۰] قتل کرکے آدم کو اپنے پاس حراست میں رکھا یہاں تک کہ وہ بھی طبعی موت سے مر گیا ۔

کابل پر منعم خاں کی توجہ کا ذکر

جس وقت کہ منعم خاں کابل سے اکبر کے حضور میں آیا ، وہ کابل کی حکومت حیدر محمد خاں آختہ بیگی کے سپرد کر آیا تھا ۔ جب اس (حیدر محمد خاں) کی سرکشی کی خبریں کابل کے لوگوں کے ذریعہ سے منعم خاں کو ملیں ، تو اس نے اس کو معزول کرکے اپنے بیٹے غنی خاں کو اس کی جگہ مقرر کیا اور اپنے بھتیجے ابوالفتح بیگ ولد فضائل بیگ کو بھی جو اس کے ہمراہ تھا ، کابل بھیج دیا ، تا کہ وہاں کی مہمات میں وہ محمد غنی کا مددگار رہے ۔

کچھ عرصے کے بعد کابل کے باشندے اور مرزا محمد حکیم کی والدہ چوچک بیگم ، غنی خاں کی ناپسندیدہ روش سے پریشان ہو گئی اور غنی خاں کو کابل سے نکال دیا اور فضائل بیگ اور ابوالفتح کو قتل

کرا دیا ۔ کابل کے معاملات کو شاہ ولی اتکہ سے مل کر اپنے ذمے لے لیا ۔

اب غنی خاں سے بہت نالائقیاں ظاہر ہونے لگیں ۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اس نے تولک خاں قولچین کوکہ جو اس خاندان (بابری) کے قدیم خدمت گاروں میں سے تھا ، بلا وجہ گرفتار کر کے قید کر لیا ۔ کچھ دنوں کے بعد لوگ درمیان میں پڑے اور تولک خاں کو رہائی دلائی ۔ تولک خاں موضع ماما خاتون کو چلا گیا کہ جو اس کی جاگیر میں تھا اور موقع کا انتظار کرنے لگا ۔ اتفاق سے بلخ کا قافلہ چاری کاران میں اترا تھا اور غنی خاں اکیلا اس قافلے کے استقبال کے لیے گیا ۔ تولک خاں نے اپنے عزیزوں اور نوکروں کی ایک جماعت اکٹھی کی اور ادھی رات کو یلغار کرکے وہاں پہنچ گیا ۔ غنی خاں کو گرفتار کرکے زنجیروں میں باندھ لیا اور پھر موضع ماما خاتون کو واپس لوٹ آیا ۔ وہ غنی خاں کو نہایت ذلت کے ساتھ حراست میں رکھتا تھا ۔

بیت

بازاری دل مورچہ کوشی ؟
ہرآں شربت کہ تو لوشانی بنوشی

[۱۶۳] آخر لوگ درمیان میں پڑے اور غنی خاں کو رہائی دلائی اور عہد و پیمان ہو گئے کہ پھر تولک خاں کے ساتھ نزاع اور عداوت نہ ہوگی ، مگر غنی خاں قبل اس کے کہ کابل جائے ، عہد کو توڑ کر اپنی تمام جمعیت کے ساتھ تولک خاں کے سر پر پہنچ گیا ۔ جب تولک خاں کو خبر ملی ، تو وہ اکبر بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔ غنی خاں نے تھوڑے راستے تک اس کا تعاقب کیا اور پھر واپس لوٹ گیا ۔

چند روز کے بعد جب غنی خاں خالیز کی سیر کے لیے کابل سے باہر گیا تھا ، مرزا محمد حکیم کی والدہ ، شاہ ولی اتکہ کے اتفاق رائے سے فضائل بیگ اور اس کے بیٹے ابوالفتح بیگ کے ساتھ قلعہ میں آ گئی اور غنی خاں پر (قلعہ کے) دروازے بند کر دیے ۔ جب وہ قلعہ کے قریب پہنچا اور دروازوں کو بند پایا ، تو سمجھ گیا کہ لوگ اس سے برگشتہ ہو گئے ہیں ۔ مجبوراً وہ کابل چھوڑ کر بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔

مرزا (محمد حکیم) کی والدہ نے کابل کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مرزا (محمد حکیم) کی وکالت فضائل بیگ کے سپرد کی کہ کامران مرزا نے اس کو نامزد کیا ہے اور اس کا بیٹا ابوالفتح وکیل کے نائب کی حیثیت سے کام کرنے لگا ۔ جب انھوں نے جاگیروں کے دیہات کی تقسیم کے وقت اچھے اچھے (دیہات) اپنے لیے چھانٹ لیے اور خراب دیہات (مرزا محمد حکیم) اور سارے ملازمین کے لیے تجویز کیے ، تو شاہ ولی اتکہ ، ولی محمد اسپ اور دوسرے لوگ اس کے ظلم کی تاب نہ لا سکے اور مرزا (محمد حکیم) کی والدہ سے مل کر اس کے دفعیہ کی کوشش کرنے لگے ۔

اتفاق سے ایک رات کو ابوالفتح بیگ مست گھر میں آیا اور نیند میں ڈوب گیا ۔ میرم خاں کو خبر مل گئی ۔ وہ اس کے سر پر پہنچا اور تلوار کی ایک ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا ۔ اس کے باپ فضائل بیگ نے چاہا کہ مال اور سپاہی کہ جو اس کے پاس ہیں ، لے کر ہزارہ چلا جائے ، مگر مرزا (محمد حکیم) کے بعض نوکروں نے تعاقب کر کے اس کی بھی گردن مار دی ۔ اس کے بعد شاہ ولی بیگ اتکہ نے مرزا (محمد حکیم) کی والدہ کے ساتھ مل کر عادل شاہ اپنا خطاب مقرر کیا ۔

جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو اس نے منعم خاں کو کابل کی حکومت اور مرزا محمد حکیم کی اتالیقی کے منصب پر فائز کیا ۔ محمد قلی برلاس ، شہاب الدین احمد خاں کے بھائی حسین خاں ، تیمور اوزبک اور دوسرے لوگوں کو مدد کے لیے متعین کیا ۔ مرزا (محمد حکیم) کی والدہ نے تمام لشکر کو جمع کیا اور مرزا (محمد حکیم) کو [۱۶۸] کہ اس وقت اس کی عمر دس سال ہو چکی تھی ، اپنے ہمراہ لے کر جنگ کے ارادے سے جلال آباد آ گئی کہ پہلے اس کا نام ''جوئے شاہی'' تھا اور منعم خاں کی آمد کا انتظار کرنے لگی ۔ اس طرف سے منعم خاں نہایت عجلت سے پہنچا اور جنگ کی ، لیکن اس نے پہلے ہی حملے میں شکست کھائی ۔ تمام لشکر اور ملازمین کو برباد کیا اور نہایت ذلت سے شاہی دربار میں پہنچا ۔ مرزا محمد حکیم کی والدہ فتح کے بعد کابل گئی اور اس نے شاہ ولی اتکہ کو اس گمان میں کہ وہ بیگم سے سرکشی کا ارادہ رکھتا ہے ، قتل کرا دیا اور حیدر قاسم کوہ برکو ، مرزا (محمد حکیم) کی وکالت پر مقرر کیا ۔

اسی سال مرزا شرف الدین حسین کا واقعہ رونما ہوا ۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مرزا شرف الدین حسین پسر خواجہ معین بن خواجہ خاوند محمود بن خواجہ عبداللہ کہ جو خواجگان خواجہ مشہور ہیں اور وہ خواجہ ناصرالدین عبداللہ احرار کے بیٹے ہیں ، اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر امیرالامراء کے درجہ تک ترقی کر گیا ۔ وہ ناگور کی جاگیر پر مقرر ہوا ۔ وہاں بھی اس سے بہادری کے کارنامے ظہور میں آئے ۔ اس کا باپ کاشغر سے آ کر مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا ۔ تقدیر کی بات کہ کچھ دنوں کے بعد مرزا شرف الدین حسین بغیر کسی ظاہری وجہ کے حاسدوں کے بہکانے سے خوف زدہ ہو کر ناگور کی طرف بھاگ گیا ۔ بادشاہ نے حسین قلی بیگ ولد ولی بیگ ذوالقدر کو جسے خانخاناں بیرام خاں کی قرابت اور پسندیدہ جذبات کی وجہ سے امراء کے زمرے میں شامل کیا تھا ، رعایت کا مستحق سمجھا ، خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور مرزا شرف الدین حسین کی جاگیر اس کو مرحمت فرمائی اور بڑے بڑے امیر ، مثلاً محمد صادق خاں ، محمد قلی توقبائی ، مظفر مغول اور میرک بہادر کو حسین قلی خاں کی کمک پر متعین کیا ، شاہی حکم صادر ہوا کہ امرائے مذکور مرزا شرف الدین کا تعاقب کر کے اس کو گرفتار کریں اور اگر وہ اپنی بدکرداری پر نادم ہو ، تو اس کو تسلی دے کر بادشاہ [۱۶۵] کے حضور میں لائیں ، ورنہ اس کے اعمال کی سزا میں کوشش کی جائے اور اس کی بربادی اور خاتمہ کا بندوبست کریں ۔

جب حسین قلی خاں اور دوسرے امراء کی خبریں شرف الدین حسین کو ملیں ، تو وہ ترخان[۱] دیوانہ کو جو اس کا معتمد تھا ، اجمیر میں چھوڑ کر ناگور کی طرف چلا گیا ۔ شاہی فوجوں نے قلعہ اجمیر کا محاصرہ کر لیا ، دو تین دن کے بعد ترخان دیوانہ نے امان چاہی اور قلعہ کو شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا اور امراء مرزا شرف الدین حسین کے تعاقب میں جالور کی طرف روانہ ہوئے ۔

اتفاق سے جس وقت کہ مرزا شرف الدین حسین جالور پہنچا ، شاہ ابوالمعالی جو مکہ معظمہ سے واپس ہو کر شاہی بارگاہ میں آ رہا تھا ،

۱- بدایونی (ص ۲۳۰) تیر خاں ۔

مرزا شرف الدین سے ملا اور فساد برپا کرتا اس طرح طے ہوا کہ حسین قلی خاں کے اہل و عیال اور آدمیوں کے سر پر پہنچ کر ان کو گرفتار کر لیا جائے جنھیں وہ حاجی پور میں چھوڑ گیا تھا اور اس راستے سے کابل جا کر محمد حکیم کو ہندوستان لایا جائے اور شرف الدین حسین مرزا اس طرف سے جس قدر اس سے ہو سکے ، فتنہ و فساد برپا رکھے ۔

دو بد چوں بہم ہم نشینی کنند
ز کار جہاں خوردہ لیتی کنند
بشو دست امید از خیر شاں
کہ در وادی شر بود سیر شاں

ابوالمعالی مرزا شرف الدین کے ملازموں کو ہمراہ لے کر جب حاجی پور کے قریب پہنچا ، تو اس کو معلوم ہوا کہ حسین قلی کے رشتہ دار احمد بیگ اور سکندر بیگ اس کے دفع کرنے کے لیے آئے ہیں ، وہ وہاں سے رخ بدل کر نارنول کی طرف متوجہ ہوا اور اچانک قلعہ نارنول پہنچ گیا ۔ اس نے وہاں کے شقدار (حاکم) میر گیسو کو گرفتار کر لیا اور جس قدر دولت وہاں کے مال خانے میں جمع تھی ، وہ ان لوگوں میں تقسیم کر دی جو اس کے ہمراہ تھے ۔

حسین قلی خاں نے جب یہ خبر سنی تو اس نے اپنے بھائی اسماعیل قلی بیگ کو محمد صادق خاں کے ہمراہ ابوالمعالی کے تعاقب میں بھیجا ۔ جب وہ حاجی پور کے قریب پہنچے ، تو ان کو معلوم ہوا کہ ابوالمعالی نارنول کی طرف چلا گیا ۔ وہ احمد بیگ [۱۰۶] اور سکندر بیگ کو ہمراہ لے کر ابوالمعالی کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ جب نارنول سے بارہ کوس کا فاصلہ رہ گیا ، تو ابوالمعالی کے بھائی خالزادہ سے کہ جس کو شاہ لونداں کہتے تھے اور جو اپنی جاگیر سے آ کر اپنے بھائی (ابوالمعالی) کے پاس جا رہا تھا ، (ان لوگوں کی) راستے میں اس سے مڈ بھیڑ ہوئی ۔ اس کو گرفتار کر کے قید کر لیا ۔ ابوالمعالی نارنول سے بھاگ کر پنجاب پہنچا ۔ احمد بیگ اور سکندر بیگ شاہی فوج سے جدا ہو کر بطور یلغار ابوالمعالی کے تعاقب میں گئے ۔

ان کے ملازمین کی ایک جماعت نے جو پہلے شرف الدین حسین کے نوکر رہ چکے تھے ، آپس میں یہ طے کیا اور قسمیں کھائیں کہ جس وقت ابوالمعالی سے مقابلہ ہو ، تو احمد بیگ اور سکندر بیگ کو چھوڑ کر اس سے مل جائیں ۔ ان میں سے ایک فسادی شخص کہ جس کا نام دانہ قلی تھا ، ان لوگوں سے جدا ہو کر نہایت عجلت کے ساتھ ابوالمعالی کے پاس پہنچ گیا اور اس جماعت کے اتفاق (رائے) کی خوش خبری اس (ابوالمعالی) کو پہنچائی ۔ ابوالمعالی نے جیسے ہی یہ خبر سنی وہ اس جنگل میں جو راستے کے کنارے تھا ، چلا گیا اور جس وقت احمد بیگ اس کے محاذ میں پہنچا تو اس نے کمین گاہ سے نکل کر ان پر حملہ کر دیا ۔ ان نوکروں نے جنھوں نے آپس میں اتفاق کر لیا تھا ، تلواریں نکال کر اپنے ہی آقاؤں پر حملہ کر دیا ۔ احمد بیگ اور سکندر بیگ کے باقی ملازمین یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے اور احمد بیگ اور سکندر بیگ کو تنہا چھوڑ دیا ۔ یہ دونوں بہادر نہایت کوشش و جانفشانی کے بعد شہید ہو گئے ۔

اکبر بادشاہ قصبہ متورہ[1] میں سیر و شکار میں مشغول تھا کہ اس کو یہ خبر پہنچی ۔ اس نے شاہ بداغ ، تاتار خاں اور رومی خان وغیرہ کو ابوالمعالی کے تعاقب میں متعین کیا کہ اس (ابوالمعالی) کے پیچھے جائیں اور جس جگہ اس کو پائیں کیفر کردار کو پہنچائیں اور جب تک اس کی طرف سے اطمینان نہ ہو جائے چین سے نہ بیٹھیں ۔ اکبر بادشاہ نے متورہ سے کوچ کر دیا اور دارالملک دہلی میں قیام فرما کر اسے رشکِ جنت بنا دیا ۔ [۱٦۷]

جس زمانے میں شرف الدین حسین اکبر بادشاہ کے حضور سے فرار ہو کر ناگور کی طرف گیا ، اسی زمانے میں ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ کوکہ فولاد نامی ایک غلام کو جو اس (شرف الدین حسین) کے باپ کے غلاموں میں تھا ، اس کام پر متعین کیا کہ وہ وقت بے وقت گھات میں رہے اور جس طرح بھی ہو سکے اکبر بادشاہ کو نقصان پہنچائے ۔ یہ کم بخت اسی غرض سے ہمیشہ شاہی لشکر میں گھوما کرتا تھا اور موقع کا منتظر رہتا تھا ۔ اتفاقاً اکبر بادشاہ شکار سے واپس آ کر دہلی کے بازار

۱- نولکشور ایڈیشن ، سیتورہ ۔

سے گزر رہا تھا ، جس وقت وہ ماہم انگہ کے مدرسہ کے قریب پہنچا ، تو اس نابکار اجل رسیدہ نے پوری قوت سے اکبر بادشاہ کے کندھے پر تیر مارا ۔ چونکہ خدا کی مہربانی ہر وقت اس بادشاہ (اکبر) کے شامل حال تھی ، لہذا زخم کاری نہ لگا اور تیر کھال پر سے گزر گیا ۔ شاہی ملازمین نے اسی وقت تیغ و خنجر سے اس نابکار کا کام تمام کر دیا[1] ۔ اکبر بادشاہ نے اس تیر کو جسم سے کھینچ لیا اور اسی طرح سوار ہو کر شاہی قیام گاہ پہنچا ۔ چند روز تک اس زخم کا علاج کیا ، چھٹی جمادی الاخری (۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء) کو سنگھاسن پر بیٹھ کر بادشاہ دارالخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا اور پندرہویں جمادی الاخری ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء مطابق آٹھویں سال الٰہی کو آگرہ میں نزول اجلال فرمایا ۔

نویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا جمعرات کے روز انتیس رجب[2] ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء کو ہوئی ۔ جب ابوالمعالی نے احمد بیگ کو مار ڈالا اور وہ آگاہ ہو گیا کہ شاہی افواج اس کے تعاقب میں آ رہی ہیں ، تو وہ پریشان ہوگیا اور سیدھا راستہ چھوڑ کر کابل کی طرف بھاگ گیا ۔ جب کابل کے حدود میں پہنچا ، تو اس نے ایک عرضداشت اپنے اس خلوص ، عقیدت و صدق ارادت پر مشتمل لکھی جو وہ ہمایوں بادشاہ سے رکھتا تھا اور ماہ چوچک بیگم کے پاس روانہ کی ۔ اس شعر سے اس کا آغاز ہوا :

۱۔ بدایونی (ص ۲۳۰ - ۲۰۱) نے اس سلسلے میں ایک بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اکبر نے ارادہ کیا کہ دہلی کے امراء اور شرفاء کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرے ۔ عورتیں اور خواجہ سرا لڑکیوں کو پسند کرنے کے لیے لوگوں کے گھروں میں جانے لگے ۔ تمام شہر میں دہشت پھیل گئی بلکہ اکبر ایک شخص عبدالواسع کی بیوی پر مائل ہوا ۔ اس بیچارے نے طلاق دے دی ۔ وہ عورت شاہی حرم سرا میں پہنچ گئی اور عبدالواسع مارے ندامت کے دکن چلا گیا ۔

۲۔ ابوالفضل نے (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۵۶) نویں سال کا آغاز ۲۷ رجب ۹۷۱ھ کو لکھا ہے ۔

[۱۶۸] بیت

ماہ بدیں در ، نہ پے عزت و جاہ آمدہ ایم
از بد حادثہ اینجا ، بہ پناہ آمدہ ایم

ماہ چوچک بیگم نے اس کی عرضداشت کے مضمون سے واقف ہو کر اس کو جواب میں یہ مصرع لکھ کر بھیج دیا :

ع کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

نہایت احترام کے ساتھ اس کو بلایا اور اپنی لڑکی کے ساتھ اس کا عقد کر دیا ۔

ابوالمعالی مرجع خلائق ہو گیا ۔ اس نے مرزا محمد حکیم کے تمام معاملات اپنے اختیار میں لے لیے ۔ اس سے پہلے شبو کون[۱] پسر قراچہ خاں اور شادماں وغیرہ جو لوگ ماہ چوچک بیگم سے دل برداشتہ تھے ۔ انھوں نے ابوالمعالی کے مزاج میں راہ پیدا کر لی اور اس کے ذہن نشین کر دیا کہ جب تک ماہ چوچک بیگم زندہ ہے ، تیرا اقتدار قائم نہیں ہو سکتا ۔ ابوالمعالی نے اس بات کو درست جانا اور اس بیچاری عورت کو خنجر ظلم سے مار ڈالا[۲] اور مرزا محمد حکیم کو جو کم سن تھا ، اپنے قبضے میں لے کر تمام معاملات اپنے اختیار سے کرنے لگا اور حیدر قاسم کوہ کو جو مرزا (محمد حکیم) کا وکیل تھا ، اپنی گرفت میں لے کر قتل کرا دیا اور اس کے بھائی محمد قاسم کو قید کر دیا ۔

فردی محمد خاں ، باقی محمد خاں قاقشال اور حسین خاں ، بیگم کے ملازمین ایک جماعت کے ہمراہ ایک جگہ اکٹھا ہوئے اور ابوالمعالی کے سر پر پہنچ گئے کہ اس سے بیگم کا انتقام لیں ۔ عبدی سرمست نے ابوالمعالی کو اس بات سے خبردار کر دیا ۔ ابوالمعالی ان لوگوں کے ساتھ جو اس سے متفق تھے ہر طرح مسلح ، مکمل اور مستور ہو کر ان سے لڑنے کے لیے آیا ۔ جماعت مذکور سیدھی طرف سے قلعہ میں داخل ہوئی ۔ ابوالمعالی ان کی

۱۔ شوکون (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۵۸) ۔

۲۔ یہ واقعہ وسط شعبان ۹۷۱ھ / اپریل ۱۵۶۴ء میں ہوا ۔ (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۵۸) ۔

مدافعت کے لیے آگے بڑھا ۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل ہوئے ۔ آخر ابوالمعالی نے زور لگایا اور ان کو قلعہ سے باہر نکال دیا ۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک متفرق ہو گیا اور کسی طرف چلا گیا ۔

[۱۶۹] محمد قاسم جو قید میں تھا ، آزاد ہوا ۔ وہ مرزا سلیمان کے پاس بدخشاں پہنچا اور تمام کیفیت بیان کرکے مرزا (سلیمان) کو کابل جانے کے لیے آمادہ کیا ۔ مرزا محمد حکیم نے بھی اپنا آدمی مرزا سلیمان کے پاس بھیجا اور اس سے آنے کی درخواست کی ۔ مرزا سلیمان جب اس واقعہ سے مطلع ہوا ، تو اس نے بدخشاں کے لشکر کو جمع کیا اور اپنی بیوی حرم بیگم کے ہمراہ کابل کا رخ کیا ۔ ابوالمعالی نے بھی کابل کے لشکر کو اکٹھا کیا اور مرزا محمد حکیم کو ہمراہ لے کر دریائے غور بند کے کنارے پہنچ گیا ۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی ۔ جنگ کی آگ بھڑکی ۔ کابلیوں کی ایک جماعت جو ابوالمعالی کے دائیں طرف تھی ، بدخشیوں سے شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی ۔ ابوالمعالی نے مرزا محمد حکیم کو مرزا محمد سلیمان کے مقابلہ پر چھوڑا اور خود اس جماعت کی مدد کے لیے گیا ۔

مرزا محمد حکیم کے نوکروں نے موقع غنیمت جانا اور وہ مرزا محمد حکیم کو دریا عبور کرا کے مرزا سلیمان کے پاس لے گئے ۔ کابل کا باقی لشکر یہ حال دیکھ کر پراگندہ ہو گیا اور جدھر جس کے سینگ سمائے چلا گیا ۔ ابوالمعالی جب اپنے ٹھکانے پر واپس آیا اور مرزا محمد حکیم اور لشکر میں سے کسی کو نہ پایا ، تو پریشان ہو کر بھاگ کھڑا ہوا ۔ بدخشیوں نے اس کا تعاقب کیا اور موضع چاری کاران میں اس کو جا لیا ۔ گرفتار کرکے مرزا سلیمان کے پاس لے آئے ۔ مرزا سلیمان نہایت اطمینان و خوشی کے ساتھ مع مرزا محمد حکیم کابل آ گیا ۔ اس نے دو تین دن کے بعد ابوالمعالی کو دست و گردن بستہ (مرزا) محمد حکیم کے پاس بھیج دیا ۔ مرزا (محمد حکیم) نے حکم دیا اور زبان حلق سے کھینچ کر قصاص میں ختم کر دیا ۔ یہ واقعہ رمضان کی سترہویں تاریخ کی شب ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء[۱] میں ہوا ۔ اس کے

۱۔ ۹۷۰ھ غلط ہے ۔ ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء ہونا چاہیے ۔ ''متن میں سنہ سبعین و تسعمائۃ'' تحریر ہے ۔ غالباً ''احدی'' کا لفظ رہ گیا ہے ۔ مآثر الامراء جلد سوم (اردو ترجمہ ، ص ۱۶۵) میں ہے کہ عید کے دن (یکم شوال ۹۷۱ھ/۱۳ مئی ۱۵۶۴ء) کو شاہ ابوالمعالی مارا گیا ۔

بعد مرزا سلیمان نے اپنی لڑکی کو بدخشان سے کابل بلایا اور مرزا محمد حکیم سے اس کا نکاح کر دیا اور اکثر ولایت کو اپنے آدمیوں کی جاگیر میں دے دیا ۔ امید علی کو جو اس کا معتمد تھا ، مرزا (محمد حکیم) کی وکالت پر مقرر کیا اور خود بدخشاں کی طرف واپس چلا گیا ۔

[۱۷] اسی سال خواجہ مظفر علی تربتی جو خانخانان بیرام خاں کے قدیم لوگوں میں سے تھا ، وزارت کے منصب پر دیوانِ اعلیٰ مقرر ہوا اور خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

قلعہ چنار کی فتح کا ذکر

یہ قلعہ عدلی کے غلام فتو کے قبضے میں تھا ۔ اس نے (اکبر بادشاہ) کے پاس قلعہ سپرد کرنے کی عرضداشت بھیجی ۔ اکبر بادشاہ نے شیخ محمد غوث اور آصف خاں کو بھیجا کہ وہ جائیں اور صلح کے ساتھ قلعہ پر قبضہ کر لیں اور اس قلعہ کو حسین علی خاں[۱] ترکمان کے سپرد کر دیں ۔

اتفاق سے ان ہی دنوں ، غازی خاں سور کہ جو عدلی کے بڑے امیروں میں سے تھا اور ایک مدت تک اکبر بادشاہ کی ملازمت میں رہا ، بھاگ گیا اور اسی زمانے میں گڑھ کی حکومت پر آصف خاں مقرر ہوا ۔

(غازی خاں سور) پٹنہ آ گیا اور فوج اکٹھی کرکے فتنہ و فساد کرنے لگا ۔ جب (اکبر بادشاہ نے) آصف خاں کو گڑھ کی ولایت پر بھیجا ، تو غازی خاں مذکور ایک بڑا لشکر لے کر آصف خاں کے مقابلے پر آیا اور حملہ کر دیا ، مگر اس نے شکست کھائی اور مقابلے میں مارا گیا ۔ اس فتح سے آصف خاں کو پوری قوت اور غلبہ حاصل ہو گیا ۔

ولایت گڑھ کی تسخیر کا ذکر اور رانی درگاوتی کا مارا جانا

گڑھ کٹنگہ کی ولایت آصف خاں کے قریب تھی ۔ اس کو اس ملک کے فتح کرنے کا خیال ہوا ۔ اس ملک کا دارالحکومت قلعہ چوڑا گڑھ تھا ۔ یہ ولایت بہت وسیع ہے ۔ ستر ہزار آباد دیہات اس سے متعلق ہیں ۔ اس

۱۔ بدایونی ، (ص ۲۳۱) ، حسن خاں ترکمان ۔

زمانے میں اس ملک کی والی ایک عورت درگاوتی تھی ۔ یہ عورت حسن و جمال میں کامل تھی ۔ جب آصف خاں نے اس ملک کے حالات پوری طرح معلوم کر لیے ، تو [۱۰ے] اس کی فتح اس کی ہمت و کوشش کے سامنے نہایت آسان تھی ، وہ پانچ ہزار سواروں اور بے شمار پیادوں کو لے کر اس ولایت کی فتح کے لیے چلا ۔ رانی نے فوج جمع کی اور سات سو ہاتھی اور بیس ہزار پیادے اور سوار لے کر مدافعت کے لیے آئی ۔ دونوں طرف سے بہت کوشش اور مقابلہ ہوا ۔ تقدیر کی بات کہ ایک تیر رانی کے لگا ۔ اس کے لشکر نے شکست کھائی ۔ رانی نے اس وہم سے کہ کہیں وہ زندہ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو جائے ، اپنے فیل بان کو حکم دیا اور اس نے خنجر سے اس کو ہلاک کر دیا ۔

اس فتح کے بعد آصف خاں قلعہ چوڑا گڑھ کی طرف متوجہ ہوا اور رانی کے لڑکے نے جو قلعہ میں تھا ، جنگ کی اور مارا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا ۔ اس قلعے سے بہت سے خزانے اور دفینے آصف خاں کے ہاتھ لگے ۔ جب آصف خاں کے ایسے ایسے کام بن گئے اور اتنا خزانہ اس کے ہاتھ آیا تو اس کے افتخار و اعتبار میں بدرجہ کمال اضافہ ہوا اور گڑھ میں اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا ۔

اکبر بادشاہ کا نرور کی طرف جانا

۱۲ ماہ ذی قعدہ ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء مطابق سال نہم الٰہی کو بادشاہ ہاتھی کے شکار کے ارادہ سے دارالخلافہ آگرہ سے روانہ ہوا ۔ دریائے چنبل کے کنارے قیام کیا ۔ بارش کی کثرت اور دریا کی طغیانی کی وجہ سے دس گیارہ روز وہاں ٹھہرنا پڑا ۔ دریا عبور کرتے وقت خاصہ کا ہاتھی کہ جس کا نام لکھنہ تھا ، دریا میں غرق ہو گیا ۔ بادشاہ کی سواری قصبہ نرور کے قریب پہنچی ، اس جنگل میں ہاتھیوں کا ٹھکانا تھا ۔ بادشاہ نے ان جانوروں کے شکار کی طرف توجہ فرمائی ۔ اس نے چند روز وہاں قیام کیا اور اس شکار کی ترتیب و تدابیر میں کہ جو سخت ترین شکار ہے ، مختلف ایجادات و اختراعات کام میں لائی گئیں اور بہت سے ہاتھی شکار کیے ۔

[۱۰۲] جب اس علاقہ کو ہاتھیوں سے خالی کر دیا ، تو بادشاہ نے

مالوہ کی طرف روانگی کا ارادہ کیا - بادشاہ قصبہ ربود[1] پہنچا اور بارش کی کثرت کی وجہ سے دو روز تک اس قصبے کے باہر قیام کیا - پھر (بادشاہ) وہاں سے سارلگ پور کی طرف روانہ ہوا - بارش کی شدت ، پانی اور دلدل کی فراوانی کی وجہ سے شاہی لشکر بڑی مشکل سے راستہ طے کر رہا تھا - جب سارلگ پور پہنچا ، تو محمد قاسم خاں نیشا پوری ، جو وہاں کا حاکم تھا ، استقبال کے لیے حاضر ہوا اور مختلف قسم کے تحفے پیش کیے[2] -

دوسرے روز وہاں سے روانگی ہوئی - جب مندو کے نواح میں پہنچے ، تو مندو کا حاکم عبداللہ خاں اوزبک ، بادشاہ (اکبر) کی آمد کی خبر سن کر خوف و ہراس کی وجہ سے فرار ہو گیا ، کیونکہ اس سے بعض باتیں اکبر بادشاہ کی مرضی کے خلاف سرزد ہوئی تھیں - اس نے اپنے متعلقین اور اہل و عیال کو پہلے سے بھیج دیا اور پھر گجرات کی طرف چلا گیا - جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو اس نے مقیم خاں کو جو بڑے امراء میں سے تھا ، عبداللہ خاں کے پاس بھیجا کہ وہ اس کو وہ راستہ سمجھائے جس میں اس کی عافیت ہو - مقیم خاں نے ہر چند اچھی باتیں اور نصیحت آمیز کلمات اس سے کہے ، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا -

بیت

ہر کہ ننہند گوش سوئے پند عزیزاں
بسیار بدنداں گزد انگشت ندامت

عبداللہ خاں نے سمجھا کہ مقیم خاں اس کو باتوں میں لگانے ہوئے ہے تا کہ شاہی فوج آ جائے اور اس کا راستہ روک لے - اس نے مقیم خاں کو تو وہیں چھوڑا اور خود بھاگ کھڑا ہوا - مقیم خاں بغیر حصول مقصد کے واپس لوٹ آیا اور حقیقت حال بادشاہ سے عرض کی - بادشاہ نے سخت غیرت و غضب کا اظہار کیا اور شاہی فرمان جاری ہوا کہ بہادروں کی ایک جماعت اس کا راستہ روک لے اور اس کو نکلنے نہ دے - بادشاہ خود بھی نہایت تیزی سے چل پڑا - جب وہ ایک باغ کے قریب [۱۷۳] کہ

۱- اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۷۲ -

۲- ایضاً ، ص ۱۷۳ -

جو مندو کے حدود میں تھا ، پہنچا ، تو خبر ملی کہ بہادروں کی جو جماعت بطور ہراول آگے گئی ہوئی تھی ، عبداللہ خاں تک پہنچ گئی اور لڑائی شروع ہو گئی -

جب یہ خبر بادشاہ نے سنی ، تو نہایت تیزی سے فوج حرکت میں آ گئی اور بہت عجلت سے روانہ ہوئی - جب عبداللہ خاں کی طرف کے چند معتبر آدمی مارے گئے اور اس کو بادشاہ کے قریب آنے کی خبر ملی ، تو وہ اپنے اہل و عیال کو بربادی کے لیے چھوڑ کر بُری طرح نکل بھاگا - شاہی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور ولایت آل تک کہ گجرات کی سرحد ہے ، پہنچی - اس کی بیگمات و مستورات اور ہاتھیوں کو (اس سے) جدا کر دیا - عبداللہ خاں ، چنگیز خاں کے پاس گجرات چلا گیا کہ وہ سلطان محمود گجراتی کا غلام تھا اور وہ اس (سلطان محمود) کے مرنے کے بعد گجرات کا فرمانروا بن گیا تھا -

شاہی فوج نے عبداللہ خاں کے گھوڑوں ، ہاتھیوں اور بیگمات کو (اس سے) جدا کر دیا اور واپس آ گئی اور ولایت آل کے نواح میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بادشاہ کی نوازشوں سے سرفراز ہوئی - بادشاہی فوج اسی منزل پر حرکت میں آئی اور ذی الحجہ ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء کی آخری تاریخ کو وہ شہر مندو میں پہنچی - اس علاقے کے زمینداروں نے بادشاہ (اکبر) کی اطاعت کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

میراں مبارک شاہ نے کہ جو باپ دادا سے خاندیش کی ولایت کا حاکم چلا آ رہا تھا ، بادشاہ (اکبر) کے حضور میں عرضداشت بھیجی اور ایلچیوں کے ہمراہ بادشاہ کے لیے لائق تحفے بھیجے - چند روز کے بعد ایلچیوں کو اجازت ملی اور میراں مبارک شاہ کے نام صادر ہوا کہ اپنی بیٹیوں میں سے جس کسی کو بادشاہ کی خدمت کے لیے مناسب سمجھے ، حضور میں بھیج دے - بادشاہ نے ایلچیوں کے ہمراہ اعتماد خاں کو بھی روانہ کر دیا - جس وقت یہ خوش خبری میراں مبارک شاہ کو پہنچی تو اس نے نہایت فخر و مباہات کا اظہار کیا اور اپنی بیٹی کو نہایت ساز و سامان کے ساتھ ، جو بادشاہ کے لائق تھا ، اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا اور اس کو نہایت غنیمت سمجھا -

[۱۷۴] مندو کے قیام کے زمانے میں عبداللہ خاں کا نوکر خان قلی کہ جو ہنڈیہ میں تھا اور دکن کا امیر مقرب خاں بادشاہ کے حسب الحکم اس فوج کے ساتھ جو ان کے پاس تھی ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقیم خاں کو ، کہ جس نے اس مہم میں بہادری کے کارنامے انجام دیے تھے ، شجاعت خاں کا خطاب ملا ۔

محرم ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء میں شاہی فوج نے شہر مندو سے کوچ کیا اور شاہی لشکر قصبہ نالچہ[۱] کے باہر مقیم ہوا اور قرا بہادر خاں مندو کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ شاہی فرمان صادر ہوا کہ شاہی ملازمین کی وہ جماعت کہ مندو میں ٹھہری ہوئی ہے ، قرا بہادر خاں کے ہمراہ وہیں خدمت انجام دے اور اطمینان سے اس صوبہ میں رہیں ۔

دو دن کے بعد بادشاہ نے اس منزل سے کوچ کیا اور آگرہ کی طرف توجہ فرمائی[۲] ۔ جب وہ اجین پہنچا ، تو برسات کی وجہ سے چار روز تک وہیں مقیم رہا ۔ پھر وہاں سے چار منزل سارنگ پور میں (پہنچا) اور سارنگ پور سے ایک ہفتے میں پرگنہ کھرار پہنچا اور وہاں باہر مقیم ہوا اور جب وہاں سے متواتر کوچ کرکے سپری کے حدود میں پہنچا ، تو شکاریوں نے ہاتھیوں کے ایک گلہ کی خبر دی اور عرض کیا کہ ایک بڑا مست ہاتھی اس گلہ میں پھر رہا ہے ۔ اکبر بادشاہ نے اسی وقت سوار ہو کر شکار کی طرف توجہ فرمائی ۔ ان تمام ہاتھیوں کو قبضے میں کیا اور متواتر کوچ کرکے نرور اور گوالیار سے تیسری ربیع الاول سنہ مذکور (۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء) کو بادشاہ (اکبر) دارالخلافہ آگرہ پہنچا ۔

اسی سال بادشاہ کے دو جڑواں بچے حسن اور حسین پیدا ہوئے اور ایک ماہ کے بعد ہی دونوں فوت ہو گئے ۔

[۱۷۵] جس زمانے میں کہ بادشاہ (اکبر) مندو سے واپس آیا اور دارالخلافہ پہنچ کر عیش و عشرت میں مشغول ہوا ، تو اکثر کرانی کی سیر کے لیے کہ جو دارالخلافہ آگرہ کے لواح میں ایک گاؤں ہے ، جانے

۱- بدایونی ، (ص ۲۳۳) ، نالچہ ۔
۲- اکبر ۳ ربیع الاول ۹۷۲ھ کو آگرہ پہنچا (بدایونی ، ص ۲۳۳) ۔

لگا ۔ وہاں کا پانی مٹھاس میں اور ہوا لطافت میں نہایت ممتاز تھی ۔ چونکہ وہاں کی زمین اور فضا دلکشا عمارتوں کے لائق تھی ، اس لیے بلند عمارات کی تعمیر و ترتیب کا فرمان صادر ہوا[1] ۔ تھوڑے ہی دنوں میں اعلیٰ عمارتیں اور پسندیدہ مکانات بن گئے ۔ گویا ایک شہر تعمیر ہو گیا اس کا نام نگر چین ہوا ۔

خواجہ معظم کا حال جو اکبر بادشاہ کا ماموں تھا

وہ (خواجہ معظم) علی اکبر کا بیٹا[2] اور شیخ الاسلام زندہ پیل احمد جام کی اولاد میں ہے ۔ ہمایوں بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں بارہا اس سے ناپسندیدہ حرکات ظہور میں آئی تھیں ۔ ہمایوں بادشاہ نے شہزادہ (اکبر) کی رعایت خاطر سے اس کی خطاؤں سے چشم پوشی کی اور معاف کر دیتا تھا ۔ آخر اس نے بہت بے اعتدالی دکھائی یہاں تک کہ اس کے اخراج کا حکم صادر ہوا اور وہ گجرات چلا گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچا ۔ کچھ عرصہ وہاں گزرا اور پھر ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔

جب اکبر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ آیا اور بیرام خاں خانخاناں نے مہمات ملکی کا اختیار سنبھالا ، تو وہ خواجہ معظم کی بے باکی اور سفاکی سے واقف تھا ۔ چنانچہ خواجہ مذکور کو اس شعر کے مصداق شہر بدر کر دیا ۔

بیت

به بدطینتان نیکو خوئی مکن
بافعی و عقرب نکوئی مکن

۱۔ نگر چین کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے : تفریح العمارات از سیل چند (خطی مملوکہ محمد ایوب قادری) ، ص ۵ - ۷ ۔

۲۔ خواجہ معظم حمیدہ بانو بیگم کا ماں شریک بھائی تھا ۔ باپ دونوں کے علیحدہ علیحدہ تھے ۔ (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۶۷) ۔

شہر بدر ہونے کے بعد وہ کچھ عرصہ تک گجرات میں رہا ۔ پھر وہ اکبر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ اس مرتبہ بیرام خاں نے واقعی اس پر توجہ کی اور اس کی رعایت کی ۔

اسی دوران میں بیرام خاں کے معاملات کہ جس طرح تحریر میں آئے ہیں ، [۱۷۶] دگر گوں ہو گئے ۔ اکبر بادشاہ نے اس پر شاہی عنایات کیں اور چند محال اس کی جاگیر میں مقرر کر دیے ۔ چونکہ خواجہ (معظم) کی طبیعت و طینت میں بے اعتدالی تھی ، لہذا پھر اچانک ناشائستہ حرکات اس سے صادر ہوئیں جن کا مداوا کیا گیا ۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ بی بی فاطمہ نام کی ایک عورت تھی جو ہمایوں بادشاہ کی حرم سرا کی خدمت کی غرض سے وہاں رہتی تھی ۔ خواجہ معظم نے اس کی لڑکی زہرہ آغہ نامی سے نکاح کر لیا ۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا ۔ تو بلا وجہ اس بیچاری کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا ۔ جب اس کی اطلاع ہوئی ، تو وہ (بی بی فاطمہ) اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے حقیقت حال کو بطور استغاثہ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں پیش کیا ۔ اتفاق سے اس وقت اکبر بادشاہ چاہتا تھا کہ شکار کو جائے ۔ اکبر بادشاہ نے فرمایا کہ تیری لڑکی کے لیے میں خواجہ معظم کے مکان پر ہوتا ہوا جاؤں گا اور اس کو نصیحت کر دوں گا ۔ طاہر خاں میر فراغت اور رستم خاں[۱] کو یکے بعد دیگرے بادشاہ نے بھیجا کہ وہ اس کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع دے دیں ۔ جس وقت کہ طاہر محمد خاں اس کے گھر پہنچا ، تو وہ ناراض ہو کر اس بے گناہ عورت کو قتل کر چکا تھا ۔

جب اکبر بادشاہ وہاں پہنچا ، تو خواجہ معظم سے ناپسندیدہ حرکات ظاہر ہوئیں اور وہ سزا کا مستحق ٹھہرا ۔ بادشاہ کے حسب الحکم اس جماعت نے کہ جو حاضر خدمت تھی ، اسے لاتوں اور ڈنڈوں سے پیٹا ۔ پھر کشتی میں ڈال کر دریا میں لے گئے اور چند غوطے بھی دیے ۔ آخر اسے قلعہ گوالیار بھیج دیا اور وہاں قید کر دیا اور اسی قید میں وہ مر گیا ۔

۱۔ اکبر نامہ ، جلد دوم ، (ص ۶۸) ، رستم خاں ۔

مرزا سلیمان کا تیسری مرتبہ کابل آنا

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مرزا سلیمان ، مرزا محمد حکیم کی استدعا پر کابل آیا ، شاہ ابوالمعالی کو دفع کیا اور واپسی کے وقت اس ولایت کی اکثر جاگیریں اپنے ملازمین کی تنخواہوں میں دے دیں ۔ جب یہ جگہ مرزا محمد حکیم [۱۷۷] اور اس کے آدمیوں پر تنگ ہوئی ، تو بدخشیوں کو کابل سے باہر نکال دیا ۔ مرزا سلیمان ، بڑا لشکر لے کر انتقام کی غرض سے کابل کی طرف متوجہ ہوا ۔ مرزا محمد حکیم نے باقی قاقشال کو اپنے معتمد لوگوں کے ہمراہ کابل میں چھوڑا اور خود جلال آباد و پرشاور (پشاور) کی طرف چلا ۔ جس وقت مرزا سلیمان دریائے باران کے نزدیک پہنچا ، تو اس نے سنا کہ مرزا محمد حکیم جلال آباد کی طرف گیا ہے ۔ اس نے کابل کا راستہ چھوڑ کر جلال آباد کا رخ کیا ۔ مرزا محمد حکیم پرشاور (پشاور) کو چھوڑ کر دریائے سندھ کے کنارے پہنچا ، (اس نے) کیفیت حال پر مشتمل ایک عرضداشت اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجی ۔ جب مرزا سلیمان کو معلوم ہوا کہ مرزا محمد حکیم نے اکبر بادشاہ کے حضور میں التجا کی ہے ، تو وہ پرشاور (پشاور) سے لوٹ آیا اور اپنے نوکر قنبر کو تین سو آدمیوں کے ساتھ جلال آباد میں چھوڑا اور خود کابل کی طرف متوجہ ہوا ۔

جس وقت مرزا محمد حکیم کی عرضداشت اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچی ، تو (اکبر) بادشاہ نے حکم صادر کیا کہ پنجاب کے جاگیر دار امراء ، مثلاً محمد قلی خاں برلاس ، خاں کلاں ، قطب الدین محمد خاں ، کمال خاں گکھر اور دوسری شاہی فوجیں مرزا کی کمک کے لیے جائیں ۔ امراء نے حکم کے مطابق عمل کیا ۔ تمام (امراء) فوج کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے مرزا (محمد حکیم) کے پاس پہنچ گئے اور کابل کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔

جب جلال آباد کے نزدیک پہنچے ، تو مرزا نے لوگوں کو قنبر کے پاس بھیجا کہ جو مرزا سلیمان کے حکم سے جلال آباد کی حفاظت کر رہا تھا اور اس کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے کہا ۔ جب اس کم بخت نے نافرمانی کی ، تو شاہی فوجیں اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے آمادہ ہوئیں ، بہت جلد قلعہ فتح ہو گیا ۔ قنبر کو ان تین سو آدمیوں کے ساتھ کہ جو اس قلعہ میں تھے ، تیغ انتقام سے ختم کر دیا :

بیت

بتاراج خود ، ترک تازی کنی
کہ گنجشک بازی و بازی کنی
کلوخے کہ با کوہ سازد نبرد
بسنگے تواں زو بر آورد گرد

ان میں سے دو آدمیوں کو سر دے تا کہ مرزا سلیمان کو خبر پہنچائیں اور قنبر کے سر کو فتح کی خبر کے ساتھ باقی قاقشال کے پاس کابل بھیج دیا ۔

[۱۷۸] جب جلال آباد کی فتح اور شاہی فوج کے پہنچنے کی خبر مرزا سلیمان کو ملی ، تو وہ بدخشاں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ۔ مرزا محمد حکیم بڑے بڑے امراء کے ہمراہ کابل آ گیا اور اس نے مسند حکومت کو سنبھالا ۔ امراء میں سے ہر ایک اس طرح جیسا کہ اکبر بادشاہ کا حکم صادر ہوا تھا ، اپنی اپنی جاگیر پر چلا گیا ۔ خان کلاں جو مرزا (محمد حکیم) کی اتالیقی پر مقرر ہوا تھا ، وہاں رہا ۔ اتفاق سے مرزا (محمد حکیم) نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح جو پہلے شاہ ابوالمعالی کی زوجیت میں رہ چکی تھی خان کلاں کے مشورے کے بغیر خواجہ حسن نقشبندی کے ساتھ کر دیا جو حضرت خواجہ بہاء الدین قدس اللہ سرہ کی اولاد میں تھا ۔ جب خواجہ حسن کو اس رشتے سے قوت حاصل ہو گئی ، تو اس نے مرزا (محمد حکیم) کی مہمات میں داخل اندازی شروع کر دی ۔ وہ خان کلاں سے حساب لیتا[1] تھا ۔ خان کلاں چونکہ بہت گرم مزاج انسان تھا ، لہذا اس بات کو برداشت نہ کر سکا ۔ وہ مرزا (محمد حکیم) کی اجازت کے بغیر کابل سے نکل کر لاہور پہنچ گیا اور حقیقت حال کی عرضداشت بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیج دی ۔

۱- نولکشور اڈیشن میں ہے ''حسابی از خان کلاں می گرفت'' اور کلکتہ اڈیشن میں ہے ''نمی گرفت'' ۔ اس جملہ کا ترجمہ نولکشور اڈیشن کے مطابق کیا گیا ہے ۔

دسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا اتوار کے دن نویں[1] شعبان ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء کو ہوئی - اس سال کے شروع میں اکبر بادشاہ نے ہاتھی کے شکار کا قصد کیا - فرمان صادر ہوا کہ شکار کے ہراول دستے پہلے سے روانہ ہو جائیں اور جس جگہ ہاتھی دیکھیں اطلاع دیں - اکبر بادشاہ نے خود غرہ ماہ رجب ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء کو گڑھ اور نرور کی طرف روانگی کی - جب نرور کے نواح میں قیام کا اتفاق ہوا ، تو شکار اندازوں نے عرض کیا کہ نرور کے جنگل میں ہاتھیوں کے کئی گلے گھوم رہے ہیں - اکبر بادشاہ تنہا سوار ہو کر اس جنگل میں چلا گیا اور تمام ہاتھیوں کو شکار کر لیا اور واپس آ گیا -

دوسرے روز جب وہ (اکبر بادشاہ) لشکر کو واپس آ رہا تھا ، تو قراولوں نے راستے میں اطلاع دی کہ آٹھ کوس فاصلے پر [۱۷۹] ایک جنگل ہے جس میں بہت ہاتھی پائے جاتے ہیں - اکبر بادشاہ راستے سے واپس ہو کر اسی دن شام تک ہاتھیوں کے پاس پہنچ گیا - شاہی فوجوں نے ان تمام ہاتھیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور قلعہ نہالو[2] کی طرف ہنکا لیے گئے اور ہاتھی رات کو قلعہ مذکور میں لے آئے - اس روز تین سو پچاس ہاتھی شکار ہوئے -

وہاں سے بادشاہ (اکبر) لشکر ظفر اثر میں جو گڑھ کے حدود میں تھا ، گیا - تقریباً بیس روز وہاں قیام رہا - چونکہ گرمی کا موسم تھا اور باد مخالف چلنے کا زمانہ تھا ، اس وجہ سے لشکر کے اکثر آدمی بیمار اور کمزور ہو گئے - وہاں سے کوچ ہوا اور شاہی حکم صادر ہوا کہ شاہی فوج جنگل میں جائے اور جب تک امراء میں سے ہر ایک ہاتھی نہ لے لے ، بادشاہ کے حضور میں نہ آئے - جب بادشاہ (اکبر) گوالیار میں رونق افروز ہوا ، تو کچھ دن بعد ان لوگوں میں صحت کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ لوگ وہاں سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے -

---

۱- ۸ شعبان (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۹۰) -

۲- نولکشور اڈیشن میں ''سانوہ'' ہے -

قلعہ آگرہ کی بنیاد رکھنے کا ذکر

اسی سال بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ آگرہ کے عظیم قلعہ کی جگہ جو اینٹوں کا بنا ہوا اور پرانا ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا، (از سر نو) پتھر سے قلعہ بنایا جائے۔ حسب الحکم قلعہ کی بنیاد رکھی گئی اور چار سال میں (قلعہ) مکمل ہو گیا۔ اس زمانے میں (یہ قلعہ) دنیا میں اپنی مثال نہیں رکھتا ہے۔ دیوار کی چوڑائی دس گز ہے، جو پتھر اور گچ کے آمیزہ کی بنی ہوئی ہے اور دونوں طرف سے پتھروں کو تراش کو جوڑ دیا گیا ہے۔ نہایت صفائی کا کام کیا گیا ہے۔ قلعہ کی بلندی چالیس گز سے زیادہ ہے۔ اس کے چاروں طرف گہری خندق کھدی ہوئی ہے اور اس کے دونوں اطراف کو پتھر اور چونے سے اٹھایا گیا ہے۔ اس کا عرض بیس گز اور گہرائی دس گز ہے اور دریا جمنا سے اس خندق میں پانی آتا ہے۔ تقریباً تین کروڑ تنکہ اس عمارت عالی اساس کی تعمیر میں صرف ہوا ہے۔ قلعہ کے دروازے کی تاریخ بنا "بنائے در بہشت" ۹۷۴ھ/ ۶۷-۱۵۶۶ء ہوئی[1]۔

علی قلی خاں، ابراہیم اور سکندر کی مخالفت اور بغاوت کا ذکر

[۱۸۰] اس سے پہلے عبداللہ خاں اوزبک کی نامناسب حرکات کا، جو اس سے صادر ہوئی تھیں ذکر ہو چکا ہے۔ اسی سبب سے اکبر بادشاہ کو اوزبکیوں کی طرف سے بدظنی ہو گئی تھی۔ جس وقت اکبر بادشاہ ہاتھی کے شکار کے لیے نرور کی طرف روانہ ہوا، تو شاہی فرمان صادر ہوا کہ اشرف خاں میر منشی، سکندر خاں کے پاس جائے اور اس کو شاہی عنایات کا امیدوار کرکے حضور میں حاضر کرے۔ جب اشرف خاں اودھ کے نواح میں جو سکندر خاں کی جاگیر تھی، پہنچا، تو سکندر خاں اس کے استقبال کے لیے آیا اور اس کو نہایت احترام سے اپنے مکان پر لے گیا۔ بادشاہ کے حکم کو اس نے قبول کیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوگا۔

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے۔ مرقع اکبر آباد از سعید احمد مارہروی، ص ۶۴-۸۱۔

چند روز کے بعد اس نے اشرف خاں سے کہا کہ چونکہ ابراہیم خاں مجھ سے عمر میں بڑا ہے اور وہ پڑوسی بھی ہے ، لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کے پاس جا کر پہلے اس کو ہموار کر لو ، پھر ہم دونوں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے ۔ اس قرارداد کے مطابق وہ قصبہ سراور[1] کو جو ابراہیم خاں کی جاگیر میں تھا ، چلا گیا ۔ جب سکندر خاں اور ابراہیم خاں یکجا ہوئے ، تو ان کا یہ مشورہ ہوا کہ علی قلی خاں زماں سے جو ہمارے گروہ کا آدمی ہے اور ان حدود میں مدارالملک بھی ہے ، اس معاملے میں مشورہ کر لیا جائے ۔

وہ اس معاملے کو طے کرنے کے لیے اشرف خاں کے ہمراہ جونپور ، جو خان زماں کی جاگیر میں تھا ، گئے ۔ ان سب کے جمع ہونے کے بعد سب کی رائے مخالفت اور سرکشی کی ہوئی ۔ انھوں نے اشرف خاں کو بطور مجرم کے اپنی حراست میں لے لیا اور سرکشی پر آمادہ ہو گئے ۔ ابراہیم خاں اور سکندر خاں نے لکھنؤ میں اظہار معذرت کیا ۔ خان زماں اپنے بھائی کے ساتھ کڑہ مانک پور کی طرف آیا اور بغاوت و سرکشی کرنے لگا ۔ [۱۸۱]

شاہم خاں جلائر ، شاہ بداغ خاں ، امیر خاں ، محمد امین دیوانہ اور سلطان قلی خالدار اور اس نواح کے تمام جاگیر دار ، شاہ طاہر بدخشی ، اس کا بھائی شاہ خلیل اللہ اور دوسرے امراء ان لوگوں کی مخالفت سے آگاہ ہوئے ۔ سب نے مل کر دشمنوں سے مقابلہ کی تیاری کی اور مقابلہ و مجادلہ شروع کر دیا ۔ دونوں طرف سے مڈبھیڑ ہوئی ۔ محمد امین گھوڑے سے زمین پر گر پڑا ، دشمنوں نے اسے گرفتار کر لیا ۔ شاہم بیگ اور شاہ بداغ خاں نے دلیرانہ کوششیں کیں ، مگر مخالفین کا لشکر ان کے مقابلے میں کئی گنا تھا ، لہذا جنگ کو پشت دے کر وہ قلعہ نیم کھار[2] میں آ کر قلعہ بند ہو گئے اور حقیقت حال لکھ کر اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجی ۔

۱۔ بدایونی ، (ص ۲۳۶) ، سرہر پور ۔

۲۔ یہ مقام آج کل ضلع سیتا پور (یو ۔ پی انڈیا) میں واقع ہے ۔

خان زماں اور اس کا بھائی بہادر خاں دلیر ہو گئے ۔ انھوں نے ان حدود میں پرگنات میں ظلم و جور اور لوٹ مار شروع کر دی ۔ مجنوں خاں قاقشال جو اُن حدود کا جاگیر دار تھا ، قلعہ مانک پور میں قلعہ بند ہوگیا اور آصف خاں خواجہ عبدالمجید کوکہ جس کے پاس گڑھ کی حکومت تھی، حقیقت حال سے مطلع کرکے اسے اپنے پاس بلا لیا ۔ آصف خاں نے ایک جماعت کو گڑھ کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود فوج کے ساتھ اپنی جاگیر کڑہ میں چلا آیا ۔ چورا گڑھ کے خزانے کو جو اس کے ہاتھ آیا تھا سپاہیوں میں تقسیم کرکے ان کو مطمئن کر دیا اور معقول رقم مجنوں خاں کو بھیجی ۔ مجنوں خاں و آصف خاں مستقل مزاجی کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور حقیقت حال (اکبر) بادشاہ کے حضور میں عرض کر دی ۔

جب بادشاہ (اکبر) دارالخلافہ (آگرہ) آیا اور امراء کی متواتر عرضیاں پہنچیں ، تو بادشاہ نے انتقام کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ شاہی فرمان صادر ہوا کہ منعم خاں خانخاناں شاہی فوجیں لے کر بطور ہراول آگے جائے اور قنوج کے گھاٹ سے اتر کر دشمن کی مدافعت کے لیے ٹھہرے ۔ [۱۸۲] بادشاہ نے خود سپاہ کی ترتیب و تنظیم کی غرض سے چند روز قیام کیا ۔

اسی سال ماہ شوال (۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء) میں (بادشاہ نے) دریائے جمنا عبور کیا اور باغیوں اور مفسدوں کے دفعیہ کا ارادہ کیا ۔ جب بادشاہ نے قنوج کے باہر قیام کیا ، تو منعم خاں خانخاناں استقبال کے لیے آیا ۔ قیا خاں گنگ کو جو مخالفوں سے مل گیا تھا ، اپنے ساتھ لایا اور اس کے گناہوں کی معافی چاہی ۔ اکبر بادشاہ نے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا اور اس کا منصب حسب دستور قائم رکھا ۔ دریا پار کرنے کی غرض سے دس روز تک توقف کیا ۔

جب بادشاہ دریا کے کنارے مقیم ہوا ، تو اسے معلوم ہوا کہ ناعاقبت اندیش سکندر خاں ابھی تک لکھنؤ میں بیٹھا ہوا ہے ۔ اس خبر کو سنتے ہی بادشاہ (اکبر) خواجہ جہاں ، مظفر خاں اور معین خاں کو لشکر میں چھوڑ کر خود جانباز نوجوانوں کے ساتھ یلغار کے طور پر آدھی رات کو

چل پڑا ۔ اس رات اور دو دن مزید دوڑتا اور چلتا رہا اور آرام نہیں کیا ۔ دوسرے روز بادشاہ سکندر کے سر پر لکھنؤ جا پہنچا ۔

جب سکندر کو خبر ہوئی ، تو بڑی پریشانیوں کے ساتھ لکھنؤ سے نکلا اور فرار ہو گیا ۔ چونکہ شاہی افواج کے گھوڑے تھک چکے تھے ، لہذا سلامتی سے نکل گیا اور خان زماں اور بہادر خاں کے پاس جا پہنچا ۔ انھوں نے پریشان ہو کر مجنوں خاں اور آصف خاں سے مقابلہ ترک کر دیا اور جون پور چلے گئے ۔ وہاں سے بھی کوچ کیا ۔ اپنے متعلقین کو پہلے سے بھیج دیا تھا ۔ نرہن کے گھاٹ سے دریا عبور کیا اور دریا پار پڑاؤ کیا ۔

اکبر بادشاہ نے لکھنؤ کے یوسف محمد خاں کو آگے بھیج دیا اور خود بھی اس کے تعاقب میں چلا ۔ جب جون پور کے نواح میں قیام کا اتفاق ہوا ، تو آصف خاں اور مجنوں خاں آئے اور حاضری سے سرفراز ہوئے ۔ آصف خاں نے نفیس تحفے نذرگزرانے ۔ بادشاہ نے انھیں قبول کیا ۔ دوسرے روز وہ لشکر جو گڑھ کے خزانوں کی بدولت تیار ہوا تھا اور اس کی تعداد [۸۳۰] پانچ ہزار سوار تھی ، ایک وسیع صحرا میں صفیں آراستہ کرکے بادشاہ کے ملاحظہ سےگزرا ۔ بادشاہ نے خاص طور سے اس کی تحسین فرمائی اور وہ شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔

اسی سال بارہ ذی الحجہ بروز جمعہ (۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء) کو بادشاہ متعلقین کے ہمراہ جون پور کے قلعے میں قیام پذیر ہوا ۔ بادشاہ نے فرمان صادر کیا کہ آصف خاں بڑے امراء کی جماعت کے ہمراہ دریائے گنگا کے نرہن گھاٹ پر جائے کہ جہاں سے علی قلی خاں اپنی فوج کو لے کر گزر رہا تھا ۔ آصف خاں دشمن کے روبرو ٹھہرے اور شاہی فرمان کا منتظر رہے اور جو کچھ حکم ہو اس پر عمل کرے ۔ آصف خاں نے شاہی حکم کے مطابق عمل کیا اور دریائے گنگا کے کنارے شاہی فوج نے پڑاؤ کیا ۔

چونکہ علی قلی خاں زماں اور سلیمان کرانی افغان حاکم بنگالہ کے درمیان نہایت رابطہ و اتحاد تھا ، لہذا اکبر بادشاہ کی یہ رائے ہوئی کہ سلیمان (کرانی) کے پاس ایک عقل مند ایلچی بھیج کر اس کو علی قلی خاں کی اعانت کرنے سے منع کر دیا جائے ۔ اس بنا پر حاجی محمد خاں سیستانی

کو جو اصابت رائے میں مشہور تھا ، رسالہ کے ساتھ متعین کیا - جب حاجی محمد قلعہ رہتاس پر پہنچا ، تو بعض ان افغان سرداروں نے جو علی قلی خاں سے ربط ضبط رکھتے تھے ، حاجی محمد خاں کو گرفتار کرکے علی قلی خاں کے پاس بھیج دیا - چونکہ اس کے اور علی قلی خاں کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے ، لہذا اس کے آنے کو اس نے غنیمت سمجھا اور اس کے اعزاز و احترام میں اس نے مبالغہ کیا اور اس کو اپنی خطاؤں کی معافی کا ذریعہ سمجھ کر یہ چاہا کہ سفارش کے لیے اپنی ماں کو اس کے ہمراہ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیجے - اس قضیہ کا نتیجہ انشاء اللہ عنقریب تحریر کیا جائے گا -

اس زمانے میں اڑیسہ کا راجا کہ جو ولایت بنگالہ کی حدود میں ہے مکمل اقتدار رکھتا تھا اور ان حدود میں اس کا پوری طرح قبضہ تھا - حسن خاں خزانچی اور مہاپاتر کو کہ جو ہندی موسیقی کے فن میں ممتاز روزگار تھا ، [۱۸۴] ایلچی بنا کر اس (راجا اڑیسہ) کے پاس بھیجا - انھوں نے راجا کو عنایات خسروانہ کا امیدوار بنایا اور اس کو بادشاہ کے دولت خواہوں میں شامل کرکے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اگر سلیمان افغان ، علی قلی خاں کی مدد کرے تو وہ (راجا اڑیسہ) شاہی خدمات اس طرح انجام دے اور سلیمان کے کام کو ایسا ابتر کرے کہ پھر اس کے دماغ میں علی قلی خاں کی مدد کرنے کا خیال بھی نہ آئے -

تین چار مہینے تک حسن اور مہاپاتر کو (راجا نے) اعزاز و احترام کے ساتھ رکھا اور اس کے چند مشہور ہاتھی ، دوسرے نفیس تحفوں کے ساتھ ان کے ہمراہ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیجے - اڑیسہ ایک وسیع ملک ہے - اس کا پایہ تخت جگناتھ ہے اور جگناتھ ایک بت ہے جس کے نام سے یہ شہر موسوم ہے -

آصف خاں کا ولایت گڑھ کو فرار ہونے کا ذکر

جب آصف خاں نے بادشاہ کے حضور میں آ کر اپنا لشکر پیش کیا ، تو اس کے بعد مظفر خاں کو اس سے عداوت ہو گئی - اس نے کچھ لوگوں کو اس بنا پر تیار کیا کہ چورا گڑھ کے خزانوں کے متعلق اس کے سامنے گفتگو کریں اور خود بھی اشارہ و کنایہ کی باتوں سے اس کو رنجیدہ کر

دیا ۔ ان باتوں سے اس کی طبیعت نہایت ہی مکدر ہوئی ، یہاں تک کہ اس کو لشکر کا سردار بنا کر علی قلی خاں کے مقابلے پر بھیج دیا گیا ۔ وہ موقع پا کر آدھی رات کو اپنے بھائی وزیر خاں اور اس فوج کو جو اس کے ہمراہ تھی ، لے کر فرار ہو گیا اور گڑھ کا رخ کیا ۔

دوسرے روز بڑے امراء کو اس کے فرار کی اطلاع ہوئی ۔ فوراً عرضداشت لکھ کر بادشاہ کو بھیجی ۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ملی ، منعم خاں کو اس کی جگہ لشکر کا سردار مقرر کرکے بھیجا ۔ شجاعت خاں کو حکم ہوا کہ شاہی فوج میں سے ایک جماعت لے جا کر اس کا تعاقب کرے اور اس کو اس کے اعمال کی سزا دے ۔

شجاعت خاں حکم کے مطابق اس کے تعاقب میں گیا ۔ جب وہ قصبہ مانک پور پہنچا ، تو معلوم ہوا کہ آصف خاں [۱۸۵] گڑھ چلا گیا ہے اور چاہتا ہے کہ وہاں سے گڑھ کٹنکہ چلا جائے ۔ شجاعت خاں کشتیوں میں سوار ہوا اور اس نے دریا پار کرنا چاہا ۔ آصف خاں یہ خبر سن کر واپس آ گیا ۔ وہ دریا کے کنارے آیا ہی تھا کہ شجاعت خاں کی کشتیاں پہنچ گئیں ۔ طرفین سے مردانہ کوششیں ظاہر ہوئیں ۔ بالآخر آصف خاں نے شجاعت خاں کو دریا عبور نہیں کرنے دیا ۔ چونکہ رات ہو چکی تھی ، لہذا شجاعت خاں واپس ہوکر اس طرف چلا آیا ۔ آصف خاں کو موقع مل گیا ۔ وہ اپنے تمام لشکر کو لے کر فرار ہو گیا ۔ دوسری صبح کو شجاعت خاں نے دریا عبور کیا اور اس کا تعاقب کیا جب کچھ راستہ طے کر لیا ، تو معلوم ہوا کہ اُس تک پہنچنا ممکن نہیں ۔ مجبوراً واپس ہو کر جون پور میں بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہوا ۔

قلیج خاں کو قلعہ رہتاس بھیجنے کا ذکر

یہ قلعہ بہار کے علاقہ میں ہے اور ہندوستان کے تمام قلعوں میں بلندی اور مضبوطی کے اعتبار سے ممتاز و مستثنیٰ ہے ۔ اس پہاڑ کی سطح جس سے قلعہ گھرا ہوا ہے اس کا طول چودہ کوس سے زیادہ اور اس کا عرض تین کوس سے زیادہ ہے ۔ زمین سے چوٹی تک اس کی بلندی نصف کوس ہے ۔ شیر خاں افغان کے زمانے سے یہ (قلعہ) افغانوں کے قبضے میں تھا ۔

جس زمانے میں سلیمان کرانی بنگالہ کا حاکم ہوا ، فتح خان بٹنی اس قلعہ پر قابض ہو گیا ۔ وہ سلیمان کی اطاعت نہیں کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ ۹۷۲ھ/۱۵٦۵ء میں سلیمان نے فوج جمع کی اور اس امید میں کہ علی قلی خان اس کی مدد کرے گا ۔ فتح خان کے سر پر پہنچ کر اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ جب اکبر بادشاہ کا لشکر خان زماں کی بیخ کنی کے لیے ان حدود میں پہنچا ، تو فتح خان نے اس بات کو اپنی بڑی کامیابی سمجھا اور اپنے بھائی حسن خان کو نفیس تحائف کے ساتھ اکبر بادشاہ کے حضور بھیجا اور عرض کیا کہ قلعہ رہتاس آنحضرت (اکبر بادشاہ) سے متعلق ہے جس وقت حضور [۱۸٦] (اکبر بادشاہ) تشریف لائیں گے ، اس قلعہ کی کنجیاں خدمت میں پیش کر دی جائیں گی ۔ جب شاہی افواج کی آمد کی خبر سلیمان کو ، جو قلعہ کے محاصرہ میں مشغول تھا ، ملی ، تو اس نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ دیا اور فتح خان کو اس کی مزاحمت سے رہائی مل گئی ۔ جہاں تک اس سے ہو سکا ، اس نے ذخیرہ جمع کیا ۔

وہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے حضور میں بھیجنے سے پشیمان ہوا اور اس کو لکھا کہ جس حیلے اور بہانے سے ہو سکے حیلہ بہانہ کرکے چلے آؤ کہ میں ذخیرہ کرکے مطمئن ہو چکا ہوں ۔ اسی زمانے میں اکبر بادشاہ جون پور پہنچ چکا تھا ۔ حسن خان نے حضور میں عرض کیا کہ کسی کو بندے کے ہمراہ کر دیجیے ، تا کہ جا کر قلعے کی کنجیاں اس کے سپرد کر دی جائیں ۔ بادشاہ (اکبر) کا حکم صادر ہوا کہ قلیج خان حسن خان کے ہمراہ جائے اور فتح خان کو قلعے کی کنجیوں کے ساتھ ہمارے حضور میں لائے ۔ جب قلیج خان قلعہ رہتاس پہنچا ، تو فتح خان نے بظاہر اطاعت کا اظہار کیا ۔ چند روز قلیج خان پر نگرانی رکھی ۔ آخر کار قلیج خان اس کے نفاق سے آگاہ ہو گیا اور نامراد بادشاہ کے حضور میں لوٹ آیا ۔

علی قلی خان زماں اور تمام باغی اور سرکشوں کے حالات

جس زمانے میں علی قلی خان نرہن کے گھاٹ پر شاہی افواج کے مقابل ٹھہرا ، تو اس نے اپنے بھائی بہادر خان کو سکندر خان کے ہمراہ سروار کی ولایت پر بھیج دیا ، تا کہ اس راستے سے ولایت (سروار) میں داخل ہو جائے اور فتنہ و فساد برپا کرے ۔ جب یہ خبر اکبر بادشاہ

کو ملی ، تو شاہی حکم صادر ہوا کہ بڑے بڑے امراء ، مثلاً عبدالمطلب خاں ، قیا خاں ، سعید خاں ، حسن خاں ، جملہ خاں ، محمد امین دیوانہ ، بیگ نورین خاں ، محمد باقی ، فتو افغان اور محمد معصوم خاں میر معزالملک کی سرداری میں [۱۸۷] جو مشہد کے سادات میں سے تھا اور اپنی بہادری کے لیے مشہور و معروف تھا ، سکندر اور بہادر کے سر پر پہنچیں اور مقابلہ و مدافعہ میں مشغول ہوں ۔

اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ آصف خاں کے بجائے خانخاناں (منعم خاں) لشکر کی سرداری پر متعین ہوا تھا اور وہ خان زماں کے مقابلے میں نرہن گھاٹ پر گیا تھا ۔ خان زماں اور خانخاناں (منعم خاں) میں محبت و مودت کا گہرا رابطہ تھا ، اس موقع پر دونوں میں خط و کتابت ہوئی اور یہ طے پایا کہ خان زماں ، خانخاناں (منعم خاں) سے ملاقات کرے اور ایک دوسرے کی موجودگی میں صلح کا معاملہ طے ہو ، چونکہ اس بات چیت میں چار پانچ ماہ گزر گئے اور جنگ کے معاملہ میں تاخیر ہوئی ، پس شاہی حکم ہوا کہ خواجہ جہاں اور دریا خاں اس لشکر میں جا کر تحقیقات کریں کہ اگر جنگ میں تاخیر شاہی خیر خواہی و مصلحت کی وجہ سے ہو تو حقیقت حال بادشاہ کے حضور میں عرض کر دیں ، ورنہ تاکید کریں کہ شاہی فوجیں دریا کو عبور کرکے باغیوں کو ان کے اعمال کی سزا دیں ۔

جس وقت خواجہ جہاں اور دریا خاں لشکر میں پہنچے ، خان زماں نے ان کے آنے کو غنیمت سمجھا ۔ ان کے آنے کی مبارک باد دی اور ان سے صلح کے معاملات میں بھی گفتگو کی ۔ رسل و رسائل کی آمد و شد اور قرار داد کے بعد خان زماں نے خانخاناں (منعم خاں) کو لکھا کہ چار پانچ آدمی کشتی پر بیٹھ کر ملاقات کریں ۔ اس قرارداد پر خان زماں نے ابراہیم خاں کے ساتھ اور اس طرف سے خواجہ جہاں اور دریا خاں نے چند لوگوں کے ہمراہ کشتی میں بیٹھ کر دریا میں ایک دوسرے سے ملاقات کی ۔ بہت گفتگو کے بعد آخر یہ طے پایا کہ خانخاناں (منعم خاں) اور خواجہ جہاں ، علی قلی خاں کی والدہ اور ابراہیم خاں کو کہ بمنزلہ اس کے چچا کے تھے ، بادشاہ کے حضور میں لے جا کر اس کی خطاؤں کی معافی کی درخواست کریں ۔ جب اس کی خطائیں معاف ہو جائیں ، تو وہ ، اس

کا بھائی اور سکندر بادشاہ کے حضور میں آئیں اور یہ بھی طے پایا کہ خان زماں وہ مشہور ہاتھی جو اس کے پاس ہیں ، اپنی والدہ کے ہمراہ بھیجے ۔ اس قرارداد کے بعد خان زماں رخصت ہو گیا ۔ اور اپنے لشکر [۱۸۸] میں چلا گیا ۔ خانخاناں اور خواجہ جہاں نے اپنی والدہ اور ابراہیم خاں کو تجربہ کار ہاتھیوں کے ساتھ اپنے صدر میر ہادی اور نظام آقا کے ہمراہ جو اس کا معتمد تھا ، بھیج دیا ۔ خانخاناں (منعم خاں) اور خواجہ جہاں ان کو ہاتھیوں کے ساتھ لے کر (اکبر) بادشاہ کے حضور میں آئے ۔

اس زمانے میں میر معزالملک اور دوسرے امراء کی جنگ کی خبر ، جو بہادر خاں اور سکندر خاں سے تھی ، پہنچی ۔ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ سکندر خاں اور بہادر خاں ، خان زماں سے رخصت لے کر سرکار سروار کی طرف آئے اور انھوں نے فتنہ و فساد کی بنیاد ڈالی اور جب ان کو شاہی لشکر کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو جس جگہ تھے وہیں ٹھہر گئے ۔ لوگوں کو معزالملک کے پاس بھیجا اور نہایت عاجزی سے پیغام دیا کہ ہم ہرگز شاہی فوجوں سے جنگ نہیں کریں گے ۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم درمیان میں پڑ کر ہماری خطاؤں کی معافی کی درخواست بادشاہ کے حضور میں پیش کر دو اور وہ ہاتھی جو ہمارے ہاتھ لگے ہیں ، بطور پیشکش بادشاہ کے حضور میں بھیجتے ہیں ۔ جب ہماری خطائیں معاف ہو جائیں ، تو اس کے بعد ہم بھی حاضر ہو جائیں گے ۔ معزالملک نے جواب دیا کہ خطاؤں سے پاک ہونا سوائے تلوار کے ممکن نہیں ہے ۔

بہادر خاں نے پھر کسی آدمی کو معزالملک کے پاس بھیج کر درخواست کی کہ میں خود حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں اور جو ضروری باتیں ہیں بالمشافہ کہنا چاہتا ہوں ۔ میر معزالملک نے اس درخواست کو قبول کر لیا ۔ وہ چند آدمیوں کے ہمراہ دریا کے کنارے گیا اور ادھر سے بہادر خاں بھی آیا اور صلح کی بات چیت ہوئی ۔ میر معزالملک نے جنگ کے معاملات کے علاوہ اور کوئی گفتگو نہیں کی ، یہاں تک کہ بہادر خاں مایوس واپس لوٹ گیا ۔ وہ جنگ پر آمادہ ہوا اور مقابلہ کی تیاری کی ۔

اسی درمیان میں لشکر خاں میر بخشی اور راجا ٹوڈرمل بادشاہ کے حضور سے اجازت لے کر [۱۸۹] شاہی لشکر کے ساتھ آ کر مل گئے کہ

اگر مصلحت ہو تو شاہی لشکر میں شامل ہو کر دشمن کا دماغ ٹھیک کر دیں ، ورنہ سکندر خاں کو تسلی دے کر بادشاہ کے حضور میں لے آئیں ۔ جب بہادر خاں اور سکندر خاں کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی ، تو انھوں نے از سر نو مصالحت کی بات چیت شروع کر دی اور التماس کی کہ چونکہ خان زماں نے اپنی والدہ اور ابراہیم خاں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا ہے ، لہذا تھوڑا صبر کیجیے کہ جواب آ جائے ، مگر چونکہ معزالملک جنگ کے معاملے میں شدت رکھتا تھا ، اس لیے ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ کی اور آخر کار شکست کھا کر بدنام ہوا :

بیت

چو دشمن بعجز اندر آید زدر
نہ شاید کہ پرخاش جوئی دگر
گنہ گار چو عذر خواہت بود
گناہ از نہ بخشی ، گناہت بود

القصہ میر معزالملک صفوں کی درستی اور ترتیب میں مشغول ہوا اور ہراول لشکر محمد امین دیوانہ ، سلیم خاں ، عبدالمطلب خاں ، بیگ نورین خاں اور دوسرے آزمودہ کار جوانوں کے سپرد کیا اور لشکر آراستہ کرکے خود قلب لشکر میں جا پہنچا ۔ اس طرف سے سکندر خاں ہراول (لشکر) پر تعینات ہوا اور بہادر خاں انبوہ فوج میں کھڑا ہوا ۔ اس ترتیب سے دونوں طرف کی فوجیں مقابل ہوئیں اور معرکہ قتال وجدال گرم ہوا ۔ بادشاہی ہراول لشکر نے بہادر خاں کے ہراول دستہ پر جس میں سکندر تھا ، حملہ کر دیا ۔ سکندر کے قدم اکھڑ گئے ۔ سکندر کا داماد محمد یار مارا گیا ۔ سکندر خود بھی کالی ندی کو عبور کرکے جو اس کی پشت پر تھی ، باہر نکل گیا اور اس کے اکثر لشکری دریا میں ڈوب گئے ۔ بقیہ جو نکل آئے وہ قتل کر دیے گئے ۔ فتح مند لشکر لوٹ مار کے لیے ہر طرف پھیل گیا ۔

میر معزالملک تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اپنی جگہ کھڑا رہا ۔ بہادر خاں نے ابھی تک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تھی ۔ اس نے موقع پا کر میر معزالملک پر حملہ کر دیا اور اس کو جگہ سے ہٹا دیا ۔ امراء میں

سے محمد باقی خاں وغیرہ مال کی حفاظت کے بہانے اور کچھ منافقت کی وجہ سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنی نمک حرامی کو ثابت کر دیا ۔

شاہ بداغ نے [۱۹] جب یہ حالت دیکھی ، تو میدان جنگ کی طرف دوڑا اور بہادری دکھائی ۔ وہ عین مقابلے میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑا ۔ اس کا بیٹا عبدالمطلب خاں اس کے پاس پہنچ گیا اور چاہا کہ باپ کو باہر نکال لائے کہ اسی وقت دشمن کی ایک جماعت نے زور کر کے شاہ بداغ خاں کو گرفتار کر لیا ۔ عبدالمطلب خاں مردانہ وار کوشش کرکے باہر نکل گیا ۔ میر معزالملک جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگا ۔

راجا ٹوڈر مل اور لشکر خاں کنارہ پکڑے ہوئے ایک طرف تھے ۔ وہ اس روز رات تک بہادرانہ کوششیں کرتے رہے اور نہایت ثابت قدم رہے ۔ چونکہ قلب لشکر ثابت قدم نہیں رہا تھا ، لہذا ان کی کوششیں کارگر نہ ہوئیں ۔ دوسرے روز سب ایک جگہ جمع ہوئے اور شیر گڑھ و قنوج کا رخ کیا اور حقیقت حال سے اکبر بادشاہ کو مطلع کیا ۔

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ خانخاناں ، خان زماں کی ماں اور ابراہیم خاں کو میر ہادی صدر اور نظام آقا کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں لایا تھا ۔ جب ابراہیم خاں نے ننگے سر ہو کر اور تلوار اور کفن گردن میں ڈال کر سفارش کی اور عرض گزار ہوا کہ شاہی خاندان سے متعلق خان زماں اور اس کے بھائی کی خدمات ہر شخص پر ظاہر ہیں اور بہت سی پسندیدہ خدمات ان سے ظہور میں آئی ہیں ۔ اب حسب تقدیر اگر ان سے کوئی قصور واقع ہو گیا ہے ، تو بادشاہی الطاف و عنایات اس سے وسیع تر ہیں کہ ان کی خطاؤں پر نظر کرکے ایسے کارآمد آدمیوں کو ضائع کیا جائے ۔ خاص طور سے اس بوڑھے غلام کو اپنی خطاؤں کی معافی کا ذریعہ بنایا ہے اور میں اس امید میں حضور میں حاضر ہوا ہوں ۔

اکبر بادشاہ نے اس کمال مہربانی سے جو وہ خانخاناں (منعم خاں) کی وجہ سے رکھتا تھا ، فرمایا کہ تمھاری خاطر سے ان کی خطاؤں کو معاف کیا ، لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ مطیع و فرمانبردار رہیں گے بھی ۔ خانخاناں (منعم خاں) نے دوبارہ عرض کیا کہ ان کی جاگیروں کے متعلق کیا حکم ہے ۔ اکبر بادشاہ نے فرمایا کہ جب ہم نے ان کی خطائیں معاف

کر دیں تو ان کی جاگیروں کے متعلق کیا مضائقہ ہے ، لیکن چاہیے کہ [۱۹۱] جب تک ہم یہاں مقیم ہیں وہ لوگ دریا سے اس پار نہ جائیں ۔ جب ہم دارالخلافہ آگرہ میں قیام پذیر ہو جائیں ، تو ان کے وکیل وہاں آئیں اور جاگیروں کے فرامین درست (حاصل) کریں اور ان فرامین کے مطابق اپنی اپنی جاگیروں پر قبضہ کریں ۔

خانخاناں منعم خاں نے نہایت فخریہ انداز میں خان زماں کی ماں کو معافی کا مژدہ سنایا اور بادشاہ کے حسب الحکم ابراہیم خاں کی گردن سے تلوار اور کفن علیحدہ کیا ۔ خان زماں کی ماں نے اسی وقت لوگوں کو بہادر خاں اور سکندر کے پاس بھیجا اور ان کو بھی معافی کی خوش خبری پہنچائی اور پیغام بھیجا کہ جو مشہور ہاتھی ان کے ساتھ ہیں ، فوراً بادشاہ کے حضور میں بھیجے جائیں ۔ بہادر اور سکندر اس خبر کو سن کر خوش اور مسرور ہوئے اور کوہ پارہ اور صف شکن ہاتھی کو دوسرے تحفوں کے ساتھ بھیج دیا ۔

اسی اثنا میں راجا ٹوڈر مل اور لشکر خاں کی عرضداشت حضور میں پہنچی جس میں جنگ اور بعض امراء کے نفاق کی کیفیت تفصیل سے مذکور تھی ۔ چونکہ اکبر بادشاہ نے ان کی خطائیں معاف کر دی تھیں ، لہذا اپنے عہد کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ خانخاناں (منعم خاں) کی رعایت سے ہم نے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا ، پس امرائے عظام کو چاہیے کہ دربار میں حاضر ہوں ۔ اس دوران میں معزالملک ، راجا ٹوڈر مل اور لشکر خاں حاضر ہوئے اور جن لوگوں نے نفاق برتا تھا ، مدتوں سلام سے محروم رہ کر معتوب ہوئے ۔ وہاں سے دس کوس کے فاصلے پر ہاتھیوں کا گلہ ملا جس میں سے دس ہاتھی شکار کیے گئے ۔ [۱۹۲] بادشاہ قلعہ چنار کو واپس آ گیا اور وہاں سے متواتر کوچ کرکے شاہی لشکر میں پہنچ گیا ۔

اکبر بادشاہ کا خان زماں کی تادیب کے لیے پہنچنا

اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ خان زماں کو جاگیر اور اس پر قبضہ اس شرط کے ساتھ ملا تھا کہ وہ قبل از حکم دریا عبور نہ کرے ۔ خان زماں نے اکبر بادشاہ کے چنار تشریف لے جانے کے دوران ہی دریا کو عبور کر لیا اور محمد آباد جو سودہ کے مضافات میں ہے ، آ گیا اور ایک جماعت کو غازی پور اور جون پور کے انتظام کے لیے بھیج دیا ۔

جس وقت اکبر بادشاہ لشکر میں پہنچا ، تو معلوم ہوا کہ علی قلی خاں نے ایسی جرأت کی ہے ۔ اکبر بادشاہ نے خانخاناں سے از روئے عتاب فرمایا کہ ہم نے ابھی تک ان حدود سے باہر قدم نہیں رکھا ہے اور علی قلی خاں نے خلاف شرط عمل کیا ۔ خانخاناں (منعم خاں) نے شرمندگی کی وجہ سے سر جھکا لیا اور ایک لفظ نہ کہا ۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ اشرف خاں میر منشی جون پور جا کر والدہ علی قلی خاں کو کہ جو بادشاہ کے حسب الحکم وہاں ہے ، گرفتار کرکے قلعہ جونپور میں حراست میں رکھے اور باغیوں میں سے جو کوئی بھی ہو اس کو گرفتار کرے اور خواجہ جہاں و مظفر خاں جو لشکر میں ہیں ، منزل بہ منزل لشکر کو لائیں ۔

خود بادشاہ کثیر فوج کے ساتھ یلغار کرتا ہوا علی قلی خاں کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ جعفر خاں پسر قزاق خاں ترکمان جو اس زمانے میں عراق سے حاضر خدمت ہوا تھا ، غازی پور کے قلعہ پر پہنچا اور اس نے چاہا کہ کچھ مردانہ کام دکھائے ۔ اس دوران میں علی قلی خاں کے آدمی جو قلعہ میں تھے ، خبردار ہو گئے اور برج سے دریائے گنگا میں کود کر محمد آباد پہنچے ۔ علی قلی خاں جو وہاں تھا ، اس حادثہ کی اطلاع پا کر باضطراب تمام بھاگ کھڑا ہوا ۔ جب وہ دریائے سرو کے کنارے پہنچا ، تو اس کی کشتیاں جو مال و اسباب سے بھری ہوئی تھیں ، اکبر بادشاہ کے آدمیوں [۱۹۲] کے ہاتھ آئیں ۔ ایک جماعت کو حکم ہوا کہ دریا کو عبور کرکے جب تک علی قلی خاں کو گرفتار نہ کر لیں ، چین سے نہ بیٹھیں ۔ اکبر بادشاہ نے دریائے سرو کے کنارے کنارے ان تمام جنگلوں کو طے کیا ۔ معلوم ہوا کہ علی قلی جنگل کے راستے سے کوہ سوالک کی طرف چلا گیا ۔

اس دوران میں خبر پہنچی کہ بہادر خاں نے جون پور پہنچ کر اپنی والدہ کو آزاد کرا لیا اور اس نے اشرف خاں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ وہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ شاہی لشکر تک پہنچے اور اس پر حملہ کرے ۔ اکبر بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی خان زماں کا تعاقب ترک کر دیا اور جونپور کی طرف واپس چلا آیا ۔ جو لوگ خان زماں کے تعاقب میں گئے تھے ، واپس آ کر شاہی لشکر میں شامل ہو گئے ۔ سکندر اور بہادر

شاہی لشکر کی آمد سن کر نرہن کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو عبور کرکے فرار ہو گئے ۔

اسی سال ماہ رجب (۹۷۳ھ/۱۵۶۶ء) میں جب پرگنہ نظام آباد کے باہر اکبر بادشاہ نے قیام کیا ، تو وہاں اکبر بادشاہ کے وزن کرنے (تلا دان) کا جلسہ منعقد ہوا جو ہر سال ہوا کرتا تھا ۔ اس جلسۂ عالی کی کیفیت اس طرح ہے کہ اکبر بادشاہ اپنی تاریخ پیدائش پر ہر سال شمسی و قمری تاریخوں کے اعتبار سے ارکان دولت و اعیان سلطنت کے سامنے سونے ، چاندی اور دوسری چیزوں سے تلتا تھا اور ان تمام چیزوں کو فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرا دیا کرتا تھا ۔

جب اکبر بادشاہ نظام آباد سے کوچ کرکے جون پور میں قیام پذیر ہوا ، تو حکم صادر ہوا کہ ہمارے قیام کے لیے مناسب جگہ منتخب کی جائے اور وہاں عالی شان عمارتیں تعمیر ہوں اور امراء بھی اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق مکانات اور عمارتیں بنوائیں اور طے پایا کہ جب تک علی قلی خاں اور [۱۹۴] اس کا بھائی دنیا میں موجود ہے ، جون پور سلطنت کا پایۂ تخت رہے گا ۔ شاہی لشکر ان کے تعاقب پر متعین ہوا کہ جب تک ان کے اعمال کی سزا ان کو نہ دے دی جائے ، چین سے نہ بیٹھیں ۔

علی قلی خاں جو کوہ سوالک کے دامن میں بھاگ گیا تھا ، اس خبر کو سن کر دریائے گنگا کے کنارے آیا اور مرزا میرک رضوی کو جو اس کا معتمد تھا ، بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور اس نے خانخاناں (منعم خاں) کو پیغام بھیجا کہ :

جز آستان توام در جہاں پناہے نیست
سر مرا ، بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

وہ خانخاناں کی والدہ کے ہمراہ خانخاناں (منعم خاں) کے پاس گیا اور خان زماں کا پیغام پہنچایا ۔ خانخاناں ، میر عبداللطیف ، ملا عبداللہ مخدوم الملک جو ہندوستان کے شیخ الاسلام تھے اور شیخ عبدالنبی صدر کے ہمراہ ان لوگوں کی سفارش کے لیے تیار ہوا اور دوبارہ خان زماں کی

خطاؤں کی معافی چاہی ۔ اکبر بادشاہ نے اپنی فطری شفقت کی بنا پر اس کے قصور معاف کر دیے اور اپنی زبانِ الہام بیان سے یہ ارشاد فرمایا :

بیت

مجرم گراین دقیقہ بداند کہ دمبدم
مارا چہ لذتیست زعو گناہگار
پیوستہ ارتکاب جرائم کند بعمد
دائم بنزد ما گنہ آرد باعتذار

ان کی خطائیں معاف ہو گئیں ۔ حکم عالی صادر ہوا کہ خواجہ جہاں، میر مرتضیٰ شریفی اور مخدوم الملک ، خان زماں کے پاس جا کر توبہ کرائیں اور اس کو عفو کا مژدہ سنائیں ۔

جب یہ لوگ خان زماں کے لشکر کے قریب پہنچے ، تو خان زماں استقبال کے لیے آیا اور نہایت احترام کے ساتھ ان لوگوں کو اپنی جائے قیام پر لے گیا ۔ کچھ عرصے تک ان کو رکھا ۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا [۱۹۵] اور جس طرح حکم صادر ہوا تھا توبہ کی اور قسم کھائی ، عزیزوں کو رخصت کیا ۔ جب دشمنوں نے اپنی ناشایستہ حرکتوں سے توبہ کر لی اور مطیع ہو گئے ، تو اکبر بادشاہ گیارھویں سال کے شروع مطابق ۹۷۳ھ/۱۵۶۶ ء میں جون پور سے واپس ہوا اور دارالخلافہ اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔

گیارھویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا پیر کے دن بیسویں[1] شعبان ۹۷۳ھ/۱۵۶۶ء کو ہوئی ۔ اکبر بادشاہ اس سال کے شروع میں دارالخلافہ آگرہ پہنچا ۔ جمعہ کے دن ساتویں رمضان اسی سال شہر مذکور (آگرہ) کو اپنی تشریف آوری سے رونق افزا کیا ۔ چند روز عیش و آرام کیا ۔ پھر (بادشاہ) نگر چین جہاں عالی شان عمارتیں بنوائی تھیں ، چلا گیا ۔ وہاں چوگان بازی کا شغل تمام تفریحات پر غالب آ گیا اور زیادہ وقت اس میں گزرتا تھا ۔ چونکہ اس

۱- ۱۸ شعبان (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۱۰) ۔

شغل (چوگان بازی) کا شوق بادشاہ کو بہت زیادہ تھا ، لہٰذا رات میں آگ کی گیندیں بنوا کر کھیلا کرتا تھا اور ان گیندوں پر جس وقت بلوں کی ضرب پڑتی تھی ، تو ان سے شرارے پیدا ہوتے جن سے روشنی ہوتی تھی اور گیند (روشنی میں) معلوم ہو جاتی تھی۔ یہ اکبر بادشاہ کی خاص اختراع تھی ۔ کبھی ایسا ہوتا کہ گیند ہوا میں اچھلتی اور مقابل پارٹی میں سے کوئی اس کو ہوا میں سے لے لیتا اور مقرر جگہ سے لے کر اس کو نکلتا ، اس طرح گیند کا نکال دینا کامیابی تھی ۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ مقابلہ کرنے والے لوگ مدافعت کے لیے سامنے آتے اور اس شخص کو اس مقررہ جگہ سے نہ گزرنے دیتے ۔ دونوں فریق آپس میں لپٹ جاتے ۔ مقابلہ اور کشتی ہوتی ۔ ایک عجیب تماشا ہوتا تھا ۔

اس زمانے میں محمد یوسف خاں بن اعظم خاں اتکہ کہ جو بادشاہ کا رضاعی بھائی تھا اور تمام مقربین میں نہایت قرب و منزلت رکھتا تھا [۱۹۶] اور سخاوت و شجاعت سے متصف تھا ، عنفوانِ شباب میں شراب کی وجہ سے فوت ہو گیا[۱] ۔

بیت

دریں باغِ رنگیں درختے نرست
کہ ماند از قضائے تبرزن درست

اکبر بادشاہ نہایت رنجیدہ ہوا ۔ اس کے (میت کے) کھانے کی مجلس میں بادشاہ خود شریک ہوا اور تمام امراء و خوانین کو فاخرہ خلعتوں سے نوازا ۔

مہدی قاسم خاں کا گڑھ جانا اور آصف خاں کا فرار ہو کر خان زماں کی طرف جانا

جس زمانے میں کہ اکبر بادشاہ کو علی قلی خاں ، خان زماں اور (دوسرے) باغیوں کی مہمات سے اطمینان حاصل ہو چکا ، تو مہدی قاسم

۱۔ محمد یوسف خاں پنجم ذی قعدہ (۹۷۳ھ) کو فوت ہوا ۔ (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۱۲) ۔

خان کو جو اس خاندان (مغلیہ) کا قدیم امیر تھا ، تین چار ہزار آدمیوں کا سردار بنا کر گڑھ کی ولایت پر مقرر کیا کہ اس ولایت کی مہمات میں مشغول ہو اور آصف خان کو گرفتار کرے ۔ قبل اس کے کہ قاسم خان وہاں پہنچے ، آصف خان قلعہ چورا گڑھ کو چھوڑ کو جنگلوں میں نکل گیا اور ایک عرضی جو اس کی عاجزی اور ندامت پر مشتمل تھی ، اکبر بادشاہ کے حضور میں ارسال کی اور حج کی اجازت طلب کی ۔ مہدی قاسم خان ، ولایت گڑھ میں داخل ہوا اور اس تمام علاقے پر قبضہ کرکے آصف خان کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔

آصف خان نے خان زماں کو خطوط لکھے اور اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا ۔ اس نے رغبت کی باتیں لکھیں اور آصف خان کو اپنے پاس بلا لیا ۔ آصف خان فریب میں آ گیا اور وہ اپنے بھائی وزیر خان کے ہمراہ خان زماں کے پاس جون پور پہنچ گیا ۔ پہلی ملاقات ہی میں خان زماں کے غرور کو دیکھ کر وہ اپنے آنے پر پشیماں ہوا ۔

بیت

بس گریزند از بلا سوئے بلا
بس جہند از مار سوئے اژدہا

[۱۹۔] مہدی قاسم خان اس کے تعاقب سے مایوس ہو کر ولایت گڑھ کو واپس ہو گیا اور جو لوگ اس کی کمک کے لیے تعینات ہوئے تھے ان کو رخصت کرکے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔

خان زماں نے آصف خان کو بہادر خان کے ساتھ ان علاقوں کی تسخیر کے لیے جو افغانوں کے قبضے میں تھے ، بھیجا ۔ اس نے وزیر خان کو اپنے پاس رکھا اور کچھ لوگ وزیر خان کی نگرانی کے لیے مقرر کر دیے ۔ وزیر خان نے آصف خان کے پاس آدمی بھیجا کہ میں فلاں وقت یہاں سے فرار ہوں گا ۔ تو بھی جس طرح ہو سکے ، بہادر خان سے علیحدہ ہو جا ۔

ایک رات کو آصف خان اپنا مال و اسباب چھوڑ کر بہادر خان سے علیحدہ ہوا اور اس نے کڑہ مالک پور کا راستہ لیا ۔ اسی رات کو تیس

کوس کا سفر طے کیا ۔ بہادر خاں اس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور جون پور اور مانک پور کے درمیان اس تک پہنچ گیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ آصف خاں کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا ۔ بہادر خاں اس کو ہاتھی کے ہودے پر ڈال کر روانہ ہوا ۔

وزیر خاں ، خان زماں سے علیحدہ ہو کر آیا اور اس نے جب راستے میں اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر سنی ، تو خود کو بھائی تک پہنچایا ۔ اسی درمیان میں بہادر خاں کے آدمی غارت گری کے لیے منتشر ہو گئے تھے جب بہادر خاں نے اپنے میں وزیر خاں سے جنگ کی طاقت نہ دیکھی ، تو حکم دیا کہ آصف خاں کو اسی ہودے میں قتل کر دیا جائے ۔ آصف خاں پر تلواریں پڑیں اور اس کی تین انگلیاں کاٹ ڈالیں ۔ اس کی ناک پر بھی ایک زخم لگا ۔ وزیر خاں نے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کو قتل سے بچا لیا اور دونوں بھائی کڑہ پہنچ گئے[1] اور بہادر خاں بغیر حصول مقصد کے واپس آیا ۔ وزیر خاں اکبر بادشاہ کے پاس گیا ۔ اکبر بادشاہ اس زمانے میں لاہور کے نواح میں مرزا محمد حکیم کے تعاقب میں گیا تھا اور ہرنوں کے شکار میں مشغول تھا جس کا ذکر اپنے موقع پر کیا جائے گا ۔ (وزیر خاں) مظفر خاں کے وسیلے سے بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہوا ۔ [۱۹۸] اس کی اور اس کے بھائی کی خطائیں معاف کر دی گئیں ۔ آصف خاں کے نام تسلی و عنایت کا فرمان صادر ہوا ۔

مرزا سلیمان کا چوتھی مرتبہ کابل پر چڑھ کے آنا

گزشتہ اوراق میں تحریر ہو چکا ہے کہ جب مرزا سلیمان نے کابل کا ارادہ کیا ، تو شاہی فوجیں مرزا محمد حکیم کی مدد کے لیے تعینات ہوئیں اور کابل کا رخ کیا ۔ مرزا سلیمان مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور ناکام بدخشاں کو واپس چلا گیا اور امرائے عظام میں سے ہر ایک مرزا محمد حکیم کی اجازت سے ہندوستان چلا آیا ۔

مرزا سلیمان نے جب امراء کی واپسی کی اطلاع پائی ، تو اس نے

۱۔ بدایونی ، ص ۲۴۲ ۔

بدخشاں کی فوجیں جمع کیں اور اپنی بیوی خرم بیگم[1] کے ہمراہ کابل فتح کرنے کے لیے آ گیا ۔ مرزا محمد حکیم نے کابل کے قلعہ کو معصوم کوکہ کے سپرد کیا جو اس کا معتمد اور نہایت بہادر تھا اور خود خواجہ حسن نقشبندی کے ساتھ لشکر درہ اور غوربند چلا گیا ۔

مرزا سلیمان نے کابل آ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کابل کی فتح ممکن نہیں ہے تو یہ تدبیر کی کہ اپنی بیوی خرم بیگم کو غوربند کے علاقے میں بھیج دیا ، تا کہ مرزا (محمد حکیم) سے اخلاص و اتحاد کا اظہار کرکے اس کو فریب کے جال میں پھانسے ۔ زمانہ نے اس مضمون کو زبان حال سے مرزا سلیمان کی شان میں اس طرح ادا کیا ہے ۔

بیت

حسابے کہ با خود نپرداختی
چنیں نیست بازی غلط باختی
عناں باز کش ، زہں تمنائے خام
کہ سیمرغ را کس نیارد بدام

اس قرارداد کے مطابق خرم بیگم نے مرزا سلیمان کو کابل کے محاصرہ میں چھوڑا اور خود غوربند کی طرف چل پڑی ۔ لوگوں کو مرزا محمد حکیم کے پاس بھیج کر اس کو پیغام پہنچایا [۱۹۹] کہ تم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز مثل فرزند کے سمجھتی ہوں بالخصوص اس وقت فرزندی کی نسبت ، ملاقات کے ذریعہ مستحکم ہو جائے اور میں چاہتی ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کرکے اتحاد و یک جہتی کی بنیاد کو عہد و پیمان کے ذریعہ مضبوط و مؤکد بنائیں اور اس مرتبہ ہمارے آنے کا بھی مقصد ہے ۔

مرزا محمد حکیم یہ باتیں سن کر بھٹک گیا اور خرم بیگم سے ملاقات کرنے کو فراباغ میں ، جو کابل سے دس کوس کے فاصلے پر ہے ، طے کیا

۱- پچھلے بیانات میں اس کا نام ''حرم بیگم'' تحریر ہوا ہے ۔ بدایونی (ص ۲۳۴) نے اس کا نام ولی نعمت بیگم لکھا ہے ۔

اور (کچھ) آدمیوں کو خرم بیگم کے پاس پہلے سے بھیج دیا کہ اس سے عہد لے کر اور اپنا اطمینان کرکے واپس آئیں ۔ خرم بیگم نے مرزا کی ملاقات کا شوق ظاہر کیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ ہمارا ارادہ غداری و مکاری کا نہیں ہے ، بلکہ ہمارا مقصد محبت و یگانگی کی بنیاد کو مستحکم کرنا ہے ۔ مرزا (محمد حکیم) کے آدمی یہ گفتگو سن کر باجازت واپس آئے ۔

ابھی وہ لوگ (کچھ) دور بھی نہیں گئے تھے کہ اس ناقص العقل (عورت) نے لوگوں کو بہ عجلت مرزا سلیمان کے پاس بھیجا کہ کل مرزا محمد حکیم مجھ سے ملاقات کے لیے فراباغ میں آئے گا ۔ مصلحت یہی ہے کہ یلغار کرکے وہاں پہنچ جاؤ اور گھات میں رہو ۔ مرزا سلیمان نے محمد قلی شغالی کو جو اس کے معتبر امیروں میں سے تھا اور شجاعت میں مشہور تھا ، ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ اپنی لڑکیوں کی حفاظت کے لیے کابل کے نواح میں چھوڑا کہ جو اس، لشکر میں تھیں اور اس نے خود کو بقیہ فوج کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے فراباغ کے قریب پہنچایا اور گھات میں موقع کا منتظر رہا ۔

مرزا (محمد حکیم) کے ان لوگوں نے جو خرم بیگم کے پاس گئے تھے ، عہد و پیمان کے مضمون کو مرزا (محمد حکیم) کے ذہن نشین کر دیا تھا اور اس عورت سے ملاقات کے لیے جانے میں (مرزا) کو ترغیب دی ۔ خواجہ حسن نقشبندی نے بھی اس معاملہ میں کوشش کی ، مگر باقی قاقشال مرزا (محمد حکیم) کے جانے پر رضا مند نہ ہوا ۔ اس نے کہا کہ یہ عورت مکاری و فریب کر رہی ہے :

بیت

[۲۰۰] سخن ہائے دانا بباید شنید
چو در و جواہر بباید گزید

لیکن چونکہ مرزا (محمد حکیم) خرم بیگم سے ملاقات کرنے کے متعلق طے کر چکا تھا ، لہذا باقی قاقشال کے منع کرنے سے بھی باز نہ آیا اور اپنے چند معتمدوں کے ہمراہ فراباغ کی طرف روانہ ہوا ۔ جب اس جگہ پہنچا جہاں کا وعدہ ہوا تھا ، تو اتفاق سے مرزا سلیمان کے چند لشکری ، جو رات کے وقت اس سے علیحدہ ہو گئے تھے ، مرزا (محمد حکیم) کے آدمیوں

کے پاس پہنچ گئے اور مرزا سلیمان کے عظیم لشکر کے ساتھ آنے اور گھات میں منتظر رہنے کی حقیقت بیان کر دی ۔ مرزا (محمد حکیم) اس خبر کے سنتے ہی بھاگ کھڑا ہوا اور واپس ہو گیا ۔ مرزا سلیمان نے جیسے ہی مرزا محمد حکیم کی واپسی کی اطلاع پائی ، وہ اس کے تعاقب میں سنجد درہ پر پہنچا اور مرزا (محمد حکیم) کے کچھ آدمیوں کو جا لیا اور ان کو گرفتار کر لیا ۔ مرزا کا سامان و اسباب جو پیچھے رہ گیا تھا ، سب لوٹ لیا اور وہ سنجد درہ میں بیٹھ گیا ۔

باقی قاقشال اور اس کے بھائی مرزا (محمد حکیم) کے پیچھے حفاظت کے لیے رہے اور بدخشاں کے سردار کی تیر اور تلوار سے مدافعت کرتے ہوئے مردانہ کوششوں سے مرزا (محمد حکیم) کو ہلاکت کے گرداب سے نکال لائے ۔ مرزا سلیمان کو جب معلوم ہوا کہ مرزا محمد حکیم نکل گیا ، تو وہ ٹھہر گیا ۔

مرزا محمد حکیم پریشان ہو کر بدخشاں کی طرف جاتا تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جاتا ہے ۔ تمام دن چلتا رہا اور غوربند کے ایک درے پر پہنچا اور رات وہاں گزاری ۔ جب وہ کوہ ہندو درہ پہنچا تو خواجہ حسن نے چاہا کہ مرزا (محمد حکیم) کو بلخ کے حاکم پیر محمد کے پاس لے جائے اور اس سے کمک طلب کرے ۔ باقی قاقشال کہتا تھا کہ ہم مرزا (محمد حکیم) کو بادشاہ کے حضور میں لیے جاتے ہیں ۔ خواجہ حسن اپنی جماعت کے ساتھ بلخ چلا گیا اور مرزا محمد حکیم باقی قاقشال کے ہمراہ غوربند آ گیا اور وہاں سے پنجہر کے راستے جلال آباد اور جلال آباد سے دریائے سندھ کے کنارے پہنچ کر دریا کو عبور کیا اور عرضداشت لکھ کر ایلچیوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیجی ۔

[۲۰۱] جس وقت اکبر بادشاہ لگر چین میں تھا ، تو مرزا (محمد حکیم) کے ایلچی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور انھوں نے مرزا (محمد حکیم) کی وہ عرضداشت جو اس کی پریشانیوں پر مشتمل تھی ، پیش کی ۔ اس عرضداشت کے پہنچنے سے پہلے (اکبر بادشاہ کو) کابل کے بگڑے ہوئے حالات کی اطلاع ہو چکی تھی اور بادشاہ ، فریدوں کو جو مرزا (محمد حکیم) کا ماموں اور شاہی ملازم تھا ، مرزا (محمد حکیم) کی امداد اور اصلاح مہمات کے لیے بھیج چکا تھا ۔ جس وقت مرزا کی عرضداشت پہنچی ، تو ایک بڑی

رقم مع ہندوستان کے ساز و سامان کے ، گھوڑا اور زین ، خوش خبر خاں کے ذریعہ ، جو بہترین میر تُوزک تھا ، بھیجی اور فرمان لکھا کہ اگر کمک کی ضرورت ہو ، تو پنجاب کے امراء کی مدد کے لیے بھیجیں گے ۔ جب خوش خبر خاں، مرزا (محمد حکیم) کے لشکر کے نزدیک پہنچا تو مرزا (محمد حکیم) (شاہی) فرمان کے استقبال کے لیے آیا ۔ اس نے اخلاص اور بندگی کا اظہار کیا ۔

خوش خبر خاں کے پہنچنے کے بعد فریدوں نے مرزا کو ورغلایا کہ لاہور کی فتح نہایت آسان ہے ۔ جب مخالفت کا ارادہ مصمم ہو گیا ، تو مرزا (محمد حکیم) کو خوش خبر خاں کے گرفتار کر لینے پر آمادہ کر لیا ۔ مرزا (محمد حکیم) اُس کے بہکانے سے بھٹک گیا، لیکن اس مروت کی بنا پر جو اس میں تھی ، خوش خبر خاں کے گرفتار کرنے پر رضا مند نہ ہوا ۔ اس کو خفیہ طور سے اپنے پاس بلایا اور رخصت کر دیا ۔ سلطان علی محرر جو شاہی بارگاہ سے بھاگ آیا تھا ، شہاب الدین احمد خاں کا بھائی حسن خاں ، جو کابل میں تھا ، مخالفت و فساد کے معاملہ میں فریدوں کے ہم خیال ہو گئے اور مرزا (محمد حکیم) نے ان کے بہکانے سے لاہور کی طرف بغاوت و دشمنی کے ارادے سے روانگی کر دی ۔ جب وہ بھیرہ کے نواح میں پہنچا ، تو غارت گری و تاراجی شروع کر دی ۔ پنجاب کے امراء ، مثلاً میر محمد خاں کلاں ، قطب الدین محمد خاں ، شریف خاں اس خبر کو سنتے ہی سب لاہور میں جمع ہو گئے اور قلعہ داری میں مشغول ہوئے ۔

مرزا (محمدحکیم) کی بغاوت و سرکشی کے متعلق ایک عرضداشت بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیجی ۔ مرزا (محمد حکیم) متواتر کوچ کرکے لاہور پہنچا اور باغ مہدی [۲۰۲] قاسم خاں میں جو اس شہر کے باہر واقع ہے، قیام کیا ۔ چند مرتبہ فوج کی صفیں آراستہ کیں اور قلعہ کے نزدیک آیا ۔ پنجاب کے امراء نے توپ اور بندوقوں کے فائر سے اس کو آگے نہ بڑھنے دیا ۔ بالاخر جب اس نے سنا کہ شاہی لشکر لاہور آ رہا ہے ، تو ٹھہرنے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔

بیت

بتنے را کہ نتوانی از جاے برد
بپرخاش او بے چہ باید فشرد

بہ پہلوئے شیر آنکھے دست کش
کہ داری بشیر افگنی دست خوش

لشکر ظفر اثر کا لاہور کی طرف روانہ ہونا

جب مرزا (محمد حکیم) کی مخالفت کی خبر اکبر بادشاہ کو ہوئی، تو چہرے سے قہر و غضب کے آثار ظاہر ہوئے ۔ لشکر کے حاضر ہونے کا فرمان صادر ہوا ۔ منعم خاں خانخاناں کو دارالخلافہ آگرہ کی حفاظت کے لیے اور مظفر خاں کو دیوانی کے معاملات کے لیے وہاں چھوڑا اور تیسری تاریخ جمادی الاولیٰ ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء کو روانگی ہوئی ۔ دس روز میں دہلی پہنچا ۔ بادشاہ ان بزرگوں کی زیارت کے لیے گیا جو وہاں مدفون ہیں ۔ فقراء اور مساکین کو شاہی بخششوں سے نوازا ۔ وہاں سے متواتر کوچ کرتے ہوئے جب سرہند پہنچے، تو اس شہر کے بازاروں کی رونق دیکھ کر بادشاہ خوش ہوا ۔ وہاں کے شقدار حافظ رخنہ کی تعریف کی اور وہاں کی سرکار داری اس کے سپرد کی ۔

جب دریائے ستلد (ستلج) پر شاہی لشکر پہنچا، تو مرزا (محمد حکیم) کے فرار ہونے کی اطلاع ملی ۔ بادشاہ (اکبر) وہاں سے نہایت اطمینان کے ساتھ لاہور کی طرف متوجہ ہوا ۔ شہر کے نزدیک پہنچا، تو امرائے عظام کہ جن سے (بادشاہ) کی دولت خواہی اور جاں سپاری ہمیشہ ظہور میں آتی تھی، استقبال کے لیے آئے اور شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوئے ۔

اسی سال ماہ رجب (۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء) میں بادشاہ (اکبر) دارالسلطنت لاہور میں قیام پذیر ہوا ۔ مہدی قاسم خاں کے محلات میں جو قلعہ کے اندر ہیں، بادشاہ نے قیام کیا ۔ [۲۰۳] قطب الدین محمد خاں اور کمال خاں گکھڑ بادشاہ کے حکم کے مطابق مرزا (محمد حکیم) کے تعاقب میں روانہ ہوئے ۔ جب وہ پرگنہ بھیرہ سے گزرے، تو معلوم ہوا کہ مرزا (محمد حکیم) سندھ کو عبور کر چکا ہے ۔ وہ بادشاہ کے حضور میں واپس آ گئے ۔ جب مرزا محمد حکیم نے مرزا سلیمان کی بدخشاں کی طرف واپسی کی خبر سنی، تو وہ نہایت عجلت کے ساتھ کابل پہنچا ۔

یہ پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ مرزا سلیمان اپنے لشکر کو جس میں اس

کی لڑکیاں بھی تھیں ، کابل کے قریب چھوڑ کر خود تنہا مرزا محمد حکیم کی گرفتاری کے لیے قراباغ کے نزدیک آیا تھا ۔ محمد معصوم کوکہ نے جس کو مرزا محمد حکیم نے کابل میں چھوڑا تھا ، دوسرے روز فوج مرزا سلیمان کے لشکر سے لڑنے کو بھیج دی ۔ اس (محمد معصوم خان کوکہ) کی فوج نے محمد قلی شغالی کوکہ جو (مرزا سلیمان) کے لشکر میں تھا ، شکست دی ۔ محمد قلی نے تمام سامان اور اشیاء کو (خود) برباد کر دیا اور چہار دیوار باغ میں کہ جو اسی نواح میں تھا ، پہنچ گیا اور مرزا سلیمان کی لڑکیوں کو اسی باغ میں لے آیا اور قلعہ بند ہوگیا ۔ کابلیوں نے محمد قلی کو محاصرے میں اٹکا دیا اور چاہا کہ اس کو مرزا سلیمان کی لڑکیوں کے ساتھ گرفتار کر لیں ۔ معصوم کوکہ نے مرزا سلیمان کی لڑکیوں کو گرفتار کرنا خلاف ادب سمجھا اور اپنے آدمیوں کو واپس بلا لیا ۔ مرزا سلیمان قراباغ سے نامراد واپس ہوا ۔ جب وہ کابل کے قریب پہنچا ، تو اس نے پھر اُس قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ معصوم چونکہ دلیر اور جری ہو چکا تھا ، لہذا روز فوج کو باہر بھیج دیتا ۔ اُس نے بدخشیوں کو پریشان کر دیا ۔ اس دوران میں سخت جاڑے کا موسم آ گیا ۔ انجام یہ ہوا کہ مرزا سلیمان صلح کے لیے رضا مند ہو گیا ۔ معصوم نے سلیمان کے لشکر کی پریشانی معلوم کر لی تھی ۔ اس نے مخاصمت دکھائی اور صلح پر رضا مند نہیں ہوتا تھا ۔ آخر کار مرزا سلیمان نے ، قاضی خاں بدخشی کو جو معصوم کا استاد تھا ، اس کے پاس بھیجا اور یہ طے ہوا کہ تھوڑی سی پیشکش جو اس وقت مہیا ہو سکے ، مرزا سلیمان کو بھیج دے ۔ اس طرح [۳۰۲] مصالحت طے پائی ۔ مرزا سلیمان نے پہلی مرتبہ اپنے اہل و عیال کو بدخشاں روانہ کیا اور اس کے بعد وہ خود بھی چلا گیا ۔

القصہ جس وقت اکبر بادشاہ دارالسلطنت لاہور میں رونق افروز ہوا تو اطراف کے زمیندار اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور جو حاضر نہ ہو سکے ، انھوں نے پیشکش اور تحائف بذریعہ ایلچی بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا ۔ منجملہ ان کے ولایت سندھ کا حاکم محمد باقی ترخان بن مرزا عیسیٰ تھا ، اس نے (اکبر) بادشاہ کے حضور میں ایلچی بھیج کر عرض کیا کہ مجھ کمینے کا باپ (مرزا عیسیٰ) جو شاہی ملازمین میں تھا ،

فوت ہو گیا ہے[1] - میں صدق و خلوص کے راستے پر قائم ہوں اور خود کو شاہی غلاموں میں شمار کرتا ہوں - اس زمانے میں قلعہ بھکر کے حاکم سلطان محمود نے قزلباش (قبیلہ) کی مدد سے کہ جو قندہار میں ہے ، بندہ کی ولایت کے اطراف میں دخل اندازی شروع کر دی ہے - میں بادشاہ کی عنایات کا امیدوار ہوں کہ اس کی دخل اندازی کو اس ولایت سے دفع کیا جائے[2] - جب محمد باقی کی درخواست بادشاہ کے حضور میں پہنچی ، تو سلطان محمود کے نام فرمان صادر ہوا کہ اس کے بعد اپنی حد سے قدم باہر نہ رکھنا اور محمد باقی کی ولایت کی حد میں کوئی دخل اندازی نہ کرنا -

لاہور کے زمانۂ قیام ہی میں منعم خاں ، خانخاناں کی عرضداشت دارالخلافہ آگرہ سے پہنچی کہ محمد سلطان مرزا اور الغ مرزا کے لڑکوں نے جو ابراہیم حسین مرزا ، مرزا محمد حسین اور شاہ مرزا ہیں اور سرکار سنبھل میں ان کی جاگیریں ہیں ، اس نواح میں ظلم و جور کرنا شروع کر دیا ہے اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں - جب یہ غلام (منعم خاں خانخاناں) ان کی تنبیہہ کے لیے دہلی تک پہنچا ، تو یہ خبر پا کر مندو کی طرف چلے گئے -

یہ محمد سلطان مرزا پسر سلطان ویس مرزا بن بایقرا بن منصور بن بایقرا بن عمر شیخ بن امیر تیمور صاحب قران ہے [۲۰۵] - اس کی ماں سلطان حسین مرزا کی لڑکی تھی - سلطان حسین مرحوم کی وفات کے بعد وہ بابر بادشاہ کی خدمت میں آیا اور مراعات پائیں - محمد ہمایوں بادشاہ نے بھی اپنے زمانۂ حکومت میں اس کے ساتھ رعایتیں کیں -

اس کے ایک لڑکے الغ مرزا اور دوسرے شاہ مرزا نے بھی کہ جو اکبر بادشاہ کی خدمت میں تھے، سرکشی و بغاوت کی تھی - ہر مرتبہ ان کی

۱- مرزا عیسیٰ ۹۷۴ھ/۶۷ - ۱۵۶۶ء میں فوت ہوا - (تاریخ معصومی ، ص ۲۱۰) -

۲- ۹۷۶ھ/۶۹ - ۱۵۶۸ء میں مرزا محمد باقی ترخان نے اپنی بیٹی ، ماہ بیگم اور ناہید بیگم کے ہمراہ اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجی - (تاریخ معصومی ، ص ۲۱۲) ماہ بیگم ، ناہید بیگم کی ماں ہے - (تاریخ معصومی ، ص ۲۲۶) -

خطائیں معاف کر دی گئیں ، یہاں تک کہ الغ مرزا ، ہزارہ کے حملے میں مارا گیا ۔ اس کے دو لڑکے تھے ایک سلطان محمد مرزا اور دوسرا سکندر مرزا ۔ اکبر بادشاہ نے ان کے ساتھ بھی رعایتیں کیں اور سکندر مرزا کو الغ مرزا اور سلطان مرزا کو شاہ مرزا کے خطابات عنایت کیے ۔ الغ مرزا کے بھائی شاہ مرزا کو کوتل معمورہ میں چوروں نے تیر مار کر ہلاک کر دیا ، لیکن ''اکبر نامہ'' میں علامہ شیخ ابوالفضل نے اس بات کو دوسری طرح لکھا ہے ۔ چونکہ الغ مرزا کلاں نے زمین داور میں چچا حاجی محمد خاں کوکی کو مار ڈالا تھا ، لہذا اس کے بھائی شاہ محمد نے درۂ مذکورہ میں مرزا (الغ مرزا) کے تیر مار دیا ۔

جب اکبر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا ، تو اس نے محمد سلطان مرزا کو جو بوڑھا تھا ، خدمت سے معاف کر دیا اور سرکار سنبھل میں پرگنہ اعظم پور ، اس کی مدد معاش میں مقرر کر دیا ۔ بڑھاپے میں اس کے چند لڑکے ہوئے ، ابراہیم حسین مرزا ، محمد حسین مرزا ، عاقل حسین مرزا ۔ اکبر بادشاہ نے ان میں سے ہر ایک کو مناسب جاگیریں مرحمت کیں اور امارت کے درجے پر پہنچا دیا ۔ وہ ہر وقت بادشاہ کے ہم رکاب رہتے تھے اور خدمت گاری کا اظہار کرتے تھے ۔

جب اکبر بادشاہ جون پور کی مہم سے واپس ہوا ، تو وہ لوگ اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ۔ وہ سنبھل کے علاقے میں رہتے تھے ۔ جس زمانے میں شاہی لشکر مرزا محمد حکیم کے دفع کرنے کے لیے لاہور کی طرف روانہ ہوا ، تو الغ مرزا نے [۲۰۶] اپنے چچاؤں کے ساتھ جو ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا تھے ، بغاوت کر دی اور بعض پرگنات میں خلل انداز ہوئے ۔ جب اس نواح کے جاگیر دار متفق ہو کر ان کے مقابلے پر پہنچے ، تو وہ مالوہ کی طرف فرار ہو گئے ۔ چنانچہ اس قصہ کا تتمہ انشاء اللہ عنقریب بیان کیا جائے گا ۔

بارھویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن دوسری رمضان المبارک[1] ۹۷۴ھ/

۱- ۲۹ رمضان (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۳۲۰) ۔

۶۷ - ۱۵۶۶ء کو ہوئی - اس سال کے شروع میں نو روز کے دن تھے - اکبر بادشاہ کو شکارگاہ (قمرغہ) میں شکار کا شوق ہوا - شاہی فرمان صادر ہوا کہ امرائے عظام لاہور کے اطراف میں چالیس کوس کے دور میں شکارگاہ بنوائیں اور چوپایوں کو وہاں سے اس جنگل میں پہنچوائیں جو لاہور سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے - امراء نے بادشاہ کے حسب الحکم پیر محمد خان اتکہ کے اہتمام سے پندرہ ہزار جانور جن میں نیل گاؤ ، گیدڑ اور لومڑیاں وغیرہ تھیں ، اس جنگل میں جمع کر دیں اور اس شکارگاہ کے درمیان میں جس کی وسعت ہر طرف سے پانچ کوس تھی ، قصر شاہی (کا خیمہ) جو مہمات میں ساتھ رہتا تھا ، بنوا دیا -

روزانہ اکبر بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلا کرتا تھا - عالی مقدار امراء و خوانین روز بروز مورچال آگے قائم کر کے دائرے کو تنگ کرواتے رہتے تھے - جب اس طریقے سے کچھ روز گزر گئے ، تو اکبر بادشاہ نے اپنے مقربین کی طرف توجہ کی اور ان کو بھی شکار کی اجازت دے دی - اس کے بعد عام اجازت ہو گئی - چنانچہ سپاہی اور پیادہ میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جس نے کسی طرح کا شکار نہ کیا ہو -

شکار سے فارغ ہونے کے بعد اکبر بادشاہ کی توجہ شہر (لاہور) کی طرف مبذول ہوئی - جب وہ دریائے لاہور (راوی) کے کنارے پہنچا ، تو سوار رہتے ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور تیر کر دریا پار کیا - [۲۰۰] شاہی ملازمین میں سے جنھوں نے (اکبر) بادشاہ کی پیروی میں خود کو دریا میں ڈال دیا تھا ، ان میں سے خوش خبر خان ، میر توزک اور نور محمد پسر شیر محمد قور دار ڈوب گئے -

شکار کے زمانے میں حمید بکری نے جو میر توزکوں میں بادشاہ سے بہت قریب رہتا تھا ، شراب نوشی کی - شاہی ملازمین میں سے ایک شخص موقع کی تلاش میں تھا - جس وقت کہ بادشاہ (اکبر) شکار میں مشغول تھا ، اس نے موقع پا کر بادشاہ کے حضور میں (حمید بکری کی بابت) استغاثہ کر دیا - اس کے متعلق سزا کا حکم ہوا اور قلیج خان کو بادشاہ نے فرمایا کہ اس کی گردن مار دے - قلیج خان نے اس کی گردن پر اس طرح تلوار ماری کہ تلوار ٹوٹ گئی اور اس کی گردن کو کوئی گزند نہ

پہنچی - یہ حال دیکھ کر بادشاہ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی تشہیر کا حکم دیا -

اسی زمانے میں مظفر خاں جو آگرہ میں مہماتِ دیوانی پر تعینات تھا ، آصف خاں کے بھائی وزیر خاں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں آیا اور شکار گاہ میں حاضر خدمت ہوا - مؤلف تاریخ (خواجہ نظام الدین احمد) کے باپ جو آگرہ میں شاہی خدمات پر تعینات تھے ، اس سفر میں مظفر خاں کے ہمراہ تھے اور میں بھی اپنے باپ کے ساتھ تھا -

القصہ اکبر بادشاہ نے آصف خاں اور وزیر خاں کی خطاؤں کو معاف کر دیا - وزیر خاں کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور حکم صادر ہوا کہ آصف خاں ، مجنوں خاں قاقشال کے ساتھ کڑہ مانک پور میں جائے اور ان اطراف کی حفاظت کرے - اسی زمانے میں خبر پہنچی کہ علی قلی خاں ، بہادر خاں اور سکندر نے عہد شکنی کی اور پھر باغی ہو گئے - اکبر بادشاہ نے یہ خبر سن کر مرزا میرک رضوی کو جو ان کا وکیل تھا ، خان باقی خاں کے سپرد کیا اور ولایت پنجاب کی مہمات کا عہدہ میر محمد خاں اور ساڑ اتکہ کو دے دیا -

بارھویں ماہ رمضان المبارک ۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء کو بادشاہ (اکبر) آگرہ کی طرف روانہ ہوا - جب شاہی لشکر قصبہ تھانیسر پہنچا ، تو جوگیوں اور سنیاسیوں کی ایک جماعت ایک حوض کے کنارے جمع تھی کہ جس کو کرکھیت (کروکشیتر) کہتے ہیں - وہ حوض برہمنوں کی پرستش گاہ ہے اور ہندو [۲۰۸] چاروں طرف سے سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر اشنان کرنے کے لیے وہاں آتے ہیں اور بڑا مجمع ہوتا ہے - وہ چاندی ، سونا ، جواہر ، نقدی اور کپڑا برہمنوں کو دیتے ہیں اور کچھ دریا میں پھینک دیتے ہیں - جوگی اور سنیاسی بھی اس خیرات سے حصہ پاتے ہیں - ان دونوں فرقوں (جوگیوں اور سنیاسیوں) میں جو اختلاف ہے ، اسی کی وجہ سے دونوں فریق بادشاہ (اکبر) کے حضور میں استغاثہ لے کر آئے اور جنگ کی اجازت چاہی -

سنیاسیوں کا گروہ دو سو سے زیادہ اور تین سو سے کم تھا اور جوگی کہ جو گدڑی پوش ہوتے ہیں ، پانچ سو سے زیادہ تھے - جب دونوں فریق

مقابلے کے لیے آئے ، تو بادشاہ کے حسب الحکم کچھ سپاہی اپنے جسموں پر بھبوت مل کر سنیاسیوں کی مدد کے لیے گئے کیونکہ ان کی تعداد کم تھی ۔ طرفین میں سخت لڑائی ہوئی ، بہت سے آدمی مارے گئے ۔ اکبر بادشاہ کو اس تماشے کے دیکھنے سے مسرت ہوئی ۔ آخرکار جوگیوں کو شکست ہوئی اور سنیاسی غالب آئے ۔

جب اکبر بادشاہ دارالملک دہلی پہنچا ، تو مرزا مبرک رضوی جو خان باقی خاں کے سپرد تھا ، قید سے نکل کر فرار ہو گیا ۔ باقی خاں اس کے تعاقب میں گیا ۔ جب وہ نہیں ملا ، تو سیاست کے خوف سے وہ واپس نہ لوٹا ۔ دہلی کے حاکم تاتار خاں نے بادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ محمد امین دیوانہ جو لاہور سے بھاگ گیا تھا ، پرگنہ بھوج پور میں شہاب خاں ترکہان کے گھر چند روز رہا ۔ اس کو گھوڑا اور اخراجات امداد کے طور پر ملے اور وہ مخالفین کے پاس چلا گیا ۔ یہ واقعات سن کر بادشاہ کو غصہ آ گیا ۔ شاہ فخرالدین مشہدی کو حکم ہوا کہ شہاب خاں کو حاضر کرے ۔ جس دن اکبر خان موضع پالل میں پہنچا تو شاہ فخرالدین نے شہاب خاں کو سزا کے لیے حضور میں حاضر کیا اور وہ وہیں قتل کر دیا گیا [۲۰۹] ۔

جب اکبر بادشاہ آگرہ پہنچا ، تو اطلاع ہوئی کہ خان زماں نے شیر گڑھ کا جو قنوج سے چار کوس کے فاصلے پر ہے محاصرہ کر لیا ہے اور مرزا یوسف خاں قلعہ بند ہو گیا ہے ۔ اکبر بادشاہ انیس روز تک آگرہ میں قیام پذیر رہا ۔ خانخاناں (منعم خاں) کو آگرہ کے انتظام کے لیے چھوڑا اور خود چھبیس شوال بروز منگل ۹۷۴ھ / ۱۵۶۷ء کو جونپور کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب پرگنہ ساکتہ میں پہنچا ، تو علی قلی خاں شیر گڑھ سے چلتا بنا اور مانک پور کی طرف کہ جہاں اس کا بھائی بہادر خاں تھا ، پہنچا ۔ بھوج پور کے باہر شاہی لشکر ٹھہرا تھا ۔ محمد قلی برلاس ، مظفر خاں ، راجا ٹوڈر مل ، شاہ بداغ خاں ، اس کا لڑکا عبدالمطلب خاں ، حسین خاں ، عادل محمد ، خواجہ غیاث الدین علی بخشی اور دوسرے بہادر جوان تقریباً چھ ہزار سوار سکندر کے مقابلے کے لیے جو اودھ میں تھا ، بھیجے گئے اور (اکبر بادشاہ) خود بہ نفسِ نفیس کڑہ مانک پور کی طرف متوجہ ہوا اور پرگنہ رائے بریلی پہنچا ۔ وہاں یہ اطلاع ملی کہ علی قلی خاں اور بہادر خاں

دریائے گنگا کو عبور کرکے کالپی جانے کا ارادہ رکھتے ہیں - حکم صادر ہوا کہ شاہی لشکر خواجہ جہاں کی ہمراہی میں قلعہ کڑہ جائے اور خود نہایت عجلت کے ساتھ مانک پور کے گھاٹ پر پہنچا اور ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کو عبور کیا - اس وقت دس پندرہ ہزار آدمیوں سے زیادہ اس کے ہمراہ نہ تھے - مجنوں خاں اور آصف خاں ، جو آگے آگے تھے ، ہر گھڑی دشمنوں کی اطلاع دیتے تھے - اتفاق سے علی قلی خاں اور بہادر خاں اس رات کو رات بھر شراب نوشی اور طوائفوں کی صحبت میں غفلت میں پڑے رہے اور جنگ و جدل کے معاملات کو مجنوں خاں کی دلیری پر چھوڑ دیا اور اکبر بادشاہ کے آنے کا یقین نہیں کیا -

مختصر یہ کہ اکبر بادشاہ اسی سال (۹۷۴ھ / ۱۵٦٧ء) دو شنبہ کے روز ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو جنگ پر آمادہ ہوا اور فوج کو خود اکبر بادشاہ نے ترتیب دیا - فوج کے سیدھی جانب [۲۱۰] آصف خاں اور تمام بہادر اور بائیں جانب مجنوں خاں اور دوسرے امراء تعینات ہوئے - اکبر بادشاہ اس دن بال سندر نامی ہاتھی پر سوار ہوا اور مرزا کوکہ کو جس کا لقب اعظم خاں تھا ، اس ہاتھی کی چوکھنڈی میں بٹھایا اور اس کو نہایت اعزاز بخشا - دشمنوں کو جب اکبر بادشاہ کے آنے کا یقین ہو گیا ، تو وہ مرنے پر تیار ہو گئے - صفیں آراستہ ہوئیں اور انھوں نے اپنے بہادروں کی ایک جماعت کو شاہی ہراول کے مقابلے کے لیے بھیجا - بابا قوقشال نے جو اوقچیوں کا سردار تھا ، اس جماعت کے پیر اکھاڑ دیے ، یہاں تک کہ علی قلی خاں کی صف تک پہنچا دیا (بھگا دیا) -

اس موقع پر فرار ہونے والوں میں سے ایک کا گھوڑا علی قلی خاں کے گھوڑے سے بھڑ گیا اور اس کی پگڑی اس کے سر سے گر گئی - اس واقعہ کو دیکھ کر بہادر خاں کو جوش آ گیا - اس نے نہایت بہادری سے اوقچیوں کی جماعت پر حملہ کر دیا - بابا (قاقشال) جو اوقچیوں کا سردار تھا ، بھاگ کر مجنوں خاں کے پاس پہنچ گیا - بہادر خاں اس کے پیچھے گیا اور دونوں فوجوں کے درمیان میں آ گیا ، نہایت بہادری کا مظاہرہ کیا - اسی دوران میں ایک تیر اُس کے گھوڑے کے لگا اور وہ چراغ پا ہو گیا - بہادر خاں گھوڑے سے زمین پر گرا اور گرفتار ہو گیا -

بیت

کلید ظفر چوں نباشد بدست
ببازو بدر فتح نتواں شکست

جب جنگ نے زور پکڑا ، بادشاہ (اکبر) ہاتھی سے نیچے اتر آیا اور گھوڑے پر سوار ہوا ۔ حکم دیا کہ ہاتھیوں کو علی قلی خاں کی صف پر دوڑا دو ۔

بیت

ہیکل فیلاں بزمیں خم فگند
زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود
روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود

اتفاق سے ہیرانند ہاتھی جب دشمنوں کی صف کے نزدیک پہنچا تو انھوں نے ادویانہ ہاتھی کو ہیرانند کے اوپر دوڑایا ۔ ہیرانند نے اس ہاتھی کے ایسی ٹکر ماری کہ وہ میدان میں گر پڑا ۔ اسی وقت ایک تیر علی قلی خاں کے لگا ۔ وہ اس تیر کو نکال رہا تھا کہ دوسرا تیر اس کے گھوڑے کے لگا [۲۱۱] گھوڑا چراغ پا ہوگیا ۔ علی قلی خاں زمین پر گر پڑا ۔ پرسنگہ نام ہاتھی وہاں پہنچ گیا ۔ اس نے علی قلی خاں پر حملہ کا ارادہ کیا ۔ علی قلی خاں نے فیل بان سے کہا کہ میں مرد بزرگ ہوں اگر مجھ کو زندہ بادشاہ کے پاس لے جائے گا ۔ تو انعام پائے گا ۔ فیلبان نے اس کی بات پر توجہ نہ کی اور اس پر ہاتھی دوڑا دیا ۔ علی قلی خاں ہاتھی کے پیروں کے نیچے کچل کر خاک ہو گیا ۔

جب جنگ کی فضا دشمنوں کے وجود سے صاف ہو گئی ، تو نظر بہادر ، بہادر خاں کو اپنے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا کر اکبر بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ اس کو سرداروں نے قتل کرا دیا[1] ۔ کچھ دیر کے بعد خاں زماں کے سر کو لائے ۔ اکبر بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر اس

۱- اکبر بادشاہ بہادر خاں کے قتل پر راضی نہ تھا (بدایونی : ص ۷۴۳)۔

غیبی فتح پر سجدۂ شکر ادا کیا ۔ یہ فتح موضع منکروال میں جو جوسی اور پیاگ کے مضافات میں ہے اور اس زمانہ میں اس کو الہ باس کہتے ہیں ، ۲پہر کے دن پہلی ذی الحجہ ۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء موافق بارھویں سال الٰہی کو ہوئی :

''یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ جس زمانہ میں اکبر بادشاہ علی قلی خاں پر حملہ آور ہوا ، مؤلف کے باپ (مرزا محمد مقیم) شاہی خدمات پر آگرہ میں تعینات تھے اور اس کتاب کا مؤلف (خواجہ محمد نظام الدین ہروی) آگرہ میں تھا ۔ فتنہ انگیز اور مفسد لوگ روزانہ وحشت ناک خبریں مشہور کیا کرتے تھے ۔ ایک دن میں نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ کیا حرج ہے کہ ہم بھی اپنی دل پسند کوئی خبر مشہور کر دیں ۔ اس نے کہا کیا خبر ؟ میں نے کہا کہ خبر آئی ہے کہ خان زماں اور بہادر خاں کے سر لائے جا رہے ہیں اور میں نے یہ خبر کئی آدمیوں سے کہی۔ اتفاق سے اس خبر (کے مشہور ہونے سے) تین دن بعد عبداللہ خاں ولد مراد بیگ ، خان زماں اور بہادر خاں کے سر لایا ۔ جس دن یہ خبر آگرہ میں مشہور ہوئی تھی اس روز وہ (خان زماں و بہادر خاں) قتل ہوئے تھے'' :

بیت

بسا فالیکہ از بازیچہ بر خواست
چوں اختر در گزشت آں فال شد راست

[۲۱۲] القصہ جب اکبر بادشاہ کو دشمنوں کی تفرقہ پردازی سے اطمینان کلی حاصل ہو گیا ، تو اس نے جوسی اور پیاگ کا ارادہ کیا ۔ دو روز وہاں قیام کیا ۔ وہ لوگ جو بادشاہ کے حضور سے فرار ہو کر علی قلی خاں سے جا ملے تھے وہاں گرفتار ہو کر لائے گئے اور ان کو موکلوں کے سپرد کر دیا ۔ بادشاہ (اکبر) نے وہاں سے بنارس کا رخ کیا ۔ اس منزل پر علی قلی خاں کے آدمیوں میں سے جس نے عاجزی اختیار کی اور حاضر ہوگیا ، اس کی خطا معاف کر دی گئی ۔ بادشاہ بنارس سے جولپور پہنچا ۔ تین روز تک اس شہر کے باہر قیام کیا ۔ علی قلی خاں کے بہت سے

آدمی میدان جنگ سے بھاگ آئے تھے اور وہاں جمع تھے ، ان سب کو امن کی نوید دی اور ان پر طرح طرح کی مہربانیاں ہوئیں ۔

جونپور سے بادشاہ نے یلغار کی ۔ تین روز میں چار پانچ آدمیوں کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے کڑہ مانک پور کے گھاٹ پر ، جہاں بادشاہی لشکر مقیم تھا ، (بادشاہ) پہنچا ۔ وہاں سے بذریعہ کشتی دریا کو عبور کیا اور قلعہ کڑہ میں رونق افروز ہوا ۔ فرمان صادر ہوا منعم خاں خانخاناں دارالخلافہ آگرہ سے یہاں حاضر ہو ۔ مشرقی صوبہ کے اکثر جاگیر دار اجازت حاصل کرکے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ۔

علی قلی خاں کے لشکر کے قیدیوں کی ایک جماعت ، جو ہمیشہ فساد پر آمادہ رہتی تھی ، مثلاً خاں قلی اوزبک ، یار علی ، مجنوں خاں کا رشتہ دار مرزا بیگ قاقشال ، ہمایوں بادشاہ کا سلاح دار خوش حال بیگ ، قنبر شاہ بدخشی ، علم شاہ بدخشی اور دوسرے بدقسمت باغیوں کو جو بادشاہ کے حضور سے بھاگ گئے تھے ، قتل کرا دیا ۔ علی قلی خاں کا وکیل مرزا میرک رضوی مشہدی کہ بادشاہ کے پاس سے فرار ہو گیا تھا اور اس (علی قلی خاں) کے پاس چلا گیا تھا ، جنگ کے دن گرفتار ہوا اور سیاست گاہ میں لایا گیا ۔ ہاتھی کے نیچے پھینکا گیا ۔ ہاتھی نے اس کو چند مرتبہ سونڈ میں لے کر پٹکا ، آخر کار سیادت کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا ۔

[۲۱۳] اسی دوران میں خانخاناں (منعم خاں) دارالخلافہ آگرہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ علی قلی خاں اور بہادر خاں کی جاگیروں کا علاقہ جون پور ، بنارس ، غازی پور زمانیہ اور قلعہ چنار سے دریائے چوسا کے گھاٹ تک خان خاناں کی حفاظت اور انتظام میں دے دیا گیا اور اس کو خلعت فاخرہ اور گھوڑا عنایت ہوا ۔ اکبر بادشاہ نے عین برسات کے موسم میں ماہ ذی الحجہ ۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء روانگی شروع کر دی اور محرم ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء میں وہ آگرہ پہنچ گیا ۔

اس سے قبل تحریر ہو چکا ہے کہ محمد قلی خاں برلاس ، مظفر خاں اور تمام فتح مند لشکر سکندر پر تعینات ہوا اور اودھ کی طرف گیا ۔ سکندر یہ اطلاع پا کر قلعہ بند ہو گیا جب شاہی فوجیں قلعہ پر پہنچیں اور قلعہ

کا محاصرہ کر لیا ، تو سکندر سخت پریشان ہوا - اسی دوران میں علی قلی خاں اور بہادر خاں کی شکست کی خبر پہنچی - اوزبک ، بددل ہو گئے - لوگوں کو محمد قلی خاں اور مظفر خاں کے پاس صلح کے لیے بھیجا اور امان طلب کی - شاہی افواج کو صلح کی گفتگو میں مشغول رکھا اور رات کے وقت اُس دروازے سے جو دریا کی طرف تھا ، نکلے اور کشتی میں سوار ہو کر چلے گئے - چونکہ دریا کے اس طرف کی کشتیاں سکندر خاں کے قبضے میں تھیں ، اس وجہ سے امراء نہ جا سکے - سکندر خاں نے امراء کو پیغام بھیجا کہ میں اسی قول و قرار پر قائم ہوں جو ہو چکا ہے ، لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے ہمراہ ہیں - وہ بھی دیکھ لیں - اگر تم کشتی میں بیٹھ کر دریا میں آ جاؤ اور اس طرف سے میں بھی دو تین آدمیوں کو ہمراہ لے کر آ جاؤں ، تو عہد و قرار از سر نو کر لیا جائے - تا کہ ان لوگوں کو تسکین ہو جائے اور سب مل کر بادشاہ کے حضور میں روانہ ہو جائیں - محمد قلی خاں برلاس ، مظفر خاں اور راجا ٹوڈر مل سکندر خاں کے التماس کی طرف متوجہ ہوئے - وہ کشتی میں بیٹھ کر دریا میں [۳۰۱] پہنچے - سکندر خاں بھی دو تین آدمیوں کے ہمراہ اس طرف سے آیا اور دریا میں ملاقات ہوئی - امرائے کبار نے سکندر خاں کے گناہ کی معافی کا ذمہ لیا اور قسم کھائی کہ اس کے جان و مال اور اس کے آدمیوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے - اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ چلا گیا - سکند خاں جس جگہ تھا وہاں سے کوچ کرکے دو منزل آگے پہنچا اور امراء کو لکھا کہ دریا میں طغیانی ہونے کی وجہ سے میں دریا کے کنارے نہ ٹھہر سکا - بڑے امراء اس کے مکر و فریب کو سمجھ گئے اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے -

جب یہ لوگ گورکھپور پہنچے ، تو معلوم ہوا کہ سکندر ایک سکندر نامی اوزبک کی مدد سے کہ جو افغان حاکم کی طرف سے اس گھاٹ پر تھا ، دریا عبور کرکے چلا گیا - چونکہ اس جانب زیادہ تر افغانوں کی حکومت تھی ، لہذا امراء بادشاہ کے حکم کے بغیر اس ولایت میں نہ جا سکے اور حقیقت حال لکھ کر بادشاہ کے حضور میں بھیجی - شاہی حکم صادر ہوا کہ چونکہ سکندر ممالک محروسہ سے باہر نکل گیا ہے ، اس لیے اب اُس کے تعاقب کی ضرورت نہیں ہے :

غریبے کہ ہر فتنہ باشد سرش
میازار ، بیروں کن از کشورش
تو گر خشم بروے نگیری رواست
کہ خود خوئے دشمنش اندر قفاست

اس کی جاگیر محمد قلی خاں برلاس کے سپرد کی گئی ۔ جب امراء کبار شاہی فرمان کے مضمون سے مطلع ہوئے ، تو انھوں نے محمد قلی خاں کو وہاں چھوڑا اور شاہی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دارالخلافہ آگرہ پہنچ کر شرف باریابی سے سرفراز ہوئے ۔

قلعہ چتوڑ کی فتح کا ذکر

ہندوستان کے اکثر زمیندار اور راجے ، اکبر بادشاہ کے مطیع ہو گئے لیکن ولایت مارواڑ کا راجا ، رانا اودے سنگہ ، اپنے قلعوں کے استحکام ، فوج کی کثرت اور ہاتھیوں کی [۲۱۵] بہتات کی وجہ سے مغرور ہو گیا ۔ جب علی قلی خاں کی مہات اور تمام سرکشوں کے فتنوں کی طرف سے بادشاہ (اکبر) کو اطمینان خاطر ہو گیا ، تو بادشاہ آگرہ آیا اور اس کو چتوڑ کے قلعہ کی فتح کا خیال پیدا ہوا ، اس لیے اس حملہ کی ابتدائی تیاریاں شروع ہو گئیں ۔

بیانہ ، حاجی محمد خاں سیستانی کی بجائے آصف خاں کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ شاہی فرمان صادر ہوا کہ پہلے آصف خاں اس پرگنے میں جا کر لشکر کے انتظامات کرے ۔ اس کے بعد اکبر بادشاہ بھی شکار کے نام سے قصبہ باری پہنچا اور چند روز وہاں رہا ۔ شکار گاہ تیار ہوئی اور ہزار جانوروں کا شکار کیا ۔ پھر وہاں سے روانگی عمل میں آئی ۔ لشکر سے حاضر ہونے کا حکم دیا اور (شاہی لشکر نے) ولایت موسیدانہ کو عبور کیا ۔ قلعہ سوی سوپر پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ قلعہ رنتھنبور کے مالک رائے سرجن کے آدمی کہ جو اس قلعہ میں تھے ، شاہی فوجوں کی آمد کی خبر سن کر قلعہ چھوڑ کر رنتھنبور کی طرف بھاگ گئے ۔ اس قلعہ کی حکومت و حفاظت نظر بہادر کے سپرد ہوئی کہ جو شاہی ملازمین میں سے تھا ۔

وہاں سے بادشاہ کوٹہ پہنچا کہ جو اسی ولایت کا ایک پرگنہ ہے

اور شاہ محمد قندہاری کو اُس ولایت کی حکومت پر سرفراز کیا ۔ وہاں سے روانگی عمل میں آئی ۔ جب قلعہ گاگروں پہنچے کہ جو ولایت مالوہ کی سرحد پر ہے ، تو سلطان مرزا ، الغ مرزا اور شاہ مرزا کا دفعیہ ضروری سمجھا گیا ۔ یہ لوگ سرکار سنبھل سے فرار ہو کر اس نواح میں آ گئے تھے اور سرکشی و فتنہ انگیزی کرتے تھے ۔ شہاب الدین احمد خاں ، شاہ بداغ خاں ، محمد مراد خاں اور حاجی محمد سیستانی کو سرکار مندو میں جاگیر دار بنا کر متعین کیا ۔ جب شاہی امراء اُجین کے نواح میں جو اس ولایت کے مشہور شہروں میں سے ہے ، پہنچے ، تو ان کو معلوم ہوا کہ مرزا ، شاہی لشکر کی آمد کی خبر سن کر اکٹھے ہوئے [۲۱۶] اور گجرات کو چلے گئے کہ جس کا حاکم چنگیز خاں ہے ۔ یہ چنگیز خاں ، سلطان محمود گجراتی کا خانہ زاد تھا وہ شاہی امراء جو ان مرزاؤں کا دفع کرنے کے لیے تعینات ہوئے تھے ، بغیر جنگ و جدل کے ولایت مندو پر قابض ہوگئے ۔

جب اکبر بادشاہ نے گاگروں سے کوچ کیا ، تو رانا اودے سنگھ نے تقریباً سات یا آٹھ ہزار آدمی ، ایک راجپوت جے مل کی سرداری میں قلعہ چتوڑ کی حفاظت کے لیے چھوڑے جو اپنی دلیری اور شجاعت میں مشہور تھا اور قلعہ میرٹھ میں مرزا شرف الدین حسین سے جنگ کر چکا تھا ۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ، چتوڑ کا قلعہ اپنی بلندی اور استحکام کے اعتبار سے ہندوستان کے تمام قلعوں میں ممتاز ہے ۔

خود رانا (اودے سنگھ) اپنے عزیز و اقارب اور ہم قوموں کے ہمراہ بلند پہاڑوں اور درختوں سے بھرے ہوئے جنگلوں میں چلا گیا ۔ قلعہ چتوڑ ایک پہاڑ پر واقع ہے اور اس کی بلندی ایک کوس ہے ۔ کوئی دوسرا پہاڑ اُس سے ملحق نہیں ہے ۔ قلعہ کی لمبائی تین کوس اور چوڑائی آدھا کوس ہے ۔ بہت سے چشمے جاری ہیں ۔ بادشاہ کے حسب الحکم قلعہ کے اطراف کو امراء میں تقسیم کر دیا گیا اور اس (قلعہ) کو مرکز قرار دے کر گھیرے میں لے لیا ۔

بگردش دور لشکر شد مہیا
چہ گرد ربع مسکوں دور دریا

فتح مند شاہی لشکر رانا کی ولایت کو تاخت و تاراج کرنے میں

مشغول ہوا ۔ آصف خاں کو رام پور بھیجا گیا جو اب ولایت کا ایک آباد قصبہ ہے ۔ آصف خاں نے قہراً و جبراً اس قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اس اطراف کو پورے طور سے تاراج کر دیا ۔ حسین علی خاں فتح مند لشکر کے ہمراہ اودے پور اور کونبل میر کی طرف متعین ہوا جو اس کے بہترین قلعوں میں تھے اور (اودے پور) رانا کی راجدھانی تھا ۔ اس اطراف کے اکثر قصبے اور گاؤں تاراج ہو گئے ۔ جب رانا کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی ، تو وہ لوگ فتح و نصرت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں واپس آ گئے ۔

جب قلعہ چتوڑ کے محاصرے نے طول کھینچا ، تو ساباط بنانے اور نقب کھودنے کا حکم صادر ہوا ۔ تقریباً پانچ ہزار معمار ، بڑھئی اور سنگ تراش [۲۱۰] جمع کیے گئے ۔ قلعہ کے دونوں طرف ساباط بنانے شروع کر دیے گئے ۔ ساباط سے مراد دو دیواریں ہیں جو بندوق کے ایک فائر کی زد کے فاصلے سے شروع ہوتی ہیں اور ان کو ان تختوں سے ڈھانپ کر کہ جن پرکچا چمڑا چڑھا ہو ، مستحکم کر دیاجاتا ہے اور گلی کی‌طرح بنا کر قلعہ کی دیوار تک پہنچا دیتے ہیں ۔ قلعہ کی دیوار توپ کے گولوں سے توڑ دی جاتی ہے جس میں سے بہادر جوان قلعہ کے ٹوٹے ہوئے حصے سے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور وہ ساباط جو بادشاہی مور چال کے لیے بنائی جاتی ہے ، اس کی چوڑائی اتنی ہوتی ہے کہ دس سوار برابر یک بارگی اس میں سے گزر سکیں اور بلندی اتنی کہ ہاتھی سوار ، نیزہ لیے ہوئے آسانی سے اس میں جا سکے ۔ جب ساباط تیار ہو رہے تھے ، تو قلعہ کے لوگ اس قدر توپوں اور بندوقوں کے فائر کر رہے تھے کہ روزانہ سو سے زیادہ معمار اور مزدور ہلاک ہوتے تھے باوجودیکہ وہ بھینس کے چمڑے کی ڈھالیں اپنے ساتھ رکھتے تھے ۔ ان مردوں کو اینٹوں کی بجائے دیوار میں چن دیا جاتا تھا ۔ تھوڑے عرصے میں اس طرح ساباط تیار ہو گئے کہ قلعہ کے قریب پہنچ گئے ۔ نقب لگانے والوں نے سرانگ بنا کر قلعہ کے نیچے پہنچا دیا ۔ دو برج جو یک دوسرے سے قریب تھے کھوکھلے بنائےاور ان میں باروت بھر دی ۔ جاں نثار خدام کی ایک جماعت کہ جو بہادری و دلاوری میں مشہور تھی ، تیار اور مسلح ہو کر مور چال کے قریب آ گئی اور اس بات کا انتظار کرنے لگی کہ جس وقت ان سرنگوں میں آگ دی جائے اور قلعہ کی دیواریں شکستہ ہوں ، تو وہ لوگ قلعہ میں داخل ہو جائیں ۔

اتفاق سے دونوں نقبوں میں ایک ساتھ آگ لگا دی گئی ایک فتیلہ چھوٹا تھا اور دوسرا لمبا ۔ چھوٹے فتیلہ نے پہلے آگ پکڑی ، اور اس نے اس برج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ہوا میں اڑا دیا ۔ قلعہ میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا ۔ بہادر جوان اُس شکستہ حصے پر پہنچ گئے اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو جائیں کہ اسی وقت دوسرے نقب میں بھی آگ لگ گئی ۔ وہ دوسرا برج اپنے اور بیگانہ کے ساتھ کہ جو اس کے اوپر کوشش کر رہے تھے ، اکھڑ گیا اور ہوا میں اڑ گیا ۔ جو پتھروں کے نیچے دب گیا وہ شہید ہوا ۔ مشہور ہے کہ تین تین چار کوس تک سو سو من اور دو دو سو من کے پتھر [۲۱۸] کہ جو قلعہ سے جدا ہوئے تھے آ کر گرے ۔ آدمیوں کے جسم جل گئے ، بادشاہی ملازمین میں سید جمال الدین سید بارہہ ، محمد صالح پسر مبرک خان کولابی ، یزدان قلی ، شاہ قلی ایشک آقا ، حیات سلطان ، محمد امین پسر میر عبداللہ بخشی ، مرزا بلوچ بیگ ، جان بیگ و یار بیگ برادران شیر بیگ چوبدار اور ایک بڑی جماعت نے شہادت پائی ۔ تقریباً پانسو منتخب سپاہی پتھروں کی مار سے ہلاک ہوئے اور کفار بھی بہت فنا ہوئے ۔

اس واقعہ کے بعد اکبر بادشاہ نے نہایت کوشش اور اہتمام کیا ۔ وہ ساباط جو شجاعت خاں کے مور چال میں بنایا گیا تھا ، مکمل ہو گیا ۔ منگل کی رات ، پچیس شعبان ۹۷۵ھ/۱۵۶۸ء کو شاہی فوجوں نے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا اور قلعہ کی دیوار میں شگاف ڈال دیا ۔ شاہی جنگ شروع ہو گئی ۔ جے مل جو قلعہ والوں کا سردار تھا ، وہ اس شگاف پر آ گیا اور لوگوں کو لڑائی کے لیے جوش دلانے لگا ۔ اکبر بادشاہ اس بالاخانہ میں ، جو اس کے قیام کے لیے مور چال کی ساباط پر بنایا گیا تھا ، ہاتھ میں بندوق لیے ہوئے بیٹھا ہوا تھا ۔ جے مل کا چہرہ ، ان چنگاریوں کی روشنی میں جو توپ اور بندوق کے فائر کی وجہ سے نکل رہی تھیں ، دکھائی دے رہا تھا ۔ اکبر بادشاہ نے جے مل پر بندوق کا فائر کیا[1] جو اس کی پیشانی پر ایسا لگا کہ وہ اسی وقت جہنم واصل ہو گیا ۔ جب قلعہ

---

[1] بدایونی ، (ص ۲۵۰) نے لکھا ہے کہ کسی نے تاک کر جے مل کے بندوق ماری ۔

والوں نے دیکھا کہ سردار مارا گیا ، تو انھوں نے جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا ۔ وہ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے اور اپنے عیال و اطفال ، اسباب اور سامان کو اکٹھا کر کے آگ لگا دی ۔ اس عمل کو ہندوستان (راجپوتوں) کی اصطلاح پر جوہر کہتے ہیں ۔

شاہی فوجیں سب طرف سے آ کر جمع ہو گئیں اور قلعہ کی دیوار میں کئی جگہ پر توڑ پھوڑ کر دی ۔ بعض کافروں نے مقابلہ کیا اور مدافعت اور جنگ میں بڑی بہادری دکھائی اور بہت کوشش کی ۔ اکبر بادشاہ ساباط کے اوپر بیٹھا ہوا اپنے جاں نثار خدام کی کوششوں کو [۲۱۹] بنظر استحسان دیکھ رہا تھا اور اکبر بادشاہ کے مقربین میں سے عادل محمد قندہاری جملہ خاں کہ جس کو خان عالم کا خطاب تھا ، پاینده محمد مغول ، جبار قلی دیوانہ اور دوسرے بہادر جوانوں سے نہایت مردانہ بہادری کا اظہار ہوا ۔ بادشاہ نے تحسین و آفرین سے سرفراز فرمایا ۔ وہ ساری رات جنگ و جدل میں گزری ۔ دوسرے روز کہ نہایت مبارک صبح تھی ، قلعہ فتح ہو گیا ۔ اکبر بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے تمام بہادر خدام کے ہمراہ جو پیدل تھے ، قلعہ کے اندر داخل ہوا :

همه ساز عزا کرده مهیا
روان شد کوه آہن سوئے دریا
درآمد باد این لشکر در آن خاک
کہ سنگش ہم گریزاں شد چو خاشاک

قتل عام کا حکم صادر ہوا ۔ آٹھ ہزار سے زیادہ راجپوت جو اس قلعہ میں جمع ہوئے تھے ، اپنے کیفر کردار کو پہنچے (قتل کر دیے گئے) ۔ دوپہر کے بعد قتل موقوف ہوا ۔ اکبر بادشاہ لشکر میں واپس آیا ۔ تین روز تک اس منزل پر قیام کیا اور آصف خاں کو اس ولایت کی حکومت پر سرفراز فرمایا ۔ منگل کے روز پچیس شعبان کو اسی سال ۹۷۵ھ/۱۵۶۸ء دارالخلافہ (آگرہ) کی طرف روانگی عمل میں آئی[1] :

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے ایک بزرگ شیخ عبدالغنی کی بشارت کا ذکر بھی فتح چتوڑ کے سلسلے میں کیا ہے ۔ مگر وہ لکھتے ہیں کہ
[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

جو عجیب عجیب واقعات اس جنگ میں دیکھنے میں آئے ، ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک شخص اس کتاب کے مولف (خواجہ نظام الدین احمد ہروی) کی مور چال کے قریب درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور اپنا سیدھا ہاتھ اپنے زانو پر رکھے ہوئے تیر کا نشانہ لگا رہا تھا ۔ اتفاق سے اس نے ہاتھ کا انگوٹھا اونچا کیا اور اس وقت توپ کا ایک گولہ قلعہ کے اوپر سے آیا اور اُس شست سے جو برابر فاصلہ سے گزر گیا اور اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ۔

[۲۲۰] اکبر بادشاہ نے قلعہ چتوڑ کی فتح کے لیے نذر مانی تھی کہ اس مہم کے سر ہو جانے کے بعد وہ خواجہ معین الدین چشتی سجزی کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے کہ جو شہر اجمیر میں ہے ، جائے گا ۔ اس نذر کو پورا کرنے کے لیے اسی راستے سے اجمیر کی طرف اکبر بادشاہ نے توجہ فرمائی اور سارا راستہ پیدل طے کیا ۔ اتوار کے دن ساتویں رمضان المبارک (۵-۹۷۵/۱۵۶۸ء) کو (بادشاہ) اجمیر پہنچا ۔ زیارت کے تمام شرائط پورے کیے اور وہاں کے مسکینوں اور فقیروں کو صدقات و خیرات دے کر شاد کر دیا ۔ بادشاہ نے دس روز تک اس متبرک مقام پر قیام فرمایا ۔ اس کے بعد دارالخلافہ (آگرہ) کی طرف توجہ فرمائی ۔

تیرھویں سال الٰہی کے واقعات

اس سال کی ابتداء جمعرات کے روز چودھویں[1] رمضان المبارک (۹۷۵ھ / ۱۵۶۸ء) کو ہوئی ۔ اس سال کے شروع میں شاہی لشکر نے شہر اجمیر سے کوچ کیا اور میوات کے راستے سے دارالخلافہ آگرہ کی

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

بے دینی اور گم راہی کی وجہ سے شیخ عبدالغنی اکبر سے ناراض تھے اور ایک مدت کے بعد فتح چتوڑ ہوئی ۔ حالانکہ ۳۱ مذہب دین الٰہی کا اجراء فتح چتوڑ کے بارہ سال بعد ۸۷ ۱۰ میں کیا تھا ، ملاحظہ ہو ماثر الاجداد (اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری ، الرحیم حیدر آباد ، مئی ۱۹۶۷ء) ، ص ۸۳۶ - ۸۳۷ -

۱- ۱۱ رمضان (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۵۵) -

طرف روانہ ہوا ۔ راستہ میں ایک جنگل پڑا جس میں ایک شیر ببر کا مسکن تھا ۔ وہ خوفناک شیر اپنی کچھار سے نکل کر سامنے آ گیا ۔ جاں نثار شاہی ملازمین نے جو ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے ، تیروں سے اس جانور (شیر) کو ہلاک کر دیا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ ایسا واقعہ پیش آئے تو جب تک ہمارا حکم صادر نہ ہو ، کوئی شخص درندہ کے ہلاک کرنے کی جرأت نہ کرے ۔

اسی دوران میں دوسرا شیر ، جو پہلے سے سو گنا قوی اور ہیبت ناک تھا ، جنگل سے نکلا اور اکبر بادشاہ کی طرف رخ کیا ۔ (بادشاہ کے) حکم کے بغیر ملازمین میں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ اس کی ہلاکت کا ارادہ کرے ۔ اس وقت اکبر بادشاہ گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا اور اس نے اس درندہ (شیر) پر بندوق کا فائر کیا ۔ اس کے منہ پر ہلکا سا زخم آیا اور کھال اڑ گئی ۔ شیر نے پوری قوت کے ساتھ جست لگائی اور بادشاہ پر [۲۲۱] حملہ آور ہوا ۔ بادشاہ سوچ رہا تھا کہ بندوق کے دوسرے فائر سے اس کو گرا دے ، مگر اسی اثنا میں عادل محمد قندہاری نے ہمت کی اور چلہ میں تیر چڑھا کر شیر کی طرف متوجہ ہوا ۔ شیر نے اپنا رخ بادشاہ کی جانب سے پھیر کر عادل محمد پر حملہ کر دیا اور عادل محمد کو گرا لیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ اسی کا سر اپنے منہ میں لے لے کہ اس بہادر نے اسی حالت میں اپنے ایک ہاتھ کی کہنی اس (شیر) کے منہ میں ڈال دی اور چاہا کہ دوسرے ہاتھ سے اپنا خنجر میان سے نکال کر اس کا پیٹ چاک کر دے ، لیکن اتفاق سے خنجر کا دستہ غلاف میں اٹک گیا ۔ جب تک اس نے غلاف کو کھولا اتنی دیر میں شیر نے اس کے ہاتھ کے گوشت اور ہڈی کو چبا ڈالا ۔ اس حالت کے باوجود اس نے خنجر غلاف سے نکال لیا اور شیر کے پیٹ پر گہرے زخم لگائے ۔

دوسرے جوان بھی ہر طرف سے آ گئے اور اس شیر کو مار ڈالا ۔ اس زخم کے علاوہ کسی کے ہاتھ سے تلوار کا زخم بھی اس (عادل محمد) کو لگ گیا ۔ کچھ دنوں تک وہ بیماروں کے بستر پر پڑا رہا ۔ آخر اسی عارضے میں فوت ہو گیا ۔

شیر کے شکار سے فارغ ہونے کے بعد جب بادشاہی لشکر الور کے

حدود میں پہنچا ، تو شاہی حکم نافذ ہوا کہ لشکر الور کی طرف جائے۔ بادشاہ خود بہ نفس ِ نفیس نارنول کے راستے سے روانہ ہوا اور شیخ نظام نارنولی[1] سے ملاقات کرکے لشکر میں پہنچ گیا ۔ وہاں سے کوچ کرکے وہ دار الخلافہ (آگرہ) آ گیا ۔

چند مہینے کے بعد قلعہ رنتھنبور کے فتح کا ارادہ ہوا کہ جو ہندوستان کے اہم قلعوں میں سے ہے اور بلندی و استحکام میں مشہور ہے ۔ حکم صادر ہوا کہ وہ لشکر ، جو چتوڑ کی مہم میں (بادشاہ کے) ہمراہ نہ تھا ، حاضر ہوا ۔ اشرف خاں میر منشی اور صادق خاں کو فوج کثیر کے ساتھ اس خدمت پر تعینات کیا ۔

جب امرائے عظام چند منزل رنتھنبور کی جانب گئے ، تو خبر ملی کہ ان مرزاؤں نے کہ جو سلطان مرزا کی اولاد میں تھے ، بغاوت و سرکشی کر دی ہے [۲۲۲] اور چنگیز خاں کے پاس سے گجرات سے بھاگ کر مالوہ میں آ گئے ہیں اور انھوں نے اجین کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ شاہی حکم نافذ ہوا کہ قلیج خاں ، ان امراء اور اس لشکر کے ساتھ کہ جو رنتھنبور کے لیے تعینات ہوا تھا ، مندو کی جانب متوجہ ہو اور مرزاؤں کے فساد کے دفع کرنے میں پوری کوشش کرے ۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق جب دونوں لشکر اکٹھے ہو کر سرونج کے حدود میں پہنچے ، تو اس سرکار کا حاکم شہاب الدین احمد خاں ، استقبال کے لیے آیا ۔ وہ شاہی فوج میں شامل ہو گیا اور ساتھ چلا ۔ جب امراء سارنگ پور میں پہنچے ، تو وہاں کا حاکم شاہ بداغ خاں اپنی فوج کے ساتھ آ کر امراء کے ساتھ مل گیا ۔ فتح مند لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ۔ جب مرزاؤں کو لشکر کی آمد کی خبر ملی ، تو انھوں نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور مندو کی طرف چلے گئے ۔

۱- شیخ نظام الدین عبد الکریم ، چشتیہ سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت اور عالم تھے ۔ نارنول میں ان کا مدرسہ تھا جس سے بہت سے علماء اور مشائخ نے فیض اٹھایا ۔ صفر ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء میں انتقال ہوا ۔ (نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۷۸) ۔

محمد مراد خاں اور مرزا عزیز اللہ نے جو اجین کے قلعہ میں قلعہ بند تھے ، محاصرہ کے عذاب سے نجات پائی اور شاہی امراء کے ساتھ مل گئے اور سب مل کر دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے ۔ مرزاؤں کو جب یہ خبر ملی تو وہ منڈو سے نربدا کے کنارے بھاگ گئے اور انھوں نے اس طرح پریشانی میں دریا پار کیا کہ ان کے اکثر آدمی دریا (نربدا) میں ڈوب گئے ۔

اتفاق سے ان ہی دنوں میں جھجار خاں حبشی نے گجرات کے حاکم چنگیز خاں کو جو ترپولیہ کے میدان میں بے خبر جا رہا تھا ، قتل کر دیا ۔ مرزاؤں کو جب یہ خبر ملی ، تو انھوں نے گجرات کی گڑبڑ کو غنیمت سمجھا اور اس طرف بھاگ گئے ۔ شاہی امراء دریائے نربدا کے کنارے سے واپس چلے آئے ۔ منڈو کے جاگیر دار اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ۔ صادق خاں ، قلیج خاں اور دوسرے امراء بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوئے ۔

جب مرزا گجرات پہنچے ، تو انھوں نے پہلے ہی ہلہ میں جانپانیر پر قبضہ کر لیا ۔ اس کے بعد وہ بھروچ کی طرف گئے اور قلعہ کا محاصرہ کرکے ایک مدت کے بعد رستم خاں رومی کو [۲۲۳] جو اس قلعہ میں تھا ، فریب سے قتل کر دیا ۔ اس واقعہ کا بقیہ حصہ اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا ۔

اسی سال میر محمد خاں کلاں ، قطب الدین محمد خاں اور کمال خاں گکھر کی طلبی کا فرمان صادر ہوا کہ پنجاب کی سرکار میں ان کی جاگیریں تھیں ۔ امرائے مذکور ماہ ربیع الاول ۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور مناسب نذرانے پیش کیے ۔ ان کے بجائے حسین قلی خاں اور اس کے بھائی اسماعیل خاں کو ناگور سے طلب فرمایا اور ولایت پنجاب کی حکومت پر نامزد فرمایا اور میر محمد خاں کلاں کی جاگیر سرکار سنبھل میں مقرر ہوئی ۔

جس وقت شاہی لشکر رنتھنبور کی فتح کے لیے جا رہا تھا ، تو حسین قلی خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس مہم میں اسے بادشاہ کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا ۔ جب رنتھنبور کی فتح ہو گئی اور

شاہی لشکر دار الخلافہ میں آ گیا ، تو حسین قلی خاں ، اپنے بھائی کے ہمراہ اجازت لے کر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا ۔

اسی سال رجب المرجب (۹۷۶ھ/ ۱۵۶۸ء) کی پہلی تاریخ کو شاہی لشکر رنتھنبور کی فتح کے ارادہ سے دار الخلافہ (آگرہ) سے روانہ ہو کر دہلی آیا ۔

بیت

روان شد لشکرے با فتح ہمراہ
کہ از دریا بر آرد گرد بر ماہ

چند روز تک اس شہر میں قیام کیا ۔ اس کے بعد پالم کے نواح میں شکار قمرغہ کا انتظام کیا گیا اور تقریباً چار ہزار جانور شکار کیے ۔ اس کے بعد رنتھنبور کا رخ کیا اور ماہِ شعبان (۹۷۶ھ/ ۱۵۶۹ء) کے آخر میں اس قلعہ کے قریب پہنچ گئے ۔ اس قلعہ کا محافظ رائے سرجن قلعہ بند ہو گیا اور اس نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا ۔ اکبر بادشاہ نے اس قلعہ کو مرکز قرار دے کر گھیرے میں لے لیا اور محاصرہ کر لیا ۔

چودھویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

[۲۲۴م] اس سال کی ابتدا جمعہ کے روز پچیس رمضان المبارک[۱] ۹۷۶ھ/ ۱۵۶۹ء کو ہوئی ۔ اس سال کے شروع میں اکبر بادشاہ کی توجہ رنتھنبور کے قلعہ کے فتح کرنے کی طرف ہوئی ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں قلعہ تک پہنچ گئے اور مرکز بنا کر اس کو گھیرے میں لے لیا ۔ مورچال تیار ہوئے ، ساباط بنائے گئے اور توپوں کی ضربوں سے چند مقامات کو شکستہ کر دیا ۔ قلعہ کے حاکم رائے سرجن نے جب یہ حالت دیکھی ، تو اس نے غرور و سرکشی کی بجائے عاجزی اختیار کی اور اپنے لڑکوں دودہ اور بھوج کو قلعہ سے باہر بھیج کر امان کا خواستگار ہوا ۔ اس (سرجن) کی خطائیں معاف کر دی گئیں ۔

۱۔ ۲۲ رمضان (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۶۱) ۔

حسین قلی خاں کو جو خان جہاں کا خطاب رکھتا تھا ، بھیجا کہ وہ قلعہ میں جا کر اس (سرجن) کی تسلی کرے اور وہ اس کو بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ وہ (سرجن) نہایت خلوص اور خدمت کے جذبہ سے حاضر ہوا اور شاہی ملازمین میں شامل ہو گیا ۔

بدھ کے دن ، تیسری شوال سنہ مذکور (۹۷۶ھ / ۱۵۶۹ء) کو قلعہ فتح ہوا ۔ دوسرے دن اکبر بادشاہ قلعہ کی سیر کے لیے گیا ۔ قلعہ کی حفاظت اور انتظام مہتر خاں کے سپرد ہوا اور دار الخلافہ اکبر آباد کے لیے روانگی عمل میں آئی ۔

خواجہ امین الدین محمود مخاطب بہ خواجہ جہاں اور مظفر خاں کو حکم ہوا کہ شاہی لشکر کو سیدھے راستہ سے دار الخلافہ (آگرہ) لے جائیں اور خود بادشاہ بعجلت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لیے روانہ ہوا ۔ اس نے ایک ہفتہ وہاں قیام کیا ۔ وہ روزانہ مزار شریف کی زیارت کے لیے جاتا تھا ۔ اس نے فقراء و مساکین کو غنی و مستغنی کر دیا ۔ اس کے بعد وہ دار الخلافہ (آگرہ) کی طرف متوجہ ہوا ۔

بدھ کے دن چوبیس ذیقعدہ ۹۷۶ھ / ۱۵۶۹ء کو بادشاہ [۲۲۵] آگرہ میں رونق افروز ہوا ۔ دربار خاں جو شاہی ندیموں میں سے تھا ، بیماری کی وجہ سے لشکر کے ہمراہ نہ تھا[1] ۔ شاہی لشکر کے آگرہ پہنچنے سے پہلے وہ وفات پا چکا تھا ۔ اکبر بادشاہ اس کی مجلسِ طعام (تعزیت) میں گیا اور اس کے وارثوں پر شاہی نوازش فرمائی ۔

شہر فتح پور کی بنیاد رکھنے کے سبب کا ذکر

بادشاہ (اکبر) کے کئی مرتبہ لڑکے پیدا ہوئے ، مگر زندہ نہیں رہے ۔ حضرت ولایت پناہ حقائق آگاہ عارف اللہ شیخ سلیم چشتی قصبہ سیکری میں رہتے تھے کہ جو آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر ہے ۔ چونکہ بادشاہ (اکبر) کو اس گروہ (صوفیہ) سے بہت عقیدت ہے ، لہذا وہ (اکبر)

۱- متن میں ہے ''ہمراہ اردو بود'' ۔ حالانکہ ہونا چاہیے ''ہمراہ اردو نا بود'' ۔ جیسا کہ نولکشور ایڈیشن میں ہے ۔

حضرت شیخ (سلیم) کی ملاقات کے لیے گیا۔ چند روز شیخ کے یہاں رہا۔ حضرت شیخ نے (بادشاہ کو) لڑکوں کی پیدائش کی خوش خبری سنائی۔ بادشاہ کو مسرت ہوئی۔ وہ چند مرتبہ شیخ کی ملاقات کے لیے گیا اور ہر مرتبہ دس روز اور بیس روز وہاں رہا۔ شیخ کی خانقاہ کے قریب پہاڑ کے اوپر عالی شان عمارت کی تعمیر کی بنیاد رکھی۔ امراء میں سے ہر ایک نے اپنے مکان اور عمارت کی تعمیر شروع کی۔ جب بادشاہ کی ایک بیگم حاملہ ہوئی، تو بادشاہ نے اس کو شیخ (سلیم چشتی) کے مکان پر بھیج دیا۔ وہ خود بھی کبھی آگرہ اور کبھی سیکری میں رہتا تھا۔ سیکری کا نام فتح پور رکھا۔ بازار اور حمام کی عمارتیں بنوائیں[1]۔

قلعہ کالنجر کی فتح کا ذکر

یہ قلعہ نہایت مستحکم ہے اور شاہانِ گزشتہ ہمیشہ اس کی فتح کی حسرت کرتے رہے۔ شیر خاں افغان ایک سال کے محاصرہ کے بعد اس قلعہ کی فتح کی آگ میں جل مرا [۲۲۶] جیسا کہ شیر خاں کے حالات میں ذکر ہوا، اس قلعہ کو افغانوں کی کمزوری کے زمانے میں راجا رام چند اور راجا پنہ نے بہار خاں افغان کے منہ بولے بیٹے بجلی خاں سے ایک بڑی رقم میں خریدا تھا۔

اس زمانے میں جب رنتھنبور اور چتوڑ کے قلعوں کی فتح نے شہرت پائی اور فتح مند شاہی فوجیں جو قلعہ کالنجر کے نواح میں جاگیریں رکھتی تھیں اور ہمیشہ اس قلعہ کی فتح اور تدبیر میں رہتی تھیں، انھوں نے چاہا کہ جنگ و جدل کا آغاز کیا جائے۔ راجا رام چند، چونکہ مردِ دانش مند اور تجربہ کار تھا اور وہ خود کو اس درگاہ (اکبری) کے ملازمین میں شمار کرتا تھا، لہذا اس نے قلعہ کی کنجیاں اپنے وکیلوں کی معرفت مناسب نذرانوں کے ساتھ فتح کی مبارک باد دیتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیں۔ اس روز قلعہ کالنجر کی حکومت و حفاظت

۱۔ ملاحظہ ہو تزکِ جہانگیری (نولکشور لکھنؤ)، ص ۵۔ مرقع اکبر آباد، ص ۲۱۹ - ۲۲۱۔ رہنمائے فتح پور سیکری از سعید احمد مارہروی (آگرہ ۱۹۱۶ء)۔

مجنون خاں قاقشال کے سپرد کر دی گئی کہ وہ اس نواح کا جاگیردار تھا اور راجا رام چند کو تسلی کا فرمان بھیجا اور یہ قلعہ ماہ صفر ۹۷۷ھ مطابق چودھویں سال الٰہی میں شاہی قبضہ میں آیا ۔

حضرت شاہزادہ عالی مقام سلطان سلیم مرزا کی پیدائش کا بیان

سترھویں ماہ ربیع الاول بروز بدھ ۹۷۷ھ (۳۰ اگست ۱۵۶۹ء) مطابق چودھویں سال الٰہی سات گھڑی دن گزر رہا تھا کہ شیخ چشتی کے مکان واقع فتح پور میں سلطان سلیم مرزا کی پیدائش ہوئی ۔

گرامی درے از دریائے شاہی
چراغ روشن از نورِ الٰہی
گرفتہ در حریرش دایہ چوں مشک
چو مروارید تر در پنبہ خو مشک

[۲۲۷] اس زمانے میں اکبر بادشاہ آگرہ میں تھا ۔ شیخ سلیم کے داماد ، شیخ ابراہیم نے خوش خبری پہنچائی ۔ وہ شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ بادشاہ نے اس نعمتِ عالی (پیدائشِ فرزند) کے شکرانہ میں مخلوق کو انعام سے مالا مال کر دیا ۔ قیدیوں کو آزاد کیا ۔ شاہانہ جشن منعقد ہوئے اور سات روز تک عیش و عشرت کا دور رہا ۔ اس (فرزند کی) پیدائش کی تاریخ "شاہ آل تمر" ہوئی ۔ خواجہ حسین مروی نے ایک ایسا قصیدہ کہا کہ جس کے پہلے مصرعہ سے اکبر بادشاہ کے جلوس ۹۷۷ھ کی تاریخ اور دوسرے مصرعہ سے شاہزادہ (سلیم) کی پیدائش کی تاریخ نکلتی ہے اور اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے[1] ۔

للہ الحمد ، از پے جاہ و جلال شہریار
گوہر مجد از محیط عدل آمد بر کنار

اس قصیدہ کے صلہ میں خواجہ حسین کو دو لاکھ تنکہ انعام دیے اور بہت سے (دوسرے) شعرائے عصر نے بھی تاریخ اور قصیدے کہے اور

۱- قصیدہ کے لیے دیکھیے توزکِ جہانگیری ، ص ۲ ۔ اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۳۴۷ ۔

انعام و صلہ سے سرفراز ہوئے ۔ اکبر بادشاہ زیادہ تر فتح پور میں رہتا تھا ۔ بادشاہ نے فتح پور کو پایۂ تخت قرار دیا ۔ شہر کے احاطہ میں ایک مضبوط قلعہ بنوایا ، عالیشان عمارتیں تیار ہوئیں اور یہ ایک بڑا شہر بن گیا ۔

شہزادے کی پیدائش سے پہلے بادشاہ نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی دلی مراد (پیدائش فرزند) پوری کی ، تو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے مزار کی زیارت کے لیے پیدل جائے گا ۔ بادشاہ (اکبر) اس نذر کو پورا کرنے کی غرض سے ۱۲ شعبان ۹۷۷ھ / ۱۵۷۰ء آگرہ سے پیدل اجمیر کی جانب متوجہ ہوا ۔ وہ روزانہ چھ یا سات کوس چلتا تھا اور راستے کی گرد طے کرتا ہوا مزار (خواجہ) پر پہنچا ۔ زیارت کے مراسم پورے کیے اور چند روز اس متبرک مقام پر رہا اور لوگوں کو انعام و [۲۲۸] اکرام دیا ۔ چند روز کے بعد اجمیر سے واپس ہوا اور دہلی کا رخ کیا ۔ رمضان ۹۷۷ھ/۱۵۷۰ء میں شاہی لشکر دہلی میں آ کر خیمہ انداز ہوا ۔

پندرہویں سالِ الٰہی کے واقعات

اس سال کی ابتدا ہفتہ کے روز ۶ شوال[1] ۹۷۷ھ / ۱۵۷۰ء کو ہوئی ۔ اس سال کے شروع میں اکبر بادشاہ دہلی میں موجود تھا ۔ مزارات کی زیارتوں کے بعد اکبر بادشاہ دار الخلافہ (آگرہ) کی طرف متوجہ ہوا ۔

شاہزادہ شاہ مراد کی پیدائش کا ذکر

جمعرات کے روز تیسری محرم ۹۷۸ھ / ۱۵۷۰ء مطابق پندرہویں سالِ الٰہی کو شاہزادہ شاہ مراد شیخ سلیم (چشتی) کے مکان میں پیدا ہوا[2] ۔ اکبر بادشاہ نے اس عطیۂ کبریائی (پیدائش شاہ مراد) کے شکرانہ میں سخاوت و ایثار کا خوب مظاہرہ کیا اور ایک بڑا جشن منعقد کیا ۔ اکبر بادشاہ کے عام انعامات سے مخلوق خوب مستفید ہوئی ۔ امراء و مقربین نے

۱۔ ۳ شوال (اکبر نامہ ، جلد دوم) ، ص ۲۷۲ ۔

۲۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۷۳ - ۲۷۴ ۔

حسبِ مراتب پیشکش اور نذرانے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے اور ان کو قیمتی خلعتیں ملیں ۔

الحمد للہ علیٰ تواتر الآیۃ و تکاثر نعمائہ

تمام تعریف اللہ کے لیے اس کی نشانیوں کے تواتر اور اس کی نعمتوں کے کثرت (کی وجہ سے ہے) ۔

مولانا قاسم ارسلان نے شاہزادہ شاہ مراد کی پیدائش کی تاریخ کہی جس کے پہلے مصرعہ سے شاہزادہ سلیم کی پیدائش کی تاریخ اور دوسرے مصرعہ سے شاہزادہ شاہ مراد کی ولادت کی تاریخ نکلتی ہے ۔

بیت

زبور پاک چو سلطان سلیم شد نازل
لوائے شاہ مراد ابن اکبر عادل

[۲۲۹] شاہی لشکر کی اجمیر کی طرف روانگی

چونکہ اکبر بادشاہ ہر سال جہاں کہیں بھی ہوتا ، وہاں سے قطب الواصلین معین الحق والدین حسن سجزیؒ کے مزار کی زیارت کے لیے اجمیر جایا کرتا تھا ، اس لیے اس سال بھی اس عطیہ نعمت (پیدائش شاہزادگان) کے شکرانے میں بیسویں ربیع الاخریٰ ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۰ء کو اجمیر کی طرف روانہ ہوا ۔ بارہ روز تک کچھ انتظامات کے سلسلہ میں فتح پور میں قیام کیا ۔ اس کے بعد متواتر کوچ کرتا ہوا شہر اجمیر پہنچا اور اسے رشکِ جنت بنا دیا اور اس شہر (اجمیر) کے رہنے والوں کو اپنے افضال سے کامیاب و محفوظ کیا ۔ وہاں کی رعایا کی ترقیٔ حال کے لیے کہ یہ بات اس عالی نژاد بادشاہ (اکبر) کی فطرت میں تھی ، حکم صادر فرمایا کہ شہر اجمیر میں ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تیار کیا جائے اور خاص اپنے رہنے کے واسطے ایک عالی شان محل بنوایا ۔ امراء ، خوانین اور شاہی دربار کے مقربین اپنے اپنے مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے ۔ اکبر بادشاہ نے اجمیر کے نواح کے مواضعات و دیہات کو امراء میں تقسیم کر دیا تاکہ وہاں کی آمدنی سے مکانات تعمیر ہو سکیں ۔ چوتھی جمادی الاولیٰ (۹۷۸ھ/ ۱۵۷۰ء) جمعہ کے دن صحت و عافیت کے ساتھ اجمیر سے کوچ کیا ۔

اسی مہینے کی سولھویں تاریخ کو وہ قصبہ ناگور کے باہر مقیم ہوا اور ایک بڑے حوض کے بارے میں جو شہر کے باہر تھا ، تمام سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس کو (کام کے اعتبار سے) آپس میں تقسیم کر لیں اور کھود کر پانی پہنچائیں - پھر خود اس تالاب کو ملاحظہ فرما کر اس تالاب کا نام ''شکر تلاؤ'' رکھا -

اسی زمانہ میں کہ ناگور کے باہر قیام تھا ، رائے مالدیو کا لڑکا چندر سین آیا اور وہ بادشاہی ملازمین میں شامل ہو گیا - اس نے مناسب تحفے پیش کیے - اسی طرح [۲۳۰] بیکانیر کے راجا کلیان مل اور اس کے لڑکے رائے سنگھ نے حاضر ہو کر اطاعت اختیار کی اور اظہار خلوص کیا - جب باپ اور بیٹے کی طرف سے حسن اعتقاد کا اظہار ہوا ، تو رائے کلیان مل کی لڑکی شاہی حرم میں داخل ہوئی - تقریباً پچاس روز تک آفتاب عدالت پناہ (اکبر بادشاہ) ناگور کے باشندوں پر تاباں رہا (قیام رہا) اور وہاں سے بادشاہ (اکبر) شیخ فرید الدین (گنج شکر) کی زیارت کے قصد سے جو قصبہ اجودھن (پٹن) میں دفن ہیں روانہ ہوا اور رائے کلیان مل کو کہ وہ موٹاپے اور فربہی کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا ، بیکانیر جانے کی اجازت دے دی - اس کے لڑکے رائے سنگھ کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کے ہمراہ رہے - وہ ہمیشہ شاہی خدمت میں رہا اور اس نے بڑے مراتب پائے - چنانچہ اس کا کسی قدر حال اپنے موقع پر قلم بند کیا جائے گا -

ان جنگلوں اور اس علاقہ میں گورخر بہت پائے جاتے ہیں - چونکہ اکبر بادشاہ نے گورخر کا شکار نہیں کیا تھا اس لیے اس کو (شکار کی) رغبت ہوئی - راستے میں ایک دن دوپہر کے وقت شکاریوں نے خبر پہنچائی کہ گورخروں کا ایک گلہ شاہی لشکر کے قریب دیکھا گیا ہے - اکبر بادشاہ اسی وقت ایک تیز رفتار گھوڑے پر کہ جو ہوا سے تیز تھا ، سوار ہوا اور چار پانچ کوس کا فاصلہ طے کرکے گورخروں کے اس گلہ کو جا لیا - بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر حکم دیا کہ سب لوگ ٹھہریں اور بادشاہ نے بہ نفس نفیس چار پانچ بلوچوں کو جو اس جنگل کے راستوں سے واقف تھے ، ساتھ لے کر ہاتھ میں بندوق لی اور گلہ کی طرف متوجہ ہوا - پہلی ضرب میں ایک گورخر مار لیا جبکہ باقی گلہ بندوق کی آواز سے خائف

ہو کر منتشر ہو گیا ۔ بادشاہ نہایت آہستہ آہستہ قریب پہنچا اور دوسرے گورخر کو مارا ۔ اس طرح تیرہ گورخر خود اپنے ہاتھ سے مارے ۔ اس روز تقریباً سولہ کوس کا راستہ شکار کے شوق میں پیدل طے کیا ۔ [۲۳۱] وہاں سے بادشاہ لشکر کی جانب متوجہ ہوا اور حکم صادر ہوا کہ تیرہ گورخر گاڑیوں میں لاد کر لشکر میں لائیں ۔ بادشاہ کی قیام گاہ کے سامنے ان کا گوشت امراء اور مقربین میں تقسیم کیا گیا ۔

وہاں سے متواتر کوچ کرتے ہوئے بادشاہ اجودھن کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب شاہی لشکر قصبہ اجودھن کے نزدیک ٹھہرا ، تو اکبر بادشاہ ، صدق نیت اور صفائی باطنی کے ساتھ اس مزار پرانوار پر گیا اور طواف و زیارت سے مشرف ہوا ۔ وہاں کے فقراء و مساکین کا فقر و احتیاج دور کر دیا ۔ اتفاق سے بادشاہ کا خیمہ ایسی جگہ ایستادہ ہوا تھا کہ سبزہ اور پھولوں کی لطافت کی وجہ سے رشک جنت تھا ۔ اس گلشن کی لطافت کی وجہ سے شاہی حکم صادر ہوا کہ کوئی شخص اس سبزہ پر جوتا پہن کر نہ چلے ۔ ایک دن ایک راجپوت کہ جس کا نام کرمسی تھا اور وہ بادشاہ کے حضور میں مقرب تھا ، اس سبزہ پر پیدل جا رہا تھا ۔ اتفاق سے ایک کانٹا اس کے پیر میں لگ گیا جس کی تکلیف سے وہ نڈھال ہو گیا ۔ دو روز کے بعد اسی تکلیف میں ختم ہو گیا ۔ یہ بات بادشاہ پر گراں گزری ۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اس سبزہ پر برہنہ پا نہ چلے ۔

چند روز کے بعد وہاں سے لاہور کی طرف روانگی ہوئی ۔ سفر کے دوران جب بادشاہ دیبال پور پہنچا ، تو مرزا عزیز کوکلتاش مخاطب بہ اعظم خان نے جو "مرزا کوکہ" مشہور تھا اور اس پرگنہ کا جاگیردار تھا ، بادشاہ کی ضیافت کا ارادہ کیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ بادشاہ یہاں چند روز آرام کریں اور بندہ نوازی فرما کر کچھ عرصہ غریب خانہ پر تشریف فرما ہوں ۔ اکبر بادشاہ نے بندہ نوازی فرمائی اور اس کے یہاں مقیم ہوا ۔ کئی روز تک جشن برپا رہا ۔ مہماں نوازی کے آخری دن مناسب نذرانے مثلاً عربی و عراقی گھوڑے مع طلائی اور نقرئی زینوں کے اور کوہ پیکر ہاتھی طلائی اور نقرئی زنجیروں [۲۳۲] اور مخمل و زربفت کی جھولوں کے ساتھ ، چاندی اور سونے کے چنگ ، زر ، جواہر ، موتی ، یاقوت ، کرسی ، پلنگ ، سونے کی (بنی ہوئی) چوکی ، سونے اور چاندی

کے برتن ، فرنگی ، رومی ، خطائی اور یزدی ریشمی کپڑے ، دوسرے نفیس اور اعلیٰ ساز و سامان کے ساتھ کہ جو قیاس سے باہر ہے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے - اسی طرح شاہزادۂ کامگار (سلیم) اور شاہی بیگمات کے لیے نہایت بیش قیمت تحفے نذر گزرانے - پیشکش اور نذرانوں کے بعد تمام ارکانِ دولت ، مقربینِ سلطنت ، اربابِ مناصب اور اہلِ فضل کہ جو بادشاہ کے ہم رکاب تھے ، بلکہ تمام فتح مند لشکر کو اپنی انسانیت و سخاوت سے محظوظ و بہرہ ور کیا - شیخ محمد غزنوی نے اس جشن کی تاریخ اس مصرع سے نکالی

ع مہمانِ عزیزند شہ و شہزادہ

غرض کہ اس قسم کی ضیافت کم کسی نے کی ہوگی - ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۱ء

سولھویں سالِ الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا ، پیر کے دن اٹھارہویں[1] ماہ شوال ۹۷۸ھ / ۱۵۷۱ء کو ہوئی - اس سال کے شروع میں بادشاہ (اکبر) دیپال پور سے لاہور کی طرف متوجہ ہوا اور حسین قلی خاں جو لاہور کا حاکم تھا ، استقبال کے لیے حاضر ہوا اور بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوا - اکبر بادشاہ نے بادشاہی لشکر کو ملک پور کے نواح میں چھوڑا اور خود تنہا لاہور پہنچا - وہ دن اور رات حسین قلی خاں کے یہاں عیش و نشاط میں گزرا - دوسرے روز خان مذکور نے جاں نثاری کا اظہار کرتے ہوئے مناسب نذرانے پیش کیے - چند روز جب تک کہ بادشاہی لشکر نواح لاہور میں مقیم رہا ، اکبر بادشاہ شکار میں مشغول رہا [۲۳۳] -

وہاں سے حصار فیروزہ کا راستہ سے اکبر بادشاہ خواجہ معین الدین کے روضہ کی زیارت کے لیے گیا - ناہید بیگم کی ماں ، مرزا عیسیٰ خاں ترخاں حاکم ٹھٹھہ کی بیوی تھی اور (ناہید بیگم) میر خلیفہ کے بیٹے محب علی خاں کی بیوی تھی - مرزا عیسیٰ کا انتقال ہو چکا تھا - ناہید بیگم ، اکبر بادشاہ سے اجازت لے کر اپنی ماں کو دیکھنے اور اکبر بادشاہ کی

۱- ۱۴ شوال (اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۳۷۹) -

خدمت (زوجیت) کی غرض سے مرزا عیسیٰ کی لڑکی کو لانے کے لیے ایک سال پہلے سندھ گئی تھی - محمد باقی ترخاں ، جو مرزا عیسیٰ کا بیٹا تھا ، اس وقت اپنے باپ کا قائم مقام تھا - ناہید بیگم سے اس کی ابھہ نہ سکی - ناہید بیگم رنجیدہ ہو کر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں آ گئی - محمد باقی خاں ترخاں کے مظالم[1] اور اس بے ادبی کی حقیقت جو اس نے اکبر بادشاہ کی شان میں کی تھی ، بادشاہ کے حضور میں عرض کر دی اور کہا کہ اگر محب علی خاں پسر میر خلیفہ کی جو اس کا شوہر تھا ، رعایت کی جائے اور اسے اجازت دی جائے ، تو ٹھٹھہ کی فتح بآسانی ہو جائے - ناہید بیگم ، ٹھٹھہ سے آتے وقت بکر (بھکر) میں سلطان محمود بکری (بھکری) سے ملاقات کر چکی تھی جو مرزا شاہ حسین ارغون کا ملازم اور اس کا کوکہ تھا اور مرزا شاہ حسین کے بعد بھکر پر اس کا قبضہ ہو گیا تھا - سلطان محمود نے سمرقندیوں کی طرح بڑ مارتے ہوئے کہا کہ اگر محب علی خاں ٹھٹھہ کی فتح کے لیے آتا ہے تو (میرے سوا) کسی اور کی کمک کی ضرورت نہیں ہے - میں (اس کے) ہمراہ ہو کر اس مہم کو سر کر لوں گا - اس سبب سے ناہید بیگم سندھ جانے کے لیے بہت کوشاں تھی - اکبر بادشاہ نے محب علی خاں کو جو مدت دراز سے سپاہ گری چھوڑ چکا تھا ، علم و نقارہ عنایت کیا اور مبلغ پچاس لاکھ تنکہ ملتان کی سرکار سے اس کی مدد معاش کے لیے عنایت فرمائے اور محب علی خاں کے نواسے مجاہد کو جو دلیر و شجاع تھا ، ہمراہ کیا اور سعید خاں حاکم ملتان کو فرمان لکھا کہ محب علی خاں کی مدد کرے -

جس زمانے میں شاہی لشکر نے پنجاب سے فتح پور کی طرف کوچ کیا ، تو محب علی خاں کو رخصت کر کے روانہ کر دیا - [۲۲۴] جب محب علی خاں ملتان کی جاگیر پر پہنچا ، تو اس نے وہاں فوج جمع کی - تقریباً چار سو سوار اس کے پاس جمع ہو گئے - وہ سلطان محمود[2] بھکری کے

۱- محمد باقی خاں نے ناہید بیگم کی والدہ ماہ بیگم کو قید میں رکھا ، آب و دانہ بند کر دیا اور وہ اسی اسارت کی حالت میں فوت ہو گئی (تاریخ معصومی ، ص ۲۲۷) -

۲- متن میں سلطان محمد غلط چھپ گیا ہے -

بھروسہ پر روانہ ہوا اور اس کو خطوط لکھے ۔ سلطان محمود نے شاہی لشکر کا اپنی ولایت میں آنا تجویز نہیں کیا تھا اور وہ باتیں جو ناہید بیگم سے جاتے وقت ہوئی تھیں اور وعدہ کیا تھا ، ان کو افسانہ قرار دیا اور پیغام بھیجا کہ میں اس راستہ سے نہیں گزرنے دوں گا ، تاہم اگر جیسلمیر کے راستہ سے ٹھٹھہ جاؤ ، تو اپنا لشکر تمھاری مدد کے لیے بھیج دوں گا اور ہر قسم کی مدد کروں گا ۔ محب علی خاں اور اس کا نواسہ مجاہد ، اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر بھکر کی طرف روانہ ہو گئے ۔ سلطان محمود نے اپنا سارا لشکر ان کی مزاحمت کے لیے بھیج دیا ۔ اس کے آدمیوں نے جنگ کی اور اور شکست کھا کر قلعہ ماتیلہ (ماتھیلہ[۱]) میں قلعہ بند ہو گئے ۔ چھ مہینے تک مجاہد اور محب علی خاں نے قلعہ ماتیلہ (ماتھیلہ) کا محاصرہ جاری رکھا اور پھر صلح سے قلعہ لے لیا[۲] ۔

اس وقت سلطان محمود کا غلام مبارک خان جو اس کا وکیل تھا ، سلطان کے خوف کی وجہ سے ناراض ہو کر محب علی خاں کے پاس آ گیا ۔ محب علی خاں نے قوت پا کر قلعہ بھکر کا محاصرہ کر لیا ۔ سلطان محمود نے اپنے تمام لشکر کو جس میں تقریباً دو ہزار سوار ، چار ہزار پیادے ، تیر انداز اور توپچی تھے ، قلعہ سے باہر بھیج دیا ۔ اس جماعت نے جنگ کر کے شکست کھائی اور قلعہ میں آ گئی ۔

تین سال تک محمود کبھی روزانہ اور کبھی دو تین روز کے بعد کشتیاں اور ڈونگے درست کرا کر جنگ کے لیے بھیجتا رہا ۔ دو تین مرتبہ اس نے اپنے سارے لشکر ، سوار اور پیادوں کو جنگ کے لیے بھیجا اور ہر مرتبہ محب علی خاں اور مجاہد اس کے مقابلہ پر کامیاب ہوئے ۔ چونکہ سلطان محمود نے کثیر تعداد میں لوگوں کو قلعہ میں جمع کر لیا تھا ، لہذا لوگوں کی کثرت اور ازدحام کی وجہ سے لوگوں کے درمیان [۲۳۵] عفونت اور بیاری پھیل گئی اور اموات شروع ہو گئیں ۔ یہاں تک کہ روزانہ پانسو سے ایک ہزار تک آدمی مرنے لگے ، حتیٰ کہ ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء

۱- آج کل یہ مقام میر پور ماتھیلو (ضلع سکھر) کہلاتا ہے ۔

۲- غرہ صفر ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء کو قلعہ ہاتھ آیا (تاریخ معصومی ، ص ۲۲۹) ۔

میں محمود نے بھی وفات پائی[1] اور قلعہ بھکر شاہی فوجوں کے قبضے میں آ گیا ، اس کی تفصیل عنقریب تحریر کی جائے گی[2] ۔

مختصر یہ کہ جب اکبر بادشاہ پنجاب کی سیر سے واپس فتح پور آیا اور قیام کیا تو منعم خاں خانخاناں ، جونپور سے سکندر خاں کی خطاؤں کی معافی کے لیے آیا اور سکندر خاں کو ہمراہ لایا ۔ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سکندر خاں کی خطائیں معاف ہو گئیں ۔ سرکار لکھنؤ اس کی جاگیر میں دے دی گئی اور خانخاناں کو فوراً سرحد بنگالہ کے انتظام و انصرام کے لیے بھیج دیا گیا اور از راہِ ذرہ پروری سکندر خاں کو بھی خانخاناں کے ہمراہ اس کی جاگیر پر بھیج دیا اور ہر ایک کو مرصع تلوار ، چہار قب اور طلائی زین کے ساتھ گھوڑا عنایت فرما کر سرفراز کیا ۔ جب سکندر خاں شہر لکھنؤ میں پہنچا ، تو چند روز کے بعد بیمار ہو گیا ۔ دسویں جمادی الاولیٰ ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔

سترہویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن پچیس شوال ۹۷۹ھ / ۱۵۷۲ء کو ہوئی ۔

گجرات کی روانگی کا ذکر

شاہی دربار میں ولایت گجرات کی ہمیشہ تعریف ہوا کرتی تھی اور وہاں کے حکام کے مظالم اور اس گروہ کی سرکشی جو وہاں کے علاقوں پر قابض تھے ، بیان ہوتی رہتی تھی جو وہاں کے شہروں اور رعایا کو پریشان کرتے رہتے تھے ۔ [۲۳٦] اس قسم کی اطلاعات بادشاہ کے حضور میں مختلف علاقوں سے پہنچتی رہتی تھیں ۔ چونکہ اس زمانہ میں اکبر بادشاہ کو باغیوں کو فتنوں اور عالی شان قلعوں کی فتح سے پورے طور سے اطمینان حاصل ہو چکا تھا ، اس لیے بادشاہ نے ولایت گجرات کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور لشکروں کے حاضر ہونے کا فرمان صادر فرمایا ۔

۱۔ تاریخ معصومی (ص ۲۳۵) میں ہے کہ محمود بھکری کا انتقال ۸ صفر بروز شنبہ دوپہر ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء کو ہوا ۔

۲۔ اس جنگ کے حالات تاریخ معصومی میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں

بیسویں ماہ صفر ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء مطابق سترہویں سالِ الٰہی میں اکبر بادشاہ شکار کھیلتے ہوئے اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ ربیع الاول (۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء) کو حضرت خواجہ معین الدین کے مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا اور وہاں کے مشائخ، خدام اور مجاوروں کو بہت سے انعامات سے مالا مال کر دیا۔ دوسرے روز سید حسین خنگ سوار کی زیارت کو جو امام زین العابدین کی اولاد سے ہیں اور جو اجمیر کے پہاڑ کے اوپر دفن ہیں، گیا۔

دوسرے روز میر محمد خاں کو جو خان کلاں کے نام سے مشہور تھا، دو ہزار سواروں کے ہمراہ بطور ہراول، اپنے سے پہلے روانہ کیا اور ماہ ربیع الثانی کی دوسری تاریخ کو شاہی فوجیں روانہ ہو گئیں (۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء)۔

لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد
چرخ و زمیں ہر دو یکے شد بگرد

ناگور سے دو منزل پہلے خبر رسانوں نے اکبر بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ بدھ کی رات، دوسری جمادی الاولیٰ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء مطابق سترہویں سالِ الٰہی کو اجمیر میں دو گھڑی چار پل گزرنے پر خدا تعالیٰ نے طالع حوت میں اکبر شاہی سے موتی اور درج بادشاہی سے ایک گوہر مرحمت فرمایا اور عقد سلطنت اور ملک خلافت میں ایک گوہر بے بہا کا اضافہ ہوا۔ (بادشاہ کے یہاں فرزند تولد ہوا)۔ اکبر بادشاہ نے اس خوش خبری کو سن کر خدا تعالیٰ کا [۲۳۷] شکر ادا کیا اور چند روز عیش و عشرت میں گزار کر عام مخلوق کو اپنے انعام و احسان سے مالا مال کیا[1]۔

چونکہ یہ ولادت با سعادت شیخ دانیال کے مکان میں ہوئی تھی جو اس زمانے کے مشائخ میں زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے، اس وجہ سے مبارک اور اقبال مند شاہزادے کا نام شاہزادہ دانیال رکھا گیا۔ عیش و عشرت کی مجالس سے فارغ ہونے کے بعد (بادشاہ نے) اس مقام سے کوچ کیا۔

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ، جلد دوم، ص ۲۸۸ - ۲۹۰۔

نویں جمادی الاولیٰ کو ناگور کے باہر شاہی لشکر نے قیام کیا اور چودہ روز تک اس مقام پر لشکروں کے اہتمام میں بادشاہ قیام پذیر رہا -

وہاں سے کوچ کرکے میرٹھ کے نواح میں پہنچا - اتفاق سے اس منزل پر خبر ملی کہ میر محمد خان ، سروہی کے نواح میں پہنچ گیا ہے اور راجا سروہی نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا ہے اور اس نے چند راجپوت ایلچیوں کے طریقے سے میر محمد خاں کی خدمت میں بھیجے • جب ایلچی خاں (میر محمد خاں) کے سامنے پہنچے ، تو انھوں نے اپنا مدعا بیان کیا اور وقت کے تقاضا کے مطابق جواب پایا - میر محمد خاں نے ان ایلچیوں کو خلعتیں تقسیم کیں اور ہندوستان کے رسم کے مطابق رخصت کا پان اپنے ہاتھ سے دیا -

ان بے باکوں (راجپوتوں) میں سے ایک نے خاں (میر محمد خاں) کے سینے پر جمدھر مارا کہ جو کندھے سے پار ہو گیا - اسی وقت میر محمد خاں کے نوکروں میں سے بہادر خاں نامی جوان نے جو میر محمد خاں کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور اب امراء میں شامل ہے ، دوڑ کر اس راجپوت کو پکڑ لیا اور زمین پر گرا لیا - محمد صادق خاں نے جو خاں مذکور کے برابر بیٹھا تھا ، جھپٹ کر خنجر سے اس ملعون کو قتل کر دیا - جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو پہنچی ، تو اسی روز اشکر خاں میر بخشی کو میر محمد خاں کی عیادت کے لیے بھیجا اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر دیا - صادق محمد خاں اور دوسرے امیروں نے جراحوں کو طلب کیا - انھوں نے خاں مذکور کے زخم کو سیا - محض اقبال شاہی سے [۲۳۸] ایسا گہرا زخم صرف پندرہ روز میں مندمل ہو گیا اور خاں مذکور (میر محمد خاں) کمر میں ترکش باندھ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا -

اکبر بادشاہ نے مسلسل کوچ کرکے راستہ طے کیا اور ۲۰ جمادی الاخریٰ (۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء) کو ہراول دستہ سے جا ملا - جب سروہی پہنچے ، تو اسی (۸۰) راجپوت بت خانہ میں اور ستر (۷۰) آدمی راجا سروہی کے مکان پر مرنے کے لیے تیار کھڑے تھے - حسب الحکم ایک لمحہ میں ان کو قتل کر دیا گیا - راجا کے مکان پر دوست محمد پسر تاتار خان شہید ہو گیا -

اس منزل پر اکبر بادشاہ کی یہ رائے ہوئی کہ شاہی امیروں میں سے ایک شخص کو جودھپور بھیجا جائے تا کہ اس سرحد کو محفوظ کر کے گجرات کا راستہ کھول دے اور رانا کیکا سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے ۔ یہ خدمت رائے سنگھ بیکانیری کے سپرد ہوئی ۔ بہت سے شاہی ملازمین اس کے ہمراہ بھیجے گئے ۔ صوبہ کے جاگیرداروں اور امراء کے نام فرمان جاری ہوئے کہ جس وقت رائے سنگھ کوئی کام کرے ، تو اس کی مدد کریں ۔

شاہی لشکر سروہی سے متواتر کوچ کرتا ہوا پٹن نہروالہ پہنچا ۔ جب قصبہ ویسہ پر ، جو پٹن سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے ، پہنچے ، تو اطلاع ملی کہ شیر خان فولادی کے لڑکے ، اپنے سپاہیوں اور اہل و عیال کے ساتھ ایدر کی طرف جاتے ہیں ۔ اکبر بادشاہ نے راجا مان سنگھ کو ایک آراستہ فوج کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ کیا ۔ یکم ماہ رجب المرجب ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء کو شاہی لشکر پٹن کے باہر پہنچا اور ایک ہفتہ تک اس مقام پر ٹھہرا رہا ۔ اس نواح کی حکومت و حفاظت سید احمد خان بارہہ کے سپرد کی جو شجاعت و شہامت اور اعوان و انصار کی کثرت کے اعتبار سے سادات ہندوستان میں ممتاز تھا ۔

اسی منزل پر راجا مان سنگھ نے حاضر ہو کر بہت سا مال غنیمت ، جو افغانوں کا پس ماندہ تھا ، بادشاہ کے حضور میں نذر کیا ۔ [۲۳۹] شاہی لشکر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا اور اس دوران میں بادشاہ پٹن پہنچ گیا ۔ شیر خان فولادی جو احمد آباد پہنچا ہوا تھا اور اس نے چھ ماہ سے اعتماد خان کا محاصرہ کر رکھا تھا ، شاہی کی اس طرف آمد سن کر کسی (اور) طرف کو بھاگ گیا ۔

ابھی پٹن سے دو منزل کوچ نہیں ہوا تھا کہ سلطان مظفر ولد سلطان محمود گجراتی کہ جس کو اعتماد خان ہمیشہ مقید و محبوس رکھتا تھا ، جس کا تفصیلی حال طبقہ گجرات میں بیان ہوگا ، (فتح مند شاہی) ہراول دستہ کی رفاقت میں نکل کر استقبال کے لیے آیا اور اتوار کے دن نویں رجب المرجب کو بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کی ۔ دوسرے روز احمد آباد کا حاکم اعتماد خان ، میر ابو تراب ، سید حامد بخاری ، اختیار الملک ، ملک اشرق ، وجیہہ الملک ، الغ خان حبشی ، جھجار خان حبشی اور

گجرات کے دوسرے سردار کہ جن کے ناموں کی تفصیل میں بہت طول ہو جائے گا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ ہر ایک نے اپنے اپنے حسب مراتب تحفے اور نذرانے پیش کیے ۔ اعتماد خاں نے نذرانوں کے علاوہ شہر احمد آباد کی کنجیاں پیش کرکے خلوص اور فرمانبرداری کا اظہار کیا :

ہر طرفے ، کاختر او رو نہاد
فتح او دید و در دولت کشاد
خاک درش برسر شاہان سزاست
خاک بران سر کہ نہ آتش ہواست

اکبر بادشاہ کے مقربین نے حبشی سرداروں کے طور طریقوں سے کچھ نفاق و عداوت کے آثار نمایاں پائے اور یہ بات بادشاہ کے حضور میں عرض کی ۔ اکبر بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد پر بھروسہ رکھنے کے باوجود [۲۰۳] کہ جو ہمیشہ بادشاہ کے ارادوں کے شامل حال رہتی تھی ، احتیاط کی بنا پر حبشی سرداروں کو دربار کے خاص معتمد لوگوں کے سپرد کر دیا اور بادشاہ احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ جمعہ کے دن چودھویں رجب المرجب (۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء) کو دریائے احمد آباد کے کنارے شاہی لشکر پہنچا (اکبر بادشاہ) کے نام نامی کا خطبہ پڑھا گیا ۔ احمد آباد کے تمام باشندے اور عام مخلوق بہت جلد استقبال کے لیے آئی اور اس نے دعا و ثنا کا اظہار کیا ۔ بیسویں رجب کو سید محمود خاں بارہہ اور شیخ محمد بخاری دہلوی شاہی بیگمات کو ہمراہ لائے اسی تاریخ کو جلال خاں قورچی جو رانا کے پاس سفارت پر گیا ہوا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا نے ولایت بروج ، بروڈہ اور سورت پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا اور مخالفت پر آمادہ تھے ۔ اکبر بادشاہ نے یہ تجویز کیا کہ ولایت گجرات کو ان سرکشوں کے فساد سے بالکل صاف کر دیا جائے ۔ اس ارادہ کی تکمیل کے لیے پیر کے دن دوسری شعبان (۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء) کو دریائے احمد آباد کے کنارے سے کوچ کرکے کھنبایت کی طرف چلے ۔ اعتماد خاں اور گجرات کے دوسرے امراء نے ارکان دولت کے وسیلہ سے دو تین روز کی اجازت لے کر انتظامات کے لیے احمد آباد میں توقف کیا ۔ اسی موقع پر اختیار الملک جو امرائے گجرات میں مقرر تھا ، بدھ کی رات میں چوتھی شعبان کو احمد آباد سے فرار ہو

کر احمد نگر اور ایدر کی طرف چلا گیا ، چونکہ گجرات کے امراء پر اعتماد نہیں رہا ، اس لیے اعتماد خاں کو ، شہباز خاں کنبوہ کے سپرد کیا ۔

جمعہ کے دن چھٹی شعبان کو بندر کھنبایت کی بندر گاہ پر بادشاہ آیا اور سمندر کے سیر و تماشا سے فارغ ہونے کے بعد جمعرات کے دن بارہویں شعبان کو کھنبایت سے کوچ کیا ۔ چودھویں (تاریخ) مذکور کو قصبہ بروڈہ کے باہر شاہی لشکر پہنچا ۔ اس منزل پر بادشاہ نے خاص طور سے انتظام مہمات کی طرف توجہ [۲۰۱] فرمائی اور ولایت گجرات کی حکومت و حفاظت عام طور سے اور دارالسلطنت احمد آباد (کی حکومت و حفاظت) خاص طور سے مرزا عزیز محمد کوکلتاش ملقب بہ خان اعظم کے سپرد کی اور اس کو اجازت مرحمت فرمائی ۔

قلعہ سورت کے محاصرہ کے لیے امراء کو بھیجنے کا ذکر

خان اعظم کے رخصت ہو جانے کے بعد اکبر بادشاہ کی رائے سورت فتح کرنے کے لیے ہوئی جو مرزاؤں کا ٹھکانا اور محفوظ مقام تھا ۔ بادشاہ نے اپنے سے پہلے سید محمود خاں بارہہ ، شاہ قلی خاں محرم ، خان عالم ، راجا بھگوانداس ، کنور مان سنگھ ، فاضل خاں ، دوست محمد خاں ، بابا دوست ، سلیم خاں ، کاکر علی خاں ، پایندہ محمد خاں مغول ، مرزا علی علم شاہی اور دوسرے لوگوں کو محمد حسین مرزا کے دفعیہ کے لیے جو قلعہ سورت میں تھا ، بھیجا اور دوسرے روز کہ سترہویں شعبان تھی اور ایک پہر رات گزری تھی کہ جاسوس خبر لائے کہ جب ابراہیم حسین مرزا کو قلعہ بروچ میں شاہی فوجوں کے آنے کی خبر ملی ، تو اس نے رستم خاں رومی کو قتل کر دیا اور نہایت غرور و تکبر کے ساتھ شاہی لشکر سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ کر فتنہ و فساد برپا کرانا چاہتا ہے ۔

اس خبر کے سنتے ہی اکبر بادشاہ نہایت غضب ناک ہوا اور اسی وقت خواجہ جہاں ، شجاعت خاں ، قلیج خاں اور صادق خاں کو شاہزادہ سلطان سلیم کی خدمت میں تعینات فرمایا اور خود بہ نفس نفیس ، ابراہیم حسین مرزا کی گوشمالی کے لیے متوجہ ہوا اور ملک الشرق گجراتی کو جو وہاں کے راستوں سے واقف تھا ، ہمراہ لیا ۔ شہباز خاں میر بخشی کو نہایت عجلت سے روانہ کیا ۔ سید محمود خاں ، شاہ قلی خاں محرم اور

دوسرے امراء کوکہ جو قلعہ سورت کی فتح کے لیے نامزد ہوئے تھے ، ان کو ہمراہ لیا ۔ رات کے بقیہ حصہ اور دوسرے روز [۲۴۲] اس ناعاقبت اندیش گروہ (ابراہیم حسین مرزا) کی تلاش میں روانگی کر دی ۔ جب رات ہوئی ، تو اکبر بادشاہ چالیس سواروں کے ہمراہ دریائے مہندی کے کنارہ پہنچا اور دریا کی طرف قصبہ سرنال میں ابراہیم حسین مرزا مقیم تھا ۔ شاہی ملازمین و مقربین نے یہ خبر سن کر شراب پینی شروع کی ۔

اسی دوران میں سید محمود خاں بارہہ ، شاہ قلی خاں محرم ، خان‌عالم راجا بھگوانداس ، کنور مان سنگھ ، سلیم خاں کاکر ، علی خاں ، بابا خاں قاقشال ، حاجی یوسف خاں ، دوست محمد ، رائے سال درباری ، بھوج ولد سرجن اور دوسرے لوگ یلغار کرتے ہوئے اکبر بادشاہ سے آ ملے اور کنور مان سنگھ کی درخواست پر ہراول کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔ باوجودیکہ بادشاہ کے ہمراہی سو آدمیوں سے زیادہ نہ تھے مگر اکبر بادشاہ نے بے تامل و بے تحاشہ اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور دریا عبور کر لیا ہے ۔

ابراہیم مرزا باوجودیکہ ایک ہزار سوار اپنے ساتھ رکھتا تھا ، اکبر بادشاہ کی اس جرات و ہمت سے کہ وہ خود موجود ہے ، پریشان ہو گیا اور فوراً مسلح و آراستہ ہو کر دوسرے راستہ سے سرنال سے باہر چلا گیا اور اپنے آدمیوں کو جنگ کے ارادہ سے ساز و سامان فراہم کیا ۔ چولکہ دریائے مہندری کے کنارے سے قلعہ کے میدان تک بہت خراب جگہ ہے ، لہذا کنور مان سنگھ اور دوسرے گروہ جو ہراول میں تعینات تھا ۔ دوسرے راستہ پر پڑ گیا اور اکبر بادشاہ قریب کے راستہ سے اس دروازہ پر جو دریا کی طرف ہے ، پہنچا ۔ اس دوران میں ان بدبختوں میں سے چند قیدی قید خانہ کے کوچہ میں اپنی جانوں سے تنگ آ کر جنگ کے ارادے سے کھڑے ہو گئے ۔ مقبول خان غلام قلماق اسی دن اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ، اس نے تلوار کھینچ کر انتقام میں ایک کو ختم کر دیا [۲۴۳] اور چند آدمیوں کو زخمی کیا ۔

اسی ہنگامہ میں اکبر بادشاہ کو اطلاع ہو گئی کہ ابراہیم حسین مرزا قصبہ سرنال سے باہر چلا گیا ۔ شاہی حکم نافذ ہوا کہ لڑنے والی فوج

پست دیوار سے باہر جائے اور اس کا تعاقب کرے ۔ جب فتح مند فوج پست دیوار سے جنگل میں پہنچی اور دونوں طرف کی صفیں مقابل ہوئیں ، تو ابراہیم حسین مرزا نے تاتار خاں قاقشال اور دوسرے تیر اندازوں پر جو اوچھی گری کی خدمت پر تعینات تھے ، حملہ کر دیا اور کچھ آگے دوڑایا۔ شاہی غلاموں میں سے ہر ایک نے نقد جان کو پروانہ وار آتش جنگ میں جھونک دیا اور بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ اسی دوران میں بھوپت ولد راجا بہار مل نے جو بہادر جوان تھا ، دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا اور مردانگی اور بہادری کا مظاہرہ کیا ، مگر قتل ہوا ۔ اس واقعہ سے دشمنوں کی ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے دوسرا حملہ کیا ۔ اتفاق سے شاہی فوج قلبی زمین پر کھڑی تھی کہ تین سوار ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے ہمراہ نہیں کھڑے ہو سکتے تھے اور اس زمین کے دونوں طرف تھوہر کے پودے کثرت سے تھے ۔ اکبر بادشاہ نہایت بہادری کے ساتھ سامنے کھڑا تھا اور راجا بھگوانداس اس کے ہمراہ تھا ۔ (دشمن کے) تین بدبخت سوار آگے بڑھے ۔ ان میں سے ایک راجا بھگوانداس کی طرف متوجہ ہوا ۔ چونکہ تھوہر کا پودا بیچ میں تھا ، لہذا راجا نے رکاب پر کھڑے ہو کر اس کے برچھا مارا اور وہ کم بخت کافی زخمی ہو کر واپس چلا گیا ، دوسرے دو بدنصیبوں نے اکبر بادشاہ پر حملہ کیا ۔ اکبر بادشاہ ان کی طرف خود متوجہ ہوا ۔ وہ دونوں بزدل بلکہ سارے بزدل بادشاہ کے حملہ کی تاب کہ پہاڑ کو طاقت نہیں ہے ، نہ لا سکے اور بھاگ گئے :

گاہ دغا یکتنہ چوں صد سپاہ
ملک ستانندہ تر ، از مہر و ماہ

[۲۴۴] اس موقع پر مقبول خاں غلام اور سرخ بدخشی اکبر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے ۔ اکبر بادشاہ نے ان دونوں کے تعاقب میں روانہ کیا اور فتح و نصرت کے منتظر رہے ۔ شاہی افواج نے یہ بات دیکھ کر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ لیں اور ہر طرف سے دوڑ پڑے اور دشمن کی فوج پر چڑھ دوڑے ۔

ابراہیم حسین مرزا نے اپنے سر پر بدبختی کی خاک ڈال کر راہ فرار اختیار کی ۔ (شاہی) بہادروں نے کچھ راستہ اس کے تعاقب میں طے کیا

اور کچھ دوسرے آدمیوں کو قتل کیا ۔ رات کی تاریکی نے اس گروہ (دشمن) کے نصیبہ کو تاریک کر دیا ۔ بادشاہ (اکبر) کا حکم نافذ ہوا کہ دلاور سپاہی ان بدبختوں کے تعاقب سے واپس آ جائیں ۔ ابراہیم حسین مرزا چند آدمیوں کے ساتھ سلامت بچ گیا اور احمد نگر کے راستہ سے سروہی کی طرف چلا گیا ۔ اکبر بادشاہ نے قصبہ سرنال میں قیام کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ ہر وہ شخص ، جو اس مہم میں شریک تھا ۔ مزید شاہی توجہ ، منصب میں اضافہ اور جاگیر سے سرفراز ہوا ۔ دوسرے روز شاہی لشکر کی طرف توجہ ہوئی اور سرخ بدخشی کو جس نے اس جنگ میں کار ہائے نمایاں انجام دیے تھے ، اپنے پاس سے شاہزادہ کی خدمت میں فتح کی خبر پہنچانے کے لیے روانہ کیا ۔ سرخ (بدخشی) نے جب فتح کی خبر پہنچائی تو شاہزادوں ، بیگمات ، امراء اور اراکین دولت کی طرف سے اتنے انعامات پائے کہ تمام عمر کے لیے مستغنی ہوگیا ۔

اکبر بادشاہ بدھ کی رات ، اٹھارہ شعبان المعظم کو ایک پہر رات گزرنے کے وقت قصبہ بروڈہ کے باہر شاہی لشکر سے جا ملا ۔ دوسرے روز راجا بھگوان داس کو جس نے اس معرکہ میں بار بار شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا تھا ، علم و نقارہ مرحمت ہوا ۔

اکبر بادشاہ کا قلعہ سورت کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہونا

[۲۳۵] سورت ایک مختصر قلعہ ہے ، لیکن نہایت مضبوط اور مستحکم بنا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ صفر آقا نے جو سلطان محمود گجراتی کا غلام تھا اور جس کا خطاب خداوند خاں تھا ، ۹۴۷ھ/۱۵۴۰-۴۱ء میں فرنگیوں کے دفعیہ کی غرض سے یہ قلعہ سمندر کے کنارے بنایا تھا ۔ قبل اس کے کہ قلعہ تعمیر ہو ، فرنگی طرح طرح کی خرابی مسلمانوں کے لیے پیدا کرتے تھے ۔ جس زمانے میں خداوند خاں ، اس عمارت کو تعمیر کرا رہا تھا ، انگریزوں نے کشتیوں کو آتشی سامان جنگ سے بھر کر کئی مرتبہ جنگ کا ارادہ کیا ، لیکن کچھ نہ کر سکے ۔ مختصر خداوند خاں نے اس وقت ہوشیار معماروں کو جمع کیا اور قلعہ کی مضبوطی کے لیے کہا ۔ تجربہ کار معماروں نے اس طرح اس قلعہ کی بنیاد رکھی کہ قلعہ کی ان دونوں سمتوں کی طرف جو خشکی سے متصل ہیں ، خندقیں کھدوائیں ۔ خندق

کی چوڑائی بیس گز ہے جو پانی تک پہنچتی ہے اور پانی میں سے پتھر چونے اور اینٹوں سے دیوار بنا کر اوپر لائے ہیں ۔ قلعہ کی اس دیوار کی چوڑائی پندرہ گز اور بلندی بیس گز ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ دو پتھروں کو لوہے کے قلابوں سے مضبوط کیا ہے اور سیسہ پگھلا کر ان کی جھریوں اور درازوں میں پیوست کر دیا ہے اور برج و سنگ انداز (پتھر پھینکنے کی جگہ) اس طرح بنائے گئے ہیں کہ دیکھنے والا ان کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے ۔ قلعہ کے ہر برج پر چوکھنڈی بنائی ہے جو فرنگیوں کے خیال میں صرف پرتگالیوں سے مخصوص ہے ۔ جب فرنگی جنگ و جدال کے ذریعہ اس قلعہ کی تعمیر نہ روک سکے ، تو انھوں نے ایک بڑی رقم دینی قبول کی کہ یہ چوکھنڈیاں نہ بنائی جائیں ، خداوند خاں نے فرنگیوں کی طرف سے نظر پھیر لی اور ان کی درخواست کو رد کر دیا اور چوکھنڈی کی عمارت مکمل کر دی ۔

[۲۴۶] مختصر یہ کہ چنگیز خاں کی وفات کے بعد قلعہ سورت مرزاؤں کے قبضے میں آ گیا ۔ اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ مرزاؤں نے اپنی تمام فوج قلعہ میں جمع کر لی اور اس کی حفاظت ہم زبان نامی شخص کے سپرد کی کہ جو ہمایوں بادشاہ کے سلاح داروں میں رہا تھا اور اکبر بادشاہ کے حضور سے بھاگ کر باغیوں میں شامل ہو گیا تھا اور فتنہ انگیزی و بدبختی کا مظاہرہ کر رہا تھا ۔

چونکہ سرنال کی جنگ میں ابراہیم حسین مرزا فرار ہو گیا تھا اور اکبر بادشاہ مظفر و منصور بروڈہ پہنچا تھا ، لہذا قلعہ سورت کی فتح کا جذبہ جو اس کے دل میں پہلے سے تھا ، وہ پھر پیدا ہو گیا ۔ شاہ قلی خاں محرم اور صادق خاں کو اپنی روانگی سے پہلے بھیج دیا تاکہ قلعہ کے اطراف کی نگرانی کریں اور کسی کو باہر نہ نکلنے دیں ۔

جب یہ خبر اہلِ قلعہ کو ملی ، تو گل رخ بیگم جو مرزا کامران کی لڑکی اور ابراہیم حسین مرزا کی بیوی تھی ، (اکبری) امیروں کے پہنچنے سے پہلے اپنے لڑکے مظفر حسین مرزا کو ہمراہ لے کر دکھن کے راستہ سے نکل گئی ۔ امراء کو جب اس کے جانے کی خبر ہوئی تو شاہ قلی خاں محرم نے پچاس کوس تک اس کا تعاقب کیا اور (پھر) واپس آ گیا ۔ بیگم کے آدمیوں کا کچھ سامان و اسباب نوکروں کے ہاتھ آیا ۔

چند روز کے بعد راجا ٹوڈرمل کو بھیجا تاکہ ہوشیاری و احتیاط سے قلعہ کی آمد و رفت کا راستہ معلوم کرے اور حالات کی اطلاع دے۔ راجا ٹوڈرمل ایک ہفتہ کے بعد واپس آیا اور حقیقت حال عرض کر دی۔ اکبر بادشاہ نے اللہ کی تائید و نصرت پر بھروسہ کیا اور چھبیس شعبان کو قصبہ بروڈہ کے باہر سے کوچ کیا۔ وہ سترھویں رمضان کو سورت سے ایک کوس کے فاصلہ پر ٹھہرا۔ اسی رات کو اکبر بادشاہ قلعہ کے پاس گیا۔ قلعہ کے داخل ہونے اور نکلنے کے راستہ کو دیکھا اور امراء کو مورچے تقسیم کیے۔ دو تین روز کے بعد اس جگہ سے کوچ کیا اور اپنی جائے قیام کو اس قلعہ سے اتنے نزدیک پہنچا دیا کہ وہ توپ اور بندوق کی زد میں آ گیا۔ فراش خانہ کے داروغہ نے امراء کے توسل سے [۲۷۰] حضور میں عرض کیا کہ اس عمارت کے قریب ایک تالاب ہے کہ اس کو گوپی تالاب کہتے ہیں۔ اگرچہ تالاب کا کنارہ دیوار قلعہ سے ملا ہوا ہے، لیکن زمین کی پستی و بلندی اور بعض درختوں کی وجہ سے توپ و بندوق کے حملے کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ ہماری قیام گاہ وہیں بنا دی جائے۔

غرض کہ تھوڑی ہی مدت میں محاصرہ کا کام اس طرح انجام کو پہنچا کہ آنے جانے کا راستہ اور پانی حاصل کرنا بند ہو گیا، ان نا استوار حالات میں چند ہاتھی محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا نے اس خوف سے کہ کہیں جنگ میں گرفتار نہ کر لیے جائیں، زمینداروں کے سپرد کر رکھے تھے۔ (شاہی فوج کی طرف سے) کچھ لوگوں کو منتشر کر دیا گیا اور انھوں نے جا کر ہاتھیوں پر قبضہ کیا اور بادشاہ (اکبر) کے حضور میں ان کو پیش کر دیا۔ جب محاصرہ کو دو ماہ گزر گئے، تو قلعہ فتح کرنے والے بہادروں نے تائید غیبی سے اپنے اپنے مورچے اس طرح آگے کو بڑھائے کہ اہلِ قلعہ کے لیے آنے جانے کے راستے بالکل بند ہو گئے۔ امیروں کے پیادوں اور لشکر کے آدمیوں نے قلعہ کے برابر اس قدر مٹی کا ڈھیر کر دیا کہ بڑے بڑے ٹیلے اور مورچے بن گئے۔ توپچیوں اور بندوق چلانے والوں نے مورچوں کے اوپر توپیں نصب کر دیں اور قلعہ والوں کا ایسا ناک میں دم ہوا کہ کسی شخص کو سانس لینے اور سر اٹھانے کی مجال نہ تھی اور سارے لوگ چوہوں کی طرح سوراخوں میں

جا کر بیٹھ گئے ۔ نقب لگانے والوں نے نقب ، قلعہ کے قریب اور قلعہ کے برجوں کے نیچے پہنچا دیے اور ایسی کوششیں کیں کہ قلعہ کا فتح کرنا آج کل کا کام رہ گیا ، قلعہ والوں کا غرور اور گھمنڈ ، عجز و انکسار میں تبدیل ہوگیا ۔ اور بدبخت و نمک حرام ہم زبان اور قلعہ کے سارے لوگوں نے مولانا نظام الدین لاری کو جو تیز زبان طالب علم تھے ، امان طلب کرنے کے لیے قلعہ سے باہر بھیجا ۔ مولانا نظام الدین بادشاہ کے حضور میں آئے اور امراء و ارکانِ دولت کے وسیلہ سے امان چاہی ۔ وہ امراء جنھوں نے بہت کوشش کی تھی اور مور چالیں آگے لے گئے تھے ، انھوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ رحم و کرم پر آیا ہوا ہے ، تو عرض کیا کہ اہلِ قلعہ میں جب قوت و ہمت تھی ، تو بغاوت و سرکشی [۲۴۸] اختیار کی اور اب چونکہ امروز فردا میں فتح ہونے والی ہے ، تو امان کے خواستگار ہیں ۔ بادشاہ نے جس کے مزاج میں کرم و مروت اور حلم و بردباری بھی تھی فرمایا :

بدی را مکافات کردن بدی
بر اہلِ صورت بود بخردی
بمعنی کسانے کہ بے پردہ اند
بدی دیدہ و نیکوئے کردہ اند

اس وقت نظام لاری نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ۔ انھیں واپس جانے کی اجازت ملی ۔ قلعہ میں جا کر انھوں نے اہلِ قلعہ کو مژدۂ امان سنایا ، اس کے بعد شاہی حکم نافذ ہوا کہ قاسم علی خاں اور خواجہ دولت ناظر ، مولانا نظام کے ہمراہ قلعہ میں جائیں اور ہم زبان اور تمام اہلِ قلعہ کو تسکین دے کر اپنے ہمراہ لائیں اور حکم ہوا کہ قلعہ میں سارے ایمان دار محرر جائیں اور اہلِ قلعہ کے تمام اموال و اشیاء (ناطق و صامت) کی فہرست بنائیں اور ہمارے حضور میں پیش کریں ۔ قاسم علی خاں اور خواجہ دولت کلاں نے شاہی حکم کے مطابق ہم زبان کو ، تمام لوگوں کے ساتھ حاضر کیا ۔ ہم زبان باوجودیکہ بولنے والا تھا مگر بولنے سے عاجز رہا اور شرمندگی سے سر نیچے کیے رہا ۔ اکبر بادشاہ نے اس فتح کے شکرانے میں تمام اہل قلعہ کو جو سیاست و تنبیہ کے مستحق تھے ، آزاد کر دیا ۔ ہم زبان اور چند دوسرے آدمیوں کو جو فتنہ و فساد کی جڑ تھے ، تنبیہ

کے بعد موکلوں کے سپرد کیا ۔ یہ فتح عظیم بتاریخ تئیس ۲۳ شوال ۹۸۰ھ/ ۱۵۷۳ء کو ہوئی ۔ اشرف خاں میر منشی نے قلعہ سورت کی تاریخ فتح لکھی ہے ۔

کشور کشائے اکبر غازی کہ بے سخن
جز تیغ او قلاع جہاں را کلید نیست
تسخیر کرد قلعہ سورت بحملہ
این فتح جز ببازوئے لخت سعید نیست
[۲۴۹] تاریخ فتح شد کہ عجب قلعہ گرفت
اینہا ز دولت شہ عالم بعید نیست ۹۸۰ھ

اس مصرع سے بھی تاریخ نکلتی ہے : ع

ہم زباں داد قلعہ صورت ۹۸۰ھ

دوسرے دن بادشاہ قلعہ کے ملاحظہ کے لیے قلعہ کے اندر گیا ۔ تھوڑے سے تامل اور غور کے بعد اس نے شاہی متوسلین کو قلعہ کی درستی اور مرمت کا حکم دیا ۔ قلعہ کے ملاحظہ کے دوران اس نے چند بڑی دیگیں اور بڑی بڑی موگریاں (فربہ زن) دیکھیں ۔ ان دیگوں کو سلیمانی کہتے تھے ، کیونکہ سلطان سلیمان خوندگار روم نے جس سال گجرات کی بندرگاہوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تھا ، ان دیگوں کو مع دیگر فربہ زن ، جو قلعہ جونا گڑھ میں موجود تھیں ، لشکر کے ہمراہ دریا کے راستہ سے روانہ کیا تھا ۔ چونکہ اہل روم بعض رکاوٹوں کی وجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے ، لہذا ان دیگوں کو اور جو قلعہ جونا گڑھ میں تھیں ، سمندر کے کنارے چھوڑ گئے اور خود اپنے ملک واپس چلے گئے ۔

یہ دیگیں سمندر کے کنارے پڑی رہیں ، یہاں تک کہ خداوند خاں نے قلعہ تعمیر کرایا ۔ وہ ان سب کو قلعہ میں لے آیا اور جو ولایت سورٹھ میں پڑی تھیں ، اس علاقہ کا حاکم ان کو جونا گڑھ کے قلعہ میں لے گیا ۔ چونکہ قلعہ سورت کی حفاظت کے لیے دیگوں کی چنداں ضرورت نہیں تھی ، اس لیے بادشاہ (اکبر) کا حکم نافذ ہوا کہ ان دیگوں کو دارالخلافہ آگرہ میں پہنچا دیا جائے ۔ اسی روز قلعہ سورت اور اس علاقہ

کی حکومت و حفاظت ، قلیج محمد خاں کے سپرد ہوئی جو بادشاہ سے قراب و اختصاص رکھتا تھا ۔

اس مہینہ کی آخری تاریخ کو راجا بہارجیو نے جو ولایت بگلانہ کا راجا تھا ، شرف الدین حسین مرزا کو گرفتار و قید کر کے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ وہ اب سے دس سال پہلے ناشایستہ و نامناسب حرکات کا مرتکب ہو چکا تھا اور ان باتوں کا کچھ ذکر پہلے ہوا ہے کہ وہ بغاوت و سرکشی کر کے فتنہ و فساد پھیلا چکا تھا ۔ [۲۵۰] چونکہ اس زمانہ میں مصالح ملکی کی بنا پر بادشاہ (اکبر) نہایت غضب ناک تھا ، لہذا اس نے شرف الدین حسین مرزا کو اس مضمون کے ساتھ :

تا توانش بچوب دادن پند
مکش او را بہ تیغ و زہر و کمند

تنبیہہ کر کے موکل کے سپرد کر دیا ۔ جب بادشاہ (اکبر) کو اس صوبہ کی مہمات سے فراغت حاصل ہوئی ، تو پیر کے دن چوتھی ماہ ذی قعدہ ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء کو احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا جب شاہی لشکر بھروچ پہنچا ، تو چنگیز خاں کی ماں نے فریاد کی اور بادشاہ سے عرض کیا کہ جھجار خاں حبشی نے اس کے بیٹے چنگیز خاں کو بلاوجہ قتل کر دیا ۔ شاہی حکم نافذ ہوا اور جھجار خاں کو دعویٰ کی جواب دہی کے لیے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا ۔ تحقیقات کے بعد جھجار خاں نے چنگیز خاں کے قتل کا اعتراف کر لیا ۔ بادشاہ کے قہر کے نتیجہ میں اسے منمیل نامی ہاتھی کے پیروں کے نیچے ڈالا گیا اور وہ اپنی جزا و سزا کو پہنچا ۔

بعض ان واقعات کا ذکر جو قلعہ سورت کے محاصرہ کے زمانہ میں ظاہر ہوئے

جس زمانے میں اکبر بادشاہ کی توجہ قلعہ سورت کی فتح کی طرف تھی ، چند واقعات ظہور پذیر ہوئے ، ان میں سے ایک ابراہیم حسین مرزا کا فتنہ انگیزی کے ارادے سے ہندوستان کے دارالملک کو جانا اور ملتان کے نواح میں مارا جانا ہے جو اپنی جگہ پر بیان ہوا ہے ۔

اس زمانے میں جب ابراہیم حسین مرزا معرکہ سرنال سے سلامت نکل گیا اور پٹن کے نواح میں محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا سے جا کر مل گیا اور اپنے فرار ہونے اور سورت کے محاصرہ کا ذکر کیا ، تو ان مرزاؤں کا یہ مشورہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا [۲۵۱] ہندوستان کے علاقوں میں جا کر فتنہ انگیزی کرے اور محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا شیر خاں فولادی کو متعین کر کے پٹن کا محاصرہ کر لیں -

ان خبروں کو سنتے ہی اکبر بادشاہ سورت کا محاصرہ ترک کر کے ان دونوں فتنوں کو فرو کرنے کے لیے احمد آباد کی طرف توجہ کرے گا - اس قرار داد کے مطابق شیر خاں فولادی کو اپنے ساتھ متفق کر کے پٹن کا محاصرہ کر لیا - سید احمد خاں بارہہ نے قلعہ کی مرمت کر کے قلعہ داری کا انتظام کیا اور حقیقت حال بادشاہ کی خدمت میں عرض کی - جب بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی ، تو حکم ہوا کہ قطب الدین محمد خاں ، شاہ محمد خاں ، محمد مراد خاں ، اورنگ خاں ، مالوہ کے سارے جاگیر دار ، رائے سین ، چندیری اور کچھ اور امراء کہ جو بادشاہ کے ہمراہ تھے مثلاً رستم خاں ، عبدالمطلب خاں ، شیخ محمد بخاری دہلوی ، احمد آباد پہنچیں اور اعظم خاں کے ساتھ مل کر اس گروہ کو دفع کریں -

مذکورہ خوانین اعظم خاں کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہوئے - جب پٹن پانچ کوس رہ گیا ، تو محمد حسین مرزا اور شیر خاں فولادی قلعہ سے نکل کر جنگ کے لیے آ گئے - مرزاؤں نے ہراول فوج پر حملہ کر کے ہراول دستے کو پسپا کر دیا اور اعظم خاں کی سیدھی طرف جہاں قطب الدین محمد خاں تھا حملہ آور ہو کر اس فوج کو بھی پریشان کر دیا - شاہ محمد اتکہ زخمی ہو کر بھاگا - ان دونوں فوجوں کے امیر بھاگ کر احمد آباد پہنچے ، قطب الدین محمد خاں کا لشکر غارت ہوگیا - نورنگ خاں ، رستم خاں اور عبدالمطلب خاں نے بڑی بہادری دکھائی ایسا کہتے ہیں کہ رستم خاں نے دشمن کے سر اور آہنی ٹوپی پر ایسی تلواریں ماری تھیں کہ اس کی تلوار کی دھار ، آرے کے دانتوں کی طرح ہو گئی - شیخ محمد بخاری مارا گیا -

جب دائیں اور بائیں جانب کی فوج کے حالات اور شیخ محمد بخاری کا

قتل ہونا خان اعظم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ، تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ خود انتقام لینے کے لیے میدان جنگ میں جائے - [۲۵۲] شاہ بداغ خاں نے کہ جو معرکہ دیدہ شخص تھا ، خان اعظم کے گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور نہ جانے دیا - جب غنیم کا لشکر مال غنیمت کے لوٹنے کی غرض سے منتشر ہو گیا اور معمولی سا گروہ رہ گیا تو خان اعظم شاہ بداغ خاں کے ہمراہ مخالف لشکر پر ٹوٹ پڑا اور اس گروہ کے پیر اکھاڑ دیے - غیبی توفیق و تائید سے شاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور مخالف ہر سمت سے بھاگنا شروع ہوگئے - شیر خاں فولادی نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ جوناگڑھ کے حاکم امین خاں کے پاس پہنچا اور آرام کیا - محمد حسین مرزا دکن کی طرف چلا گیا - یہ عظیم فتح ، محض تائید غیبی اور بادشاہ کے اقبال کی بدولت اٹھارھویں رمضان المبارک ۹۸۰ھ/ ۱۵۷۳ء کو حاصل ہوئی -

سرکار پٹن کی مہمات کے انتظام کے بعد خان اعظم نے دستور قدیم کے مطابق اس قلعہ کی حکومت و حفاظت سید احمد خاں بارہہ کے سپرد کی اور خود بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - تیسویں شوال کو قلعہ سورت میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - تمام جانثار امیر اور جملہ ملازمین کی خدمات کا ذکر فرداً فرداً کیا - قطب الدین محمد اور دوسرے امیروں کو راستہ سے قصبہ معمور آباد بھیج دیا تاکہ بدبخت اختیار الملک اور تمام اس فوج کو جو فرار ہوکر قلعہ اور جنگلوں میں جا چھپی تھی ، سزا دے - قطب الدین محمد خاں جب قصبہ معمور آباد میں پہنچا ، تو اس نے فوج بھیج کر اختیار الملک اور دوسرے حبشیوں کو جنگل سے نکال کر ان قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اپنے تھانے قائم کر دیے - سورت کی فتح کے بعد جب اکبر بادشاہ دارالسلطنت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا ، تو قطب الدین محمد خاں اور دوسرے امیر کہ جو اس حملہ میں اس کے ہمراہ تھے ، قصبہ معمور آباد میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے -

اٹھارہویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

[۲۵۳] یہ سال بدھ کے دن چھٹی ذی قعدہ ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء کو شروع ہوا - اکبر بادشاہ ذی قعدہ کی آخری تاریخ کو احمد آباد آیا - ولایت گجرات کی حکومت خان اعظم کے سپرد کی - عیدالضحیٰ کے دن

دسویں ذی الحجہ ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء کو احمد آباد سے کوچ کیا اور دارالخلافہ (آگرہ) کی طرف متوجہ ہوا ۔ اٹھارہویں ذی الحجہ کو سیتا پور کی منزل پر جو سرکار پٹن کے مفصلات میں ہے ، خان اعظم اور دوسرے امیروں کو شاہانہ خلعتیں اور عربی گھوڑے مع طلائی زین اور لگاموں کے عنایت ہوئے اور ان کو ان کی جاگیروں پر جانے کی اجازت دی گئی ۔ اسی منزل پر مظفر خان پر شاہی عنایات ہوئیں اور علاقہ مالوہ میں سے سارنگ پور اور اجین کی حکومت اس کو عنایت ہوئی اور دو کروڑ پچاس لاکھ تنکہ کی جاگیر اس کی تنخواہ میں مقرر ہوئی اور اس کو جاگیر پر جانے کی اجازت ملی ۔ خود بادشاہ جالور کے راستہ سے کوچ کرتا ہوا دارالخلافہ فتح پور روانہ ہوا ۔

جب اکبر بادشاہ کی سواری اس جگہ پہنچی جہاں سے اجمیر ایک منزل رہ گیا تھا ، تو ملتان کے حاکم سعید خان کا عریضہ اس مضمون کا پہنچا کہ ابراہیم حسین مرزا فوت ہوگیا ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ابراہیم حسین مرزا گجرات سے یلغار کرتا ہوا میرٹھ کے نواح میں پہنچا ، تو پہلے اس نے اس قافلہ کو لوٹ لیا ، جو گجرات سے آگرہ جا رہا تھا اور میرٹھ سے گیارہ کوس کے فاصلہ پر تھا ۔ جب وہ شہر ناگور میں پہنچا ، تو فرخ خاں پسر خان کلاں جو اپنے باپ کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا ، قلعہ بند ہو گیا ۔ ابراہیم حسین مرزا نے فقیروں کے کچھ گھروں کو جو شہر کے باہر آباد تھے ، لوٹ لیا اور نارنول کی طرف چلا گیا ،

رائے رام ، رائے سنگھ اور وہ آدمی جن کو بادشاہ نے گجرات جاتے وقت تقریباً ایک ہزار سوار جودھ پور میں دے کر [۲۵۴] راستہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا ، انھوں نے یلغار کی اور مرزا کے پیچھے سے ناگور پہنچ گئے اور فرخ خاں کے ساتھ اس کے تعاقب میں چل پڑے اور شام کے وقت موضع کہنوتی میں کہ جو ناگور سے بیس کوس تھا ، مرزا کو جا لیا ۔ مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور نظروں سے غائب ہو گیا ۔

دوسری رمضان ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء تھی ۔ لشکری ایک حوض کے کنارے روزہ افطار کرنے کے لیے اترے ہوئے تھے ۔ مرزا نے کچھ راستہ طے کیا ،

جب رات ہوگئی ، تو گھوم پھر کر اسی جماعت کے سر پر آ گیا ، جو اس کے تعاقب میں آئی تھی اور اس کو تیروں کی زد پر لے لیا ۔ اس جماعت نے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ مرزا سرداری کر رہا تھا ، اس نے تین مرتبہ اپنے آدمیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور دونوں طرف سے تیر چلوائے اور جب دیکھا کہ کام نہیں بنتا ہے ، تو بھاگ کھڑا ہوا ۔ فوج کا وہ حصہ جو اس سے جدا ہوگیا تھا ، رات کے اندھیرے میں علیحدہ جا پڑا اور قرب و جوار کے دیہات و قریات میں گرفتار ہوا ۔ ان میں سے اکثر آدمی قتل کر دیے گئے اور تقریباً سو آدمی ، فرخ خاں اور جودھ پور کے سرداروں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ۔

ابراہیم حسین مرزا تقریباً تین سو آدمیوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے ، درمیان کے راستہ کو برباد کرتا ہوا اور دریائے گنگا اور جمنا کو عبور کرتا ہوا پرگنہ اعظم پور ، جو سنبھل کے مفصلات میں ہے ، پہنچا کہ جو اکبر بادشاہ کی ملازمت کے زمانے میں اس کی جاگیر میں تھا ۔ وہاں پانچ چھ دن قیام کیا ، پھر پنجاب کی طرف چلا گیا ۔ قصبہ پانی پت ، سونی پت ، کرنال اور دوسرے دیہات جو راستہ میں تھے ، غارت کر دیے ۔ بہت سی مخلوق اور فسادی لوگ لوٹ مار کی وجہ سے اس کے ہمراہ ہوگئے ۔ وہ خلقِ خدا کو پریشان کرتے تھے ۔

جب وہ پنجاب میں داخل ہوا ، تو حسین قلی خاں ترکمان ، جو پنجاب کا امیرالامراء تھا ، اس صوبہ کے لشکر کو ہمراہ لے کر قلعہ کانگڑہ کا جو نگرکوٹ کے نام سے مشہور ہے ، محاصرہ کیے ہوئے تھا ۔ جب اس نے مرزا (ابراہیم حسین) کے آنے کی خبر سنی ، تو اپنے بھائی [۲۵۵] اسماعیل قلی خاں ، مرزا یوسف خاں ، شاہ غازی خاں ترکمان ، فتح خاں حباری ، جعفر خاں ولد قزاق خاں اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر یلغار کر دی اور قصبہ تلنبہ سے باہر جو ملتان سے چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے ، مرزا کے پاس پہنچ گیا ۔ مرزا یہاں شکار کے لیے گیا ہوا تھا ۔ وہ بغیر انتظام و ترتیب کے شکار سے واپس آیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اس کے آدمی منتشر ہو چکے تھے اور وہ اس تک نہ پہنچ سکے ۔ اس کا بھائی مسعود حسین مرزا اس سے پہلے پہنچ گیا ۔ اس نے حسین قلی خاں کی فوج پر حملہ کیا اور وہ گرفتار ہو گیا ۔

اس کے بعد ابراہیم حسین مرزا پہنچا ، اس سے کچھ کام نہ بنا ، اس نے منہ موڑا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ جب وہ ملتان کے نواح میں پہنچا ، تو چاہتا تھا کہ دریائے گارہ کو عبور کرے جو دریائے بیاس و ستلج دونوں کو ملا کر ایک نام سے مشہور ہے ، کیونکہ یہ دونوں دریا مل کر بہتے ہیں ۔ وہ دریا عبور کرنا چاہتا تھا ۔ چونکہ رات ہو گئی تھی اور کشتی دستیاب نہ ہوئی ، اس لیے وہ دریا کے کنارے پر اُترا ۔ جھیل نام کے گروہ نے جو ماہی گیر تھا ، اور ولایت ملتان کی رعایا تھا ، اس پر شب خون مارا اور تیروں کی بارش کر دی ۔ ایک تیر مرزا (ابراہیم حسین) کے حلق میں لگا ۔ مرزا نے اپنی حالت غیر پا کر تبدیل لباس کیا اور خاموشی کے ساتھ اپنے ہمراہیوں سے جو چار سو سوار تھے ، علیحدہ ہو گیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ فقیروں کے بھیس میں کسی طرف کو نکل جائے کہ اس نواح کے کچھ لوگوں نے اس کو پہچان لیا اور گرفتار کر کے ملتان کے حاکم سعید خاں کے پاس لے گئے مرزا (ابراہیم حسین) سعید خاں کی قید میں مر گیا ۔

القصہ حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) دسویں محرم الحرام ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء مطابق اٹھارہویں سال الٰہی کو راستہ میں سے قطب الواصلین خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا ، طواف کے شرائط پورے کیے اور روضہ مبارک کے مجاوروں اور وہاں کے رہنے والے عام لوگوں کو نذر اور صدقات سے غنی اور مستغنی کر دیا ۔ بادشاہ نے یہاں ایک ہفتہ قیام کیا ، وہ روزانہ صبح و شام اس متبرک مقام کی زیارت کے لیے جاتا تھا [۲۵۶] اور ہر چھوٹی بڑی مہمات میں استمداد کا خواہاں ہوتا تھا ۔

بیت

کسے کاستعانت بدرویش برد
اگر بر فریدوں نبرد از پیش برد

اس کے بعد بادشاہ (اکبر) دارالخلافہ (آگرہ) کی طرف روانہ ہوا ۔ جب بادشاہ پرگنہ بیکانیر میں پہنچا ، تو اس نے شاہی لشکر کو اس منزل پر چھوڑا اور خود اپنے مقربین خاص کے ساتھ یلغار کرتا ہوا دارالخلافہ

(آگرہ) کی طرف روانہ ہوا ۔ ایک دن اور دو راتوں میں دور و دراز راستہ طے کر کے قصبہ بجونہ پہنچا جو دارالخلافہ فتح پور سے بارہ کوس کے فاصلہ پر ہے ۔ وہ (نیک) ساعت کے انتظار میں تین دن تک اس منزل پر مقیم رہا ۔ اس نے اسی سال (۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) کی دوسری صفر اٹھارہویں سال الٰہی میں دارالخلافہ فتح پور کو اپنی ذاتِ اقدس سے مشرف فرمایا ۔

حسین قلی خاں کی نگرکوٹ کو روانگی اور واپسی کا ذکر

چونکہ اکبر بادشاہ نگرکوٹ کے راجا جے چند سے ناراض ہوگیا تھا ، اس لیے اس کو مقید و محبوس کرنے کا حکم دے دیا تھا ۔ اس کا لڑکا بدھی چند جو خورد سال اور بہت کمسن تھا ، خود کو اپنے باپ کا قائم مقام سمجھتا تھا ۔ وہ باپ کو مردہ سمجھ کر بغاوت پر آمادہ ہو گیا ۔ اکبر بادشاہ نے کب رائے کو راجا بیربر کا خطاب دے کر ولایت نگرکوٹ عنایت فرمائی ۔

حسین قلی خاں اور پنجاب کے امراء کے نام فرمان صادر ہوا کہ نگرکوٹ کو بدھی چند کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور بیربر کے سپرد کر دیں ۔ بیر ہندی زبان میں بہادر کو اور بر بزرگ کو کہتے ہیں یعنی وہ راجا جو شجاع و بزرگ ہے ۔ [۲۵۷] جب راجا بیربر لاہور پہنچا ، تو حسین قلی خاں ، مرزا یوسف خاں ، جعفر خاں ، فتح خاں حباری ، مبارک خاں گکھر ، شاہ غازی خاں اور پنجاب کے سارے امراء کو ہمراہ لے کر نگرکوٹ کی طرف متوجہ ہوا ۔

فتح مند فوجیں دمہری کے قریب پہنچیں ۔ جنونو نامی شخص دمہری کا حاکم اور جے چند کا رشتہ دار تھا ۔ وہ اپنے قلعہ کے استحکام پر مغرور تھا ۔ اس نے قلعہ کو اور مستحکم کیا ۔ وہ خود ایک طرف ہو گیا اور اپنے وکیلوں کو نذرانوں کے ساتھ بھیجا اور پیغام دیا کہ میں خود خوف و شبہات کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا ، لیکن راہداری کی کفالت میرے ذمہ ہے ۔ حسین قلی خاں نے جنونو کے وکیلوں کو خلعتیں دے کر رخصت کر دیا اور اپنے آدمیوں کو تھانے داری کے لیے اس گاؤں میں چھوڑ دیا جو راستہ پر واقع تھا اور خود آگے بڑھ گیا ۔

وہ قلعہ کوتلہ پر پہنچا کہ جو بلندی میں آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور پہلے گوالیار کے راجا رام چندر کے قبضہ میں تھا اور راجا دھرم چند وجے چند اس پر زبردستی قابض ہو گئے تھے - شاہی لشکر نے پڑاؤ ڈالا - راجا جے چند کے آدمیوں نے جو قلعہ کوتلہ کی حفاظت کے لیے تعینات تھے ، بندوقوں ، تیروں اور پتھروں سے شاہی فوج کے کچھ پیادوں کو جو تاراج کرنے کے لیے گئے تھے ، ایذا پہنچائی -

حسین قلی خاں یہ خبر سن کر اپنے امیروں کے ساتھ سوار ہوا اور قلعہ کوتلہ کے اطراف کا معائنہ کیا اور اس پہاڑ پر پہنچا جو قلعہ کے سامنے ہے اور وہاں سے مورچے قائم ہو سکتے تھے - چند توپیں جو اس مہم میں اس کے ساتھ تھیں ، ان کو محنت سے اس پہاڑ پر پہنچایا اور چند توپیں سر کیں اور قلعہ کے شقدار (حاکم) کی عمارت کو توپ کی ضرب سے شکستہ کر دیا - قلعہ کے بہت سے آدمی قلعہ کی دیوار کے نیچے دب گئے - قلعہ کے لوگوں میں ایک تہلکہ عظیم مچ گیا - جب عصر کا وقت قریب آیا ، تو وہ ایک جماعت کو اس مورچہ پر چھوڑ کر لشکر میں واپس آ گیا -

جو راجپوت اس قلعہ میں تھے [۲۵۸] شاہی توپ خانہ کے خوف سے رات کے وقت موقع غنیمت سمجھ کر فرار ہوگئے - جب صبح کو یہ خبر حسین خاں کو ملی ، تو اس نے کوچ کا نقارہ بجوا دیا - وہ کوتلہ کے قلعہ پر پہنچ گیا اور اس کو گوالیار کے راجا کے سپرد کر دیا جو قدیم زمانہ میں اس کے باپ دادا کے قبضہ میں تھا ، اس نے اپنے تھانے بٹھائے اور آگے بڑھ گیا - چونکہ درخت ایک دوسرے سے اس طرح گتھے ہوئے تھے کہ اس جنگل سے چیونٹی اور سانپ کا گزر نہایت دشوار تھا ، لہذا حسین قلی خاں نے حکم دیا کہ پیادہ روزانہ جنگل کے جھنڈوں کو صاف کریں اور راستہ بنائیں -

متواتر کوچ کر کے وہ رجب المرجب ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء مطابق سترہویں سال الٰہی کو راجا جے چند کے چوگان کے باغ کے قریب اترا جو نگرکوٹ کے قریب ہے - لشکریوں نے پہلے حملہ میں قلعہ بھول گو جو وہاں کا بہت بڑا مہائی بت خانہ تھا اور مہائی (بت خانہ) کے خادموں کے علاوہ وہاں کوئی نہیں ہوتا تھا ، نہایت شجاعت و دلیری سے فتح

کر لیا ۔ راجپوتوں کے اس گروہ نے ، جو اپنی جانوں کو نذر کر چکا تھا ، مقابلہ میں استقامت دکھائی اور بہت بہادری کا مظاہرہ کیا ، مگر آخرکار تلواروں سے ہلاک ہو گئے اور بہت سے برہمن جو برسوں سے اس بت خانہ کی خدمات انجام دیتے تھے اور ذرا دیر کو بے ضرورت اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے مارے گئے ۔

تقریباً دو سو سیاہ رنگ کی گائیں جن کو ہندوؤں نے اس بت خانہ میں بطور چڑھاوے کے چھوڑ رکھا تھا ، بت خانہ کی چاردیواری کو دارالامن خیال کر کے وہاں جمع ہو گئی تھیں ۔ بعض سادہ لوح ترکوں نے کہ جس وقت تیر و تفنگ کی مسلسل بارش ہو رہی تھی ایک ایک گائے کو قتل کر دیا اور اپنے پیروں سے موزے اتار کر ان کے خون میں تر کیے اور بت خانہ کے صحن اور دیواروں کو رنگ دیا ۔

جب نگرکوٹ کے باہری شہر کے علاقہ بھول پر قبضہ ہو گیا ، تو اس کی آبادی کو ویران کرکے لشکر کے قیام کے لیے جگہ ہموار کی گئی ۔ اس کے بعد محاصرہ کا انتظام کر کے مورچے اور ساباط بنائے گئے اور چند بڑی توپیں اس پہاڑ پر [۲۵۹] جو قلعہ کے مقابل واقع ہے ، لائی گئیں ۔ روزانہ چند توپیں راجا کے قلعہ اور عمارتوں پر داغی جاتی تھیں ۔ اتفاق سے ایک روز توپ خانہ کے منتظم نے اس جگہ کو نشانہ بنایا جہاں راجا بدھی چند کھانا کھانے میں مصروف تھا ۔ کھانا کھانے کے وقت ایک بڑی توپ چلائی اور توپ کا گولہ اس کی دیوار پر لگا ۔ تقریباً اسّی آدمی اس دیوار کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے ۔ ان میں سے ایک مئو کے راجا تخت مل کا بیٹا بھوج دیو تھا ۔

چونکہ ماہ شوال کے شروع میں لاہور سے خطوط پہنچے تھے کہ ابراہیم حسین مرزا دریائے ستلدہ (ستلج) کو عبور کر کے دیبال پور کی طرف متوجہ ہے ، لہذا حسین قلی خاں فکر مند ہوا ۔ مصلحت وقت کی وجہ سے اس نے تمام سرداروں سے ان خطوط کے مضامین کو پوشیدہ رکھا کیونکہ اس زمانہ میں لشکر میں بہت پریشانی پیدا ہو چکی تھی ۔ اراکین قلعہ نے صلح کی تحریک کی ۔ حسین قلی خاں ضرورتاً صلح پر رضامند ہو گیا ۔ کافروں نے ہر قسم کے نذرانے پیش کرنا منظور کر لیا ۔ منجملہ ان کے

اکبر شاہی وزن کے اعتبار سے پانچ من سونا اور مختلف قیمتی کپڑے وغیرہ اکبر بادشاہ کی پیش کش کے لیے قبول کیے :

زاد گنج فزوں از وزن بازو
کہ کوہ افتد ز وزنش در ترازو
مہیا شد ز بہر درگہ شاہ
کہ ہر کوہاں برد گوئے بدرگاہ

راجا جے چند کے دربار کے سامنے ایک مسجد کی بنیاد رکھی گئی اس دن اور دوسرے دن (تعمیر کا) کام خوب ہوا اور پیش طاق تک تعمیر ہو گئی ، پیش طاق کی تکمیل کے بعد جمعہ کے دن درمیان ماہ شوال ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء کو منبر رکھا گیا اور حافظ محمد باقر نے اکبر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا ۔ جس وقت حضرت شہنشاہ اکبر کے القاب شروع ہونے تو اس کے سر پر سے بہت سا سونا نچھاور کیا گیا ۔ جب صلح ہو گئی ، تو خطبہ پڑھ دیا گیا ۔ درہم و دینار پر اکبر بادشاہ کا نام کندہ ہوا ۔ حسین قلی خاں واپس ہو کر ابراہیم حسین مرزا کے دفعیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ [۲٦۰]

جب وہ قصبہ جاری میں پہنچا ، تو قدوۃ السالکین خواجہ عبدالشہید کی خدمت میں نیاز حاصل کیا خواجہ نے فتح کی بشارت دی اور اپنا خاص جامہ خان مذکور کو عنایت کیا اور دعائیں دے کر رخصت کر دیا ۔ چنانچہ جب قصبہ تلنبہ میں پہنچا ، تو فتح حاصل ہوئی جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے ۔

جب اکبر بادشاہ گجرات کی فتح کے بعد واپس آیا اور دارالخلافہ فتح پور میں مقیم ہوا ، تو حسین قلی خاں ، مسعود حسین مرزا کو ہمراہ لے کر آیا اور حاضر خدمت ہوا ۔ مسعود حسین مرزا کو اکبر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور دوسرے قیدی جو تقریباً تین سو آدمی تھے ، ان کے گلوں میں گائے کے چمڑے لٹکا کر عجیب شکلوں کے ساتھ پیش کیا ۔ اس موقع پر مسعود حسین مرزا کی آنکھوں کو سی دیا گیا ۔ اکبر بادشاہ نے نہایت مہربانی فرمائی اور مسعود حسین مرزا کی آنکھیں کھلوا دیں ۔ اور اکثر قیدیوں کو آزاد کر دیا اور چند قیدیوں کو جو فسادیوں کے سرگروہ اور سردار تھے ، موکلوں کے سپرد کر دیا ۔

اسی روز سعید خاں بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ وہ ابراہیم حسین مرزا کا سر جو اس کے مرنے کے بعد کاٹ لیا گیا تھا ، اپنے ہمراہ لایا اور اکبر بادشاہ کے سامنے ڈال دیا ۔ وہ بے شمار عنایات سے سرفراز ہوا ۔

ممالک گجرات میں کوئی اندیشہ نہیں رہا تھا اور اس ولایت کے تمام قلعے شاہی قبضے میں آ چکے تھے ۔ ہر اس شخص پر جو اس مہم میں بادشاہ کے ساتھ تھا ، شاہی نوازشیں ہوئیں اور اس کو اعظم خاں کی کمک کے لیے تعینات فرما دیا ۔ ابھی دارالخلافہ میں قیام کیے ہوئے اکبر بادشاہ کو تین مہینہ کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ گجرات سے بدنظمی کی اطلاعات آئیں اور اعظم خاں کی عرضی کمک کے لیے آئی ۔

[۲۶۱] ان واقعات کا ذکر جو اکبر بادشاہ کے دارالخلافہ (آگرہ) میں قیام کے زمانہ میں گجرات میں ہوئے

جب اکبر بادشاہ ممالک گجرات کے انتظامات کے بعد دارالخلافہ فتح پور پہنچا ، تو جو مفسد اور دشمن فتح مند فوج کے جاہ و جلال کی وجہ سے کونوں کھدروں میں جا کر دم سادھ گئے تھے ، انھوں نے پھر سر نکالا ۔ ان میں سے اختیار الملک گجراتی نے حبشیوں اور گجرات کے لوگوں کو جمع کیا اور شہر احمد نگر اور اس کے پرگنوں پر قابض ہو گیا ۔ اس نے ارادہ کیا کہ احمد آباد پہنچے ۔ محمد حسین مرزا ولایت دکن سے قلعہ سورت پر قبضہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ قلیج محمد خاں نے ، جو وہاں کا جاگیردار تھا ، قلعہ کو مستحکم کر کے جنگ کی تیاری کی ۔ محمد حسین مرزا سورت چھوڑ کر یلغار کرتا ہوا بندرگاہ کھنبایت کی جانب روانہ ہو گیا ۔ حسن خاں کرکرات جو کھنبایت کا شق دار تھا ، چونکہ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا ، لہذا دوسرے راستہ سے نکل کر احمد آباد پہنچا ۔ خان اعظم نے نورنگ خاں اور سید حامد بخاری کو محمد حسین مرزا کے دفع کرنے کے لیے روانہ کیا اور خود اختیار الملک کے فتنہ کو فرو کرنے کے لیے احمد نگر اور ایدر کی طرف متوجہ ہوا ۔ نورنگ خاں ، سید حامد جب کھنبایت کے نواح میں پہنچے ، تو محمد حسین مرزا شہر سے نکل کر ان کے مقابلہ پر آیا ، چند روز تک فریقین میں سخت جنگ ہوئی ۔ سید

جلال پسر سید بہاء الدین بخاری جو امیروں میں سے تھا ، اس جنگ میں مارا گیا ۔ [۲۶۲]

آخرکار محمد حسین مرزا چونکہ اقبال شاہی کے مقابلہ کے قابل نہ تھا ، لہذا نورنگ خاں اور سید حامد کے مقابلہ سے فرار ہو کر اختیارالملک کے پاس چلا گیا ، اور خان اعظم نے جو اختیارالملک کے دفع کرنے کے لیے گیا ہوا تھا اور احمد نگر کے نواح میں قیام کیے ہوئے تھا ، چند مرتبہ اختیار الملک کے مقابلہ کے لیے فوج بھیجی ۔ احمد نگر اور ایدر کے درمیان کئی روز تک متواتر سخت لڑائیاں ہوتی رہیں جب دونوں فریقوں میں سے کسی کو فتح ہونے والی تھی ، خبر پہنچی کہ شیر خاں فولادی کا لڑکا اور جھجار خاں حبشی کا لڑکا ، چنگیز خاں کے قصاص میں مارے گئے ۔ محمد حسین خاں نے اس سے مل کر ارادہ کیا کہ دوسرے راستہ سے یلغار کرتا ہوا احمد آباد پہنچ جائے ۔ خان اعظم نے یہ سن کر کوچ کر دیا اور احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا اور جب شہر پہنچا ، تو کسی کو قطب الدین محمد خاں کے بلانے کے لیے بھروج بھیجا ۔ قطب الدین محمد خاں اپنے لشکر کے ساتھ احمد آباد آیا اور خان اعظم سے مل گیا ۔ اختیارالملک محمد حسین مرزا اور دوسرے مخالفین ، بیس ہزار سواروں کے ہمراہ جن میں مغل ،گجراتی ، حبشی ، افغان اور راجپوت شامل تھے ، بغاوت و فتنہ انگیزی کے ارادہ سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے اور ایدر کے راجا نے بھی اس مردود جماعت کی موافقت کی ۔

جب وہ احمد آباد کے نزدیک پہنچے ، تو خان اعظم اور قطب الدین محمد خاں اس سبب سے کہ انھیں اپنے جمعیتہ دار آدمیوں پر کچھ بھروسہ نہیں تھا ، احمد آباد میں قلعہ بند ہو گئے ۔ وہ روزانہ فوج کو باہر بھیج کر قلعہ کے نزدیک جنگ کرتے تھے ۔ ایک دن فاضل محمد خاں ولد خان کلاں نے قلعہ سے باہر نکل کر مخالفین سے بہادرانہ جنگ کی اور چند آدمیوں کو ہلاک کر دیا ۔ آخرکار نیزے کا زخم کھا کر شہید ہو گیا ۔

خان اعظم روزانہ کے واقعات کی اطلاع عرض داشت بھیج کر عرض کرتا رہا اور کمک طلب کرتا رہا اور اکبر بادشاہ کے توجہ کرنے کی ضرورت بھی ظاہر کی ۔ اکبر بادشاہ کی یہ رائے ہوئی کہ دوبارہ گجرات

پہنچنا چاہیے [۲۶۳] اور اس مملکت کو مفسدوں کے وجود سے بالکل صاف کر دینا چاہیے اور ان مفسدوں کی امیدوں کو خاک میں ملا دینا چاہیے ۔

بیت

چو ابر فتح بار آہنگ آں کرد
کہ از یک قطرہ بنشاند آں ہمہ گرد

چونکہ خان اعظم کی عرضیاں طلب کمک کے لیے برابر پہنچ رہی تھیں ، اس لیے اکبر بادشاہ نے بادشاہی مہمات کے متصدیوں اور شاہنشاہی کام کے منتظمین کو طلب کیا اور ساز و سامان کی تیاری کا حکم دیا ، مہم کو ایک سال ہو چکا تھا اور کافی وقت گزرنے کی وجہ سے شاہی سپاہ بے سامان ہو گئی تھی اور واپس آنے کے بعد اتنی مہلت نہ ملی تھی کہ جاگیروں سے تحصیل وصول کر کے حالات درست کیے جائیں ، لہذا اکبر بادشاہ نے مالی سخاوت سے کام لیا اور اپنے خزانۂ عامرہ سے بے انتہا زر و نقد ، خوراک اور فوج کے انعام کے لیے عنایت کیا اور جنگ کے اسباب کی تیاری میں نہایت اہتمام ہوا ۔ بادشاہ کا شاہی خیمہ ، شجاعت خاں کی ہمراہی میں روانہ ہوا ۔

بادشاہ نے خود اس کا معائنہ کیا اور خاصے کے چند گھوڑے خواجہ آقا خاں کو مرحمت فرمائے تاکہ شاہی خیمہ کے ساتھ روانہ ہوں اور دفتر کے افسران اعلیٰ کو بالمشافہ فرمایا کہ لشکر کے ساز و سامان کی تیاری میں کہ جو اس مہم میں ہمارے ساتھ جائے گا ، عجلت کریں ۔ امراء مہم کے سلسلہ میں جو تیاری کرتے تھے ، سزاول اس کو شہر سے باہر لے جاتے تھے اور شاہی خیمے کے سامنے پہنچا دیتے تھے ۔

بادشاہ (اکبر) نے دوبارہ یہ فرمایا کہ لشکر کے بھیجنے میں سعی و کوشش ہم کر رہے ہیں لیکن کوئی شخص ہم سے پہلے کسی کام پر نہیں جائے گا اور بالکل اسی طرح ہوا ۔

[۲۶۴] اکثر امراء اور سپاہ گجرات کی طرف متوجہ ہوئی ۔ چونکہ حسین قلی خاں نے نہایت عمدہ خدمات انجام دی تھیں ، لہذا اس کو خان جہاں کا خطاب مرحمت ہوا اور اس کی تنخواہ اور جاگیر میں

اضافہ ہوا اور بدستور سابق حکومت لاہور خاص طور سے اور سرکار پنجاب عام طور سے اس کے سپرد کر دی گئی -

اس روز خان مشار'' الیہ (حسین قلی خاں) نے جس شخص کے حق میں منصب یا اضافہ' تنخواہ کی درخواست کی ، وہ قبول ہوئی - حکم ہوا کہ راجا ٹوڈرمل ، خان جہاں حسین قلی خاں کے مکان پر جائے اور اس کے صلاح و مشورہ سے امرائے پنجاب کی مہم سازی کرے -

مرزا یوسف خاں کے سوا پنجاب کے تمام امراء خان جہاں کی رفاقت میں رخصت ہو گئے - یوسف خاں اور محمد زماں کہ جن کے طور طریقہ سے رشد و ہدایت جاری تھی ، اس سفر میں بادشاہ کے ہم رکاب رہے اور ملتان کے حاکم سعید خاں کو بھی جاگیر پر جانے کی اجازت مل گئی اور اس کے بھائی مخصوص خاں کو بادشاہ سے خوب قرب و اختصاص رکھتا تھا ، بادشاہ نے اپنے ہمراہ رکھا -

اکبر بادشاہ چوبیس ربیع الاخری ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء کو موافق اٹھارھویں سال الٰہی بوقت چاشت اتوار کے دن تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوا - بادشاہ کے درباری اور مقربین ، تیز رفتار اونٹوں پر کہ جو باد صبا سے بازی لے جاتے تھے ، سوار ہوکر بادشاہ کے ساتھ روانہ ہوئے - اس روز اکبر بادشاہ نے قصبہ تودہ پہنچ کر لگام روکی اور اسی قصبہ میں کھانا تناول فرمایا اور یلغار کی زمام اس کے سپرد کی -

دوسرے روز پیر کے دن ہنس محل میں آرام فرمایا اور وہاں سے عجلت سفر شروع کیا - منگل کی رات کا ایک پہر گزرا تھا کہ بادشاہ موضع موز آباد پہنچ گیا - چونکہ اکبر بادشاہ تھک گیا تھا اور اس کے بعض مقربین بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے سے محروم رہ گئے تھے ، لہذا تھکن کو دور کرنے کے لیے کچھ [۲۶۵] توقف کیا - مقربین کے جمع ہو جانے کے بعد تیز بیل گاڑیوں پر سوار ہوئے اور تمام رات چلتے رہے -

۲۶ ربیع الاخری کو بروز منگل قطب الواصلین خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر پہنچ گئے - زیارت کے لوازم پورے کیے - بادشاہ نے روضہ کے مجاوروں بلکہ شہر اجمیر کے سارے باشندوں کو فقر اور سوال سے مستغنی کر دیا - کچھ روز بادشاہ نے ان مکانوں میں آرام کیا کہ جو

خاص اسی کے لیے تیار کرائے گئے تھے اور (ربیع الآخر) کے آخری دن بادشاہ اجمیر سے سوار ہوا اور چل پڑا ۔

درگاہ شاہی کے مقربین مرزا خاں پسر خانخاناں بیرام خاں و سیف خاں کوکہ ، زین خاں کوکہ ، خواجہ عبداللہ کہجک ، خواجہ میر غیاث الدین علی آخوند کہ اس زمانہ میں علم تاریخ اور اسماء الرجال میں دنیا میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا اور خطاب نقیب خاں سے مشرف تھا ، میر زادہ علی خاں رستم خاں اور میر محمد زمان اور مرزا یوسف خاں ، سید عبداللہ خاں اور خواجہ غیاث الدین علی بخشی جس کو فتح کے بعد آصف خاں کا خطاب دیا گیا ۔ بادشاہ کے حضور میں حاضر تھے ، ساری رات یہ سب حاضر درگاہ رہے ۔ صبح صادق کے وقت شاہ قلی خاں محرم ، محمد قلی توقبائی کہ جو پہلے سے فتح پور سے رخصت ہو کر پہلے روانہ ہو گئے تھے ۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ سوار ہونے کے وقت خبر داروں نے اطلاع دی کہ شاہی فوجیں جو پہلے سے روانہ ہوئی تھیں قصبہ پالی میں جو یہاں سے نزدیک ہے ، آ گئی ہیں ۔ اکبر بادشاہ نے خواجہ عبداللہ ، آصف خاں بخشی اور رائے سال درباری کو اعزاز بخشا اور اپنے ہمراہ لیا ۔ دوسری جمادی الاوانی ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء مطابق اٹھارہویں سال الٰہی کو قصبہ دیسہ میں جو پٹن گجرات سے بیس کوس پر ہے ، پہنچے ۔ [۲۶۶]

شاہ علی پسر بخش لنگاہ کہ اس کے کچھ حالات ہمایوں بادشاہ کے تذکرہ میں بیان ہوئے ہیں ، میر محمد خاں سے قبل قصبہ دیسہ کا شقدار تھا ، (قصبہ سے) باہر نکل آیا اور اس نے بادشاہ کے حضور میں اخلاص و بندگی کا اظہار کیا ۔ اکبر بادشاہ نے آصف خاں میر بخشی کو میر محمد خاں کے پاس بھیجا ۔ تاکہ اس کو اس لشکر کے ساتھ جو اس کے پاس موجود و حاضر ہو ، لے کر قصبہ بالیسانہ میں جو پٹن سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے ، اکبر بادشاہ کے حضور میں لاویں اور آدھی رات کو وہ قصبہ دیسہ سے بالیسانہ کی طرف چلے ۔ انھوں نے پٹن کے راستہ کو چھوڑ دیا اور قصبہ بالیسانہ کے باہر شاہی لشکر دوپہر کے وقت مقیم ہوا ۔ جب اکبر بادشاہ بالیسانہ پہنچ گیا ، تو میر محمد خاں ، اپنے لشکر کے ہمراہ اور شاہی ملازمین اور امراء کی ایک جماعت مثلاً وزیر خاں ، شاہ فخر الدین خاں مشہدی ، جس کا خطاب نقابت خاں تھا دہلی کا حاکم طیب خاں ولد طاہر محمد خاں

اور راجپوتوں کے بڑے بڑے گروہ راجا بھگوان داس کا بھتیجا کھنگار ، جو اس سے پہلے خان اعظم کی مدد کے لیے فتح پور سے روانہ ہو چکے تھے اور بادشاہ کے ملاحظہ کی وجہ سے پٹن سے نہیں گزرے تھے ، بادشاہ کے حضور میں آئے اور خدمت میں باریاب ہوئے ۔

اس منزل پر شاہی حکم صادر ہوا کہ فتح مند فوجیں مسلح و مکمل ہو کر ایک بڑے میدان میں ، روز محشر کے نمونہ پر حاضر ہوں ۔ عالی مرتبہ امراء اپنی اپنی فوجوں کو آراستہ کرکے جن میں تجربہ کار اور کار آزمودہ جوان تھے ، جیسے تیغ کا جوہر لوہے میں پوشیدہ ہوتا ہے ۔ میدان میں لائے ۔ اکبر بادشاہ نے بہ نظر احتیاط فتح مند فوجوں کو ملاحظہ کیا ۔ اگرچہ بادشاہ کو آسمانی تائید و نصرت اور روحانی امداد پر پورا یقین و وثوق تھا ، لیکن عالم اسباب پر نظر کرتے ہوئے قلب لشکر کی سرداری پر کہ جس کو قبول بھی کہتے ہیں اور وہ جگہ سلطان لشکر کی ہے ، مرزا فرزند خانخاناں بیرام خاں کوکہ جو نوجوان تھا اور شرافت اس کی پیشانی سے ظاہر تھی ، [۲٦٧] نامزد فرمایا ۔

سید محمود خاں بارہہ جو شجاعت و بہادری میں اس زمانہ میں سب سے ممتاز تھا ، شجاعت خاں ، صادق خاں اور دوسری جماعت کو بھی قلب لشکر میں تعینات کیا اور میمنہ (دائیں جانب کی فوج) کا انتظام اور اس گروہ کی سرداری ، میر محمد خاں کلاں کے حوالہ ہوئی اور میرہ کی سرداری وزیر خاں کے سپرد ہوئی ۔ محمد قلی خاں توقبائی ، ترخاں دیوانہ کو بہادروں کے ایک گروہ کے ساتھ ہراول فوج میں مقرر کیا اور بادشاہ خود بہ نفس نفیس نصرت اور تائید خداوندی پر بھروسہ کرکے سو منتخب سواروں کے ساتھ جن کو ہزاروں میں سے انتخاب کیا تھا ، علیحدہ لے کر اس پر آمادہ ہوا کہ جس فوج میں خلل پیدا ہو تو بادشاہ بذاتِ خود اس کا تدارک کرے ۔ فوجوں کی ترتیب کے بعد بادشاہ کا حکم نافذ ہوا کہ کوئی شخص اپنی فوج سے علیحدہ نہ ہو ۔

باوجودیکہ اکبر بادشاہ کے ہمراہ تین ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے اور دشمن کی فوج کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ بتائی جاتی تھی ، اکبر بادشاہ نے عنایت خداوندی پر بھروسہ کرکے (ربیع الاخر) کے آخری دن قصبہ

بالیسانہ سے روانگی کر دی اور احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا اور قراول (پیش رو لشکر) کو خان اعظم کے پاس بھیج دیا ۔ کہ اس کو شاہی فوجوں کے پہنچنے کا مژدہ سنا دے ۔ ساری رات سفر کرکے منگل کے دن تیسری جمادی الاوای کو اکبر بادشاہ قصبہ کری کے نواح میں جو احمد آباد سے بیس کوس پر ہے ، پہنچا ۔ پیش رو لشکر کے لوگ آگے سے خبر لائے کہ دشمنوں کی کثیر جماعت نے شاہی سواروں کا غبار دیکھا ، تو گمان کیا کہ ایک فوج سے حملہ کے لیے آئی ہے ، لہذا وہ مسلح ہو کر قصبہ کری سے باہر آ گئے ہیں اور لڑائی کے لیے تیار ہیں ۔

بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ فتح مند لشکر میں سے کچھ فوج ان بدبختوں کے دفعیہ میں مشغول ہو اور ان کو درمیان سے ہٹا دے ۔ تسخیر قلعہ کی پروا نہ کریں ۔ جب فتح مند لشکر ان ناعاقبت اندیشوں تک پہنچا [۲۶۸] تو وہ اصل رسیدہ جنگ کے ارادے سے آگے بڑھے اور شاہی فوج نے اس جماعت کا خاتمہ کر دیا ۔ چند آدمی موت کے ہاتھ سے بچ گئے اور قلعہ میں داخل ہوگئے ۔ چونکہ حکم ہو چکا تھا کہ قلعہ میں مقید نہ ہوں لہذا (لشکر) قصبہ کری سے پانچ کوس اور آگے بڑھا ۔ جب اکبر بادشاہ اس مقام پر پہنچا تو جانوروں کی آسائش اور فوج کے آرام کی غرض سے پڑاؤ کیا اور صبح تک وہیں آرام کیا ۔ طلوع صبح کے وقت وہاں سے سفر کیا ۔ فوج کے بخشیوں نے فوجوں کی ترتیب دی اور بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ جب احمد آباد تین کوس رہ گیا ، تو عجلت موقوف کر دی ۔

اس مقام پر بادشاہ کا حکم ہوا کہ شاہی فوجیں ہتھیار پہن لیں اور شاہی زرہ بکتر خانہ قریب ہی قائم ہوا ۔ پس جو کوئی ہتھیاروں کے لانے میں تقصیر کرتا تھا یا اس کے ہتھیاروں میں کوئی خرابی ہوتی تھی ، تو شاہی زرہ بکتر خانہ سے اسے مناسب و موزوں ہتھیار مل جاتے تھے ، خواجہ غیاث الدین نے آصف خاں کو بھیجا کہ خان اعظم کو شاہی فوجوں کے آنے کی اطلاع دے اور پھر ہم سے آ کر مل جائے ۔ اس وقت شاہی لشکر جوش میں آیا اور اس نے احمد آباد کے جنگل کو خونریزی سے زیر و زبر کر دیا ۔

جب اکبر بادشاہ نو روز میں فتح پور سے احمد آباد کہ جس کا ذکر

ہو چکا ہے، دریائے احمد آباد کے کنارے پہنچا، تو وہاں ٹھہر گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ دشمن نشہ میں ہے اور ابھی تک غفلت اور بے خبری کے بستر پر پڑا ہوا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بے خبر اور غافلوں پر حملہ کرنا شیوہ مردانگی کے خلاف ہے۔ میں اتنا صبر کروں کہ غنیم مستعد ہو جائے۔ نفیر و کرنا کی آوازوں سے دشمن سراسیمہ و پریشان ہو گیا۔ (سپاہی) اپنے اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگے۔

محمد حسین مرزا دو تین سواروں کے ساتھ خبر کی تحقیق کے لیے دریا کے کنارے پر آیا۔ اتفاق سے سبحان قلی ترک بھی دو تین دوستوں کے ساتھ اس طرف سے [۲۶۹] دریا کے کنارے پر گیا ہوا تھا۔ محمد حسین مرزا چلایا کہ اے بہادر! یہ کیسی فوج ہے۔ سبحان قلی نے کہا کہ یہ اکبر بادشاہ کی فوج ہے جو فتح پور سے نمک حراموں کی بیخ کنی کے لیے آئی ہے۔ محمد حسین مرزا نے کہا کہ آج میرے جاسوسوں نے مجھ سے کہا ہے کہ چودہ دن ہوئے کہ ہم نے بادشاہ کو فتح پور میں چھوڑا ہے۔ اگر یہ بادشاہی فوج ہے، تو شاہی ہاتھی جن کو کبھی فوج سے علیحدہ نہیں کیا جاتا ہے، کہاں ہیں؟ سبحان قلی نے کہا کہ چار سو کوس کا راستہ ہاتھی نو روز میں کس طرح طے کر سکتے تھے۔

محمد حسین مرزا حیران و پریشان اپنے لشکر میں پہنچا اور فوج کو آراستہ کرکے میدان جنگ میں آیا اور اختیار الملک کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا۔ تا کہ وہ خانِ اعظم کو قلعہ سے باہر نہ آنے دے۔ جب توقف کا دور ختم ہوا، تو شاہی حکم ہوا کہ ہراول فوج دریا کو عبور کرے۔ اسی دوران میں لشکر کے کسی آدمی نے دشمن کے ایک آدمی کا سر گھوڑے کے پیروں تلے ڈال دیا۔ بادشاہ نے اس کو نیک فال سمجھا اور کہا کہ وزیر خاں، میسرہ فوج کے ساتھ عبور کرے۔ اس وقت اکبر بادشاہ نے خود اس فوج کے ہمراہ جو اس کے پاس مقیم تھی، دریا کو عبور کیا:

بیت

ہمہ ساز غزا کردہ مہیا
رواں شد کو آہن سوئے دریا

در آمد باد ایں لشکر در آں خاک
کہ سنگش ہم گریزاں ہم چو خاشاک

دریا عبور کرنے کے دوران لشکر بے ترتیب ہو گیا تھا ۔ سب ایک ساتھ دریا میں اتر گئے ۔ تھوڑے سے آگے بڑھے تھے کہ دشمن کی ایک بڑی فوج ظاہر ہوئی ۔ محمد حسین مرزا ، ایک ہزار پانچ سو مغلوں کے ساتھ جو سب اس کے فدائی تھے ، پہلے آ گیا اور راستہ بدل کر ہراول (شاہی) پر کہ جس کے سردار محمد قلی خاں توقبائی اور تر خاں دیوانہ تھے ، حملہ کر دیا ۔ اسی دوران میں حبشی اور افغانوں نے [۲۷۰] وزیر خاں کی فوج پر حملہ کر دیا ۔ دونوں طرف کے بہادر ایک دوسرے سے بھڑ گئے :

دو لشکر بہ پیکار برخا ستند
برابر صف کیں بر آرا ستند
تو گفتی ہوا بریکے سوگوار
زمین گشت زا ریست اندر کنار

جب اکبر بادشاہ نے اپنی ہراول فوج میں خرابی و پریشانی کے آثار دیکھے ، تو وہ دشمن کی فوج پر غضب ناک شیر کی طرح حملہ آور ہوا ۔ شاہی جاں نثاروں کی ایک جماعت ''یامعین'' کا نعرہ لگاتی ہوئی جس کی آواز آسمانوں تک پہنچی ، دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑی ۔ سیف خاں کوکہ جس نے آخر میں حملہ کیا تھا ، بہادری کے ساتھ شہید ہو گیا ۔ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا نے نہایت بہادری سے کوشش کی ، مگر بدقسمتی کی خاک اپنے سروں پر ڈالی اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پیٹھ دکھائی ۔ فتح مند لشکر پیچھے سے آ گیا ۔ لوگوں کو چھڑا لیا ۔ اکبر بادشاہ استقامت کے ساتھ کھڑا رہا ۔

محمد حسین مرزا کہ جس کا گھوڑا زخمی ہو گیا تھا ، جان کے خوف سے فرار ہونے میں عجلت کر رہا تھا ۔ اثنائے راہ میں تھوہر کا پیڑ سامنے آ گیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنا گھوڑا اس تھوہر سے کدائے ، مگر موت نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا ۔ (گھوڑے نے اسے) زمین پر گرا دیا ۔ شاہی ملازم گدا علی ترکی کو جو اس کا تعاقب کر رہا تھا ، اترا اور اس کو پکڑ لیا ۔ وزیر خاں نے جو میسرہ کا سردار تھا ، کوشش ، جاں نثاری ،

شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ حبشی اور گجراتی فوج مستقل مزاجی کے ساتھ برابر حملے کر رہی تھی ، یہاں تک کہ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا کی شکست کی آواز سے اور (لوگ) بھاگ کھڑے ہوئے ۔

میر محمد خاں نے جو میمنہ کا سردار تھا ، اپنے زورِ بازو سے شیر خاں فولادی کے لڑکے کے قدم اکھڑ دیے اور تیغ جانگداز کی ضربوں سے بدنصیب مخالفین کی خوب بے آبروئی ہوئی :

بیت

ز تیغ شاہ کابی بود بس تیز
فرو رفت آں دخانِ آتش انگیز

[۱۰۲] جب (اکبر بادشاہ کا) آفتاب اقبال ، میدانِ جنگ پر فروزاں ہوا ، تو ہر طرف سے فتح و نصرت کی شعاعیں پڑنے لگیں ۔ اکبر بادشاہ فتح و نصرت کے ساتھ میدان جنگ کے کنارے ایک پشتہ پر تھا اور خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ گدا علی بدخشی اور ایک دوسرا آدمی جو خان کلاں کے ملازموں میں سے تھا ، محمد حسین مرزا کو زخمی حالت میں لائے ۔ ہر ایک (اس کے) پکڑنے کا دعویٰ کرتا تھا ۔ راجا بیربر نے کہ جس کا کچھ ذکر ہو چکا ہے ، اس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کس نے گرفتار کر لیا ۔ محمد حسین مرزا نے کہا کہ مجھے حضرت (اکبر بادشاہ) کے نمک نے گرفتار کیا ہے ۔ اس نے یہ بات سچ کہی ۔ (اکبر بادشاہ نے) لرمی و عایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس پر عتاب کیا اور اس کو رائے سنگھ کے سپرد کر دیا ۔

اس جنگ کے قیدیوں میں سے ایک بہادر شخص شاہ مدد تھا کہ جو مجذوب تھا اور خود کو ابراہیم حسین مرزا کا کوکہ (رضاعی بھائی) کہتا تھا ۔ اکبر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک برچھا تھا ۔ بادشاہ نے اس (شاہ مدد) کو (اس برچھے سے) ہلاک کر دیا اور شاہی ملازمین نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔ آخر میں معلوم ہوا کہ جنگ سرنال میں اس نے راجا بھگوان داس کے بھائی بھوپت کو مار ڈالا تھا ۔

اس فتح کو ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ غنیم کی ایک آراستہ فوج

پھر ظاہر ہوئی اور لوگوں میں اضطراب پیدا ہو گیا ۔ ہراول دستہ نے خبر دی کہ یہ اختیار الملک گجراتی ہے جس نے خان اعظم پر راستہ بند کر دیا تھا ۔ وہ محمد حسین مرزا کی شکست کی خبر سن کر شہر کی گلیوں سے نکلا اور جنگل کا رخ کیا ۔ اکبر بادشاہ نے ایک گروہ کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر تیروں کی بارش سے اس فوج کا منہ پھیر دے ۔

اس کے حکم کے سنتے ہی جیسے ہی اختیار الملک سامنے آیا ، چند جنگجو سوار ''یا معین'' کا نعرہ لگاتے ہوئے حملہ آور ہوئے اور اُس گروہ کو جو فوج کے آگے آگے آ رہا تھا ۔ خاک و خون میں غلطاں کر دیا ۔ اختیار الملک گھبراہٹ میں اس پشتہ کی طرف بھاگا کہ جس پر اکبر بادشاہ ٹھہرا ہوا تھا ۔ وہ اس پشتہ کے دونوں طرف سے ذلت و خواری کے ساتھ گزرا [۲۰۲] وہ نہایت اضطراب میں بھاگ رہا تھا کہ شاہی فوج کے سپاہی اس جماعت کے ترکشوں سے تیر لے کر اُس پر چلا رہے تھے ۔ اس وقت سہراب بیگ نامی ایک ترکمان نے اختیار الملک کو پہچان کر اس کا پیچھا کیا وہ تھوہر کے پیڑوں تک پہنچنا چاہتا تھا کہ گھوڑے کو کدا کر نکل جائے ، مگر موت نے اس کے گھوڑے کے پیر الجھا دیے ۔ سہراب خود گھوڑے سے اترا اور اس کو پکڑ لیا ۔ اختیار الملک نے کہا کہ تو ترکمان معلوم ہوتا ہے ۔ ترکمان مرتضیٰ علیؓ کے غلام ہوتے ہیں اور میں بخاری سادات سے ہوں ، مجھ کو قتل نہ کر ۔ سہراب بیگ نے کہا کہ میں نے تجھ کو پہچان کر تیرا تعاقب کیا ہے ۔ تو اختیار الملک ہے ۔ یہ کہا اور تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور واپس ہوا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو ۔ اُس کا گھوڑا کوئی اور لے گیا وہ اختیار الملک کے سر کو اپنے دامن میں لے کر چل دیا ۔

جس وقت اختیار الملک اس پشتہ کی طرف کہ جہاں اکبر بادشاہ کھڑا تھا ، بھاگا ، تو رائے سنگھ کے راجپوتوں نے کہ جو محمد حسین مرزا کی نگرانی کر رہے تھے ، اس (محمد حسین مرزا) کو ہاتھی سے اتار کر برچھے سے مار ڈالا ۔

اس فتح کے بعد اعظم خاں اور وہ امراء جو شہر میں قلعہ بند تھے ، آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ بادشاہ نے نہایت مہربانی سے

خان اعظم کو اپنی بغل میں لیا اور اس پر شفقت و مہربانی فرمائی :

بیت

پرسش از اندازہ وُ غایت گزشت
حر لوازش از نہایت گزشت

امیروں میں سے ہر ایک پر اس کے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے عنایت و نوازش کی گئی ۔ ابھی (بادشاہ) امراء پر نوازشیں کرنے سے فارغ نہ ہوا تھا کہ سہراب بیگ آ گیا اور اس نے اختیار الملک کا سر بادشاہ کے قدموں میں ڈال دیا ۔ اکبر بادشاہ نے اس عظیم بخشش پر دوبارہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ دشمنوں کے سروں سے کہ جو تعداد میں دو ہزار سے زیادہ [۲۷۳] میدان جنگ میں پڑے ہیں ، مینارا بنایا جائے تا کہ دیکھنے والوں کو عبرت حاصل ہو ۔

وہاں سے فتح و نصرت کے بعد دارالسلطنت احمد آباد کی طرف روانگی ہوئی ۔ قلعہ احمد آباد میں جو سلاطین کے محلات ہیں ، ان میں اکبر بادشاہ نے قیام کیا ۔

(شہر کے) اکابر ، اشراف ، عوام اور ہر قسم کے اہل حرفہ نے آ کر نذرانے پیشکش اور مبارک بادیاں دیں ۔ پانچ روز ہیں عیش و نشاط اور مسرت و انبساط میں گزرے ۔ پھر بادشاہ اعتماد خاں کے مکان پر جو وسط شہر میں واقع ہے ، تشریف لے گیا اور سب سے پہلے ان لوگوں کے حالات دریافت فرمائے جو اس حملہ میں شریک تھے ، بالخصوص جنگ کے روز جنہوں نے کارہائے نمایاں دکھائے تھے ۔ ہر ایک کے مرتبہ و خدمت کے لحاظ سے اس کے منصب و تنخواہ میں اضافہ فرمایا اور حکم صادر ہوا کہ منشی فتح نامہ تیار کریں اور ملک میں ہر طرف بھیج دیں اور محمد حسین مرزا اور اختیار الملک کے سر دارالخلافہ آگرہ اور فتح پور میں لے جا کر دروازوں پر لٹکا دیں ۔

بادشاہ خود بہ نفس نفیس رعایا کی دل جوئی اور احمد آباد کے عام باشندگان کی تسکین خاطر میں مشغول ہوا اور امن و اماں کی خوش خبری دی ۔ قطب الدین محمد خاں اور نورلگ خاں کو بھروچ و جاپانیر کی طرف

بھیجا تاکہ شاہ مرزا کے خاندان کی بیخ کنی کر دیں - راجا بھگوان داس ، شاہ قلی محرم ، لشکر خاں میر بخشی اور دوسرے ملازمین کو ایدر کے راستہ سے بھیجا - تا کہ رانا اودے سنگھ کی ولایت سے گزریں اور اس کو پامال کریں اور میر محمد خان کو بدستور سابق پٹن کی حکومت و حفاظت سپرد کی - دولقہ و دندوقہ وزیر خاں کو دیے اور اسے خان اعظم کی مدد کے لیے چھوڑا -

جب اکبر بادشاہ کو گجرات کی مہموں کی طرف اطمینان حاصل ہوا ، تو وہ پایہ تخت سلطنت کی طرف متوجہ ہوا - اتوار کے دن سولھویں جمادی الاولیٰ کو احمد آباد سے باطمینان خاطر محمود آباد کو [۲۷۸] روانہ ہوا اور سلطان محمود گجراتی کے محلوں میں کہ عظمت کے آثار بلاشبہ ان کے درو دیوار سے ظاہر تھے ، قیام کیا - دوسرے دن دولقہ کی طرف روانگی ہوئی - ایک روز اس قصبہ میں قیام کیا - خان اعظم اور گجرات کے امراء کو احمد آباد کی اجازت مرحمت فرمائی اور خواجہ غیاث الدین علی بخشی کو کہ جس نے اس جنگ میں شائستہ خدمات انجام دی تھیں - آصف خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور گجرات کی بخشی گری اور دیوانی سپرد کی اور اسے خان اعظم کی رفاقت کے لیے چھوڑا -

قصبہ دولقہ سے رات میں قصبہ کری اور قصبہ کری سے رات میں قصبہ سیت پور پہنچا - اس منزل پر راجا بھگوان داس اور شاہ قلی محرم کی عرضداشت ملی جس میں قلعہ بن گر کے فتح کی مبارک باد تحریر تھی - ان دونوں کی خدمات کی تحسین میں فرمان عالی جاری ہوا اور سروہی کے حدود تک کسی جگہ توقف نہ کیا - سروہی کی منزل سے صادق خاں کو مفسدوں اور راہزنوں کی تادیب کے لیے مقرر فرمایا -

متواتر کوچ کرکے بدھ کے روز تیسری جمادی الاخریٰ ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء کو بادشاہ اجمیر میں پہنچ گیا - حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا - زیارت و استمداد کے شرائط پورے کیے اور اجمیر کے مجاوروں کو مستغنی کر دیا - دوسرے روز عصر کے وقت کوچ کیا اور بادشاہ خود یلغار کرتا ہوا فتح پور کی طرف متوجہ ہوا -

دوسرے روز شام کے وقت موضع ہوبہ میں کہ جو سانگانیر سے تین کوس پر ہے اور رام داس کچھوربہ کی جاگیر میں تھا ، بادشاہ نے قیام کیا ۔ رام داس نے مہمان نوازی کی خدمات انجام دیں اور ان تمام لوگوں کی جو بادشاہ کے ہمراہ تھے ، خدمت بجا لایا ۔ اس منزل پر راجا ٹوڈرمل ، جو بادشاہ کے حسب الحکم ایک ہزار کشتیوں اور ڈونگیوں کے انتظام کے لیے آگرہ میں رہ گیا تھا ، آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ چونکہ [۲۷۵] گجرات کے تمام ممالک کی جمع بندی از روئے تحقیق ہو کر شاہی دفتر میں نہیں پہنچی تھی ، لہذا اسی منزل سے (بادشاہ نے) ٹوڈرمل کو گجرات بھیج دیا ۔ تا کہ وہ اس ولایت (گجرات) کی اپنے طور پر جمع بندی کرکے ایک شفتح شدہ فرد شاہی دفتر میں بھیج دے ۔ (بادشاہ) آدھی رات کو اسی منزل سے سوار ہوا اور سفر کرکے اتوار کے روز بوقت چاشت ماہ مذکور کی چھٹی تاریخ کو قصبہ ٹوڈہ میں پہنچا اور قیام کیا ۔ اس منزل پر کچھ دیر آرام کیا ۔ ظہر کے وقت وہاں سے روانہ ہوا ۔ آدھی رات کو قصبہ بساور کے نواح میں خواجہ جہاں اور شہاب الدین احمدخاں جو فتح پور سے استقبال کے لیے حاضر ہوئے تھے ، بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے ۔ وہاں سے روانہ ہو کر صبح صادق کے وقت بادشاہ قصبہ بجونہ پہنچا ۔ ایک پہر تک آرام کیا اور پھر فرمایا کہ شاہی ملازمین برچھے اور نیزے ہاتھ میں لیے ہوئے دارالخلافہ میں حاضر ہوں ، بادشاہ خود بہ نفس نفیس ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور دو شنبہ کے روز عصر کے وقت ساتویں جمادی الاخریٰ کو فتح پور پہنچا ۔ وہاں حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) اور دوسری بیگمات اور شاہزادے بادشاہ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور صدقات دیے گئے ۔ اس سفر میں کل تینتالیس روز لگے ۔

بعض ان امور کا ذکر جو فتح پور پہنچنے کے بعد واقع ہوئے

جب اکبر بادشاہ فتح پور پہنچ کر مقیم ہوا ، تو شاہزادوں کے ختنے ہوئے ۔ عالی شان جشن ترتیب دیے گئے ، علماء ، سادات ، مشائخ ، امراء [۲۷۶] اور ارکان دولت جمع ہوئے ۔ جمعرات کے دن پچیس جمادی الاخریٰ ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء کو نیک ساعت میں ختنہ کی سنت ادا ہوئی ۔ تمام لوگوں نے تہنیت و مبارکباد پیش کی ۔ نثار و ایثار کا اظہار ہوا اور بادشاہ (اکبر)

کے لیے دعائیں دی گئیں ۔

اس سال کا دوسرا مبارک واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت شاہزادہ جواں بخت سلطان سلیم کی ایسی عمر ہوئی کہ استاد سے سبق پڑھے اور معارج کمال اور مدارج فضل و افضال پر فائز ہو ، تو اکبر بادشاہ نے بدھ کے دن بائیس رجب المرجب سال مذکور (۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) کو نیک ساعت میں کہ جو ستارہ شناس نجومیوں نے تجویز کی تھی ، مجلس منعقد کی اور اس جلسہ میں شاہزادہ تسمیہ خوانی کے لیے مولانا میر کلاں ہروی کے سامنے آیا جو حضرت نقاوۃ المحدثین میرک شاہ کے شاگرد رشید اور مولانا خواجہ کوہی کی اولاد سے تھے ۔ جیسے ہی مولوی صاحب کی زبانی کلمہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' جاری ہوا کہ جو خزائن معارف کی کنجی ہے تو ہر چھوٹے بڑے سے تہنیت و مبارک باد کی آواز بلند ہوئی ۔

دوسرا نیک واقعہ جو اس مبارک سال میں ظہور پذیر ہوا ، وہ یہ تھا کہ مظفر خاں کو ، جسے اس سے پہلے احمد آباد کے لواح میں سارنگ پور کی حکومت اور حفاظت پر بھیجا گیا تھا ، وہاں سے بلا لیا اور جمعہ کے دن چوبیس رجب المرجب (۹۸۳ھ/۱۵۷۳ء) کو تمام ہندوستان کی وزارت کے منصب پر سرفراز کیا اور لفظ ''جملۃ الملکی'' اس کے القاب میں اضافہ ہوا ۔ اُس کے لائق اُسے خلعت مرحمت ہوا اور ملکی امور اس کے سپرد کیے گئے ۔

[۲۷۷] ایک اورواقعہ جو اس سال رونما ہوا وہ یہ ہے کہ شیخ محمد بخاری کے قرضے ، جو جنگ پٹن میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا ، جس کا ذکر اس کے موقع پر ہو چکا ہے اور سیف خاں کوکہ کے قرضے کہ وہ بھی احمد آباد کی دوسری مہم میں باغیوں اور دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا ، شاہی خزانہ سے ادا کیے گئے ۔ ان ہر دو امراء کے قرضوں کی مجموعی رقم ایک ایک لاکھ روپیہ اکبر شاہی تھا کہ جو عراق کے رائج الوقت سکہ توماں دو ہزار پانچ سو کے برابر ہوتا ہے ۔ ایسی بات کسی بادشاہ کے ذکر میں تاریخ میں مذکور نہیں ہے ۔

اسی سال راجا ٹوڈرمل جس کو ولایت گجرات کی جمع بندی کے درست کرنے کے لیے بھیجا تھا ، حاضر خدمت ہوا اور لائق پیشکش بادشاہ

کے حضور میں گزرانی اور گجرات کی جمع بندی کا تنقیح شدہ دفتر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا ۔ بادشاہ نے تحسین فرمائی جس سے اس کو فخر و اعزاز حاصل ہوا ۔ چند روز کے بعد اس کو بادشاہ نے خاصہ سے تلوار مرحمت فرمائی اور اس (ٹوڈرمل) کو لشکر خاں میر بخشی کے ہمراہ خانخاناں منعم خاں کے پاس بھیج دیا ۔ تا کہ خانخاناں کی خدمت میں رہ کر ولایت بنگالہ کی فتح کا انتظام کرے ۔

اسی زمانہ میں میر محسن رضوی جو صحیح النسب سید اور علم و فضل سے آراستہ تھا بطور سفیر دکن کے حکام کے پاس گیا تھا ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دکن کے حکام نے جو پیشکش اپنے خدمت گاروں کی معرفت بھیجی تھی ، بادشاہ کے حضور میں پیش کی ۔

حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) نے اسی سال سولھویں شوال (۹۸۱ھ/۱۵۷۴ء) کو حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ کی زیارت کا ارادہ کیا ۔

اگرچہ اسی سال گجرات کے دوسرے حملہ سے واپسی کے وقت بادشاہ [۲۷۸] اس سعادت سے فیض یاب ہو چکا تھا ، لیکن بنگالہ کے فتح کرنے کی نیت تھی ، لہذا خیال پیدا ہوا کہ مبادا اس مہم میں ایک سال سے زیادہ عرصہ صرف ہو جائے اور اس رفیع الشان آستانہ کی زیارت میں تاخیر ہو جائے ، اس لیے بادشاہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اس دولت عظمیٰ (زیارت خواجہ اجمیری رح) کو انیسویں سال الٰہی کے بالکل شروع دنوں میں حاصل کر لیا جائے اور تسخیر ملک میں آسانی کے لیے ان بزرگ کے حضور میں استمداد و استدعا کرنی چاہیے ۔

اس نیت سے منگل کے دن سولھویں شوال ۹۸۱ھ/۱۵۷۴ء کو مطابق اٹھارھویں سال الٰہی بادشاہ خطہ اجمیر کی طرف متوجہ ہوا اور موضع دائر میں کہ جہاں بادشاہ نے قیام فرمایا تھا ، بیسویں تاریخ تک مقیم رہا ۔

اس منزل پر ایک دن حضرت خواجہ عبدالشہید جو حضرت خواجہ ناصر الدین عبداللہ احرار کی اولاد کے تھے ، بادشاہ کے یہاں فاتحہ (دعا) کے لیے آئے ۔ اس تشریف آوری کے زمانے میں تمام لوگوں کے دستور کے

مطابق جلو خانہ میں ، گھوڑے سے اترے ۔ اتفاق سے اکبر بادشاہ کی نظر خواجہ (عبدالشہید) پر پڑ گئی کہ خواجہ جلو خانہ میں پیدل ہو گئے تھے اس وقت صادق خاں کو جو حرم سرا میں حاضر خدمت تھا ، خواجہ کے استقبال کے لیے بھیجا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ جس وقت بھی آپ شاہی دولت سرا پر آئیں ، تو دولت خانہ تک سوار ہو کر آئیں ۔ جب صادق خاں نے یہ پیغام پہنچایا ، تو خواجہ نے انکسار سے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے باغ میں سواری پر نہیں چلتا ہے اور اسی طرح پیدل چلتے رہے ۔ اکبر بادشاہ نہایت صدق و نیاز مندی سے آیا اور خواجہ سے ملاقات کی اور ان کے عزت و احترام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ دعائے رخصت کہہ کر واپس چلے گئے ۔

اسی منزل دائر پر حکم شاہی نافذ ہوا کہ دلاور خاں ، یساولوں کی مدد سے ہر زراعت کی ، جو لشکر کے نزدیک ہو ، حفاظت کرے ۔ [۲۰۹] باوجودیکہ دیانت دار آدمیوں کو اس پر تعینات کیا تھا ، مگر پھر بھی لشکر کے عقب میں تمام کھیتوں کو جو برباد ہو گئے تھے ، بہ نظر احتیاط ملاحظہ فرمایا اور نقصان کو دیوان کے دفتر سے حساب کرکے ادا کیا ۔ یہ طریقہ ہر مہم میں اکبر بادشاہ کا معمول رہا بلکہ بعض محلوں میں روپیہ کی تھیلیاں امینوں کے ساتھ رہتی تھیں ۔ تا کہ رعایا کے حق کا حساب کرکے کاشتکاروں کو ان کا نقد معاوضہ دے دیا جائے اور دیوان کے حق کو وضع کر لیں ۔

اس منزل سے متواتر کوچ کیا اور شکار کرتا ہوا بارھویں ذیقعدہ کو بادشاہ اجمیر سے سات کوس کے فاصلہ پر پہنچا اور وہاں قیام کیا ۔ دوسرے روز (بادشاہ) اپنی مرضی سے اپنے طریقہ کے مطابق اس منزل سے نیاز مندی کے ساتھ مرزا انور کی جانب پیدل روانہ ہوا ۔ زیارت کے بعد وہاں سے اپنی جائے قیام پر آیا ۔ بارہ روز کے دوران میں ، جب بادشاہ (اکبر) وہاں مقیم رہا ، ہر روز مزار کی زیارت کے لیے جاتا رہا ۔ مزار کے مجاوروں اور شہر اجمیر کے عام رہنے والوں کو بادشاہ نے اپنے جود و احسان سے مالا مال کر دیا ۔

اکیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال ابتدا جمعرات کے دن ، سترہ ذی قعدہ ۹۸۱ھ/۱۵۷۴ء کو ہوئی - چونکہ اکبر بادشاہ کا ارادہ بنگالہ اور لکھنوتی کی ولایت کے فتح کرنے کا تھا ، لہذا اس نے ان وسیع ممالک کی فتح میں آسانی کے لیے حضرت خواجہ بزرگوار (معین الدین اجمیری[ر]) کی روح پر فتوح سے کہ جو ہمیشہ بادشاہ کے معین و ناصر ہوتے تھے ، استمداد چاہی -

موسم بہار کی آمد کی خبر سے نہایت مسرت و خوشی ہوئی اور بادشاہ کے سیر و تماشہ کے لیے ساری سرزمین ، سرسبز و شاداب ہو گئی اور فتح و ظفر کے جھنڈے لہرانے لگے - جب سترہ ذی قعدہ ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۴ء کو سورج برج حمل میں آیا ، تو [۲۸۰] اسی دن اکبر بادشاہ نے ایک مجلس ترتیب دی جس میں سادات ، اشراف ، ارباب ذوق و وجد اور اہل معرفت و توحید شریک ہوئے - خوش آواز مغنی اور نغمہ پرداز گانے والے فرشتوں کو وجد میں لے آئے اور سوز افروز ساز کے بجانے سے صفا کیش صوفیوں کا دل دنیا سے سرد ہو گیا - بادشاہ اکبر بھی خوب خوش ہوا - بادشاہ نے سخاوت و بخشش فرمائی - بادشاہ کے دائیں بائیں روپے اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے - بادشاہ نے فرداً فرداً ہر ایک کو اپنی مسند کے قریب طلب کیا اور اشرفی اور روپے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کی جھولیوں میں ڈالے - اس طرح انعام دینے سے بادشاہ تھک گیا اور پھر روپیوں اور اشرفیوں کو درختوں کے پتوں کی طرح بکھیرنا شروع کر دیا - اس سلسلے میں اتنے روپے اور اشرفیاں لٹائی گئیں کہ ہر شخص ان کے اٹھانے سے عاجز ہو گیا - خزانہ عامرہ کے مہتمموں سے معلوم ہوا کہ اس مجلس میں بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ انعام دیا :

بیت

کفس ابر است کہ گوہر بارد
ملک خورشید صف زر بارد

۲۱ ذی قعدہ ۹۸۱ھ/۱۵۷۴ء مطابق اکیسویں سال الٰہی ، شاہزادہ کریم النفس ، شریف الاخلاق سلطان سلیم کو بادشاہ (اکبر) حضرت خواجہ

(معین الدین) کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے اپنے ہمراہ اجمیر لے گیا۔ جب اس جواں بخت شہزادہ کی نظر حضرت بزرگوار (خواجہ اجمیری) کے مزار پر پڑی، تو اس نے اپنے پدر بزرگوار (اکبر بادشاہ) کے طریقہ کی پیروی کی اور خشوع و خضوع سے پیشانی آستانہ عالیہ پر رکھی اور طواف و زیارت میں مشغول ہوا۔

جب اکبر بادشاہ اپنی قیام گاہ پر آیا، تو اس نے شاہزادہ کو جو تاج و تخت کا مستحق تھا، اکابر و اشراف کے سامنے، سونا، چاندی اور قیمتی اشیاء کے ساتھ ترازو [۲۸۱] میں تلوایا اور اس تمام سونے چاندی اور قیمتی اشیاء کو جو دوسرے پلڑے میں تھیں - مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ ۲۳ ذی قعدہ کو دوبارہ بادشاہ نے حضرت خواجہ (معین الدین چشتی) کی روح پر فتوح سے امداد و اعانت چاہی اور پھر بادشاہ رخصت ہوا اور دارالخلافہ (آگرہ) کی طرف روانہ ہوا۔ متواتر کوچ کرتے ہوئے اور شکار کھیلتے ہوئے ۷ ذی الحجہ ۹۸۱ھ/۱۵۷۴ء موافق الیسویں سال الٰہی اکبر بادشاہ فتح پور آ گیا اور لوگ بادشاہ کی فتح و نصرت سے شادمان تھے۔

پٹنہ اور حاجی پور کی فتح کے لیے روانگی کا ذکر

جس زمانے میں اکبر بادشاہ قلعہ سورت کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، تو اس کے پاس اطلاع آئی کہ سلیمان کرانی جو سلیم خاں افغان کے امراء میں سے تھا اور ولایت بنگالہ و بہار کا حاکم تھا اور ہمیشہ اپنی عرضیاں بھیج کر خود کو بادشاہ کے دولت خواہوں میں شمار کرتا تھا، ۹۸۰ھ/ ۷۳-۱۵۷۲ء میں فوت ہو گیا اور اس کا بڑا لڑکا بایزید، باپ کا قائم مقام ہوا اور اُس بے اعتنائی کی وجہ سے جو اس کے مزاج میں تھی، امراء کی کوششوں سے وہ قتل ہو گیا:

جہاں بیں کہ با مہر بانانِ خویش
زنا مہربانی چہ آورد پیش
بہ بخت کہ نیرنگ سازی نمود
باں تخت گیراں چہ بازی نمود

چھوٹا لڑکا داؤد باپ کا جاں نشیں ہوا۔ اس نے اپنی حد سے آگے قدم بڑھایا اور خود کو بادشاہ کے نام سے موسوم کیا۔ قلعہ زمانیہ کو

جسے خان زماں نے اپنی جونپور کی حکومت کے زمانے میں تعمیر کرایا تھا ، اپنے مزاج کی بے اعتدالی کی بنا پر ویران کر دیا ۔

خانخاناں کے نام بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ داؤد کو سزا دے کر ولایت بہار [۲۸۲] پر قبضہ کر لے ۔ اُس زمانہ میں داؤد حاجی پور میں تھا ۔ لودھی جو اُس کا امیر الامراء تھا ، اُس کا مخالف تھا اور وہ قلعہ رہتاس میں نہایت استقلال کے ساتھ رہتا تھا ۔ منعم خاں (خانخاناں) فتح مند شاہی فوجوں کے ساتھ پٹنہ اور حاجی پور کے نواح میں پہنچا ۔ لودی کو افغانوں کی بربادی کا یقین ہو گیا ۔ باوجودیکہ داؤد خاں سے اس کی مخالفت تھی ، مگر خانخاناں سے صلح کی تحریک اور قدیم شناسائی و تعارف کی بنا پر ، جو خانخاناں کو سلیمان سے تھی ، اس کو یاد کرکے یہ طے پایا کہ دو لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ کا دوسرا قیمتی ساز و سامان کپڑا وغیرہ نذرانہ میں پیش کرے اور خانخاناں شاہی فوجوں کو واپس لے جائے ۔ جلال خاں کروری کو بھیجا اور صلح کے شرائط سے داؤد خاں کو اطلاع دی ۔

چونکہ داؤد خاں عیاش و اوباش طبع تھا اور امور (دنیوی) کا کوئی تجربہ نہ رکھتا تھا ، لہذا اس نے قتلو نوحانی کے ورغلانے سے جو مدتوں ولایت جگنات پوری پر قابض رہا تھا اور سریدھر نام بنگالی ہندو کے بہکانے اور اپنی ناسمجھی کی بنا پر لودی کو جو امیر الامراء اور مدارالملک تھا گرفتار کرکے قید کر دیا اور اسے سریدھر بنگالی کے سپرد کر دیا ۔

لودی نے قید خانہ میں قتلو اور سریدھر بنگالی کو بلایا اور داؤد کو پیغام بھیجا کہ اگر ملک کی بہتری میرے قتل کرنے میں سمجھتے ہو ، تو یہ کام کرکے جلد اپنی طبیعت کو مطمئن کر لو ، اگرچہ میرے قتل کے بعد بہت پشیمان و نادم ہو گے ۔ میں چونکہ کبھی تمہاری خیر خواہی سے باز نہیں رہا ہوں اور ہمیشہ نصیحت کرتا رہا ، لہذا اب پھر نصیحت کرتا ہوں ۔ اس پر ضرور عمل کرو ، اس میں تمہاری بہتری ہے اور وہ نصیحت یہ ہے کہ میرے قتل کے بعد فوراً مغلوں سے جنگ کرنا ، یہاں تک کہ تمہاری فتح ہو جائے ۔ اگر تم نے یہ کام نہیں کیا ، تو مغل تم پر حملہ کریں گے اور پھر مرض لاعلاج ہو جائے گا :

مدہ فرصت از دست گر بایدت
کہ گوئے سعادت ز میدان بری
کہ فرصت عزیز است چون فوت شد
[۲۸۳] ے دست حسرت بداندان گزی

مغلوں کی صلح کے دھوکے میں نہ آنا ۔ وہ موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے ۔

چونکہ داؤد کا بلکہ تمام افغانوں کا ستارۂ اقبال گردش میں آنے والا تھا اور خدا تعالیٰ ان کی حکومت پر زوال لانے والا تھا اور اکبر بادشاہ کے عدل و انصاف کا سورج ولایت بنگالہ کے ستم رسیدوں پر چمکنے والا تھا ، لہذا داؤد کی یہ رائے ہوئی کہ لودی کو درمیان سے ختم کر دیا جائے ۔ تاکہ حکومت میں استقلال کے ساتھ اطمینان ہو جائے ۔

قتلو لوحانی اور سریدھر بنگالی ، لودی کے مخالف تھے ۔ وہ جانتے تھے کہ اگر لودی درمیان سے اٹھ گیا ، تو وکالت و وزارت کے عہدے ہم کو ملیں گے ۔ موقع کو غنیمت سمجھ کر خود کو داؤد کے سامنے بے غرض ظاہر کیا اور ایسے معاملات داؤد کے سامنے بار بار بیان کیے کہ جن کی بنا پر لودی کا قتل لازمی ہو جائے ۔ داؤد جو بادہ ارغوانی سے مست اور جوانی سے مغرور تھا ، اپنے مشفق نصیحت کرنے والوں کی نصیحتوں پر متوجہ نہ ہوا اور اس کو قتل کرا دیا ۔ اس کے ہاتھی ، خزانے اور تمام فوج پر قبضہ کر لیا ۔ چونکہ نادان و احمق بھی تھا ، لہذا دشمن کے دفعیہ کی مطلق پروا نہ کی اور اسی صلح ناتمام پر جو لودی سے ہوئی تھی ، اعتماد کیے رہا اور اکبر بادشاہ کی پروا نہ کی ۔

جب لودی کے مارے جانے کی خبر خانخاناں کی مجلس میں کہ جو مشہور امراء سے عبارت تھی ، مذکور ہوئی ، تو خانخاناں نے ولایت بنگالہ اور لکھنوتی کی فتح کا ارادہ کیا اور پٹنہ و حاجی پور کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ متواتر کوچ کرتا ہوا پٹنہ کے نواح میں پہنچا ۔ داؤد نے لودی کے قتل پر افسوس کیا ، کیونکہ وہ حسن تدبر ، اصابت رائے اور دانش مندی سے مملکت بنگالہ کو دشمنوں سے محفوظ رکھتا تھا ۔ (داؤد) نہایت محزون و مغموم ہوا ۔

(خانخاناں) متواتر کوچ کرتا ہوا پٹنہ پہنچا - (داؤد) پہلی مرتبہ جنگ پر آمادہ ہوا ، مگر آخر میں میدان جنگ سے رخ پھیرا [۲۸۴] اور قلعہ بند ہونے کا قصد کیا - خانخاناں اس خبر کو سن کر مسرور و مطمئن ہوا - اس نے دیدۂ بصیرت سے قلعہ پٹنہ و حاجی پور کی فتح کو دیکھ لیا- داؤد بغیر تلوار نیام سے نکالے اور بغیر ایک تیر ترکش سے کھینچے قلعہ پٹنہ میں آ گیا - اس کی مرمت کرائی اور مورچہ قائم کیا - خانخاناں (منعم خاں) نے امراء سے صلاح و مشورہ کیا اور قلعہ پٹنہ کے محاصرے کی طرف متوجہ ہوا -

مختصر یہ کہ جب یہ خبریں اکبر بادشاہ کے پاس پہنچیں ، تو اس نے پٹنہ اور حاجی پور پر چڑھائی کا پکا ارادہ کر لیا - دارالخلافہ فتح پور میں چند روز آرام کیا - لشکر اور ہاتھیوں کو خشکی کے راستے سے بھیج دیا - مرزا یوسف خاں رضوی کو جو بڑے امراء میں سے تھا ، لشکر کی سرداری اور اردبیگی کے عہدہ پر تعینات کیا - دارالخلافہ آگرہ کی حکومت اور انتظام شہاب الدین احمد خاں نیشا پوری کے سپرد کیا - وہ بھی بڑے امراء میں سے تھا -

خود بادشاہ اتوار کے دن صفر کی آخری تاریخ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کو مملکت بنگالہ کے فتح کے ارادہ سے کشتی میں سوار ہوا اور اقبال مند شاہزادے بھی ہمراہ ہوئے - بیوتات کی کشتیاں اور سلطنت کے کارخانے ، اسلحہ خانہ ، نقار خانہ ، خزانہ خانہ کرکراق خانہ ، فراش خانہ ، چیتا خانہ، باورچی خانہ غرض طویلے اور سارے کارخانے بڑی بڑی کشتیوں میں تھے اور وہ اُن کشتیوں کے چاروں طرف جو خاص بادشاہ کی نشست کے لیے تھیں ، آئیں - کشتیوں اور نواڑوں کی کثرت کی وجہ سے پانی کی سطح دکھائی نہیں دیتی تھی - اس طرح بڑی بڑی کشتیوں اور ڈونگوں کی فوج کی فوج جو امراء اور مقربین نے اپنے بیٹھنے اور ضروری کارخانوں کے لیے تیار کی تھیں ، شاہی کشتیوں کے پیچھے آئیں اور چل دیں - شام کے وقت کہ صبح صادق کے مانند تھا ، موضع رتنیہ میں کہ جو دارالخلافہ آگرہ کے نواح میں ہے ، بادشاہ نے قیام کیا اور بادشاہ نے منعم خاں [۲۸۵] خانخاناں کو اس منزل سے اپنی روانگی کی اطلاع بھیجی -

پیر کے دن ، صبح کہ ربیع الاول (۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء) کی پہلی تاریخ تھی ، روانگی عمل میں آئی - لنگر اٹھا لیے گئے اور روزانہ بادشاہ کشتی سے باہر آتا تھا اور شکار کرتا ہوا جاتا تھا - بدھ کے دن ماہ مذکور (ربیع الاول) کی تیسری تاریخ کو محمد تیمور بدخشی اور طیب خان ولد طاہر محمد خان دہلی سے آ کر قدم بوسی سے مشرف ہوئے - اسی طرح سے ہر منزل پر شاہی ملازمین جوق در جوق شاہی خدمت میں حاضر ہو کر آستانہ بوسی سے مشرف ہوتے - موضع چکور میں بعض شاہی ملازمین نے ایک عجیب حکایت بادشاہ کے حضور میں عرض کی اور وہ یہ تھی -

حکایت

اس موضع میں ایک ہندو نے اپنی خاص بیٹی کو اپنی بیوی بنا لیا اور اس لڑکی سے اُس کم بخت کے چند بچے بھی ہوئے - بادشاہ نے اس ہندو اور اس لڑکی کو حاضر کرنے کا حکم فرمایا - ان دونوں کے حاضر ہونے کے بعد اکبر بادشاہ اس قضیہ نامرضیہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوا اس ملعون نے بے تامل اس مکروہ فعل کا اقرار کر لیا اور کہا کہ اس لڑکی کا شوہر چند سال ہوئے ولایت گڑھ کی جنگ میں مارا گیا ، لیکن اُس کے سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ لڑکی کے شوہر کو بھی اس نے قتل کیا ہو گا -

اکبر بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بابا خان قاقشال نے کہ جس زمانے میں وہ اس پرگنہ کا جاگیردار تھا ، اس ہندو کو اس جرم میں گرفتار کر کے مدتوں قید میں رکھا اور اس گناہ پر دو سو روپیہ اس (ہندو) پر جرمانہ کر کے اسے چھوڑ دیا ، اکبر بادشاہ نے بابا قاقشال کی اس دوں ہمتی پر تعجب کیا - اس دوران میں اس ملعون نے کہا کہ میں مسلمان [۲۸٦] ہونا چاہتا ہوں بشرطیکہ لڑکی کو اس کے پاس بدستور رہنے دیا جائے - اکبر بادشاہ کہ جس کی طینت میں حیا کا خمیر بدرجہ اتم تھا ، بڑی دیر تک سوچتا رہا اور خاموش رہا - اس کے بعد بادشاہ نے قاضی یعقوب کو جو شاہی لشکر کے قاضی تھے ، دیوان خانہ کی کشتی میں بلا کر اس مقدمہ میں شریعت کا حکم دریافت کیا - قاضی نے دعا کے بعد عرض کیا کہ اگر یہ شخص مسلمان ہوتا تو ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے

کہ واجب القتل تھا ، لیکن کافر کے بارے میں دو قول ہیں : بعض قتل جائز رکھتے ہیں اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ قتل نہیں کرنا چاہیے - تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ باطل دین میں یہ لوگ (کفار) اس قسم کی باتیں کرتے ہیں اور اُن کے طریق و آئین سے نفرت پیدا ہو - اکبر بادشاہ نے دقت النظر سے کام لیا اور پہلے قول کو ترجیح دی اور اُن دونوں کو خدمت رائے کے پاس بھیج دیا کہ قیدیوں کی حفاظت اور مجرموں کی سزا اس کے متعلق تھی - دوسرے روز خدمت رائے کو حکم ہوا اور اُس نے اس ملعون کے آلہ تناسل کو جڑ سے کٹوا دیا کہ جو اس فسق و فجور کی اصل تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے کباب کرایا وہ ازلی و ابدی ملعون و بدبخت اس گمان میں تھا کہ شاید اس سزا کے بعد رہائی ہو جائے ، لہذا وہ اس کباب کو بھوک میں کھاتا تھا - دوسرے روز اسے قتل کرا دیا گیا اور وہ جہنم واصل ہوا - اس کی لڑکی نے توبہ کی اور جان کی اماں پائی -

اسی مہینہ (ربیع الاول) کی تئیس تاریخ (۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء) کو شہر الہ باس کہ جو دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم پر ہے اور ہندوؤں کی بڑی عبادت گاہ ہے ، اکبر بادشاہ نے وہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی اور شاہی لشکر نے اس جگہ قیام کیا - اسی روز اتفاق سے ساری دنیا سے اشنان کے لیے ہر طبقہ کا اتنا ہندو آیا کہ اس گروہ (ہندوؤں) کی کثرت سے دشت و صحرا عاجز آ گئے -

اس مہینہ کی پچیس تاریخ کو اکبر بادشاہ شہر بنارس پہنچا - شیر بیگ تواچی کو ایک ایسی کشتی میں بٹھایا کہ جو تیز رفتاری میں ہوا سے بڑھ کر تھی اور اس معنوں میں بھیجی تھی : [۲۸۷]

ہر طرف رہ بشتابی دگر
ہر قدمش بر سرابی دگر
پیشتر از مرغ برد در گشاد
پیشتر از باد رود روز باد

اور (شیر بیگ) کو خانخاناں (منعم خاں) کے پاس بھیج دیا - تا کہ اس کو خبردار کر دیں کہ بادشاہ شہر بنارس تک پہنچ چکا ہے - بادشاہ

نے تین دن تک بنارس میں قیام کیا اور شکار میں اوقات گزاری کی ۔ ماہ مذکور کی اٹھائیس تاریخ کو موضع کورکی کے نواح میں کہ جو سید پور کے مضافات میں اور دریائے کودی اور دریائے گنگا کے سنگم کے قریب ہے ، کشتیاں ٹھہرائیں ۔

اسی منزل پر مرزا یوسف خاں جو شاہی لشکر کو خشکی کے راستہ سے لا رہا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس منزل پر بادشاہ کی رائے یہ قرار پائی کہ جو بادشاہ ، شاہزادے اور شاہی بیگمات اس وقت تک جونپور میں قیام کریں کہ خانخاناں کو اطلاع ملنے کی تحقیق ہو جائے ۔ اسی ارادہ سے شاہی لشکر کو اس گاؤں میں چھوڑ دیا ۔ حکم صادر ہوا اور شاہی بیگمات کی کشتیاں دریائے کودی میں رواں کرکے بادشاہ جونپور کی طرف متوجہ ہوا ۔

جب دوسری ربیع الثانی کو موضع یحیی پور میں جو جونپور کے متصلات میں ہے ، اکبر بادشاہ نے قیام کیا ، تو خانخاناں منعم خاں کی عرضداشت پہنچی جس میں تحریر تھا کہ بادشاہ کوچ کرنے میں جلدی کرے کیونکہ یہی بات اس کے مناسب اور لائق ہے ۔ اس بنا پر بادشاہ نے موضع یحیی پور میں جمعرات کے دن اسی ماہ کی تیسری تاریخ کو قیام فرمایا ۔ بادشاہ نے شہزادہ اور بیگمات کو جونپور بھیج دیا اور وہ وہاں سے ولایت بنگالہ فتح کرنے کے لیے چل دیا ۔

اس زمانے میں خبر دہندہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بھکر کا حاکم سلطان محمود خاں مر چکا ہے اور بھکر کا قلعہ جو سندھ کے بڑے قلعوں میں ہے ، [۲۸۸] شاہی آدمیوں کے قبضہ میں گیا ہے چنانچہ اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوئی ہے اکبر بادشاہ نے (یہ خبر) ولایت بنگالہ کی فتح کے لیے ایک فال سمجھی :

بفرخندگی فال آں ماہ و سال
کہ فرخ بود سال فرخندہ فال

اس مہینہ کی چوتھی تاریخ کو کشتیاں دریائے کودی سے پھر دریائے گنگا میں پہنچ گئیں ۔ مرزا یوسف خاں جو شاہی فوج کو سنبھال کر لا رہا تھا ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ طے ہوا کہ شاہی لشکر ماہ

مذکور کی چھ تاریخ کو (شاہی) قیام کی کشتیوں کے ملاحظہ کے بعد آئے اور پھر فتح مند شاہی لشکر خشکی و تری پر چھا جائے۔

خواجگی پور کا گھاٹ ہاتھیوں کے اتارنے کے لیے مناسب تھا، اس لیے غازی پور کے جنگل میں شاہی لشکر مقیم ہوا۔ بادشاہ نے شکار کی طرف توجہ کی اور کشتی سے صحرا میں گیا۔ شکار کے دوران میں ایک ہرن ظاہر ہوا جسے دھومار کہتے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے اس ہرن پر چیتا چھوڑا اور دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر چیتا ہرن کو پکڑ لے گا تو داؤد بھی گرفتار ہو جائے گا۔ چیتے نے ہرن کو فوراً پکڑ لیا، مگر ہرن نے بہت کوشش کی اور چھوٹ گیا۔ اس بات پر فوراً دوسرا چیتا چھوڑا گیا۔ اس نے ہرن کو پکڑ کر کھا لیا۔ اکبر بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو بہت خوش ہوا اور حوصلہ بڑھا۔ اس نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داؤد اس مرتبہ بہادروں سے جنگ کرکے رہائی حاصل کرے گا، مگر دوسری مرتبہ گرفتار ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ بادشاہ (اکبر) نے کہا تھا۔ چنانچہ یہ بات عنقریب اپنے مقام پر بیان ہو گی۔

پیر کے دن ماہ مذکور کی سات تاریخ کو گیگداش پور میں بادشاہ کا قیام ہوا اس منزل پر اعتماد خاں خواجہ سرا جو امراء میں شامل تھا اور اس نے پٹنہ کے محاصرے میں کارہائے نمایاں کیے تھے، [۲۸۹] کشتی میں سوار ہو کر استقبال کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا اور تمام حالات تفصیل سے بتائے اور عرض کیا کہ حضور جس قدر جلد یہاں سے روانہ ہو جائیں، اتنا ہی بہتر ہے۔

اسی روز اکبر بادشاہ نے میرک اصفہانی، جو شاہی ملازمین میں سے تھا اور ہمیشہ علم جفر کے کا دعویٰ کرتا تھا، بلا کر حکم دیا کہ کتاب جفر کو دیکھ کر بتائے کہ اس سفر میں کیا ظہور پذیر ہوگا۔ سید میرک علمائے اکابر، اعیان، دولت اور ارکانِ مملکت کے سامنے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ کتاب جفر کو طلب کیا ایک ایک حرف استخراج کیا اور حروف کو ترتیب دے کر یہ شعر حاصل ہوا۔

بزودی اکبر از تخت ہمایوں
برد ملک از کف داؤد بیروں

چند روز کے بعد اس علم (جفر) کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو گئی - یہ علم جفر خواص اہل بیت سے متعلق ہے -

منگل کے دن آٹھویں ربیع الثانی کو چوسا کے گھاٹ پر اکبر بادشاہ کا قیام ہوا اور اسی روز خانخاناں (منعم خاں) کی عرضی پہنچی جس کا مضمون یہ تھا کہ عیسیٰ خاں نیازی افغان ، جو افغانوں میں باعتبار اور بہادری میں مشہور تھا ، جنگی ہاتھیوں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ قلعہ پٹنہ سے نکل کر شاہی لشکر کے مقابلہ پر آیا اور لشکر خاں کے غلاموں میں سے عیسیٰ خاں کسی کے ہاتھ سے مارا گیا اور بہت سے افغان بھی قتل ہوئے - (بادشاہ نے) اس مضمون سے مطلع ہونے کے بعد یہ عرضداشت بجنسہٖ شاہزادوں کے پاس بھیج دی -

دوسرے روز لشکر کو (دریا سے) پار کرانے کی غرض سے چوسا میں قیام کیا - دلاور خاں کو حکم دیا کہ لشکر کو پار کرائے - اسی مہینے کی دس تاریخ کو موضع دومنی میں کہ جو بھوجپور کے مضافات میں ہے ، لشکر ٹھہرا - اس منزل پر قاسم خاں کو خانخاناں کے پاس بھیجا گیا اور پیغام ارسال کیا [۹۰] کہ شاہی لشکر دریا کے راستے سے ان حدود میں آ گیا - اب کیا صلاح ہے ؟ خانخاناں نے عرض کیا کہ بادشاہ (اکبر) بدستور دریا کے راستہ سے سفر کرے اور لشکر کو خشکی کے راستہ سے بھیج دیا جائے اور یہ التماس کی کہ چونکہ برسات کی وجہ سے سپاہیوں کا اسلحہ خراب ہو گیا ہے ، لہذا سرکاری اسلحہ خانہ کو حکم دیا جائے کہ وہ کچھ اسلحہ فوج کے لیے دے دے - اکبر بادشاہ نے ہر قسم کا بہت سا اسلحہ خانخاناں کو بھیج دیا خانخاناں اور دوسرے سردار پٹنہ سے دو کوس پر اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے -

ماہ ربیع الثانی کی سولھویں تاریخ کو اکبر بادشاہ قلعہ پٹنہ کے قریب جا پہنچا اور وہ اس کشتی پر سوار نہایت عظمت و وقار کے ساتھ قلعہ کی طرف متوجہ ہوا - وہ خانخاناں منعم خاں کے مکان پر پہنچا - خانخاناں نیاز مندی کے آداب میں مشغول ہوا - مروارید ، جواہر ، قیمتی ریشمی کپڑے ، نفیس اشیاء ، عربی گھوڑے ، ہاتھی ، خچر ، اونٹ بادشاہ کے حضور میں بطور پیشکش گزارنے - سترھویں ربیع الثانی کو امراء کو

مشورے کے لیے خانخاناں کے مکان پر بلایا اور فرمایا کہ اس چہار دیواری (قلعہ) کے محاصرے کو زیادہ عرصہ ہو گیا ، لیکن جب تک کہ فتح حاصل نہ ہو ، اس تاخیر کی پروا نہیں کرنی چاہیے ۔ اب ہم نے اس قلعہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے ، لہذا سلطنت کی غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس گروہ کو اس قلعہ میں بلکہ اس مملکت میں باقی رہنے دیا جائے ۔

اسی وقت بادشاہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ قلعہ حاجی پور کو کہ جس پر پٹنہ کے لوگوں کی زندگی کا دارو مدار ہے پہلے فتح کر لینا چاہیے ، کیونکہ امداد وہاں سے ملتی ہے ۔ اس کے بعد اس جماعت کی بیخ کنی کی جائے ۔ امراء و خواتین نے بادشاہ کی رائے کی تعریف [۲۹۱] کی اور اس کو پسند کیا اور اسی مجلس میں خان عالم کو تین ہزار بہادر سواروں کے ساتھ کشتیوں میں جو قلعہ گیری کے اسباب سے بھری ہوئی تھیں ، بٹھایا ، بادبان کھول دیے گئے اور قلعہ حاجی پور کے دفعیہ کے واسطے روانہ کیا۔

راجا گج پتی کو ، جو اس ولایت کا زمیندار تھا اور اس کے پاس بہت سے سوار اور پیدل تھے ۔ خان عالم کی کمک کے لیے مقرر کیا ۔ دوسرے روز اٹھارہ تاریخ تھی ۔ خان عالم دریا کو عبور کرکے پہلے خشکی میں چلا ، پھر کشتی پر سوار ہوا اور نہایت جلادت و بہادری سے حاجی پور کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ شاہی فوج خشکی کے راستہ سے روانہ ہوئی اور پھر جنگ شروع ہو گئی ۔

اکبر بادشاہ اس جنگ کے معرکہ کو شاہم خاں جلائر کے مورچہ سے جو دریائے گنگا کے کنارے ایک اونچی جگہ پر تھا ، ملاحظہ کر رہا تھا ۔ وہاں سے حاجی پور دکھائی دیتا تھا ۔ فاصلہ زیادہ ہونے اور دھواں اور گرد بلند ہونے کی وجہ سے صاف دکھائی نہیں دیتا تھا ۔ عصر کے وقت کچھ جوانوں کو کشتیوں میں سوار کرکے حاجی پور کی طرف بھیجا ۔ تا کہ صحیح حالات کی اطلاع دیں ۔ جب مخالفین کی نظر ان تینوں کشتیوں پر پڑی ، تو انھوں نے اٹھارہ کشتیوں میں مردانِ جنگجو سوار کرکے شاہی کشتیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیے ۔ شاہی سپاہیوں نے اقبال شاہنشاہی کی بدولت دور ہی سے ان مخالفین کے بھیجے نکال دیے (انھیں

تباہ کر دیا) اور ان کو اپنے پاس نہیں آنے دیا اور اس تہلکہ سے محفوظ
رہ کر خان عالم کے پاس پہنچ گئے ۔ اکبر بادشاہ کی طرف فتح و فیروزی
کی ہوا چلنی شروع ہوئی اور فتح خاں بارہہ جو حاجی پور کا حاکم تھا ،
بہت سے افغانوں کے ہمراہ مارا گیا ۔ حاجی پور پر خان عالم کا قبضہ ہو گیا
فتح خاں اور دوسرے افغانوں کے سر کشتیوں میں ڈال کر اکبر بادشاہ
کے پاس بھیجے گئے [۲۹۲] اکبر بادشاہ نے حاجی پور کے فتح ہونے پر
خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ فتح خاں اور دوسرے افغانوں کے سروں کو
داؤد کے پاس بھیج دیا ۔ تا کہ اپنے سرداروں کے سروں کو دیکھ کر
عبرت حاصل کرے اور اپنے کام کے نتیجہ کو سوچے اور سمجھے ۔ داؤد
نے جب ان سروں کو دیکھا تو اس نے راہ فرار اپنے لیے مسدود پائی اور
وہ نہایت متحیر ہوا ۔

اسی تاریخ مذکور کو کہ اٹھارہویں تھی اکبر بادشاہ قلعہ اور مواثی
شہر کو دیکھنے کے لیے ہاتھی پر سوار ہوا ۔ وہ مقام پنج پہاڑی پر جو
قلعہ کے مقابل ہے ، گیا ۔ یہ پنج پہاڑی پانچ گنبد ہیں جو پرانے زمانے
میں کفار نے پکی اینٹوں سے ایک قطار میں بنوائے تھے ۔ اکبر بادشاہ نے
قلعہ کے اطرف و جوانب کو بہ نظر احتیاط دیکھا ۔

افغانوں نے جو قلعہ کے اوپر اور قلعہ کے برجوں میں تھے ، شاہی
لشکر پر نظر ڈالی ، تو انھوں نے اپنی موت کو دیکھ لیا اور انھیں یقین
ہو گیا کہ ان کی عمر ختم ہو چکی ہے اور ان کی امیدیں تمام ہو چکی ہیں ۔
انھوں نے ایک بزدلی کی حرکت یہ کی کہ توپ کے دو گولے پنج پہاڑی
کی طرف مارے ، لیکن اس سے کسی کو مطلق نقصان نہیں پہنچا ۔ شاہی
فوجوں نے کہ جن سے تمام جنگل بھرا ہوا تھا ، قلعہ کے چاروں طرف سے
محاصرہ کر لیا ۔

جب حاجی پور کے فتح ہو جانے کی خبر داؤد کو ملی ، باوجودیکہ
کہ اس کے پاس بیس ہزار سوار ، بڑا توپ خانہ اور بہت سے ہاتھی تھے ،
وہ آدھی رات کے وقت ہفتہ کے دن اُنیس ربیع الثانی کو کشتی میں سوار
ہو کر فرار ہو گیا :

همی دانست کاو را نبود آن روز
که پیش قلب جم بندد صف مور
چنینت راند و بیرون شد شتابان
چو باد تند در کوه و بیابان

اس روز سریدھر ہندو بنگالی نے جو اس کا کرتا دھرتا تھا اور راجا بکرماجیت [۲۹۳] اس کو خطاب دیا تھا ، مال ، اسباب اور خزانوں کو کشتیوں میں ڈالا اور خود اس کے پیچھے روانہ ہو گیا ۔ گوجر خاں کررانی نے جو اُس بدنصیب (داؤد خاں) کارکن دولت تھا ، آہو خانہ کے دروازہ کو کھول دیا ، مشہور ہاتھیوں کو آگے کیا اور چلتا بنا ۔ اس رات روز محشر کا نمونہ تھا اور مخلوق حیران و پریشان تھی ۔ جس گروہ نے دریا کے راستہ سے جانے کا قصد کیا ، ہجوم واژدحام کی وجہ سے بہت سے غرق ہو گئے اور جو لوگ کہ خشکی کے راستہ سے بھاگے ، وہ ہاتھیوں اور سواروں کے ذریعہ کچلے گئے ۔ تھوڑے سے آدمیوں نے جان کے خوف سے حیرانی و پریشانی کے عالم میں خود کو شاہی فوج سے دور رکھا اور بہت سے آدمی خندق میں مر کھپ گئے ۔

گوجر خاں ، جو داؤد خاں کا رکن رکین تھا ، جب دریائے پٹن پر پہنچا ، تو اس نے تمام ہاتھیوں کو اس پل پر سے گزار دیا جو باندھا گیا تھا ۔ وہ خود فوراً آگے بڑھ گیا ۔ افغان بھاگے اور انھوں نے پیچھے سے پل پر ہجوم کر لیا ، پل اچانک درمیان سے ٹوٹ گیا ۔ بہت سے آدمی دریا میں ڈوب گئے اور بہت سے جو ابھی تک نہیں پہنچے تھے انھوں نے مال ، اسباب اور ہتھیاروں کو چھوڑا اور اکیلے دریا پار گر کے چلے گئے ۔ جب رات کے آخری حصہ میں داؤد کے فرار ہونے کی خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو بادشاہ سجدۂ شکر بجا لایا ۔

جب صبح صادق ہوئی ، تو خانخاناں کو ہراول میں مقرر کیا اور ہراول دستہ کو نہایت مضبوط بنایا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ بادشاہ (اکبر) پٹنہ میں داخل ہوا ، اس موقع پر چھپن ہاتھیوں کو جنھیں دشمن ہمراہ نہیں لے جا سکا تھا ، شاہی ملازمین نے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا ، پٹنہ کی فتح کی تاریخ جو درحقیقت ممالک بنگالہ کی فتح تھی ، اس

مصرع سے نکلتی ہے : ع

ملک سلیماں ز داؤد رفت (۹۸۳ھ)

اکبر بادشاہ نے شہر پٹنہ میں چار گھڑی قیام کیا ۔ [۲۹۴] امن و امان کی آواز ہر چھوٹے بڑے کے کان میں پہنچی ۔ خانخاناں کو شاہی لشکر کی حفاظت کے لیے چھوڑا ۔ بادشاہ (اکبر) نے بہ نفس نفیس بڑی فوج کے ساتھ یلغار کی اور گوجر خان کا تعاقب کیا کہ جس کے قبضہ میں داؤد کے تمام ہاتھی تھے ۔ جب بادشاہ دریائے پن پن پر پہنچا ، تو اس نے فوراً سفید سرنگ گھوڑا اُس شور و فتنہ والے دریا میں ڈال دیا اور بجلی کی طرح دریا سے گزر گیا ۔ امراء اور ملازمین نے بھی اکبر بادشاہ کی پیروی کی ۔

بادشاہ کا حکم نافذ ہوا کہ امراء اور ملازمین ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں اور دشمن کا تعاقب کریں ۔ بادشاہ خود بھی نہایت تیزی سے مسافت طے کر رہا تھا ۔ اُمراء نے گوجر خاں کو آگے بڑھا دیا ، داؤد کے مشہور ہاتھیوں کو اس سے علیحدہ کر دیا اور اکبر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا ۔ پرگنہ دریا پور تک ، جو پٹنہ سے چھبیس کوس پر دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے ، اکبر بادشاہ نے متواتر سفر کیا کہیں درمیان میں قیام نہیں کیا ۔ اس روز تقریباً چار سو ہاتھی بادشاہ کے فیل خانہ میں داخل ہوئے ۔

اکبر بادشاہ نے دریا پور میں قیام کیا اور شہباز خاں میر بخشی اور مجنوں خاں قاقشال کو گوجر خاں کے تعاقب میں روانہ کیا ۔ شہباز خاں اور مجنوں خاں نہایت تیزی سے دریائے سہوند کے پل پر جو دریا پور سے سات کوس پر ہے پہنچے ، تو وہاں معلوم ہوا کہ گوجر خاں نیم مردہ ، ایک پاؤں کے ساتھ دریا کو عبور کر گیا ۔ اس کے اکثر آدمی دریا میں غرق ہو گئے ۔ شہباز خاں و مجنوں خاں واپس آ کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے ۔

پیر کے روز اکیس ماہ مذکور کو خانخاناں حسب الحکم دریا کے راستہ سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ وہ شاہی استعمال کی کشتیاں اور کچھ کارخانے [۲۹۵] ہمراہ لایا بادشاہ نے چھ دن تک دریا پور میں قیام کیا ۔ خانخاناں کو ممالک بنگالہ کی حکومت و اختیار سپرد کیا ۔

دس ہزار اور سوار جو بادشاہ کے ہمراہ تھے ، خانخاناں کی مدد کے لیے چھوڑے اور لشکری رسد میں ، جو خانخاناں کی ہمراہی میں مقرر تھی ، تین چار گنا اضافہ کیا ۔ تمام کشتیاں اور نواڑے جو دارالخلافہ آگرہ سے بادشاہ لایا تھا ، خانخاناں کو عنایت فرمائے اور اس (خانخاناں) کو حل و عقد اور عزل و نصب کے مکمل اختیارات سپرد کیے اور دوسرے امراء اور تمام ملازمین کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز فرمایا اور پھر بادشاہ نے دارالخلافہ آگرہ کو روانگی کر دی ۔

خانخاناں اور دوسرے امراء کو رخصت کرنے کے بعد بادشاہ دریا پور سے روانہ ہوا اور قصبہ غیاث پور میں قیام کیا جو دریائے گنگا کے کنارے ہے بادشاہ اس منزل پر چار روز تک ٹھہرا - بادشاہ داؤد کے ہاتھیوں کو جو شاہی فیل خانہ میں داخل ہوئے تھے اور تمام افغانوں کے دیکھنے میں مصروف رہا اور وہاں سے شاہی لشکر کو یلغار کرتے ہوئے اپنے سے پہلے جونپور کو روانہ کر دیا ۔ شاہی لشکر کی سرداری بدستور سابق مرزا یوسف خاں کے سپرد ہوئی ۔

آدھی رات کے وقت دوسری جمادی الاولیٰ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء مطابق انیسویں سال الٰہی کو بادشاہ گج بھور ہاتھی پر سوار ہوا اور واپسی عمل میں آئی ۔ جمعرات کی صبح کو دریا پور اور غیاث پور کے درمیان شاہی لشکر نے پڑاؤ کیا ۔ بادشاہ نے قیام کیا ۔ بادشاہ کچھ دیر تک ان ہاتھیوں کی لڑائی دیکھ کر خوش ہوا جو تازہ قبضہ میں آئے تھے ۔

اسی منزل پر مظفر خاں کو جو محرری سے امارت کے درجہ پر پہنچا تھا اور جس کا تھوڑا سا حال گزشتہ اوراق میں لکھا جا چکا ہے ، فرحت خاں کے ہمراہ [۲۹۶] جو بابر بادشاہ کے غلاموں میں سے تھا اور اس زمانہ میں اکبر بادشاہ کے غلاموں میں شامل تھا ، قلعہ رہتاس کی تسخیر کے لیے روانہ کیا ، جو ہندوستان کے تمام قلعوں میں باعتبار بلندی آسمان سے بڑھا ہوا ہے اور یہ طے پایا کہ فتح کے بعد قلعہ کی کنجی فرحت خاں کے سپرد کر دیں اور اس مملکت کے معاملات طے ہو جانے کے بعد مظفر خاں اکبر بادشاہ کے حضور میں چلا آئے ۔

جمعہ کے دن تیسری جمادی الاولیٰ کو بادشاہ قلعہ پٹنہ میں آیا ۔

کچھ دیر تک داؤد کی عمارتوں کو سرسری نظر سے ملاحظہ فرمایا اور پھر وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا ۔ بدھ کے دن چوتھی تاریخ ماہ مذکور کو موضع فتح پور میں کہ جو پٹنہ سے اکیس کوس پر ہے ، بادشاہ نے قیام کیا ۔ مرزا یوسف خاں اور صادق محمد خاں کہ جن کو شاہی لشکر کی حفاظت کے لیے بھیجا ، پیر کے دن چھ ماہ جمادی الاولیٰ کو جونپور پہنچ گئے ۔

منت خدائے را کہ بتن جاں رسید باز
جاں را رسید مژدہ کہ جاناں رسید باز
سرو سہی کہ از چمن ملک رفتہ بود
سوئے چمن چماں و خراماں رسید باز

جمادی الاولیٰ کی سترہویں تاریخ کو جونپور کے جنگل میں شاہی افواج پہنچیں ۔ مرزا یوسف خاں ، صادق محمد خاں اور دوسرے ملازمین سفر کو ختم کر کے اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کورنش بجا لائے ۔ مرزا یوسف اور کچھ دوسرے امراء درگاہ عالی میں حاضر ہو کر ملاقات سے مشرف ہوئے ۔

مختصر یہ کہ تینتیس دن اکبر بادشاہ جونپور میں مقیم رہا اور جب اس کو سپاہ اور رعیت کے کاموں سے اطمینان ہو گیا ، تو اس کے بعد جونپور ، بنارس ، قلعہ چنار ، کچھ محال اور دوسرے پرگنے بادشاہ نے خالصہ میں نامزد کر دیے ۔ ان کا انتظام میرک رضوی اور شیخ ابراہیم سیکری وال کے سپرد ہوا ۔ [۲۹۷]

جمادی الاخریٰ کی نویں تاریخ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کو جو انیسویں سال الٰہی کے مطابق تھا بادشاہ شہر جونپور سے روانہ ہوا ۔ پہلی منزل خان پور میں کی ، چار دن تک وہاں قیام کیا ۔

اس منزل پر جو واقعات پیش آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ قاضی نظام بدخشی جو اس زمانہ کے بہترین فاضلوں میں سے تھا ، علوم عقلی و نقلی میں ممتاز اور علم تصوف اور صوفیوں کے معاملات میں بہرۂ کامل رکھتا تھا اور مرزا سلیمان کے بڑے امیروں میں سے تھا ، کابل و بدخشاں سے اکبر بادشاہ کی ملازمت کے ارادہ سے فیروزہ کے ہمراہ آیا جو مرزا

محمد حکیم کا خانہ زاد تھا ۔ وہ (قاضی نظام) طالب علموں کی خدمت کرتا تھا اور نہایت فاضل تھا ۔ نستعلیق خوب لکھتا تھا ۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرف و اعزاز پایا ۔ قاضی نظام پر بادشاہ کی نوازشیں ہوئیں ، مرصع شمشیر اور نقد روپیہ اس کو انعام میں ملا ۔ وہ شاہی ملازمین میں شامل ہو گیا ، پروانچی گری کے علاوہ بھی اس پر عنایات ہوئیں اور وہ تھوڑی سی مدت میں امرائے کبار کی صف میں شامل ہو گیا[1] ۔

خان پور کی منزل ہی پر خانخانان (منعم خان) کی عرضداشت پہنچی جس میں قلعہ گڑھی کی خبر تھی ۔ اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ جب داؤد مردود ، پٹنہ سے فرار ہو کر گڑھی پہنچا ، تو وہ اپنے معتبر آدمیوں کو وہاں چھوڑ کر خود ٹانڈہ چلا گیا اور اس نے گڑھی کو مستحکم کرنے کی اس درجہ کوشش کی کہ اس کے فاسد خیال میں ایک سال تک وہاں سے عبور کرنا ناممکن تھا ۔

جب خانخانان شاہی اقبال سے متواتر سفر کرتا ہوا ٹانڈہ کی طرف متوجہ ہوا اور گڑھی کے نواح میں پہنچا ، تو افغانوں نے شاہی افواج کو بغیر دیکھے غالب اور طاقتور پایا ، انھوں نے راہِ فرار اختیار کی اور بغیر لڑے بھڑے گڑھی ختم ہو گئی ۔ (افغانوں کا قبضہ ختم ہو گیا) جب بادشاہ (اکبر) نے یہ خبر سنی ، تو اس نے خدا تعالیٰ کا شکر و سپاس ادا کیا اور دلدہی و تسلی کے فرامین خانخانان (منعم خان) [۲۹۸] اور دوسرے امراء کو متواتر بھیجے ۔

بادشاہ نے خود نہایت اطمینان و اقبال مندی کے ساتھ شکار کھیلتے ہوئے سفر کو جاری رکھا ۔ وہ بیسویں جمادی الاخریٰ کو قصبہ سکندر پور

۱۔ قاضی نظام بدخشی ، ملا عصام الدین اور ملا سعید کے شاگرد تھے ۔ نہایت فصیح زبان اور خوش بیان تھے ۔ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے فتح پور میں اکبر بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کیا ۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں ۔ شرح العقائد پر تفصیلی حاشیہ لکھا ملاحظہ ہو :

(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۵۲۷ - ۵۲۸ ۔

(۲) منتخب التواریخ ، ص ۲۶۷ ۔

(۳) نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۸۱ ۔

پہنچا ۔ اس منزل پر دارالملک ٹانڈہ کی فتح کا مژدہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ اس روح افزا واقعہ کی شرح یہ ہے کہ جب شاہی فوجیں دربند گڑھی سے گزریں اور ٹانڈہ کے نواح میں پہنچیں، کہ جو وہاں کا دارالحکومت ہے ، تو پہلی مرتبہ قراولوں اور جاسوسوں نے خانخاناں کو یہ خبر پہنچائی کہ داؤد ، شہر ٹانڈہ میں نہایت استقلال کے ساتھ مقیم ہے اور جنگ کے لیے تیار ہے ۔ خانخاناں نے امراء کو جمع کیا اور خرم و احتیاط کی بنا پر شاہی فوج سے پہلے ہراول دستہ بھیجا ۔ دوسرے دن جنگ کی صفیں آراستہ ہوئیں اور شہر ٹانڈہ کا رخ کیا ۔ کثرت سپاہ کی وجہ سے دشت و صحرا میں لوگوں کی بہت کثرت تھی ۔

بیت

در بر و بحر از سپہ سہم ناک
غلغلہ در خرچ و تزلزل در خاک

جب داؤد کے جاسوسوں نے جا کر یہ خبر پہنچائی ، تو داؤد اور اس کے مددگاروں نے پٹنہ کی اس اندھیری رات کو کہ جو روز محشر کا نمونہ تھی ، یاد کیا اور راہ فرار اختیار کی ۔ وہ ناکامی کی وجہ سے بنگالہ کی مملکت سے دل برداشتہ ہو گیا اور ٹانڈہ کو حسرت و ناکامی کے ساتھ چھوڑ دیا ۔ خانخاناں ، بادشاہ کے سایہ٭ اقبال میں بغیر لڑے بھڑے چوتھی جمادی الاخریٰ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء موافق انیسویں سال الٰہی کو دارالملک ٹانڈہ میں داخل ہو گیا اور امن و امان کی آواز ہر چھوٹے بڑے کے کانوں تک پہنچ گئی ۔

اکبر بادشاہ نے اس فتح پر کہ جو زمانہ٭ موجودہ کے بادشاہوں کے کارناموں میں سے ہے ، خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ جب آگرہ تین منزل رہ گیا ، تو بادشاہ نے دارالملک دہلی کا رخ کیا اور یکم رجب کو بادشاہ دہلی [۱۰۹] پہنچا ۔ وہ نہایت صدق و خلوص سے وہاں کے اکابر و مشائخ کے مزارات پر گیا کہ جو ارباب حاجات کے قبلہ ہیں ۔ بادشاہ نے مطلب برآری کے لیے ان سے استمداد چاہی اور ان متبرک مقامات کے فقراء اور گوشہ نشینوں کو اپنے احسانات سے مالا مال کر دیا ۔ اسی طرح اپنے والد ماجد (ہمایوں) کے مقبرہ پر کہ جو فرشتوں کی قرارگاہ ہے ، پہنچ کر

خوب بذل و سخاوت کی اور محتاجوں کو سوال سے مستغنی کر دیا ۔ چند روز تک فوجوں کو آرام دینے کی غرض سے نواح دہلی میں قیام کیا ۔ اکثر اوقات بادشاہ شکار میں مشغول رہتا تھا ۔

ماہ شعبان کے شروع میں اکبر بادشاہ نے دہلی سے اجمیر کی جانب شکار کرتے ہوئے سفر کیا ۔ قصبہ نارنول کی حدود میں ایک دن شکار کے دوران میں خانجہان جو لاہور سے تہنیت و مبارک باد دینے کے لیے آیا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ خانجہاں کی ملاقات سے بادشاہ (اکبر) کو بہت مسرت ہوئی اور بادشاہ نے اس پر بہت سی شاہی عنایات کیں ۔

چند روز کے بعد خان اعظم مبارک باد کی غرض سے احمد آباد سے یلغار کرتا ہوا پہنچا اور بادشاہ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا ۔ ماہ رمضان المبارک کے شروع میں بادشاہ اجمیر پہنچا ور حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ' کے مزار مبارک پر گیا ، طواف و زیارت کے لوازم پورے کیے ۔ بنگالہ کے مال غنیمت میں سے داؤد کا ایک جوڑی نقارہ کہ جو پہلے دن ہی حضرت خواجہ کی نذر کے لیے علیحدہ کر دیا گیا تھا ، لایا گیا اور بادشاہ (اکبر) نے حضرت خواجہ کے نقار خانہ میں داخل فرمایا ۔ بادشاہ روزانہ دستور قدیم کے مطابق مزار مبارک پر آتا اور صدقات ، نذر اور خیرات دے کر وہاں کے فقیروں اور محتاجوں کو سوال سے مستغنی کر دیا ۔

[۳۰۰] اسی زمانہ میں اکبر بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ چندرسین ولد مالدیو ، قلعہ جودھپور کے نواح میں رعایا کو پریشان کر رہا ہے اور طرح طرح کے فسادات برپا کرتا ہے ۔ بادشاہ نے ایک فوج کو اس کی گوشمالی کے لیے مقرر کیا ۔ طیب خاں ولد طاہر خاں میر فراغت حاکم دہلی و سبحان قلی ترک اور دوسرے جوانوں کو تعینات کیا ۔ جب فتح مند فوجیں اس فتنہ انگیز (چندرسین) کی تنبیہہ کے لیے پہنچیں ، تو وہ گھنے جنگلوں میں جا کر روپوش ہو گیا ۔ شاہی فوجوں نے اس کے بعض آدمیوں کو پکڑ لیا اور ان کو قتل کر دیا ۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جو شاہی لشکر میں لا کر داخل کیا گیا ۔ ماہ رمضان المبارک کے درمیان میں حضرت خواجہ عالی (معین الدین چشتیؒ) کے (حضور) برکت سے رخصت

ہو کر بادشاہ دارالخلافہ (اکبر آباد) کی طرف متوجہ ہوا - اسی روز خان اعظم کو گجرات جانے کی اجازت ملی اور رمضان کی آخری تاریخ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کو بادشاہ فتح پور پہنچا -

بعض وہ واقعات جو انیسویں سال مطابق ۹۸۲ھ کے آخر میں ظاہر ہوئے

چونکہ ہندوستان کی بہت سی اراضی غیر مزروعہ تھی اور وہ اس قابل تھی کہ سال کے شروع میں اس میں کاشت ہو سکے اور اس سے کاشتکار اور دیوان اعلیٰ فائدہ اٹھائیں ، لہذا بادشاہ نے بہت غور و فکر کے بعد کہ بندوں کی اصلاح حال اور شہروں کی تعمیر کا جذبہ ازل سے اس کو ودیعت ہوا تھا ، یہ طے کیا کہ ممالک محروسہ کے پرگنات کا رقبہ معائنہ کرنے کے بعد اتنی اراضی کہ جس سے مزروعہ ہو جانے کے بعد ایک کروڑ تنکہ [۳۰۱] کی آمدنی ہو سکے ، علیحدہ کر کے ایک ایسے ملازم کے سپرد کر دی جائے جو دیانت دار اور امین ہو - اس شخص کو کروڑی کہا جائے اور دیوان اعلیٰ کی طرف سے کارکن اور فوطہ دار اس کے ہمراہ جائیں تاکہ ایمان داری اور جفا کشی کے ساتھ کوشش بلیغ کریں اور تین سال کے عرصہ میں زمین کو مزروعہ بنا کر مناسب محصول وصول کریں - اس ارادہ کی تکمیل کے لیے ایک جماعت کو اس عظیم کام کے لیے منتخب کر کے تعینات کیا - جمعیت دار امراء میں سے یک کروڑی کا انتخاب کیا اور امراء کی ضمانت پر اس کو ولایت بھیج دیا -

اسی درمیان میں شاہ قلی خاں محرم ، جلال خاں قورچی اور کچھ دوسرے امراء کو قلعہ سوانہ کی فتح کے لیے جو رائے مالدیو کی اولاد کے قبضہ میں تھا ، بھیجا - بہت دنوں تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رہا - جلال خاں قورچی جو شاہی دربار کے ندیموں میں سے تھا ، وہاں شہید ہو گیا - اس کے بعد شہباز خاں کنبو کو اس کی جگہ بھیجا - اس نے جا کر تھوڑے ہی عرصہ میں اس قلعہ کو فتح کر لیا -

اسی دوران میں سلطان محمود بکری کے وکیلوں کی یہ درخواست پہنچی کہ سلطان محمود کا انتقال ہو گیا اور ہم کو محب علی خاں اور

مجاہد خاں پر اعتماد نہیں ہے ۔ اگر بادشاہ کسی کو بھیج دے ، تو ہم قلعہ اس کے سپرد کر دیں گے ۔ اکبر بادشاہ نے میر کیسوئے بکاول بیگی کو جس کا خطاب کیسو خاں تھا ، قلعہ بکر کی حفاظت کے لیے بھیج دیا ۔

اسی سال ملک گجرات میں وبائے عظیم اور زبردست قحط پڑ گیا جو چھ ماہ تک رہا ۔ پریشانی اور تکالیف سے وہاں کے عوام و خواص ترکِ وطن کر گئے اور ادھر اُدھر چلے گئے ۔ وبا کے باوجود غلہ کی گرانی اس درجہ ہو گئی تھی کہ ایک من غلہ ایک سو بیس تنکہ سیاہ میں ملتا تھا ، گھوڑوں اور چارپایوں کی غذا درخت کی چھال تھی ۔

[۳۰۲] خواجہ امین الدین محمود جس کا لقب خواجہ جہان تھا اور جو ممالک ہندوستان کا مستقل وزیر تھا ، ماہ شعبان ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کے شروع میں شہر لکھنؤ میں فوت ہو گیا ۔

بیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کا آغاز منگل کے دن انتیس ذی قعدہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۵ء[1] کو ہوا ۔

داؤد خاں افغان پر خانخاناں کے حملہ کا ذکر اور داؤد کی شکست

جب اقبال شاہنشاہی سے دارالحکومت ٹانڈہ خانخاناں منعم خاں کے قبضہ میں آ گیا اور بدبخت داؤد خاں فرار ہو کر اڑیسہ چلا گیا ، تو خانخاناں نے اس ولایت کے معاملات کے انتظام کے بعد راجا ٹوڈرمل کو دوسرے امراء کی جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں اڑیسہ کی طرف بھیجا اور مجنوں خاں قاقشال کو گھوڑہ گھاٹ کی حکومت پر تعینات کیا ۔

مجنوں خاں جب گھوڑہ گھاٹ کی ولایت میں پہنچا ، تو سلیمان منکلی نے جو وہاں کا جاگیر دار تھا اور تمام افغان سرداروں میں شجاعت میں مشہور تھا ، فوج جمع کی اور مدافعت کے ارادہ سے آگے بڑھا ، سخت

۱۔ متن میں دہائی کا ہندسہ ''ثمانین'' رہ گیا ہے دیکھیے اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۶۲ ۔

معرکہ برپا ہوا ، مجنوں خاں کی فتح ہوئی سلیمان منکلی قتل ہوا ، اس کے اہل و عیال اور دوسرے افغان قید ہوئے

بیت

اگرچہ خار آفت بود بسیار
ہمہ خاکستر دوزخ شد آں خار

قاقشالوں کے قبضہ میں اتنا مال غنیمت آیا کہ اس کے ضبط و انتظام سے وہ عاجز ہو گئے ۔ [۳۰۳] مجنوں خاں نے سلیمان منکلی کی لڑکی سے اپنے فرزند جباری کا نکاح کر دیا ۔ وہ گھوڑہ گھاٹ پہنچا اور اس تمام ولایت کو قاقشالوں میں تقسیم کر دیا اور تمام حالات سے خانخاناں کو اطلاع دے دی ۔

راجا ٹوڈرمل جو داؤد کے تعاقب میں گیا تھا ، متواتر کوچ کرتا ہوا مدران پہنچا ، تو جاسوسوں نے خبر دی کہ داؤد دین[1] کساری میں قیام کیے ہوئے ہے اور فوج جمع کر رہا ہے ۔ اس کی فوج میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے ۔ راجا ٹوڈرمل نے مدران میں قیام کیا اور تمام حالات تفصیل سے لکھ کر خانخاناں کو بھیج دیے ۔ جب اس کی عرضی خانخاناں کے پاس پہنچی ، تو خانخاناں نے محمد قلی خاں برلاس ، محمد قلی خاں توقبائی اور مظفر خاں مغول کو ایک آراستہ فوج دے کر راجا ٹوڈرمل کی کمک پر بھیجا ۔ جب (یہ) امراء ٹوڈرمل کے پاس پہنچے ، تو انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے مدران سے کوچ کر دیا اور گوالیار[2] تک جو موضع دین کساری سے دس کوس پر ہے ، اپنی عجلت میں کمی نہیں آنے دی ۔ داؤد اس خبر کو سن کر کچھ پیچھے ہٹ گیا ، اور دھر پور میں منتقل ہو گیا ۔

ان حالات کے دوران میں جاسوسوں نے خبر دی کہ جنید جو داؤد کا چچا زاد بھائی اور افغانوں میں نہایت شجاع ہے اور وہ پہلے اکبر بادشاہ کی خدمت میں آیا تھا ، آگرہ سے فرار ہو کر گجرات چلا گیا ، گجرات

۱۔ بدایونی (ص ۲۸۸) رین کساری ۔
۲۔ بدایونی (ص ۲۸۸) گوالپاڑہ ۔

سے بنگالہ آیا اور اب وہ دین کساری کے نواح میں پہنچ گیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ داؤد سے جا کر مل جائے۔ راجا ٹوڈرمل نے امراء کے مشورہ سے ابوالقاسم نمکین اور نظر بہادر کو جنید سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ ابوالقاسم اور نظر بہادر نے اس کا مقابلہ آسان سمجھ کر جنگ میں حزم و احتیاط سے کام نہیں لیا۔ وہ اس کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی بدنامی کی:

مصرع

دشمن نتوان حقیر و بے چارہ شمرد

جب راجا ٹوڈرمل نے یہ خبر سنی، تو امراء کے مشورہ سے [۳۰۴] جنید سے جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ چونکہ جنید میں امراء سے مقابلہ کا حوصلہ نہ تھا، لہذا قبل اس کے کہ امراء جنید تک پہنچیں، وہ بھاگ کر جنگل میں چلا گیا۔ راجا ٹوڈرمل امراء کے مشورہ سے آگے بڑھا اور مدینی پور[1] میں مقیم ہوا۔ مدینی پور میں محمد قلی برلاس چند روز علیل رہ کر انتقال کر گیا۔ چونکہ یہ شخص بڑا سردار اور ذمہ دار تھا، اس کے مرنے سے فوج میں انتشار اور بے دلی پیدا ہوگئی۔

راجا ٹوڈرمل نے دوسرے امراء کے مشورہ سے مدینی پور سے واپسی کر دی اور مدارن چلا آیا، مداران میں قبا خاں گنگ امراء سے بلاوجہ رنجیدہ ہو کر جنگل میں چلا گیا۔ راجا ٹوڈرمل نے حقیقت حال سے خانخاناں کو آگاہ کیا۔ وہ چند روز تک مدارن میں قیام کیے رہا۔ خانخاناں نے حقیقت حال سے اطلاع پا کر شاہم خاں جلائر، لشکر خاں، میر بخشی اور خواجہ عبداللہ کھجک خواجہ کو ٹوڈرمل کی کمک کے لیے روانہ کیا، جب بردوان میں امراء کے مذکور راجا ٹوڈرمل کے پاس پہنچے، تو راجا (ٹوڈرمل) امراء کو وہیں چھوڑ کر خود قبا خاں گنگ کے پاس گیا اس کو تسلی دے کر اپنے ہمراہ لایا اور امراء کے پاس آ گیا۔

بیت

کارہا است کند عاقل کامل بسخن

کہ بصد لشکر جرار میسر نشود

۱- بدایونی (ص ۲۸۸) مدن پور۔

شاہی امراء نے شان و شوکت کے اظہار کے ساتھ کوچ کیا اور مدارن کے راستہ سے جنودہ گئے ۔ وہاں جاسوسوں نے خبر دی کہ داؤد نے اپنے اہل و عیال کو قلعہ کٹک بنارس میں رکھا ہے اور وہ خود جنگ و جدال کا سامان جمع کرنے میں مشغول ہے ۔ راجا نے خود وہیں قیام کیا اور تیز رفتار قاصدوں کو خانخاناں کے پاس بھیجا اور حقیقت حال کی اطلاع دی ۔

خانخاناں ٹالڈہ سے نکلا اور داؤد سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا ۔ جب وہ راجا ٹوڈرمل کے پاس آیا ، تو داؤد بھی سپاہ آراستہ کو لے کر مقابلہ پر آ گیا ۔ افغانوں نے اپنے لشکر کے چاروں طرف خندقیں کھدوائیں اور قلعہ بنا لیا [۳۰۵] ۔

آٹھویں ذی الحجہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۵ء موافق بیسویں سال الٰہی کو خانخاناں نے شاہی فوج کے ہراول دستہ کو بھیج دیا ۔ قول میں جس کو قلب لشکر بھی کہتے ہیں خانخاناں اور دوسرے امراء التمش قبا خان کنک ہراول میں خان عالم و خواجہ عبداللہ کھجک خواجہ ، سید عبداللہ خان ، میرزا علی علم شاہی اور وہ جماعت جو خانخاناں کی امداد کے لیے آئی تھی برانغار (سیدھی طرف) اشرف خان میر منشی ، راجا ٹوڈرمل ، لشکر خان ، مظفر خان مغول ، یار محمد خان ، ابوالقاسم نمکی اور دوسرے جنگجو بہادر تھے جرانغار (بائیں طرف) شاہم خان جلائر ، پائندہ محمد خان مغول ، قتلو قدم خان ، محمد علی خان تقبائی ، سید سمن بخاری اور دوسرے کار آزمودہ جوان مقرر کیے اور مخالفین کی طرف سے قول میں داؤد جرانغار میں اسماعیل خان آبدار جس کا خطاب خانخاناں تھا اور برانغار میں جہاں خان حاکم اڑیسہ اور ہراول میں گوہر خان کہ جو افغانوں کا قلیج میر (میر شمشیر) تھا (متعین ہوئے) مختصر یہ کہ صفوں کے آراستہ ہونے کے بعد یہ کیفیت ہو گئی کہ اسلحہ کے بوجھ اور مست ہاتھیوں سے زمین کے ستون ہل گئے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے کرۂ ارض دہل گیا ۔ افغانوں کی فوج سے بہادر اور جنگجو جوان برآمد ہوئے ۔ خانخاناں نے حکم دیا کہ اُن توپوں اور زنبورکوں میں جو صفوں سے آگے گاڑیوں میں ہیں آگ لگا دی جائے ۔ چند مست ہاتھی جو افغانوں کی فوج کے آگے تھے چھوٹی توپوں کے گولوں سے ہٹ پڑے اور وہ چند افغان جوان جو دلیری کر کے اپنی فوج سے آگے بڑھ آئے تھے ، ہندوقوں کی گولیوں سے ان کے پیر اکھڑ گئے ۔

اسی وقت گوجر خاں ایک آراستہ فوج لے کر آ گیا ۔ جب وہ ہراول فوج کے نزدیک پہنچا ، تو ہراول لشکر کے گھوڑے دشمن کے ہاتھیوں کے ڈر سے ایسے بھاگے کہ بہادر جوانوں نے ہرچند چاہا کہ گھوڑوں کو روک کر ان سے دو دو ہاتھ کریں • [۳۰۶] مگر بات نہ بنی ۔ گوجر خاں نے ہراول فوج کے قدم اکھاڑ دیے اور التمش کی فوج پر کہ جس کا سردار قبا خاں کنک تھا ، حملہ کر دیا ۔ خان عالم جو ہراول کا سردار تھا ، ڈٹا رہا اور اس نے شہادت پائی ۔ التمش کی فوج کو بھی مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اس نے شکست کھائی اور قلب کی فوج سے آ ملی ۔ قلب کی فوج بھی منتشر ہو گئی ۔

خانخاناں نے بہت کوشش کی کہ لوگوں کو جمع کرے ، مگر کامیاب نہ ہو سکا ۔ گوجر خاں خانخاناں تک پہنچ گیا اور اس نے خانخاناں کے چند زخم لگائے ۔ خانخاناں ہر ضرب کے جواب میں گوجر خاں پر قمچی چلاتا تھا ۔ اس موقع پر خانخاناں کے گھوڑے نے بھی سرکشی کی ۔ خانخاناں نے ہرچند چاہا کہ گھوڑے کو سنبھالے اور بھاگے ہوئے لوگوں کو جمع کرے ، مگر کوئی صورت نہ ہوئی اور افغان آدھے کوس تک خانخاناں کا تعاقب کرتے ہوئے بڑھے چلے آئے ۔ قبا خاں کنک دونوں طرف سے افغانوں میں گھرا ہوا تیر چلا رہا تھا ۔

آخرکار یہ نوبت پہنچی کہ افغانوں میں حرکت کرنے کی طاقت نہ رہی ۔ خانخاناں نے اپنے گھوڑے کو واپس کر کے اپنے آدمیوں کو اپنے پاس جمع کر لیا اور تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں بہادری دکھائی ۔ بہادروں نے تیراندازی شروع کی ۔ اتفاق سے ایک تیر گوجر خاں کے لگا اور وہ ختم ہو گیا ۔

چو شمشیر ظفر گم گشتہ بودش
ازاں نیروئی بے حاصل چہ سودش

جب دوسرے افغانوں نے سردار کا خاتمہ دیکھ لیا تو فرار ہونے لگے اور (شاہی) فتح مند فوج نے اکثر افغانوں کو قتل کیا ۔ راجا ٹوڈرمل ، لشکر خاں اور دوسرے سردار جو فوج میں سیدھی جانب تعینات تھے ، انھوں نے دشمن کی فوج کی بائیں جانب والی فوج پر اور اسی طرح شاہم

خان جلائر ، پائندہ خاں اور دوسرے امراء جو اس فوج میں بائیں جانب تعینات تھے انھوں نے دشمن کی فوج کی بائیں جانب حملہ کر کے دشمن کی دائیں اور بائیں جانب کی فوج کے پیر اکھیڑ دیے اور داؤد کی طرف رخ کیا اور اس (داؤد) کے مست ہاتھیوں کو اسی کی فوج پر لوٹا کر ایک انتشار برپا کر دیا - [۳۰۷]

ابھی جنگ کی یہی کیفیت تھی کہ خانخاناں کا علم نظر آیا اور گوجر خاں کے قتل ہونے کی خبر داؤد تک پہنچی - اس کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بری طرح بھاگ کھڑا ہوا اور لشکریوں کے ہاتھ اس قدر مالِ غنیمت آیا کہ وہ اس کے ضبط و انتظام سے عاجز آ گئے -

خانخاناں نے فتح یاب ہو کر اسی منزل پر قیام کیا - وہ کچھ عرصہ تک اپنے زخموں کے علاج کی غرض سے وہیں قیام کیے رہا اور حقیقت حال سے اکبر بادشاہ کو اطلاع دی - اس نے تمام قیدیوں کو قتل کرا دیا - اسی منزل پر لشکر خاں میر بخشی کہ جس نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں ، کاری زخم لگنے کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکا اور فوت ہو گیا -

داؤد کا صلح کرنا اور خانخاناں سے ملاقات کا ذکر

جب شاہی اقبال سے داؤد افغان فرار ہو کر کٹک بنارس کی طرف جو ولایت اڑیسہ کا مرکز ہے ، گیا ، تو خانخاناں اپنے زخموں کے علاج کی غرض سے چند روز وہیں ٹھہرا رہا - خانخاناں نے اس منزل پر مشورہ کیا اور امراء کے صلاح و مشورہ سے راجا ٹوڈرمل ، شاہم خاں جلائر ، قیا خاں ، سید عبداللہ خاں ، محمد قلی تقبائی اور سعید بدخشی کو بہت سے جنگجو اور کار آزمودہ بہادروں کے ساتھ داؤد کے تعاقب میں بھیجا اور یہ طے پایا کہ زخموں کے بھرنے کے بعد خانخاناں خود بھی اس صوبہ کی طرف متوجہ ہوگا - ٹوڈرمل اور دوسرے لوگ رخصت ہوئے اور نہایت تیزی سے چلے کہ کاکل گھاٹی تین کوس رہ گئی - جب وہاں مقیم ہوئے ، تو جاسوس خبر لائے کہ داؤد اور دوسرے افغانوں نے اپنے اہل و عیال کو قلعہ کٹک بنارس میں محفوظ [۳۰۸] رکھا ہے -

جب بنگال کا میدان ان (افاغنہ) پر تنگ ہو گیا اور جب امن کی کوئی جگہ اور ٹھکانا نہ رہا ، تو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق جنگ پر

آمادہ ہو کر لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا اور جو جنگ میں تلواروں سے بچ گئے تھے ، روز بروز جمع ہونے لگے ۔ راجا ٹوڈرمل اور دوسرے امراء نے یہ بات لکھ کر خانخاناں کی خدمت میں بھیجی ۔ خانخاناں نے کٹک بنارس کی طرف رخ کیا اور جب کٹک بنارس دو منزل رہ گیا ، تو اس نے دم لیا ۔ وہاں مشورہ کر کے امراء کی رائے سے مہاندی کے کنارے پر جو کٹک بنارس سے صرف آدھے کوس پر ہے ، قیام کیا اور قلعہ گیری کا سامان درست کرنے میں مشغول ہوا ۔

داؤد نے چونکہ پے درپے شکست کھائی تھی اور گوجر خاں بھی جو اس کا قوت بازو تھا قتل ہو چکا تھا ، لہذا اب اس نے اپنی موت سامنے دیکھی ، تو اس نے نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنا قاصد خانخاناں کے پاس بھیجا اور عرض کیا کہ مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے ۔ میں غلاموں کی طرح تمام شاہی خدمات کے لیے حاضر ہوں ۔ صرف گزارش یہ ہے کہ اگر اس وسیع مملکت کا ایک حصہ جو اس جماعت (افاغنہ) کے لیے کفالت کر سکے ، مقرر فرما دیا جائے ، تو میں اس پر قناعت کروں گا اور کبھی شاہی اطاعت سے روگردانی نہیں کروں گا ۔ امراء نے اس مضمون کو خانخاناں کی خدمت میں پیش کیا ۔

بیت

بزنہار خواہندہ زنہار دہ
کہ زنہار دادن* ز پیکار بہ

خانخاناں نے بہت رد و بدل کے بعد امراء کے التماس کو اس شرط پر قبول کیا کہ داؤد فوراً آ کر حاضر ہو اور اپنے عہد کو ہمارے سامنے قسم کھا کر مئوکد کرے ۔ داؤد نے بھی یہ طے کیا کہ وہ خانخاناں کے پاس جائے گا تا کہ وہ (خانخاناں) بھی اپنے عہد و پیمان کو مئوکد کرے ۔

دوسرے روز خانخاناں نے حکم دیا کہ ایک اعلی مجلس منعقد کی جائے ۔ [۳۰۹] امراء اور شاہی ملازمین جو اس یورش میں ہمراہ تھے ، وہ سب اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے آ کر بیٹھے ۔ سراپردہ اور قیام گاہ پر صفیں قائم ہوئیں ۔ نہایت شان و شوکت کے ساتھ کھڑے ہوئے ۔ داؤد بھی اپنے افغان سرداروں اور بزرگ سرداروں کے ساتھ قلعہ کٹک بنارس

سے نکلا اور خانخاناں کے لشکر میں آیا ۔ جب وہ سراپردہ کے نزدیک پہنچا ، تو خانخاناں نہایت تواضع سے اس کی تعظیم و تکریم کے لیے اٹھا اور سراپردہ کے وسط تک اس کا استقبال کیا ۔ اس موقع پر جب وہ ایک دوسرے سے ملے ، تو داؤد نے اپنی تلوار کمر سے کھول کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ جب آپ جیسے بزرگ زخمی ہو جائیں ، تو میں سپاہ گری سے بیزار ہوتا ہوں ۔ خانخاناں نے اس کے ہاتھ سے تلوار لے کر اپنے سلاح دار کو دے دی اور نہایت نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھایا اور بزرگانہ و مشفقانہ مزاج پُرسی کی ۔ خوان لانے والے قسم قسم کے کھانے ، طرح طرح کے شربت اور حلوے لائے ۔ خانخاناں نہایت مسرت سے ہر مرتبہ داؤد سے مزید کھانے اور پینے کے لیے اصرار کرتا تھا ۔

کھانے کے بعد عہد و پیمان کی گفتگو شروع ہوئی ۔ داؤد نے یہ وعدہ کیا کہ تازیست اطاعت سے منحرف نہیں ہوگا اور یہ شرط سخت قسموں کے ساتھ مئوکد کی گئی ۔ عہد نامہ تحریر ہوا ۔ عہد نامہ لکھنے کے بعد خانخاناں نے نہایت قیمتی مرصع شمشیر اپنی سرکار سے داؤد کو دی اور کہا کہ چونکہ تم شاہی ملازمین میں داخل ہوگئے ہو اور بادشاہ کے دولت خواہ بن گئے ہو ، اس لیے میں (اکبر) بادشاہ سے تمھاری تنخواہ کے لیے اڑیسہ کی ولایت کی درخواست کروں گا اور بادشاہ اپنی فطری مہربانی کی وجہ سے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشے گا اور تمھاری تنخواہ جس طرح میں مقرر کروں گا ، منظور کر لے گا ۔ میں از سرِ نو سپاہ گری کی تلوار تمھاری کمر میں باندھتا ہوں اور خود اپنے ہاتھ سے داؤد کی کمر میں تلوار باندھی اور مختلف قسم کے [۳۱۰] تکلفات کیے گئے اور ہر قسم اور ہر جنس کی مختلف اشیاء اس کو عنایت کیں ۔ وہ رخصت ہوا اور مجلس نہایت خوبی سے برخاست ہوئی ۔

خانخاناں نے اس منزل سے اقبال شاہی کی طرف مراجعت کی اور وہ دسویں صفر ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء کو دارالملک ٹانڈہ آیا اور تمام احوال تحریر کر کے اکبر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ۔ جب ولایت بنگالہ کی مہمات کے سرانجام ہونے کی کیفیت بادشاہ کو معلوم ہوئی ، تو نہایت استحسان اور پسندیدگی کا اظہار کیا اور خانخاناں کو ایک شاہی فرمان کے

ہمراہ فاخرہ خلعتیں ، مرصع شمشیر اور طلائی زین کے ساتھ گھوڑا بھی مرحمت کیا اور جو کچھ خانخانان نے التماس و استدعا کی تھی ، اس کو قبول کر لیا ۔

جس زمانہ میں خانخانان حدود کٹک بنارس میں تھا ، جلال الدین سور کی اولاد نے گھوڑا گھاٹ کے زمینداروں کے ساتھ مل کر مجنون خاں کے ساتھ جنگ کی ۔ اس پر فتح پا کر ٹانڈہ کی حدود تک اس کا تعاقب کیا اور (وہ لوگ) قلعہ گوڑ پر قابض ہو گئے ۔ معین خاں اور مجنون خاں ٹانڈہ کی حفاظت میں لگے رہے اور خانخانان کی فتح کی خبر کا انتظار کرتے رہے ۔ جب خانخانان کی واپسی کی خبر ملی ، تو مخالفین بھی منتشر ہو کر جنگلوں میں غائب ہو گئے ۔

عبادت خانہ کی تعمیر کا ذکر

اکبر بادشاہ کو عنفوانِ شباب سے کہ جو دولت و اقبال کے آغاز و ابتداء کا زمانہ ہے ، اپنی نیک بختی و سعادت کی بنا پر ارباب فضل و کمال کی صحبت اور اصحاب وجد و حال کی مجالست سے پوری طور سے رغبت تھی ۔ چنانچہ وہ ہمیشہ (اس) طبقہ عالی کو معزز و محترم رکھتا تھا اور ان کو اپنی شاہی مجلس میں بلاتا تھا ۔ اوائل و اواخر کے علوم کے دقائق سننے سے زمانہ قدیم کی تاریخ ، گزشتہ امتوں کے حالات اور دنیا کے (مختلف) طبقوں کے موجودہ حالات [۳۱۱] سے (بادشاہ) کو پوری پوری واقفیت ہو گئی ۔ چونکہ بادشاہ اس طبقہ (ارباب فضل و کمال) کی طرف پورا میلان رکھتا تھا[1] ، لہذا اس نے اجمیر کے سفر سے واپسی کے زمانے میں ماہ ذی قعدہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۵ء میں حکم دیا کہ ہنرمند اور تجربہ کار معمار شاہی محل کے پہلو میں صوفیانہ محل کی بنیاد (رکھیں) اور مصفٰی نشیمن بنائیں کہ جس میں سادات ، علماء اور مشائخ کے علاوہ کسی اور کو داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی ۔ چابک دست معماروں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق چار ایوانوں پر مشتمل ایک عمارت چند روز میں مکمل کر دی[2] ۔

۱- عبادت خانہ کی تعمیر اور مقاصد کے لیے دیکھیے بدایونی ، ص ۲۹۱ - ۲۹۲ ۔

۲- ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں یہ عمارت مکمل ہو گئی ، بدایونی ، ص ۲۹۲ ۔

اس عمارت کی تیاری کے بعد اکبر (بادشاہ) جمعہ اور دوسری متبرک راتوں کو اس عمارت میں اہل اللہ کی صحبت میں شب گزاری کے لیے بیٹھتا اور صبح تک وہاں رہتا ۔ بادشاہ نے مقرر کیا کہ غربی ایوان میں سادات ، جنوبی میں علماء و ارباب دانش اور شمالی میں مشائخ و اصحاب حال علیحدہ علیحدہ بیٹھیں ۔ امراء اور درباریوں کی وہ جماعت ، جو ارباب فضل و کمال اور اصحاب وجد و حال سے مناسبت رکھتی تھی ، شرقی ایوان میں بیٹھتی تھی ۔ اکبر بادشاہ چاروں مجلسوں میں خود بہ نفس نفیس جاتا تھا اور حاضرین مجلس کو انعامات دیتا تھا ۔

اصحاب مجلس میں سے کچھ لوگوں کو بادشاہ نے منتخب فرما لیا تھا اور ان کے سپرد یہ خدمت تھی کہ عبادت خانہ کے چاروں طرف جو مستحقین جمع ہوں ، ان کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائے اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے ہر ایک کو ایک ایک مٹھی اشرفی اور روپے دیتا تھا اور وہ جو اپنی بدقسمتی سے اس رات میں بادشاہ کے عطیات سے محروم رہتے تھے ، ان کو جمعہ کے دن صبح کے وقت عبادت خانہ کے سامنے قطار میں بٹھا کر بادشاہ اپنے ہاتھ سے [۳۱۲] ایک ایک مٹھی روپیہ اور اشرفی دیتا تھا ۔ اکثر یہ تقسیم جمعہ کے دن دوپہر تک ہوتی رہتی تھی ۔ اگر کبھی اتفاق سے بادشاہ کی طبع عالی ناساز ہوتی ، تو یہ خدمت اس شاہی ملازم کے سپرد ہوتی تھی جس پر بادشاہ کی نظر عنایت ہوتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال کا ثواب ، اس عالی ہمت بادشاہ (اکبر) کو عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم شامل حال رہے[1] ۔

اسی بیسویں سال الٰہی[2] میں حضرت گلبدن بیگم نے جو فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کی دختر اور اکبر بادشاہ کی پھوپھی تھی اور سراپردہ عصمت کی پردہ نشیں سلیمہ سلطان بیگم نے نہایت خلوص و نیاز مندی سے سفر حجاز کا ارادہ کیا ۔ اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ

۱۔ عبادت خانہ کی سرگرمیوں کے بارے میں ملاحظہ ہو ۔ بدایونی ، ص ۲۹۱ - ۲۹۸ ۔

۲۔ ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں سفر حج کو گئیں (ہمایوں نامہ ، ص ۱۲) اور ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں واپسی ہوئی (بدایونی ، ص ۲۹۸) ۔

جب مملکت گجرات پر شاہی قبضہ ہو گیا ، تو بادشاہ کا ارادہ جو ارادوں کا بادشاہ ہے ، پختہ طور سے یہ ہوا کہ شاہی ملازمین سے ایک شخص کو ہر سال میر حاج کے منصب پر متعین کیا جائے اور مصری و شامی قافلوں کی طرح ہندوستان سے بھی قافلہ جائے ۔

اس ارادہ نے عملی جامہ پہنا اور ہر سال ہندوستان ، ماوراء النہر اور خراسان زاد روشن دل لوگوں کی ایک جماعت دیوان اعلیٰ سے سواری لے کر میر حاج کے ہمراہ گجرات کی بندرگاہوں سے اس مقدس سرزمین (حجاز) میں پہنچنے لگی ۔

اس بادشاہ کے زمانہ تک (ہندوستان کے) کسی بادشاہ کو یہ بزرگی (قافلہ بھیجنے کی) حاصل نہ ہوئی ۔ ہر سال ہندوستان سے مکہ معظمہ کو قافلہ بھیجا جاتا اور اس مقدس سرزمین (حجاز) کے محتاجوں کو غنی و مستغنی کر دیا ۔ اس بیسویں سال الٰہی میں گلبدن بیگم اور سلیمہ سلطان بیگم نے اکبر بادشاہ سے حرمین شریفین کے طواف کرنے کی درخواست کی ۔ اکبر بادشاہ نے سفر خرچ کی پوری رقم مرحمت فرمائی ۔ فاضل ، فقراء اور سپاہی جس کسی نے [۲۱۳] طواف (حج) کا ارادہ کیا ، سب کو بادشاہ کی طرف سے سامان اور سواری مرحمت ہوئی ۔

مرزا سلیمان کا اکبر بادشاہ کے حضور میں آنا

مرزا سلیمان جو حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے زمانہ میں ولایت بدخشاں کا حاکم تھا ، اس کا ایک لڑکا مرزا ابراہیم نام تھا ۔ وہ صورت و سیرت کے صفات سے آراستہ تھا ۔ جس سال مرزا سلیمان بلخ پر حملہ آور ہوا ، مرزا ابراہیم ، پیر محمد خاں اوزبک کے ہاتھوں گرفتار اور شہید ہو گیا اس کا ایک لڑکا مرزا شاہ رخ نامی تھا ۔ بادشاہ نے اس کو تربیت میں لے لیا اور اس کی کم سنی کے باوجود بدخشاں کے بعض محال اس کو دے دیے ۔

جب مرزا شاہ رخ جوان ہوا ، تو مرزا سلیمان بوڑھا ہو چکا تھا ۔ بعض فتنہ انگیز مرزا شاہ رخ کو نافرمانی کی ترغیب دیتے تھے ، لیکن مرزا

سلیمان کی بیوی[1] جو نہایت عقل مند عورت تھی ، ہمیشہ شاہ رخ کی محافظت کرتی تھی اور اس کو فتنہ اٹھانے کا موقع نہیں دیتی تھی -

اس عورت کے مرنے کے بعد اسی جماعت نے مرزا شاہ رخ کو بدخشان کی حکومت کی ترغیب دی اور ایسا کیا کہ وہ قندز سے کولاب آ گیا - اس نے فوج جمع کی اور حصار شادماں کی سرحد سے کابل تک تمام ولایت بدخشاں پر قبضہ کر لیا اور اس نے چاہا کہ دادا کی باپ سے ملاقات کرا دے - (دادا کو ختم کر دے) مرزا سلیمان نہایت عاجزی و اضطراب کے عالم میں فرار ہو کر مرزا محمد حکیم کے پاس آیا اور اس سے مدد چاہی -

[۲۱۴] مکن تکیہ بصدر و مسند تخت
خس ست ایں جملہ چوں بادے و زد سخت
ز تاراج سپہردوں شود بیش
کہ صدشہ را کند یک لحظہ درویش

چونکہ مرزا حکیم نے اس کے ساتھ خلاف امید برتاؤ کیا ، اس لیے اس نے یہ درخواست کی کہ اس کو پوشیدہ راستوں سے دریائے سندھ کے کنارے تک پہنچوا دے - مرزا (حکیم) نے ایسی معمولی خواہش بھی جو سوداگروں اور مسافروں کی بھی منظور کر لی جاتی ہے ، پوری نہ کی - کچھ آدمیوں کو راہ بری کے لیے ساتھ کر دیا جو پہلی منزل سے فرار ہو کر کابل چلے گئے -

مرزا سلیمان نے خدا پر بھروسہ کرکے ہندوستان کا قصد کیا - دریائے سندھ کے کنارے تک پہنچنے میں افغانوں نے چند مقامات پر اس کا راستہ روکا - نتیجہ یہ کہ جنگ ہوئی - مرزا نے خود مقابلہ کیا اور زخمی بھی ہوا -

بہرحال جب دریائے سندھ کے کنارے پہنچا ، تو اس نے اپنے مصائب و واقعات عرضداشت میں لکھے اور اپنے کسی معتمد آدمی کی معرفت دو گھوڑوں کے ہمراہ (عرضداشت) اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجی - بادشاہ

۱- اس کا نام حرم بیگم تھا (دربار اکبری ، ص ۸۲۷) -

نے نہایت مہربانی سے پچاس ہزار روپیہ ، سلطنت کا دوسرا ساز و سامان ، چند عراقی گھوڑے اور (کچھ اور) گھوڑے خواجہ آقا خان خزانچی کے ذریعہ مرزا (سلیمان) کو بھیجے اور فرمان جاری ہوا کہ راجا بھگوان داس دریائے سندھ تک مرزا (سلیمان) کے استقبال کے لیے جائے ، ہر روز رسوم مہمانداری بجا لائے اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ ہمارے پاس لائے ۔ یہ بھی حکم ہوا کہ ہر شہر و قصبہ کے حاکم و عامل کہ جہاں سے مرزا سلیمان گزرے ، مہمان نوازی کے ساتھ پیش آئیں ۔

ابھی مرزا نے دریائے سندھ کو عبور نہیں کیا تھا کہ خواجہ آقا خان ، راجا بھگوان داس سے پہلے مرزا کی خدمت میں جا پہنچا اور جو سامان اور روپیہ ہمراہ لے گیا تھا ، پیش کیا ۔ [۳۱۵] چند روز کے بعد راجا بھگوان داس آراستہ لشکر کے ساتھ حدود سندھ میں مرزا کے پاس پہنچا اور عزت و احترام کے ساتھ اس کو لاہور لے آیا ۔

ان ہی حالات کے دوران میں اعظم خاں کی طلبی کا فرمان گجرات پہنچا کہ وہ بھی اس معرکہ میں حاضر ہو ۔ اعظم خاں نہایت عجلت اور شوق سے آیا اور چوتھی رجب کو بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ ایک مدت کے بعد ''داغ'' اور سپاہیوں کی دادوستہ کے معاملہ کی بات‌چیت ہوئی ۔ خان اعظم نے انکار اور بے اخلاصی کا اظہار کیا اور ایسی باتیں زبان پر لایا کہ جن کی مخلصین سے توقع نہ تھی ۔ یہ باتیں بادشاہ (اکبر) کی ناراضی کا سبب ہوئیں ۔ اعظم خاں نے ترک خدمت کر دی اور اپنے باغ میں گوشہ نشیں ہو گیا ، جو آگرہ میں تھا اور اس کا آنا جانا موقوف ہو گیا ۔

مختصر یہ کہ مرزا سلیمان نے دو تین روز دارالسلطنت لاہور میں آرام کیا اور پھر دارالخلافہ آگرہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ قصبہ متھورہ (متھرا) کہ جو فتح پور سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے ، پہنچا ، تو ترسون محمد خاں کو جو بڑے امراء میں سے تھا اور قاضی نظام بدخشی کو کہ جسے مرزا سلیمان نے قاضی خاں کا خطاب دیا تھا اور وہ اکبر بادشاہ کے پاس آ کر خطاب غازی خاں سے مشرف ہوا کہ جس کا کچھ حال لکھا جا چکا ہے ، استقبال کے لیے بھیجا اور طے پایا کہ پندرہویں رجب ۹۸۳/

۱۵۷۵ء مطابق بیسویں سال الٰہی کو مرزا (سلیمان) اکبر بادشاہ سے ملاقات کرے ۔

اکبر بادشاہ نے از راہ مسافر نوازی تمام اکابر ، اشراف ، امراء اور ارکان دولت کو حکم دیا کہ فتح پور سے پانچ کوس آگے بڑھ کر مرزا کا استقبال کریں ۔ جب مرزا سلیمان اس منزل سے سوار ہو کر فتح پور کی طرف چلا ، تو اکبر بادشاہ نہایت کرم و مہربانی کے ساتھ خود اس کے استقبال کے لیے آمادہ ہوا اور اس روز [۳۱۶] شاہی فرمان صادر ہوا کہ پانچ ہزار کوہ پیکر ہاتھیوں کو فرنگی ململ اور رومی زربفت کی جھولوں اور سونے چاندی کی زنجیروں سے آراستہ کرکے اور ہاتھیوں کی سونڈوں پر سفید اور سیاہ قطاس (پہاڑی گائے کے بال) لٹکا کر دروازہ فتح پور سے پانچ کوس تک راستہ کے دونوں طرف قطار باندھ کر کھڑا کر دیا جائے ۔ ہر دو ہاتھیوں کے درمیان چیتے کا ایک رتھ ہو اور وہ سونے اور چاندی کے گاوبند اور ریشمی جھولوں سے آراستہ ہو اور دو بیل گاڑیاں ہوں کہ جن کی زر دوزی باگیں ہوں ۔

جب جنگل اس طریقہ سے آراستہ ہو گیا ، تو اکبر بادشاہ نہایت شان و شوکت اور شاہانہ طمطراق کے ساتھ جس کو دیکھ کر ساکنانِ فلکی بھی حیران تھے ، سوار ہوا اور اس کی روانگی عمل میں آئی ۔ جب وہ مرزا سلیمان کے قریب پہنچا ، تو مرزا (سلیمان) بے تحاشا گھوڑے سے کود پڑا اور آگے دوڑا کہ بادشاہ (اکبر) کے پاس پہنچے ۔ اکبر بادشاہ اعلیٰ اخلاق سے متصف تھا ، مرزا (سلیمان) کی ضعیفی کا خیال فرما کر خود گھوڑے سے اتر پڑا اور مرزا (سلیمان) کو یہ موقع نہ دیا کہ مرزا کورنش کے آداب اور حاضری کے شرائط بجا لائے ۔

(بادشاہ) نہایت مہربانی سے مرزا (سلیمان) سے بغل گیر ہوا ۔ ملاقات کے بعد بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا اور فرمایا کہ مرزا بھی سوار ہو اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ پر رکھا ۔ اس پانچ کے تمام راستہ میں بادشاہ (اکبر) مرزا کے حالات دریافت کرتا رہا اور جب دولت خانہ پر پہنچا ، تو مرزا کو مسند سلطنت پر اپنے پہلو میں جگہ دی اور عالی مرتبت شاہزادوں کو اس مجلس میں بلایا اور مرزا سے ملاقات کرائی ۔

نشاط و انبساط کے مراسم کے بعد داروغہ مطبخ نے قسم قسم کے کھانے، مشروبات اور حلوے دسترخوان پر لگائے۔ جب دسترخوان اٹھایا گیا، تو بادشاہ (اکبر) نے مرزا (سلیمان) سے امداد اور لشکر کا وعدہ کیا اور مرزا کے رہنے کے لیے شاہی دولت خانہ کے نزدیک ایک مکان کا انتظام کیا گیا۔ پنجاب کے حاکم خان جہاں کو اسی مجلس میں حکم دیا گیا کہ پانچ ہزار جرار نیزہ باز سوار ہمراہ لے کر مرزا (سلیمان) کے ساتھ بدخشاں روانہ ہو اور اس مملکت کو فتنہ پردازوں سے صاف کرکے اس (مرزا سلیمان) کے سپرد کرے اور لاہور واپس آ جائے۔

خانخاناں منعم خاں کی وفات کا ذکر

[۳۱۷] جس زمانہ میں کہ خانخاناں، داؤد کی مہم سے فارغ ہوا اور اطمینان سے دارالحکومت ٹانڈہ پہنچا، تو قائد اجل کی رہنمائی سے وہ ٹانڈہ کی سکونت سے دل برداشتہ ہو گیا۔ اس نے دریائے گنگا کو عبور کرکے قلعہ گوڑ میں کہ جو گزشتہ زمانہ میں بنگالہ کا دارالحکومت تھا۔ اپنا اختیار کیا اور حکم دیا کہ تمام آدمی، سپاہی اور رعیت ٹانڈہ سے کوچ کرکے گوڑ آ جائے۔

عین برسات کے موسم میں لوگ جلا وطنی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے گوڑ کی آب و ہوا بہت گندی اور خراب تھی۔ پرانے زمانہ میں مختلف بیماریوں کی وجہ سے کہ آب و ہوا کی خرابی کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں اور وہاں کے لوگ ان میں مبتلا ہوتے تھے، گزشتہ حکام نے اس جگہ کو اجاڑ کر دیا تھا اور ٹانڈہ کو آباد کیا تھا۔ اس زمانہ میں بیماری عام طور سے لوگوں میں پھیل گئی اور روزانہ گروہ کے گروہ گوڑ میں مرنے اور یاروں اور دوستوں سے بچھڑنے لگے۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ مردوں کو دفن کرنے سے عاجز آ گئے اور ان کو دریا میں بہانے لگے۔ روزانہ شاہی ملازمین اور امراء کے مرنے کی خبر خانخاناں کے پاس پہنچنے لگی، مگر وہ ذرا بھی متزلزل نہیں ہوا اور وہاں کی سکونت نہیں چھوڑی۔

خانخاناں کے کمال عظمت کی وجہ سے کسی میں یہ مجال نہ تھی کہ اس کے کان سے غفلت کی روئی نکالے اور اسے خبردار کرے۔ کچھ عرصہ کے بعد خانخاناں کی طبیعت خراب ہوئی اور بیمار پڑ گیا۔ جب بیماری کو

دس دن گزرے ، تو رجب المرجب ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء مطابق اکیسویں سال الٰہی میں (خانخاناں منعم خاں نے) اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا ۔ امراء و شاہی ملازمین جو ہمیشہ خانخاناں کے دیوان خانہ میں جمع ہوتے تھے اور فتوحات کی مبارکبادیں دیا کرتے تھے ، اس روز تعزیت کے لیے جمع ہوئے اور انھوں نے انتظام سرحد کی وجہ سے شاہم خاں جلائر [۳۱۸] کو سردار بنا لیا اور اس واقعہ کی اطلاع اکبر بادشاہ کے حضور میں عرض کی ۔ چونکہ خانخاناں کا کوئی لڑکا زندہ نہ تھا ، لہذا اس کا تمام منقولہ و غیر منقولہ مال شاہی خزانہ میں داخل ہو گیا اور تفصیل نامہ بھی بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا گیا ۔

جب امراء کی یہ عرضداشت بادشاہ کے پاس پہنچی ، تو خان جہاں جو اس سے پہلے پنجاب کا مطلق العنان حاکم تھا ، بادشاہی نوازشوں اور عنایتوں سے سرفراز ہوا اور مملکت بنگالہ کی حفاظت و حکومت اس کے سپرد ہوئی ۔ وہ امیر الامراء کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ مختلف قسم کی عنایات کی گئیں ۔ رعایا اور ماتحتوں کے حقوق کی رعایت کی سفارش کی گئی ۔ اسے قبائے زر دوزی ، چارقب طلا دوزی ، کمر ، شمشیر طلاء مرصع اور گھوڑا مع طلائی زین مرحمت ہوا ۔ بادشاہ نے خان جہاں کو رخصت کیا ۔ خان جہاں نے اپنے حسب مدعا فرمان و احکام درست کیے اور بنگالہ کی حکومت پر روانہ ہو گیا ۔

اکیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا اتوار کے روز نویں ذی الحجہ ۹۸۳ھ/۱۵۷۶ء کو ہوئی ۔

مرزا سلیمان کی مکہ معظمہ کو روانگی

جب مرزا سلیمان حکومت بدخشان سے معزول ہو کر اکبر بادشاہ کے حضور میں مدد کا خواستگار ہوا ، تو بادشاہ ہر طرح سے اس کی خوبی فرماتا تھا ۔ اکثر اس کے یہاں قدم رنجہ فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا اور اکثر اوقات جمعہ کی رات کو وہ مرزا (سلیمان) کو عبادت خانہ میں علماء اور مشائخ کی مجلس میں بلایا کرتا تھا ۔

اکبر بادشاہ نے طے کیا تھا کہ خان جہاں کو پنجاب کے لشکر کے ساتھ مرزا کے ہمراہ بدخشاں فتح کرنے کے لیے روانہ کیا جائے۔ اتفاق سے گردش فلک نے [۳۱۹] کچھ اور ہی کر دکھایا - خانخاناں جو ممالک شرقیہ اور بنگال میں انتظام مملکت کی خدمات انجام دے رہا تھا ، طبعی موت سے مر گیا ۔ اکبر بادشاہ نے ممالک مشرق اور بنگال کی مہمات پر ترجیح دی اور خان جہاں کو وہاں (بنگالہ) بھیج دیا فلک کی شعبدہ بازی سے مرزا سلیمان کو یقین ہو گیا کہ ابھی میری مراد کے برآنے کا وقت نہیں آیا ہے :

برآید در زمانِ خویش ہر کار
بوقت خود دہد ہر میوہ بار
محال است آنکہ روید در چمن‌گاہ
بنفشہ در تموز و گل بدی ماہ
توان شد برہمہ مقصود فیروز
مگر روزی فردا خوردن امروز

اس نے طواف کعبہ معظمہ کا ارادہ کر لیا اور امراء کے توسل سے اکبر بادشاہ کے حضور میں اس استدعا کا اظہار کیا ۔ چونکہ بلند ہمت لوگوں کا ایسا مقصد ، اظہار کے بعد پورا ہوتا رہا ہے ، لہذا اکبر بادشاہ نے مرزا (سلیمان) کی درخواست کو قبول کر لیا اور جنس کے علاوہ پچاس ہزار روپیہ نقد بادشاہ نے مدد خرچ کے طور پر (مرزا کو) بھیجا اور محمد قلیج خاں کوکہ جو امرائے شاہی میں سے تھا اور سورت کی حکومت اس سے متعلق تھی ، مرزا (سلیمان) کی ہمراہی کے لیے مقرر فرمایا ۔ تا کہ راستہ میں مناسب خدمات انجام دے اور مرزا کو جہاز میں بٹھا کر حجاز کو روانہ کرے اور مبلغ بیس ہزار روپیہ خالصہ گجرات سے مرزا (سلیمان) کے خدمت گروں کے لیے دے۔

بندرگاہ سورت سے مرزا کشتی میں سوار ہوا اور اسی سال حرمین شریفین کے طواف و زیارت سے مشرف ہوا ۔ خداوند تعالیٰ ، رعایا کے قلوب کا مالک ہے ۔ اس (مرزا) نے اس کی درگاہ میں التجا کی ، چنانچہ وہ پھر بدخشاں کی مملکت کی حکومت پر قابض ہو گیا جس کا ذکر کیا جائے گا ۔

اس سال کے آخری دنوں میں ساتویں ذی قعدہ ۹۸۴ھ/۱۵۷۷ء کو اجمیر پر حملہ ہوا اور اکبر بادشاہ تاریخ مذکور کو [۳۲۰] فتح پور سے طواف (زیارت خواجہ اجمیری) کے ارادے سے روانہ ہوا - تمام راستہ لطف و انبساط کے ساتھ گزرا - پیر کے دن چوتھی ذی الحجہ سال مذکور (۹۸۴ھ/۱۵۷۷ء) کو اجمیر سے دس کوس کے فاصلے پر بادشاہ نے نزول فرمایا اور وہاں سے حسب دستور پیادہ ہو کر اس مزار انور (خواجہ اجمیری) کی طرف روانہ ہوا - پانچ کوس کا راستہ پیدل طے کیا - سفر طے کرنے کے بعد مزار مقدس پر پہنچا اور پہلے ہی روز دس ہزار روپیہ مزار مجاوروں اور خدام کو مرحمت کیا -

بائیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا پیر کے دن بیسویں ذی الحجہ ۹۸۴ھ/۱۵۷۷ء کو ہوئی - جس زمانہ میں کہ بادشاہ اجمیر میں مقیم تھا ، تو ۹ ذی الحجہ ۹۸۴ھ[1]/۱۵۷۷ء کو سورج محل میں داخل ہوا اور دنیا اور دنیا والوں کو بائیسویں سال الٰہی کے آغاز کی خوش خبری ملی کہ یہ لوگوں کی مراد برآنے کا سال ہوا اور اس شادمانی میں لوگوں پر خوشی اور بے غمی کے دروازے کھل گئے -

ان واقعات کی تشریح جو خطہ اجمیر کے زمانۂ قیام میں ہوئے

جس زمانہ میں اکبر بادشاہ اجمیر میں مقیم تھا ، ولایت بنگالہ سے متواتر خبریں آئیں کہ داؤد افغان نے خانخاناں سے جو عہد و پیمان کیے تھے ، ان کو بالکل نظرانداز کر دیا اور اپنی حد سے تجاوز کرکے ٹانڈہ آیا ہے - وہ شاہی امراء جو ٹانڈہ میں تھے ، ان میں کوئی ممتاز و معتبر امیر نہ تھا ، اس لیے اس مملکت کو خالی چھوڑ کر حاجی پور پٹنہ چلے آئے - اسی سبب سے بدانتظامی بڑھ گئی - چونکہ خان جہان کا لشکر لاہور میں تھا ، اس وجہ سے وہ راستہ تیزی سے طے نہیں کر رہا تھا -

---

۱- متن میں ۹۸۳ھ تحریر ہے جو درست نہیں ہے - (اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۰۶) -

جب یہ خبریں اکبر بادشاہ کو ملیں ، تو خان جہاں کے نام [۳۲۱] سبحان قلی ترک کی معرفت فرمان بھیجا کہ ان امراء اور جاگیرداروں کو جو مملکت بنگالہ چھوڑ کر چلے آئے تھے ، اپنے ہمراہ لے کر داؤد کے مقابلہ پر جائے ۔ سبحان قلی ترک نے بائیس دن میں تقریباً ایک ہزار کوس کا راستہ طے کیا اور خان جہاں کو شاہی فرمان پہنچایا ۔ ابھی اکبر بادشاہ اجمیر میں تھا کہ سبحان قلی ترک نے واپس آ کر خبر دی کہ خان جہاں فتح مند فوجوں کے ساتھ شاہی اقبال پر بھروسہ کرکے بنگال کی طرف متوجہ ہوا ہے ۔

جب خان جہاں گڑھی پہنچا ، تو داؤد نے جو تین ہزار افغان وہاں کی حفاظت کے لیے چھوڑے تھے ، ان سے جنگ کی اور آگے بڑھ کر گڑھی پر قابض ہو گیا ۔ تقریباً ایک ہزار پانچ سو افغان قتل ہوئے اور اکثر سردار قید ہو گئے ۔

اسی زمانے میں جبکہ اکبر بادشاہ اجمیر میں مقیم تھا ، اس نے کنور مان سنگھ کو جو شجاعت و مردانگی میں مشہور اور نہایت دانش مند و باہمت تھا ، پانچ ہزار جرار سوار دے کر رانا کیکا کے مقابلہ کے لیے تعینات کیا ۔ قاضی خان بدخشی ، مجاہد خان اور ان کا پوتا محب علی خان اور دوسرے کار آزمودہ جوانوں کو اس کے ہمراہ کیا ۔ اس لشکر کی بخش گری آصف خان کو دی گئی ۔ بادشاہ نے کنور مان سنگھ ، تمام امراء اور سرداروں کو بیش قیمت خلعتیں اور عراق و عربی گھوڑے عنایت کرکے ان کو رخصت کیا ۔ مہمات کو سرانجام دینے کے بعد شاہی فتح مند لشکر ۲۰ محرم ۹۸۵ھ/۱۵۷۷ء کو بادشاہ کے ہمراہ واپس ہوا ۔

یکم صفر سال مذکور کو بادشاہ فتح پور پہنچا ۔ بادشاہ (اکبر) کے فتح پور پہنچنے کے بعد جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ خان‌جہاں گڑھی فتح کرنے کے بعد جب حدود ٹانڈہ میں پہنچا ، تو داؤد ٹانڈہ سے نکل کر موضع آگ محل میں جو ایسی جگہ ہے کہ [۳۲۲] اس کے ایک طرف دریا ہے اور دوسرے جانب پہاڑ پہنچا اور اپنے لشکر کے گرد قلعہ بنا کر بیٹھ گیا ہے ۔ خان جہاں اپنا لشکر لے کر اس کے مقابلہ میں پہنچا اور جنگ کی ۔ ایک دن خواجہ عبداللہ جو حضرت قطب الاولیا خواجہ

ناصر الدین عبداللہ امراء کی اولاد سے تھا اور شاہی ملازمین میں شامل تھا ، اپنے چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر اپنے مورچہ سے نکلا اور افغانوں کی خندق کے کنارے پر پہنچا ۔ افغان میں سے ایک گروہ نے انکل کو خواجہ (عبداللہ) سے مقابلہ کیا ۔ خواجہ نے بڑی بہادری دکھائی اور شہید ہو گیا ۔

اس خبر کے سنتے ہی اکبر بادشاہ غضب ناک ہو گیا ۔ مظفر خان کے نام فرمان صادر ہوا جو اُس زمانہ میں پٹنہ و بہار کا حاکم تھا کہ فتح مند فوجیں جو ان حدود میں جاگیرداروں کے پاس ہیں ، اپنے ہمراہ لے کر خان جہان کی کمک پر جائے اور افغانوں کی بیخ کنی میں پوری پوری کوشش کرے ۔ چند روز کے بعد خان جہان کی عرضداشت پہنچی جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک روز بعض شاہی فوجوں کا افغانوں کے لشکر سے مقابلہ ہوا ۔ چونکہ بادشاہ کا اقبال اُن بہادروں کا رفیق و مددگار تھا لہذا شاہی فوجوں کو فتح نصیب ہوئی اور بعض بہادر جوانوں نے دشمن فوج کے سردار خانخانان نامی کو قتل کرکے کے اس کے پیر اکھاڑ دیے ۔ اس زمانہ میں کنور مان سنگہ کی فتح اور رانا کیکا کی شکست کی خبر بادشاہ کی ملی ۔

کنور مان سنگہ اور رانا کیکا کی جنگ اور اس ملعون کی شکست کا ذکر

رانا کیکا جو ہندوستان کے راجاؤں میں ممتاز تھا ، چتوڑ کی فتح کے بعد ہندو راہ کے کوہستان کے ایک شہر کو کندہ میں مکانات و باغات [۳۲۳] بنوا کر رہنے لگا ۔ وہ (اکثر) سرکشی کرتا تھا ۔ کنور مان سنگہ کو کندہ کے نواح میں پہنچا ، تو کیکا نے ہندو راہ کے راجاؤں کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور اپنی فوج کے ہمراہ کہ جس سے تمام جنگل پٹا پڑا تھا ، وہ ہلدی گھاٹی سے نکلا اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ کنور مان سنگہ نے امراء کے مشورہ سے صفیں آراستہ کیں اور مقابلہ کے لیے تیار ہوا جب صفیں مقابل ہوئیں ، تو دونوں طرف کے بہادروں نے باد صرصر کی طرح ایک دوسرے پر حملے کیے اور ایک پہر تک خوب مقابلہ ہوا اور بہت قتل ہوا :

زمین دریائے فوج افگن شد از خون
در و کشتی سوار و کشتہ سنگر
اجل نعرہ زناں ہر سو رواں شد
بخون اندر چو مردانِ شناور

دونوں فوجوں کے راجپوت سپاہیوں نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں انتہائی کوشش کی ۔ شاہی فوج کے تقریباً ایک سو پچاس جرار سوار کام آئے جبکہ دشمن کی فوج کے پانچ سو سے زیادہ نامی راجپوت سوار مارے گئے ۔ کافر سرداروں میں سے راجا شام گوالیاری ، اس کے لڑکے اور جے مل کا لڑکا دشمن کی طرف سے جہنم واصل ہوا ۔ رانا کیکا نے اس روز اتنی کوشش کی کہ تیر اور نیزے کے زخم کھائے ۔ بالآخر اس نے میدانِ جنگ کو پیٹھ دکھائی اور نہایت خواری سے اس مہلکہ سے اپنی جان بچا کر لے گیا ۔ شاہی فوج کے بہادر سپاہی اس کے تعاقب میں دوڑے اور بہت سے راجپوت سپاہی مارے گئے ۔ کنور مان سنگھ کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے بادشاہ کے حضور میں فتح کی عرضداشت بھیجی ۔

دوسرے روز وہ ہلدی گھاٹ سے گزر کر کوکندہ آ گیا اور رانا کیکا کے مکانات میں آ کر مقیم ہوا اور دوبارہ خدا کا شکر ادا کیا ۔ رانا کیکا فرار ہو کر پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر پناہ گزیں ہوا ۔ جب اکبر بادشاہ کو عرضداشت کا مضمون (فتح) معلوم ہوا ، تو بادشاہ نے [۳۲۴] اظہار مسرت و خوشی فرمایا ۔ کنور مان سنگھ اور دوسرے امراء کے لیے فاخرہ خلعتیں اور عراقی گھوڑے بھیجے ۔

خان جہاں اور داؤد کے مقابلہ کا ذکر

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ خاں جہاں گڑھی کی فتح کے بعد ٹانڈہ کی طرف متوجہ ہوا اور داؤد خاں نے ٹانڈہ سے نکل کر اک محل نامی مقام پر لشکر گاہ بنایا اور پھر اپنے گرد قلعہ تیار کر لیا ۔ خاں جہاں نے بھی غنیم کے مقابلہ میں قیام کیا اور مظفر خاں اور بہارو حاجی پور کے لشکروں کا انتظار کرنے لگا ۔ جب خاں جہاں کے مقابلہ کی خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو مبلغ پانچ لاکھ روپیہ ، لشکر کے خرچ کے لیے بذریعہ ڈاک چوکی روانہ کیا اور حسب الحکم آگرہ سے غلہ سے بھری

ہوئی بہت سی کشتیاں لشکر کی مدد کے لیے بھیجی گئیں اور سید عبداللہ خاں کو جو اس زمانہ میں راجا مان سنگھ کی فتح کی خبر لایا تھا ۔ خان جہان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تو داؤد کی فتح کی خبر بھی لائے گا ۔ چنانچہ اکبر بادشاہ کے مبارک وجود کی برکت سے مشارالیہ (سید عبداللہ خاں) تھوڑے ہی عرصہ میں داؤد کا سر لایا جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا ۔

اسی زمانہ میں گج پتی نامی زمیندار حاجی پور اور پٹنہ کے نواح میں رہتا تھا اور بادشاہ کے دولت خواہوں میں سے تھا ۔ جس وقت کہ مظفر خاں ، خاں جہاں کی کمک پر گیا ہوا تھا ، اس نے ولایت کو خالی پا کر فوج جمع کر لی اور فرحت خاں اور اس کے لڑکے اور میرک ردائی پر کہ جو تھانہ آگرہ میں تھے ، حملہ کر دیا ۔ فرحت خاں نے اپنے لڑکے کے ہمراہی میں اس سے جنگ کی اور شہادت پائی ۔ اس ملک میں بہت بدنظمی ہو گئی ۔ راستے بند ہو گئے ۔

جب یہ خبر بادشاہ کو ملی ، تو اکبر بادشاہ نے خود بہ نفس نفیس دارالخلافہ فتح پور سے روانگی کر دی اور پانچ کوس پر منزل کی اور لشکر کے حاضر ہونے اور کشتیوں اور توپ خانہ کے لیے [۳۲۵] حکم صادر فرما دیا ۔ اسی منزل پر سید عبداللہ خاں کہ جس طریقہ سے کہ اکبر بادشاہ نے کہا تھا ، یلغار کرتا ہوا خاں جہاں کے پاس سے آیا اور داؤد افغان کے سر کو بادشاہ کے گھوڑوں کے پیروں تلے ڈال دیا :

بیت

تنے کش سوئے طاعت رائے نامد
بسر آور اگر از پائے نامد

اکبر بادشاہ نے اس عظیم نعمت (فتح) پر (باری تعالیٰ) کا شکر ادا کیا اور واپسی کر دی ، دارالخلافہ میں قیام کیا ۔ سید عبداللہ خاں نے فتح کے حالات اس طرح بیان کیے کہ جب مظفر خاں ، بہار و حاجی پور پٹنہ کی فوج کے ساتھ کہ تقریباً پانچ ہزار سوار تھے ، خانخاناں کے پاس پہنچا تو ماہ مذکور کی پندرہ تاریخ کو صفیں آراستہ ہوئیں ۔ غنیم کا مقابلہ ہوا اور داؤد نے اپنے چچا جنید کررانی اور دوسرے افغان سرداروں کے ساتھ

صفیں آراستہ کیں ۔ اتفاق سے جنید کے سر پر توپ کا گولہ لگا اور پھر ان کی ران (کی ہڈی) ٹوٹ گئی ۔ اس کے کچھ دیر کے بعد دونوں فوجیں آپس میں بھڑ گئیں ۔ دشمنوں کو شکست ہوئی ۔ پہلے ہی حملہ میں داؤد کے پیر اکھڑ گئے اور وہ گرفتار ہو گیا ۔ خان جہاں نے اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا ۔ بے انتہا مالِ غنیمت اور ہاتھی، شاہی لشکر کے ہاتھ لگے ۔

اکبر بادشاہ نے دارالخلافہ میں آرام کیا اور مستحقین کو بہت سا سونا چاندی انعام میں تقسیم کیا اور انہیں خوش حال کر دیا ۔ سید عبداللہ خاں نے گھوڑا ، خلعت اور نقد انعام پایا ۔

سلطان خواجہ کو جو خواجہ خاوند محمود کا لڑکا تھا ، قافلۂ حج کا میر حاجی بنایا اور نقد چھ لاکھ روپیہ اور دوسرا سامان حرمین شریفین کے [۳۲۶] فقراء و مستحقین کے لیے اس کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ جو شخص حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو ، اس کا تمام خرچ دیا جائے ۔ بہت سے آدمی اس نعمت (حج) سے مشرف ہوئے ۔

چونکہ ہر سال اکبر بادشاہ خواجہ معین الدین کے روضہ کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا ، لہذا اس موقع پر بھی ۲۶ جمادی الاخریٰ ۹۸۴ھ/ ۱۵۷۶ء مطابق بیسویں سال الٰہی کو فتح پور سے روانہ ہوا اور جمعرات کے دن پانچ ماہ رجب سال مذکور کو اجمیر پہنچا ۔ مزار کی زیارت کے بعد وہاں کے چھوٹے بڑے فقراء و مساکین کو زر سرخ و سفید و سیاہ انعام میں دے کر خوش کر دیا ۔ بادشاہ نے چند روز اجمیر میں قیام کیا وہ روزانہ زیارت کے لیے جاتا اور فقراء و مساکین کو خیرات دیتا تھا ۔

اس سے پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ راجا مان سنگھ ، رانا کیکا پر غالب آیا اور اس کی ولایت پر قابض ہو گیا تھا اور وہ بھاگ کر بلند پہاڑوں اور گھنے جنگلوں میں چلا گیا تھا ۔ شاہی فتح مند لشکر اس کے تعاقب میں کو کندہ تک جو رانا کے قیام کی جگہ تھی ، گیا اور وہاں قیام کیا ۔

اسی دوران میں بادشاہ کو عرضی پہنچی کہ راستوں کی تنگی کی وجہ

سے لشکر میں غلہ کم پہنچا تھا اور سپاہی پریشان تھے ۔ کنور مان سنگھ نے لوگوں کو ولایت کیکا کی غارت گری سے روک دیا ۔ اس سبب سے لشکر میں اور زیادہ پریشانی پیدا ہو گئی ۔ اکبر بادشاہ نے اس خبر کو سن کر کنور مان سنگھ کی طلبی کا فرمان جاری کر دیا ۔ وہ آیا ، لیکن اس کو چند روز تک دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں ملی ۔ چند روز کے بعد اس کی خطا معاف کر دی اور ولایت کیکا کی غارت گری کے لیے دوسرا لشکر تعینات کیا جو اسی مہینہ کی انیسویں تاریخ کو اجمیر سے روانہ ہو کر رانا کی ولایت کی طرف متوجہ ہوا ۔

خواجہ شاہ منصور کا دیوان بنانا

[۳۲۷] شاہ منصور شیرازی ایک محرر تھا ۔ شروع زمانہ میں جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، تو خوشبو خانہ کا مشرف مقرر ہوا ۔ اس زمانہ میں مظفر خان کو استقلال کلی حاصل تھا ۔ جب اس نے شاہ منصور میں فطری جوہر دیکھا ، تو اس کے مہمات و معاملات کو الجھا دیا اور اس کو قید میں ڈال دیا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دربار میں نہ رہ سکا اور منعم خان خانخاناں کی خدمت میں جونپور چلا گیا اور اس کے ملازموں میں داخل ہو گیا اور آہستہ آہستہ خانخاناں کا دیوان بن گیا ۔

چند سال کے بعد خانخاناں کی مہم سازی کی تقریب کے سلسلے میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ بادشاہ کو اس کی باتوں سے سنجیدگی اور تجربہ کاری کا علم ہوا ۔ خانخاناں (منعم خاں) کے مرنے کے بعد خواجہ شاہ منصور کی طلبی کا فرمان صادر ہوا اور وہ حاضر خدمت ہوا ۔

کوکندہ کا راستہ گجرات سے قریب تھا ۔ جب سلطان خواجہ کو میر حاجی مقرر کیا گیا ، قطب الدین محمد خاں ، قلیج خاں اور آصف خاں کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ حکم دیا کہ سلطان خواجہ کے قافلہ کے رہبر ہو کر کوکندہ سے گزریں اور اس ضمن میں ولایت کیکا کو بھی غارت و تاراج کر دیں اور جہاں کہیں کیکا کی خبر ملے اس کے سر پر پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیں ۔ سلطان خواجہ کی رخصت کے وقت اکبر بادشاہ نے حاجیوں کے طریقہ سے سروپا برہنہ ہو کر احرام باندھا اور چند قدم سلطان خواجہ کی متابعت کی اور اس شور و ہنگامہ کی حالت

میں (بادشاہ) حاضرین میں سے نکلا اور بے اختیار اس نے دعا اور ثنا کے لیے زبان کھولی -

شاہی لشکر پرگنہ موہی پہنچا ، تو اس کے بعد فوراً ہی خبر ملی کہ جب قطب الدین خان اور دوسرے امراء کوکندہ کے قریب پہنچے ، تو رانا فرار ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا - [۳۲۸] شاہی فرمان صادر ہوا کہ قطب الدین خان اور راجا بھگوان داس کوکندہ میں قیام کریں اور قلیج خان دوسرے امراء کے ساتھ بصورت قافلہ ایدر جائے اور ایدر کے محاصرہ کے لیے قیام کرے اور کچھ لوگوں کو ہمراہ کرکے قافلہ احمدآباد پہنچا دے -

جب قلیج خان ایدر پہنچا ، تو وہاں کا راجا بھاگ کر اس لواح کے پہاڑوں میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا - ایدر کے بت خانہ میں کچھ راجپوت جان کی بازی لگا کر رہ گئے تھے - ہجوم عام ہونے کی وجہ سے ذرا سی دیر میں وہ بھی ناپید ہو گئے - قلیج خان نے دوسرے روز تیمور بدخشی کو پانچ سواروں کے ساتھ قافلہ کے ہمراہ احمد آباد روانہ کر دیا -

اسی وقت شہاب الدین احمد خان ، شاہ فخر الدین ، شاہ بداغ خان ، اس کا لڑکا عبدالمطلب خان اور مالوہ کے دوسرے جاگیردار امراء حاضر خدمت ہوئے - بادشاہ کو اس ولایت کے تھانوں کے انتظام کی فکر ہوئی - پہلے قاضی خان بدخشی کو ہزاری منصب پر سرفراز کیا اور اسے شریف‌خان اتکہ ، مجاہد خان ، سبحان قلی ترک اور تقریباً تین ہزار سواروں کے ہمراہ قصبہ موہی میں چھوڑا اور کوہستان میں عبدالرحمٰن بیگ اور عبدالرحمٰن پسر موئید بیگ کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ تعینات کیا -

جب شاہی لشکر اودے پور پہنچا ، تو سلطان خواجہ کی عرض سورت سے آئی کہ فرنگیوں کی وعدہ خلافی کی وجہ سے جہاز معطل ہے - بادشاہ اکبر نے علم مراد کو جو بہادر جوان تھا ، بھیجا کہ قلیج خان کو ایدر سے بہت جلد لائے تا کہ اس کو جہاز روانہ کرنے کے لیے بھیج دیا جائے اور قلیج خان کے بجائے اس لشکر کا سردار آصف خان ہوا -

اس مقام پر قطب الدین خان اور راجا بھگوان داس حاضر خدمت ہوئے شاہ فخر الدین اور جگناتھ کو اودے پور میں اور راجا بھگوان داس

اور سید عبداللہ خاں کو اودے پور کی گھاٹی کے دہانے پر چھوڑا ۔ جب شاہی لشکر [۳۲۹] بانسوالہ اور ڈونگر پور کے نواح میں پہنچا ، تو وہاں کے راجا اور ان اطراف کے زمیندار حاضر خدمت ہوئے ۔ مناسب تحفے اور نذرانے پیش کیے اور شاہی نوازشوں سے بہرہ مند ہوئے ۔

اسی مقام پر راجا ٹوڈرمل ، بنگالہ کی ولایت سے آ کر حاضر خدمت ہوا اور تقریباً پانچ سو ہاتھی ، بنگالہ کے مال غنیمت سے دوسرے تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پیش کیے ۔ اسی منزل پر قلیج خاں بھی حاضر خدمت ہوا اور اس کو سورت جانے کی اجازت ملی کہ جہازوں کو روانہ کرائے ۔ اس نے کلیان رائے سے مشورہ کرکے فرنگیوں سے وعدہ لیا اور جہازوں کو روانہ کرا دیا اور جلد واپس آ گیا ۔

شاہی لشکر مالوہ میں تھا کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جب بادشاہ کو تھانوں کے قیام سے اطمینان ہو گیا ، تو اس نواح کے لوگ شاہی ملازمین میں داخل کیے گئے اور (بادشاہ) سیر کرتا ہوا اور شکار کھیلتا ہوا مالوہ میں داخل ہوا ۔

تئیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن ماہ محرم الحرام ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء[1] کو ہوئی ۔ مالوہ کے مضافات میں پرگنہ دیبال پور کے قریب بہار نو روزی پڑا اور پیر کے دن سرم (بیسویں) ذی الحجہ ۹۸۵ھ/۱۵۷۸ء[2] موافق تئیسویں سال الٰہی کو بادشاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور دنیا والوں کو شاہانہ مہربانیوں سے خوش و خرم کر دیا ۔ اُس وقت اس ملک (مالوہ) کی فلاح و بہبودی کا خیال ہوا اور اس کی آبادی و خوش حالی میں کوشش کی ۔ اس ملک کی رعایا گروہ در گروہ آتی تھی اور اپنا حال

۱- متن میں ۹۸۵ھ تحریر ہے جو درست نہیں ۔ (اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۲۵) ۔

۲- متن میں ۹۸۴ھ تحریر ہے جو درست نہیں ۔ (اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۲۵) اس طرح اس سال کے ضمن میں جو تاریخیں دی ہیں وہ بھی مشکوک ہوئیں ۔

خود بادشاہ سے عرض کرتی تھی اور بادشاہ اپنی فطری شفقت کی بنا پر ہر ایک کے حال کی حقیقت تک پہنچتا تھا اور اس صوبہ کے معاملات کو [۳۳۰] بوجہ احسن انجام دینے کو فرماتا ۔ (یوں بادشاہ نے) اکثر زمینداروں کو مطیع و فرمانبردار بنا لیا ۔

جس زمانہ میں شاہی لشکر مالوہ میں پڑا ہوا تھا ، اسیر و برہان پور کا حاکم راجہ علی خاں نے اطاعت و فرمانبرداری کے فرائض انجام نہیں دیے ، لہذا بادشاہ نے اس کی تنبیہہ کا ارادہ کیا اور بعض بڑے امراء ، مثلاً شہاب الدین احمد خاں ، قطب الدین محمد خاں ، شجاعت خاں ، شاہ فخر الدین ، شاہ بداغ خاں اور اس کا لڑکا عبدالمطلب خاں ، تولک خاں اور مالوہ کے دوسرے جاگیر داروں کو اس کی ولایت پر متعین کیا اور شاہی حکم صادر ہوا کہ اس لشکر کا سردار شہاب خاں ہو اور میر بخشی شہباز خاں لشکر کی تنقیح کرے ، امراء کا اہتمام کرے اور جلد روانہ کر دے ۔

اسی منزل پر راجا ٹوڈرمل کو ولایت گجرات کی جمع بندی کی تحقیق اور انتظام مہمات کے لیے تعینات کیا ۔ اسی اثناء میں اُن امراء اور لشکر کی طرف سے جو ایدر میں تعینات تھے ، خبر پہنچی کہ انھوں نے راجا نرائن داس سے جنگ کرکے فتح پائی ۔

اس اجمال کی تشریح یہ ہے کہ جس زمانہ میں بادشاہ کے حسب الحکم محمد قلی خاں ، علی مراد اوزبک کے ہمراہ دربار شاہی میں حاضر ہوا تھا ، تو اس لشکر کی سرداری کے لیے آصف خاں تعینات ہوا تھا ۔ اتفاق سے خبر پہنچی کہ راجا ایدر نے ان راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ جو آوارہ وطن ہو چکے تھے ، اس نواح کے زمینداروں کو ہمراہ لے کر رانا کیکا کی مدد کے لیے فوج جمع کی ہے اور تھانہ ایدر سے دس کوس کے فاصلہ پر مقیم ہے اور شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ آصف خاں ، مرزا محمد مقیم ، تیمور بدخشی ، معصوم بکری ، مظفر خاں برادر خاں عالم ، خواجہ ناصر الدین اور تمام سپاہ نے مشورہ کیا اور تقریباً پانچ سو آدمیوں کو تھانہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور فوج کو ترتیب دے کر آدھی رات کے وقت روانہ ہو گئے ۔ ماہ ذی الحجہ ۹۸۴ھ/۱۵۷۷ء کی چوتھی

تاریخ کو صبح کے وقت تک سات کوس کا فاصلہ طے کیا تھا کہ طرفین کا مقابلہ ہو گیا - [۳۳۱] اور جنگ شروع ہو گئی - مرزا محمد مقیم جو ہراول دستہ کا سردار تھا ، شہید ہو گیا - دشمنوں کو شکست ہوئی - راجا نرائن داس فرار ہو کر نکل گیا اور شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی -

جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو وہ خوش ہوا اور ایدر کے لشکر کے سردار اور امراء ہر ایک پر تحسین و نوازش کے لیے فرمان صادر فرمائے - جب بادشاہ نے مالوہ کی مہمات اور اسیر و برہان پور کی ولایت پر امراء کے تقررات سے فراغت پائی ، تو پھر دارالخلافہ فتح پور کی طرف رخ کیا - راستہ بھر شکار کھیلتا ہوا اتوار کے دن تئیسویں ماہ صفر کو فتح پور پہنچا - عوام و اشراف ، متوطن اور مقیم سب استقبال کے لیے حاضر ہوئے - دعا اور ثنا کا شور ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں (فرشتوں) تک پہنچا -

دو تین مہینے کے بعد ولایت گجرات میں مظفر حسین مرزا ابن ابراہیم حسین مرزا (جو مرزا کامران کا نواسا تھا) کے آنے سے بدنظمی پیدا ہو گئی - اس واقعہ کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں شاہی لشکر قلعہ سورت کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ، اس وقت کامران مرزا کی لڑکی اور ابراہیم حسین مرزا کی بیوی گلرخ بیگم اپنے کم عمر لڑکے مظفر حسین مرزا کو لے کر چلی گئی - چنانچہ یہ بات تفصیل سے احمد آباد کی فتح کے سلسلہ میں مذکور ہو چکی ہے -

اس موقع پر ایک مفسد مہر علی جو ابراہیم حسین مرزا کا ملازم تھا- گلرخ بیگم کے ہمراہ قلعہ سورت سے دکن چلا گیا - مظفر حسین مرزا کی عمر اس وقت پندرہ سولہ سال کی تھی - اس (مہر علی) نے فتنہ و فساد شروع کر دیا اور دکن سے نکل آیا اور آوارہ لوگوں کی ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی اور گجرات میں بغاوت و شرانگیزی شروع کر دی - اس زمانہ میں راجا ٹوڈرمل گجرات کی جمع بندی اور تشخیص کی غرض سے [۳۳۲] پٹن میں مقیم تھا -

اس فتنہ و فساد کی وجہ سے فتنہ انگیزوں نے ہر طرف سر اٹھایا اور ایک عجیب فتنہ و ہنگامہ برپا ہو گیا - وزیر خان گجرات کا حاکم تھا -

اگرچہ اس کے پاس تین ہزار سوار تھے ، لیکن اس کے نوکروں میں بہت سے آدمی مفسد تھے ، لہذا اس نے قلعہ بند ہونے کا فیصلہ کیا اور تمام تفصیل لکھ کر راجا ٹوڈرمل کو بھیج دی ۔ قبل اس کے کہ راجا ٹوڈرمل کمک و مدد کے لیے آئے ، باز بہادر پسر شریف خاں پرگنہ لدربار میں مظفر خاں سے جنگ کرکے شکست کھائی ۔ مظفر حسین مرزا کنبایت پہنچا ۔ دو تین دن وہاں رہا اور پھر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ اسی اثنا میں راجا ٹوڈرمل پٹن سے احمد آباد آ گیا ۔ مفسدوں نے جب راجا کے آنے کی خبر سنی ، تو احمد آباد سے اٹھ کر دولقہ کی طرف چلے گئے ۔ راجہ اور وزیر خاں نے تعاقب کیا اور دولقہ کے نواح میں مخالفوں کے سروں پر پہنچے ، سخت جنگ ہوئی ۔ شاہی لشکر کو فتح ہوئی ۔ دشمن خوار ہوا اور جونا گڑھ کی طرف چلا گیا ۔

فتح کے بعد راجا ٹوڈرمل نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ۔ جب مرزا مظفر حسین کو راجا کے جانے کی خبر ملی ، تو وہ پھر احمد آباد آ گیا اور وزیر خاں کا محاصرہ کر لیا ۔ اگرچہ وزیر خاں کے پاس کافی فوج تھی ، مگر ملازمین پر اعتماد نہ تھا ، لہذا قلعہ بند ہو گیا ۔ مہر علی نے جو مظفر حسین کا وکیل تھا ، قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگا کر قلعہ کے اندر پہنچنے کا ارادہ کیا کہ اچانک قلعہ کے اندر سے مہر علی کے بندوق کی گولی لگی اور وہ وہیں جہنم واصل ہو گیا ۔ جب مہر علی ختم ہو گیا ، تو مظفر حسین مرزا نے راہ فرار اختیار کی اور سلطان پور و ندر بار کی طرف چلا گیا ۔ فتنہ و ہنگامہ فرو ہو گیا ۔ اب ہم اپنے مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

[۳۲۳] امراء اور افواج منصورہ کا ولایت اسیر و برہان پور پہنچنا

پچھلے اوراق میں ذکر ہو چکا ہے کہ بادشاہ کے حسب الحکم شہباز خاں اور دوسرے امراء دس ہزار سوار لے کر ولایت اسیر اور برہان پور کے حاکم راجا علی خاں کو ملی ، تو وہ قلعہ بند ہو گیا اور دم سادھ لیا ۔ شاہی امراء اس ولایت میں داخل ہوئے اور بیجا گڑھ میں جا کر ٹھہرے ۔ اسیر اور برہان پور میں ایک ہنگامہ مچ گیا ۔ راجہ علی خاں نے عجز و انکسار اختیار کیا ۔ امراء کو اپنے جرائم کی معافی کا وسیلہ بنایا

اور طے کیا کہ ہر قسم کے مناسب لڑانے اور مشہور ہاتھی اپنے معتبر آدمیوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیجے گا ۔

اس دوران میں قطب الدین محمد خاں اس بدنظمی کی وجہ سے کہ جو بروچ و بڑودہ اور اس کی جاگیر میں مظفر حسین مرزا کے ادھر سے گزرنے کی وجہ سے ہو گئی تھی ، امراء سے جدا ہو کر ندربار اور سلطان پور چلا گیا اور اسی سبب سے اسیر و برہان پور کی مہم میں خرابی پیدا ہوئی ۔ چنانچہ اس بنا پر شہاب الدین احمد خاں اور دوسرے امراء نے راجہ علی خاں کی سفارش کی اور اس کی طرف لائق پیشکش ، تحفے اور ہدیے بادشاہ کے حضور میں بھیجے اور ولایت اسیر و برہان پور سے واپس ہو کر اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ۔

ان ہی دنوں حکیم عین الملک کہ جو سفارت پر دکن کے حاکم عادل خاں کے پاس گیا تھا ، واپس آیا اور اس نے قیمتی تحفے اور مشہور ہاتھی بادشاہ کے حضور میں پیش کیے ۔

[۳۳۸] اکبر بادشاہ کی اجمیر کی زیارت کے لیے روانگی

چونکہ اکبر بادشاہ ہر سال ، خواجہ معین الدین کے مزار کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا ، لہذا جب رجب کا مہینہ کہ جس میں حضرت خواجہ معین الدین کا عرس ہوا کرتا ہے ، قریب آیا ، تو بادشاہ اجمیر کی طرف متوجہ ہوا ۔ تودہ کی منزل پر سید میر ابوتراب کے یہاں جو شیراز کے مقرر سادات میں سے تھے اور برسوں تک ان کے والد اور چچا سلاطین گجرات کے حضور میں معزز و معتمد رہ چکے تھے ، قیام کیا ۔

راجا ٹوڈرمل کہ جو گجرات سے مرزا مظفر حسین کی فتح کے بعد بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تھا ، آ کر یہیں بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ وہاں سے متواتر کوچ کرتا ہوا بادشاہ اجمیر پہنچا ، تو زیارت کے تمام لوازم پورے کیے اور وہاں کے فقرا اور مساکین کو انعامات سے بہرہ مند فرمایا ۔ بادشاہ روزانہ ایک مرتبہ زیارت کے لیے جاتا اور درویشوں کی صحبت میں بیٹھتا ۔ علماء ، صلحاء اور درویش حاضر ہوتے تھے ۔ حقائق و معارف کی باتیں ہوتی تھیں ۔ نغمہ و سرود کا دور بھی چلتا تھا ۔ ارباب

وجد و ذوق کو حال آتا تھا ۔ مستحقین العام و وظیفہ سے مالا مال ہوتے تھے ۔ عرس کے دن خوب سخاوت و ایثار ہوا اور خوب صحبت رہی ۔

اکبر بادشاہ نے واپسی اختیار کی اور جب وہ قصبہ امرسر کے لواح میں پہنچا ، تو قصبہ امرسر کے مضافات میں موضع مولتان میں قلعہ اور شہر کی بنیاد رکھی ۔ قلعہ کی دیواروں ، دروازہ اور باغ کے امراء میں تقسیم کر دیا اور عمارت کی تکمیل کے لیے تاکید فرمائی ۔ بیس روز میں ایسی عمارت مکمل ہو گئی ، جو برسوں میں نہیں بن سکتی تھی ۔ اس کے بعد شاہی حکم صادر ہوا کہ اس صوبہ کے تمام پرگنوں کی رعایا اور ہر قسم کے اہل حرفہ وہاں آباد کیے جائیں ۔ چونکہ یہ زمین قدیم سے لون کرن سے متعلق ہے ، [۳۳۵] اس لیے اس شہر کا نام لون کرن کے لڑکے منوہر کے نام پر جو شائستہ و دانشمند جوان ہے اور فارسی میں خوب شعر کہتا اور توسنی تخلص کرتا ہے ، منوہر گڑھ رکھا گیا ۔

ستارہ ذوزوابہ کے ظاہر ہونے کا ذکر

ان ہی دنوں نماز مغرب کے وقت مغرب کی طرف مائل بہ شمال آسمان پر (ستارہ) ذوزوابہ ظاہر ہوا جو دو گھنٹے رات تک باقی رہا ۔ وہ نہایت خوفناک معلوم ہوتا تھا ۔ بادشاہ کے حسب الحکم منجم اور ماہر تقویم حاضر ہوئے ۔ انھوں نے رائے ظاہر کی کہ اس کا اثر ہندوستان کی ولایت پر نہیں ہوگا ۔ بلکہ اس کا اثر خراسان اور عراق پر ظاہر ہوگا ۔ آخر کار کچھ ہی عرصہ میں شاہ طہماسپ صفوی کا انتقال ہو گیا اور ایران کے ملک میں بہت بدنظمی اور خرابیاں پیدا ہوئیں ۔

اسی زمانہ میں جب بادشاہ نارنول پہنچا ، تو اس مضمون کے مطابق :

بیت

گراں ملک نہانی ، لیز خواہی
گدایاں را تواضع کن بشاہی

عمل گیا اور بادشاہ (اکبر) شیخ نظام نارنولی کی ملاقات کے لیے گیا ۔ وہ مشائخ زمانہ سے تھے ۔ (بادشاہ) وہاں کے فقیروں اور درویشوں

کو انعامات دے کر خوش کیا ۔ مجلس سماع منعقد ہوئی ۔ شیخ کے (متوسل) صوفیوں پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوئی ۔

وہاں سے بادشاہ دارالملک دہلی کی طرف روانہ ہوا ۔ حوض خاص پر شاہی خیمے نصب ہوئے ۔ بادشاہ (اکبر) اپنے پدر بزرگوار مرحوم ہمایوں بادشاہ کے مزار پر جا کر زیارت سے مشرف ہوا ۔ وہاں سے اُن مشائخ کرام کی زیارت کے لیے گیا جو دہلی میں آرام فرما ہیں ۔ بادشاہ نے عجز و انکسار کا اظہار کیا اور وہاں کے فقراء و مستحقین کو خوب دام و دینار دے۔ [۳۳۶] اور خوش کر دیا ۔

وہاں کے سرائے بادس میں منزل کی ۔ اس مقام پر حاجی حبیب اللہ نے جو ولایت فرنگ سے مختلف قسم کے سامان ، کپڑے اور اسباب لایا تھا ، بادشاہ کے سامنے پیش کیے ۔ پھر اُس منزل کو کوچ کرکے پرگنہ مالم کے راستہ سے روانہ ہوا ۔ وہاں بادشاہ نے شکار کیا اور رات کو بادشاہ اس گاؤں کے مقدم کے یہاں ٹھہرا ۔ صبح کو بادشاہ نے فرمایا کہ چونکہ رات کو ہم ایک دیہاتی کے گھر ٹھہرے ، لہذا اُس دیہاتی کی زمین کے محصولات کو ہم اس کی مدد معاش میں مقرر کر دیا اور تمام محاصل اسے معاف کر دیے ۔ یہیں بادشاہ نے ایک تقریب میں مرزا یوسف خاں سے فرمایا کہ جب ہم کشمیر کو فتح کریں گے ، تو تم کو عنایت کریں گے اور پھر ہم سیر کو آئیں گے اور تمھارے یہاں قیام کریں گے ۔ اس کے دس سال بعد ولایت کشمیر شاہی قبضہ و تصرف میں آیا اور مرزا یوسف خاں کی جاگیر میں مقرر ہوا اور بادشاہ نے اُس (مرزا یوسف خاں) کے یہاں قیام کیا ۔

جس روز بادشاہ نے پرگنہ ہانسی میں قیام کیا ، تو اُس قصبہ میں شیخ جمال ہانسوی[1] کی زیارت کے لیے گیا ۔ وہاں خیرات و صدقات میں مشغول رہا اور وہیں شیر بیگ کی درخواست بادشاہ کے حضور میں پہنچی

۱- شیخ جمال ہانسوی ، شیخ فرید الدین گنج شکر کے نامور خلیفہ تھے ۔ رسائل اور دیوان بھی ان سے یادگار ہیں ۔ ملاحظہ ہو ، تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۵۰ - ۱۵۱ ، اخبار الاخیار ، ص ٦۷ - ٦۸ ۔

کہ مظفر حسین مرزا گجرات سے فرار ہو کر جا رہا تھا کہ اس
پور کے حاکم راجہ علی خان نے اس کو گرفتار کر کے قید کر لیا ۔
ہی بادشاہ عرضداشت کے مضمون سے آگاہ ہوا ، فوراً راجہ علی خان کے
نام شاہی فرمان بذریعہ مقصود جوہری روانہ کیا گیا کہ مظفر حسین کو
گرفتار کر کے اپنے لڑکے کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیجے ۔

اسی منزل پر میر علی اکبر مشہدی نے اکبر بادشاہ کا مولود نامہ ، قاضی غیاث الدین جامی کے خط میں کہ وہ شخص فاضل زمانہ تھا اور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں سالہا سال رہ چکا تھا ۔ حضور میں پیش کیا ۔ [۳۳۷] اس مولود نامہ میں لکھا تھا کہ اکبر بادشاہ کی پیدائش کی رات کو ہمایوں بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ خداوند کریم نے سعادت مند فرزند عطا فرمایا ہے اور اس نے اس فرزند کا نام جلال الدین محمد اکبر رکھا ہے اکبر بادشاہ نے میر علی اکبر کو اس مولود نامہ کے صلہ اور انعام میں بے دریغ شاہی عنایتیں فرمائیں اور پرگنہ ندینہ اسے انعام میں مرحمت فرمایا ۔ دوسری ذی الحجہ ۹۸۵ھ کو اکبر بادشاہ پٹن شیخ فرید کی زیارت کے لیے گیا ۔ لوازم زیارت ادا کرنے کے بعد فقراء و مستحقین کو خیرات و صدقات سے بہرہ مند کیا ۔

چوبیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا جمعرات کے دن تیرھویں محرم[1] ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء کو ہوئی ۔ اس سال کے شروع میں بادشاہ پٹن سے متواتر کوچ کرتا ہوا اور شکار کھیلتا ہوا دارالخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا ۔

اتفاق کی بات ہے کہ ان دنوں بارش کی کثرت کی وجہ سے مخلوق پریشان تھی ۔ اکبر بادشاہ نے آئینہ طلب کیا اور تین مرتبہ اس آئینہ پر پھونک ماری اور آئینہ کو آگ پر رکھا ۔ بارش اسی وقت ٹھہر گئی اور لوگوں کو بارش کی تکلیف سے نجات مل گئی ۔ اسی وقت نقارہ کی آواز آئی ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ یار محمد نقارچی ہے کہ جو (نقارہ) بجا رہا ہے ۔ جب تحقیق کی گئی تو وہی بات نکلی جو بادشاہ نے کہی تھی ۔

۱- ۱۲ محرم ۹۸۵ھ (اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۳۸) ۔

اسی مقام پر نندنہ ، رہتاس کے نواح میں شاہی شکار کا خیال ہوا بادشاہ نے امراء اور سپاہیوں کو حکم فرمایا کہ اطراف سے شکار منگا کر وسیع میدان میں جمع کریں - چار دن میں شکار بے حساب اور بے شمار جمع ہو گیا - کبھی کبھی آگے بڑھاتے تھے - پھر ایسا ہوا کہ شکار گاہ دونوں طرف سے تیار ہو گیا کہ یک بارگی اکبر بادشاہ پر ایسی حالت طاری ہوئی اور ایسا قومی جذبہ ظہور میں آیا کہ جو ذاتی و صفاتی تجلیات کا مظہر [۳۳۸] اور خسروی و کلی کمالات کا مجموعہ تھا اور اس کا الفاظ میں اظہار نہیں ہو سکتا - اس بارے میں لوگ مختلف باتیں کہتے ہیں - ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ بادشاہ برگزیدہ حق ہے اور اسے رجال الغیب کی صحبت حاصل ہے اور بعض حضرات کو یہ گمان ہوا کہ جنگل میں گھومنے والے بے زبانوں اور دشت میں پھرنے والے خاموش لب والوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے کہہ دیا جو کچھ انہیں کہنا تھا :

خوش آں جذبہ کہ ناگاہ رسد
آنگہی کہ بہ دل آگاہ رسد

اسی وقت بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ اس مقام پر ایک عمارت عالی تعمیر کی جائے اور ایک باغ لگایا جائے - وہاں اکبر بادشاہ نے اپنے سر کے بال اتروائے شاہی بارگاہ کے اکثر مقربین نے بھی بادشاہ کو موافقت و متابعت میں اپنے اپنے سر منڈوائے - پھر اس منزل سے کوچ کیا -

قصبہ بھیرہ کے نواح میں حضرت مریم مکانی حمیدہ بانو بیگم (والدہ اکبر بادشاہ) کے آگرہ سے آنے کی خبر ملی - اس خبر سے بادشاہ کو بہت مسرت و خوشی ہوئی اور شاہی حکم صادر ہوا کہ شاہزادہ سلطان سلیم حضرت مریم مکانی کے استقبال کے لیے جائے اور خود بادشاہ بھی اس کے بعد استقبال کے لیے روانہ ہوا - تعظیم و تکریم بجا لانے کے بعد بادشاہ آ گیا - پنجاب کی حکومت سعید خاں کے سپرد ہوئی -

اکبر بادشاہ دارالخلافہ آگرہ کی جانب متوجہ ہوا - جب بادشاہ خضر آباد کے مضافات میں سلطان پور پہنچا ، تو اس نے حکم دیا کہ بہت سی کشتیاں جمع کرکے دریا کے راستہ سے چلنا چاہیے - محمد قاسم میر بحر نے جلدی سے کشتیاں جمع کرکے بادشاہ کے حضور میں گزرائیں - امراء

اور اعیان دولت نے بھی اپنے لیے کشتیاں فراہم کیں اور بادشاہ جمعرات کے دن [۳۳۹] تیسری جمادی الاخریٰ ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء مطابق چوبیسویں سال الٰہی کو خضر آباد میں کشتی پر سوار ہو کر آگرہ کی طرف متوجہ ہوا:

بیت

در آمد بکشتی شہ ملک و دیں
کہ دیدست دریائے کشتی نشیں

حسب الحکم شاہی لشکر خشکی کے راستہ سے روانہ ہوا۔ انیسویں تاریخ ماہ مذکور (جمادی الاخریٰ) کو شہر دہلی کے باہر مقام خضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے سامنے کشتیاں ٹھہریں۔ چونکہ ماہ رجب کی چھٹی تاریخ خواجہ معین الدین قدس سرہ کے عرس کا دن ہے، اس لیے یکم رجب کو بادشاہ کشتی سے باہر آیا اور نہایت تیزی کا مظاہرہ کیا۔ روزانہ تیس کوس کا راستہ طے کیا اور آخر کار ماہ مذکور (رجب) کی چھٹی تاریخ کو دن کے آخری حصہ میں جو خواجہ کے عرس کا دن تھا، خواجہ کے مزار پر پہنچ گئے۔ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ زیارت کی اور درگاہ کے فقراء و مساکین کو انعامات سے بہرہ مند کیا۔ دوسرے دن بادشاہ نہایت عجلت سے دارالخلافہ فتح پور کی طرف متوجہ ہوا۔ روزانہ پچاس کوس کا فاصلہ طے کرکے جمعہ کے دن آخری وقت نویں ماہ مذکور (رجب) کو دارالسلطنت فتح پور میں رونق افروز ہو گیا۔

بادشاہ زیادہ وقت اس عمارت میں جو عبادت خانہ کے نام سے موسوم ہے، علماء، صلحاء اور مشائخ کی صحبت میں گزارتا تھا اور ہر ایک کو شاہانہ نوازش سے بہرہ مند کرتا اور زر سرخ و سفید دے کر ان کی غنی و مستغنی کر دیتا۔ شب جمعہ کو اس عمارت (عبادت خانہ) میں بادشاہ شب بیداری کرتا اور تمام رات صدقات و خیرات میں مصروف رہتا۔

اسی دوران میں فتح پور کے شاہی محل میں ایک حوض بنوایا جو بیس گز لمبا اور تین گز گہرا تھا۔ اسے زر سرخ و سفید و سیاہ سے بھروا دیا اور پھر اس کو صدقہ کر دیتا کہ یہ ساری دولت انعام و بخشش میں خرچ ہو جاتی۔ روزانہ امراء [۳۴۰] مشائخ اور علماء کو اس دولت

سے انعام دیا جاتا ۔ یہ دولت جو بیس کروڑ تنکہ تھی تین سال کی مدت میں ختم ہو گئی ۔

اسی سال معصوم خاں جو مرزا حکیم کا کوکہ اور بہادر جوان تھا، اتفاق سے مرزا (محمد حکیم) سے رنجیدہ ہو کر اکبر بادشاہ کے پاس آ گیا ۔ بادشاہ اکبر نے اس پر نوازش کی ۔ پانصدی کے منصب پر سرفراز کیا اور ولایت بہار میں جاگیر دے کر رخصت کر دیا ۔

جب وہ وہاں (بہار) گیا، تو کالا پہاڑ سے جو افغانوں کے بڑے امراء میں سے تھا اور اپنی بہادری کے لیے مشہور تھا، جنگ کرکے غالب آ گیا اور چند زخم اس کے آئے ۔ اکبر بادشاہ نے یہ خبر سن کر اس کی عزت افزائی فرمائی اور ہزاری منصب پر سرفراز کر دیا ۔ خاصہ کا خلعت اور گھوڑا مرحمت فرمایا ۔

اسی سال ماہ شوال میں ملا طیب کو صوبہ بہار و حاجی پور کا دیوان، پرکھوتم کو بخشی، ملا محمد امین، شمشیر خاں خواجہ سرا کو وہاں کے قلعہ کا صاحب اہتمام مقرر فرما کر رخصت کیا ۔

اسی مہینہ میں مقصود جوہری جو اسیر و برہان پور کے حاکم راجہ علی خاں کے پاس مرزا مظفر حسین کے بلانے کے لیے بھیجا گیا تھا، راجہ علی خاں کے نذرانوں کے ساتھ مرزا مظفر حسین کو لے آیا اور بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا ۔

بعض امراء کا رانا کیکا کی ولایت پر بھیجنے کا ذکر

اکبر بادشاہ کی خیر اندیش طبیعت اس طرف متوجہ تھی کہ ہندوستان کی ولایت کو ارباب کفر و ضلالت کے فتنہ و فساد سے بالکل پاک و صاف کر دیا جائے، اس لیے شہباز خاں میر بخشی کو بعض دوسرے امراء، مثلاً قاضی خاں بدخشی، شریف خاں اتکہ، سید قاسم، سید ہاشم بارہہ، صبحان قلی ترک اور دوسرے امراء کے ساتھ رانا کیکا کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا اور رانا کیکا کی ولایت کی تاراجی [۲۰۱] اور اس کو گرفتار کرنے کی نہایت تاکید فرمائی ۔

شہباز خاں رانا کی ولایت میں داخل ہوا اور اس کے ملک کو خوب برباد کیا اور اس کے گرفتار کرنے کا قصد کیا ۔ وہ پہاڑ اور جنگلوں میں گھومنے لگا ۔ جب رانا کوبلمیر کے قلعہ میں داخل ہو گیا ، تو شہباز خاں اس قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہوا اور چند روز میں اس نے قلعہ فتح کر لیا ۔ رانا کیکا آدھی رات کے وقت قلعہ سے اتر کر چلتا بنا ۔

اسی زمانہ میں سلطان خواجہ جس کو اکبر بادشاہ نے میر حاج بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تھا ، مکہ معظمہ سے واپس آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ قسم قسم کا سامان ، رومی اور فرنگی ریشمی کپڑے ، عربی النسل گھوڑے ، حبشی غلام اور کنیزیں بطور پیشکش بادشاہ کے حضور میں گزرائیں اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا اور اس کو صدارت کا منصب ملا ۔

ہر سال میر حاج کو مکہ معظمہ بھیجنا طے ہو چکا تھا اور اس سال اس منصب عظیم کا قرعہ خواجہ محمد یحییٰ کے نام ، جو حضرت خواجہ احرار خواجہ ناصر الدین عبداللہ قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے ، نکلا ۔ چار لاکھ روپیہ خواجہ مذکور کو دیا گیا اور مکہ معظمہ بھیج دیا گیا ۔ ۹۸۷ھ/۸۰ - ۱۵۷۹ء مطابق چوبیسویں سال الٰہی کے آخر میں یہ خبر پہنچی کہ بنگالہ کے حاکم خان جہاں نے وفات پائی ۔ اکبر بادشاہ نے یہ خبر سن کر افسوس کیا اور تسلی و نوازش کا فرمان اسماعیل قلی خاں کے پاس جو خاں جہاں کا بھائی تھا ، روانہ کیا اور مظفر خاں کو جو مشرف دیوان تھا ولایت بنگالہ کی حکومت پر متعین کیا ۔ رضوی خاں کو اس ملک کا بخشی ، حکیم ابو الفتح کو صدر ، پتر داس اور میر ادہم کو مشترک طور سے منصب دیوانی پر روانہ کیا ۔

[۳۴۲] پچیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا جمعہ کے دن چوبیس ماہ محرم ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء کو ہوئی[۱] ۔ ولایت کشمیر کے حاکم اور والی ہمیشہ اس خاندان عالی مرتبہ کے خیر خواہ ، خدمت گار اور باجے گزار رہے ہیں اور جس زمانہ میں

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۶۰ ۔

اکبر بادشاہ مزار (خواجہ) اجمیر سے مشرف ہو کر شیخ فرید شکر گنج کی زیارت کے ارادہ سے پنجاب روانہ ہوا ، تو ملا عشقی کو جو اس درگاہ (اکبری) کا قدیمی خدمت گزار تھا ، قاضی صدر الدین کشمیری کے ہمراہ روانہ کر دیا ۔

کشمیر کے حاکم علی خاں نے مراسم مہمان نوازی ادا کیے اور اظہار اطاعت شعاری پورے طور پر کرکے اپنے خلوص و اعتقاد کو ظاہر کر دیا - اس ولایت (کشمیر) کی لائق پیشکشیں اور تحفے ، مثلاً زعفران ، مشک ، گانے دم ، شالیں اور دوسری نفیس چیزیں ترتیب دے کر اپنے وکیل محمد قاسم کے ہمراہ ، ملا عشقی اور قاضی صدر الدین کی معیت میں بھیجیں ۔ جماعت مذکور اسی زمانے میں بادشاہ کے حضور میں پہنچی ۔ خان مذکور (علی خاں) کے حسن اخلاق اور دولت خواہی کی کیفیت جس طرح دیکھی اور سمجھی تھی ، بادشاہ کے گوش گزار کی ۔ کشمیری تحفے اور نذرانے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے ۔

اسی دوران میں مظفر حسین مرزا کے قصور کو کہ جسے راجہ علی خاں کے پاس سے مقصود جوہری لایا تھا ، اس قدر سرکشیوں کے باوجود بخش دیا اور مراحم شاہانہ سے سرفراز کیا اور قید سے رہا کر دیا ۔

اُن ہی دنوں ایک روز اکبر بادشاہ جب خاصہ نوش فرما رہا تھا اور مختلف قسم کے کھانے شاہی دستر خوان پر چنے ہوئے تھے ، اس خیال میں مستغرق ہوا کہ بھوکے آدمیوں کی نظریں ان کھانوں پر پڑتی ہوں گی میرے لیے یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ میں ایسے کھانے [۳۴۲] کھاؤں اور بھوکے محروم رہیں ، لہذا حکم ہوا کہ روزانہ چند بھوکوں کو خاصے کے یہ کھانے سیر ہو کر کھلائے جائیں اور اس کے بعد پھر ہمارے لیے لائے جائیں ۔

اسی زمانہ میں فاضل طبیب حکیم علی کو عادل خاں دکنی کے ایلچیوں کے ہمراہ بیجا نگر بھیجا ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ولایت دکن کے والی اور حکام میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ ہر سال پیشکش اور نذرانے اپنے وکیلوں اور معتبر لوگوں کی معرفت اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجا کرتے تھے ۔ جب خواجہ عبداللہ ، عادل خاں کی طرف

سے آیا اور قیمتی تحفے اور مشہور ہاتھی لایا ، تو عادل خاں کی طرف (بادشاہ کی) نظر عنایت ہوئی اور خواجہ عبداللہ کو اس کے لڑکے شاہی بیگ کے ساتھ شاہانہ خلعتیں عنایت ہوئیں ۔ ایک سو اکبر شاہی اشرفیاں ، ایک ہزار پانچ سو ایک روپے اور چوبیس ہزار مرادی تنکے بھی انعام میں دے کر انھیں رخصت کیا ۔

اسی مبارک زمانے میں بدخشاں کے والی مرزا شاہ رخ کی بہن کا شوہر میر نظام ایلچی کی حیثیت سے مرزا شاہ رخ کی طرف سے (اکبر بادشاہ) کے حضور میں آیا اور بدخشی نسل کے ترکی گھوڑے ، چمکدار لعل اور نرومادہ اونٹوں کی قطاریں بادشاہ کے حضور میں پیش کیں اور شاہانہ عنایات سے سرفراز ہوا ۔

چونکہ اکبر بادشاہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینہ (ربیع الاول) میں مجلس عرس (جشن مسرت) منعقد کیا کرتا تھا لہذا اس سال بھی بارہویں ربیع اولال کو مجلس (جشن) منعقد ہوئی ، سادات ، علماء ، مشائخ اور امراء حاضر ہوئے ۔ دعوت عام کا اعلان ہوا ۔ دستر خوان بچھایا گیا ۔ اہل شہر میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس نے اس روز شاہی دستر خوان پر کھانا نہ کھایا ہو ۔

اکبر بادشاہ نے یہ سنا تھا کہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین جمعہ اور عیدین کے دن خود خطبہ دیا کرتے تھے اور خلفائے نبی عباس نے بھی [۳۵۸] اس سنت کو زندہ رکھا اور ہر ایک (خلیفہ) بذات خود خطبہ پڑھتا تھا ۔ خلفائے نبی عباس کے بعد سلاطین تخت نشین ، مثلاً صاحب قرآن اور تیمور گورگان اور مرزا الغ بیگ ، حضرت خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ کی پیروی میں بذات خود خطبہ پڑھتے تھے ، لہذا (اکبر بادشاہ کی) رائے عالی یہ قرار پائی کہ کسی روز جمعہ کو خلفائے اربعہ کی سیرت پر عمل کیا جائے چنانچہ یکم ماہ جمادی الاولیٰ چھبیسویں سال الٰہی بروز جمعہ دارالخلافہ فتح پور کی جامع مسجد میں بادشاہ (اکبر) منبر پر گیا اور ان کلمات کے ساتھ خطبہ کا آغاز کیا :

خداوندے کہ مارا خسروی داد
دل دانا و بازوئے قوی داد
بعدل و داد ، مارا رہنموں کرد
بجز عدل ، از خیال ما بروں کرد
بود و صفش زحد فہم برتر
تعالیٰ شانہ اللہ اکبر[1]

ان بلیغ اشعار پر جو حمد و ثنا اور اللہ کی نعمتوں کے شکر پر مشتمل ہیں اور جن میں عدل و داد کی ترغیب دی گئی ہے ، اختصار کیا ۔ فاتحہ پڑھی اور (بادشاہ) منبر سے اتر آیا اور نماز جمعہ ادا کی[2] ۔

چونکہ ماوراء النہر کا بادشاہ عبداللہ اوزبک ہمیشہ دوستی و یک جہتی کی تحریک کیا کرتا تھا اور ایلچیوں کو (اکبر بادشاہ کے) حضور میں بھیجا کرتا تھا ، اس وجہ سے اکبر بادشاہ نے مرزا فولاد کو خواجہ خطیب کے ہمراہ جو اہلِ بخارا سے تھا ، ایلچی گری پر متعین فرمایا اور ایک خط لکھا جس میں دوستی کی تمہید اور روابط اختصاص و یک جہتی کی تاکید تھی اور اس شعر پر کلام (خط) ختم ہوا تھا :

چوما دوست باشیم بایکرگر
بود بحروبر ایمن از شور و شر

اس مبارک زمانہ میں ایک روز عالموں فاضلوں کے حضور میں مختلف فیہ مسائل [۳۸۵] زیر بحث آئے اور اس بحث میں گفتگو نے طول کھینچا ۔ خوب قیل و قال ہوئی اور گفتگو یہ تھی کہ لفظ اجتہاد اور مجتہد کا اطلاق کس شخص پر کیا جا سکتا ہے اور کس کو مجتہد کہہ سکتے ہیں ۔ مولانا عبداللہ مخدوم الملک سلطان پوری جو اپنے زمانہ کے اعلم العلماء تھے ، شیخ عبدالنبی کہ جو ممالک ہندوستان کے صدر الصدور تھے ، قاضی خاں

۱- یہ فیضی کے اشعار ہیں (بدایونی ، ص ۳۲۵) ۔
۲- اس موقع پر اکبر پر ہیبت طاری ہوئی ، تمام بدن لرزنے لگا اور وہ منبر سے اتر آیا اور حافظ محمد امین نے امامت کی ۔ (بدایونی ، ص ۳۲۵) ۔

بدخشی کہ جو علم کلام اور حکمت میں ممتاز تھے، شیخ مبارک کہ جو علوم معقول میں اپنے زمانہ کے علماء کے سردار تھے ، قاضی جلال الدین ملتانی اور صدر جہاں مفتی نے ایک محضر لکھا اور اس پر اپنی مہریں کیں اور بادشاہ (اکبر) کے حضور میں لائے ۔ اس محضر کی صورت یہ تھی :

(محضر) [1]

"مقصود از تشئید این مبانی و تمہید این معانی آلکہ چون ہندوستان صینت عن الحدثان بمیامن معدلت سلطانی و تربیت جہان بانی مرکز امن و امان و دائرہ عدل و احسان شدہ طوائف انام از خواص و عوام خصوصاً علمائے عرفان شعار و فضلائے دقائق آثار کہ ہادیان بادیہ نجات و سالکان مسالک او تو العلم درجات اند ، از عرب و عجم رو بدین دیار نہادہ توطن اختیار نمودہ ، جمہور علمائے فحول کہ جامع فروع و اصول و حاوی معقول و منقول اند و بدین و دیانت و صدق و صیانت اتصاف دارند ، بعد از تدبیر وافی و تاویل کافی در غوامض معانی آیتہ الکریمہ : اطیعوا اللہ و اطیعوالرسول و اولی الامر منکم ۔ و احادیث صحیحہ : ان احب الناس الی اللہ یوم القیامۃ امام عادل من یطیع الامیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی و عدل ساعۃ خیر من ستین سنۃ قیام لیلھا و صیام نہارا و غیر ذالک من الشواہد العقلیہ والا لائل النقلیہ قرار دادہ ، حکم نمودہ اند کہ مرتبہ سلطان عادل عنداللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است ، و حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ ، اید اعدل و اعلم و اعقل باللہ اند ، بنا براں اگر در مسائل دین کہ بین المجتہدین مختلف فیہا است ، بذہن ثاقب و فکر صائب خود یک جانب را از اختلافات بجہت تسہیل معیشت بنی آدم و مصلحت انتظام عالم اختیار نمودہ ، بآں جانب حکم فرمائید ، متفق علیہ می شود و اتباع آں بر عموم برایا و کافہ رعایا لازم و متحتم است و ایضاً اگر بموجب رائے

۱۔ ہم نے اصل محضر بھی نقل کر دیا ہے ۔ (محمد ایوب قادری)

صواب نمائی خود حکمی از احکام قرار دہند کہ ، کہ مخالف نص نباشد و سبب ترفیہ عالمیان بودہ باشد ، عمل برآں نمودن برہمہ کس لازم و متحتم است و مخالفت آں موجب سخط اخروی و خسران دینی و دنیوی است و ایں مسطور صدق وفور حسبۃً للہ و اظہار الاجرائے حقوق الاسلام بمحضر علمائے دین و فقہائے مہدیین تحریر یافت وکان ذالک فی شہر رجب سنہ سبع و ثمانین و تسعمائہ" ۔

(ترجمہ محضر)

[ان باتوں کے آغاز اور ان امور کے جاری کرنے کا یہ مقصد ہے کہ ہندوستان فتنوں سے پاک ہو چکا ہے اور جہانبانی کی تربیت اور سلطانی عدل کی برکت سے (یہ ملک) امن و اماں کا مرکز اور عدل و انصاف کا ٹھکانا بن گیا ہے اور تمام مخلوق عوام و خواص خاص طور سے صاحب عرفان علماء اور باریکیوں کے واقف فضلا کہ جو نجات کی راہوں کے ہادی اور "اوتو العلم درجات" کے راستوں کے سالک ہیں ، عرب و عجم سے اس ملک (ہندوستان) میں آئے ہیں اور اس کو اپنا وطن بنا لیا ہے ۔ تمام نامور علماء نے ، جو فروغ و اصول کے جامع اور (علوم) معقول و منقول میں مہارت رکھنے والے ہیں اور دینداری و دیانت ، صداقت اور پاکیزگی کے حامل ہیں ، مکمل تدبر اور کافی تاویل کے بعد "آیۃ کریمہ" کے معانی میں غور و خوض کیا ۔ "اللہ کی اطاعت کرو ، رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحب امر ہیں" اور صحیح احادیث ہیں "بے شک خدا کے نزدیک لوگوں میں قیامت کے دن سب سے محبوب امیر عادل ہوگا ۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور انصاف کی ایک گھڑی ساٹھ سال کے رات کے قیام اور روزوں سے بہتر ہے" ۔ ان کے علاوہ دوسرے شواہد عقلیہ اور دلائل نقلیہ کی روشنی میں علماء و فضلاء نے) طے کرکے حکم دیا کہ اللہ کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے اور حضرت سلطان الاسلام کہف الانام

امیر المومنین [۳۴٦] ظل اللہ علی العالمین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ، خدا تعالیٰ اس کے ملک کو ہمیشہ قائم رکھے ، خدا کی قسم سب سے زیادہ عدل کرنے والے ، صاحب عقل اور صاحب علم ہیں ، اس لیے اگر دین کے (ان) مسائل میں کہ جن کے بارے میں مجتہدین اختلاف رائے رکھتے ہیں ، (وہ) اپنے روشن دین اور پختہ فکر (کی روشنی میں) انسانوں کی آسائش اور انتظام عالم کی مصلحت کے پیش نظر اختلاف کو دیکھتے ہوئے ایک رخ اختیار کریں ، تو وہ اور اسی طرف حکم فرمائیں تو وہ متفق علیہ ہوتا ہے اور اس کی متابعت تمام عوام اور ساری رعایا پر لازمی اور ضروری ہے ۔ اسی طرح اگر (بادشاہ) اپنی صوابدید سے کوئی ایسا حکم دیں کہ جو نص کے خلاف نہ ہو اور لوگوں کی بھلائی کا سبب ہو تو اس پر عمل کرنا ہر شخص کے لیے لازمی اور ضروری ہے اور اس کی مخالفت آخرت کی خرابی اور دینی و دنیوی نقصان کا باعث ہوگی ۔ یہ تحریر جو سچائی کی بنا پر ہے اللہ کی رضا اور حقوق اسلام کے اجراء کے لیے ہے اور علمائے دین اور فقہائے مہدیین کے اتفاق سے (وجود) میں آئی ماہ رجب ۹۸۷ھ] ۔

چونکہ اکبر بادشاہ ہر سال خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی زیارت کے لیے بالالتزام جایا کرتا تھا اس لیے سولھویں ماہ رجب کو دارالخلافہ فتح پور سے اجمیر کی طرف اس کی روانگی ہوئی اور وہاں سے منزل بہ منزل شکار کھیلتا ہوا انیسویں ماہ شعبان کو حوض و خواص خاں کے نواح میں جو اجمیر سے پانچ کوس پر ہے ، پہنچا ۔

رنتھمبور اور اجمیر کے درمیان شیر بہت پائے جاتے ہیں ۔ اس زمانہ میں ایک شخص رنتھمبور سے اجمیر جا رہا تھا - راستہ میں شیر سے مقابلہ ہوا ۔ وہ بیچارہ حیران ہوا ۔ اس نے اپنے چاروں طرف ایک لکیر زمین پر کھینچی ۔ جب شیر نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا ، تو اس شخص نے شیر کو خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) کے نام کی قسم دی اور کہا کہ اے خدا ! حضرت بادشاہ کے صدق و اخلاق کے صدقہ میں کہ جو وہ (بادشاہ) تیری رضا جوئی میں رکھتا ہے ، مجھ کو اس شیر دانده سے امان دے ۔ ناقل نے اس حکایت کو تسمیہ بیان کیا کہ میں نے اس شخص کو دیکھا ہے [۳۴۷]

اور اس کی زبان سے یہ حکایت سنی ہے ۔ بادشاہ (اکبر) نے اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ میں اب اپنے ہاتھ سے شیر نہ ماروں گا ۔

مختصر یہ کہ جمعہ کے دن چوبیسویں ماہ شعبان کو اجمیر سے پانچ کوس کے فاصلہ سے پیادہ ہو کر مزار مقدس پر (اکبر بادشاہ) آیا اور طواف کے شرائط پورے کیے ۔ اس دوران میں پٹن گجرات کا حاکم ترسون خاں آیا اور حاضر خدمت ہوا ۔ اکبر بادشاہ وہاں سے پرگنہ سالبھر کے راستہ سے جو نمکسار ہے ، شکار کھیلتا ہوا دارالخلافہ واپس آیا اور اس کے حکم پر سب سے بڑے اور لمبے شامیانے کو کہ جس میں محرابیں تھیں ، کھڑا کیا اور مسجد نام رکھا ۔ اس کے ایک طرف شاہی دولت خانہ قائم ہوا ۔ بادشاہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے ادا کرتا تھا ۔ ماہ شوال کی اکیسویں تاریخ کو بادشاہ فتح پور پہنچا ۔

مہتر سعادت کہ جس کا خطاب پیشرو خاں تھا ، نظام الملک دکنی کے پاس بطور ایلچی گیا ہوا تھا ۔ وہ دکنی ایلچیوں کے ہمراہ نفیس تحفے لے کر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں آیا اور کوہ پیکر ہاتھی جو ہمراہ لایا تھا ، بادشاہ کی نظر سے گزرانے ۔

چھبیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کا آغاز بروز ہفتہ پنجم ماہ صفر ۹۸۹ھ[۱]/۱۵۸۱ء سے ہوا ۔ اکبر بادشاہ کے طبعی شفقت و رحمت کے تقاضے کی بنا پر اس سال حکم نافذ ہوا کہ تمام ممالک محروسہ سے تمغا اور زکواۃ کی رسم ختم کر دی جائے ۔ اس امر کی تاکید میں شاہی فرامین صادر ہوئے ۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ کسی بادشاہ نے ان تمام محاصل کو جن کی آمدنی ملک ایران و توران کے برابر تھی ، معاف نہیں کیا تھا اور یہ توفیق (معافی) نہیں پائی تھی ۔

۱- متن میں ۹۸۷ھ اور اکبر نامہ ، (جلد سوم ، ص ۳۰۴) میں ۹۹۰ھ تحریر ہے ۔

اسی سال محمد معصوم خاں پسر معین الدین احمد خاں جو جونپور کا حاکم تھا ، (اکبر بادشاہ) کے حضور میں آیا اور پھر [۳۴۸] جونپور جانے کی اجازت پائی - ملا محمد یزدی وہاں کا قاضی القضاۃ مقرر ہوا - شہر دہلی کی حکومت محب علی خاں پسر منیر خلیفہ کے سپرد ہوئی[1] -

حادثہ بنگالہ کا ذکر

جب مظفر خاں بنگالہ پہنچا تو معاملات و مہمات کو فیصل کرنا شروع کیا - چونکہ اس کی تقدیر خراب تھی اور اس کا وقت آ چکا تھا ، لہذا اس نے معاملات میں سخت گیری اختیار کی ، لوگوں کو بدزبانی سے رنجیدہ کرنا شروع کر دیا اور بنگالہ کے اکثر امراء کی جاگیریں تبدیل کر دیں - طلب داغ اور پرانے حسابات کی باز یافتگی کا قصہ اٹھایا :

مشو در حساب جہاں سخت گیر
کہ ہر سخت گیری بود سخت میر
بآسان گزاری دمے می گزار
کہ آسان زید مرد آسان گزار

بابا خاں قاقشال نے ہر طرح نرمی برتی اور التماس کیا کہ اس کی جاگیر برقرار رکھی جائے اور طلب داغ نہ کیا جائے ، مگر ایسا نہ ہوا - چونکہ خریف کے شروع میں پرگنہ جالیسر خالدی خاں سے تبدیل کر کے جہانگیر کے حضور سے شاہ جمال الدین حسن انجو کی تنخواہ میں مقرر ہو گیا تھا اور خالدی خاں فصل حریف کا منافع (نقد) وصول کر چکا تھا - لہذا مظفر خاں اس رقم کو واپس چاہتا تھا - اس وجہ سے خالدی خاں کو قید کر دیا اور مار پیٹ کر اس سے روپیہ طلب کیا -

اتفاق سے اسی دوران میں (اکبر بادشاہ) کے دربار سے مظفر خاں کے نام فرمان پہنچا کہ روشن بیگ کو جو مرزا محمد حکیم کا نوکر کابل سے بنگالہ پہنچا ہے ، گرفتار کر کے قتل کرے اور اس کا سر ہمارے پاس (دربار میں) بھیج دے - یہ روشن بیگ قاقشالوں میں رہتا تھا - مظفر خاں نے شاہی فرمان نکالا [۳۴۹] اور حکم دیا - لوگوں نے روشن بیگ کی گردن مار دی اور بابا خاں کی نسبت سخت الفاظ کہے -

وہ سپاہی جو مجلس میں حاضر تھے ، بابا خاں اور دوسرے قاقشالوں کی وجہ سے خاص طور سے بگڑ گئے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے ۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ سب نے اتفاق کر لیا اور اپنے سروں کو منڈوا کر ٹوپیاں پہن کر بغاوت کا اعلان کر دیا ۔ وہ دریا کو عبور کرکے شہر گوڑ میں کہ جو پرانے زمانے میں لکھنوتی کہلاتا تھا ، پہنچے اور جن چند جگہوں سے مظفر خاں کا مال ہاتھ آیا ، اس پر قبضہ کر لیا ۔

مظفر خاں نے کشتیاں جمع کرکے حکیم ابو الفتح اور پتر داس[1] کو ایک فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے دریا کے کنارے بھیجا ۔ جب قاقشالوں کی مخالفت کی خبر اکبر بادشاہ کو ہوئی ، تو بادشاہ (اکبر) نے مظفر خاں کے نام فرمان بھیجا کہ قاقشالوں کا گروہ زمانۂ قدیم سے سلطنت کا خیر خواہ رہا ہے ۔ یہ اچھا نہیں ہوا کہ تم نے ان کو رنجیدہ کر دیا ۔ مناسب یہی ہے کہ ان کو بادشاہ کی مہربانی اور عنایت کا امید وار بناؤ اور ان کی جاگیریں ان کو واپس کر دو ۔ یہ فرمان اس وقت پہنچا جب مظفر خاں اس جماعت سے مقابلہ کر رہا تھا ۔ (شاہی) فرمان کے پہنچتے ہی بابا خاں اور تمام مخالفین بظاہر اطاعت کے لیے آمادہ ہو گئے اور مظفر خاں کو پیغام بھیجا کہ رضوی خاں اور پتر داس کو بھیج دو کہ وہ ہم سے عہد و شرط کرکے ہمیں تمھاری طرف سے مطمئن کر دے ۔ مظفر خاں نے رضوی خاں ، میر ابو اسحاق پسر میر رفیع الدین اور رائے پتر داس کو بھیج دیا ۔ بابا خاں نے تینوں آدمیوں کو قید کر لیا اور لڑائی کو تیز کر دیا ۔

اتفاق سے ان ہی دنوں ملا طیب اور پرکھوتم بخشی نے جو ولایت بہار کے معاملات کے متصدی تھے ، سختی شروع کر دی [۳۵۰] انھوں نے محمد معصوم کابلی ، عرب بہادر اور بہار کے تمام امراء کی جاگیروں کو تبدیل کر دیا اور بدسلوکی کرنے لگے ۔ بغاوت کے بعد معصوم کابلی کا لقب عاصی ہو گیا ۔

(معصوم کابلی نے) عرب بہادر اور سعید بخشی سے متفق ہو کر

۱- بدایونی ، (ص ۲۳۱) پتمبر داس ۔

بغاوت پر کمر باندھی اور ملا طیب اور پرکھوتم کے قتل کا ارادہ کیا ۔ وہ فرار ہو کر نکل گئے اور اپنے گھروں کو برباد کر دیا ۔ پرکھوتم نے چند روز کے بعد شاہی ملازمین کو جمع کیا اور دریائے چوسا کو عبور کرکے یہ ارادہ کیا کہ حرام خوروں (باغیوں) کو سزا دے ۔ عرب بہادر نمک حرام سے پیش دستی کی ۔ اس نے پرکھوتم پر اس وقت کہ وہ غافل تھا ، حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا ۔

جب عاصی (معصوم) کابلی کی مخالفت کی خبر قاقشالوں کو ہوئی ، تو طرفین سے خط و کتابت ہوئی ۔ جس وقت قاقشال مظفر خاں کا مقابلہ کر رہے تھے ، عاصی (معصوم) کابلی ان کی مدد کے لیے روانہ ہوا اور گڑھی پہنچا ۔ مظفر خاں نے خواجہ شمس الدین محمد خوافی کو فوج کے ہمراہ گڑھی کے تنگ راستہ پر بھیجا کہ وہ عاصی (معصوم) کابلی کے آنے میں مانع ہو ۔ چونکہ عاصی (معصوم کابلی) کے پاس فوج زیادہ تھی ، لہذا وہ طاقت کے ساتھ گڑھی سے گزر گیا اور خواجہ شمس الدین محمد سے جنگ کرکے غالب آ گیا ۔ عاصی (معصوم کابلی) اور قاقشالوں نے اتفاق کر لیا اور وہ ایک ہو گئے ۔ بغاوت نے زور پکڑا ۔ وہ دریا کو عبور کرکے مظفر خاں کے سر پر آ گئے ۔

وزیر جمیل جو (شاہی) درگاہ کا پرانا امیر تھا ، خان محمد بہودی اور دوسرے لوگ متفق ہو کر مظفر خاں سے علیحدہ ہوگئے اور دشمنوں سے مل گئے ۔ مظفر خاں قلعہ ٹانڈہ میں محفوظ ہوگیا جس میں سوائے چاردیواری میں کے اور کچھ نہ تھا ۔ باغی شہر ٹانڈہ پر قابض ہو گئے ۔ انھوں نے حکیم ابو الفتح ، خواجہ شمس الدین اور بہت سے خاص آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور وہاں غارت گری کی ۔ حکیم ابو الفتح ، خواجہ شمس الدین اور رائے پتر داس باغیوں کے ہاتھ سے کسی بہانے سے چھوٹ آئے اور پیدل بھاگ کر نکل گئے اور زمینداروں کی مدد سے خود کو حاجی پور پہنچایا ۔

جب باغی قلعہ ٹانڈہ پر بھی قابض ہو گئے ، تو مظفر خاں کو ایک قول کے مطابق اس کے گھر سے نکال کر قتل کر دیا [۳۵۱] اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کرکے اپنی طاقت کا اظہار کیا ۔ ولایت بنگالہ باغیوں کے تصرف میں چلا گیا اور ان حرام خوروں (باغیوں) کے پاس تقریباً تیس

چالیس ہزار سوار جمع ہو گئے ۔ اکبر بادشاہ نے شرف الدین حسین مرزا کو اس سے قبل رہا کرکے مظفر خاں کے پاس بنگالہ بھیج دیا تھا ۔ باغیوں نے اس کو قید سے نکال کر سردار بنا لیا اور فتنۂ عظیم برپا ہو گیا ۔

جب یہ خبریں اکبر بادشاہ تک پہنچیں ، تو اس نے راجا ٹوڈرمل ، محمد صادق خاں ، ترسون محمد خاں ، شیخ فرید بخاری ، الغ خاں حبشی ، طاہر خاں کے بیٹے باقر و طیب ، تیمور بدخشی اور دوسرے امراء کو بہار و بنگالہ کے فتنے فرو کرنے کے لیے رخصت کیا اور محب علی خاں ، جونپور کے حاکم محمد معصوم فرنخودی ، شاہجی خاں اور اس نواح کے جاگیر داروں کے نام شاہی فرمان صادر ہوا کہ ان بدبختوں کی جماعت کے دفع کرنے میں راجا ٹوڈرمل کے ساتھ پوری کوشش کریں ۔ شاہی لشکر اسی راستہ میں تھا کہ شاہم خاں جلائر نے سعید بدخشی کے ساتھ جنگ کرکے اس کو قتل کر دیا ۔

جب راجا ٹوڈرمل اور دوسرے مشہور امراء جونپور پہنچے ، تو محمد معصوم ملاقات کرکے ہمراہ گیا ۔ اس نے تین ہزار سوار مسلح پیش کیے ، لیکن کم حوصلگی اور اعزاز و جمعیت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے دماغ میں خلل ہو گیا تھا اور اس سے ایسی حرکتیں ظاہر ہونے لگیں جن سے بے اخلاصی کی بو آتی تھی اور وہ ایسی باتیں کرتا تھا جن سے نمک‌حرامی (بغاوت) کے آثار ظاہر ہوتے تھے :

بیت

ہرچہ بدل ہست ز پاک و پلید
در سخن آمد اثر آن پدید
جیفہ چو گیرد دہن جوئے تنگ
آب رواں گیرد از و بوئے رنگ

راجا ٹوڈرمل نے اپنی تجربہ کاری اور معاملہ فہمی کی بنا پر اس کی باتوں سے درگزر کیا اور معصوم کی دلدہی اور تسلی [٣٥٢] کی کوشش کی ۔ جب شاہی لشکر قصبہ مونگیر میں پہنچا ، تو عاصی (معصوم) کابلی ، قاقشال ، مرزا شرف الدین حسین ، تیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھیوں کے

ساتھ جنگی کشتیاں اور توپ خانہ آراستہ کرکے شاہی امراء کے مقابلہ پر آ گئے ۔ راجا ٹوڈرمل نے اُس بے اعتمادی کی وجہ سے کہ جو وہ سپاہیوں پر رکھتا تھا ، جنگ کو مناسب نہ سمجھا ، لیکن وہ قلعہ مولگیر میں قلعہ بند ہو گیا اور پرانے قلعہ کے چاروں طرف دوسرا قلعہ بنا کر بیٹھ گیا ۔ روزانہ دونوں طرف کے بہادر جوان مقابلہ کرتے تھے ۔ جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو پہنچی تو فوراً زین الدین کنبوہ کو بذریعہ ڈاک چوکی بھیجا اور ایک لاکھ روپیہ اس کے ذریعہ لشکر کے اخراجات کے لیے روانہ کیا چند روز کے بعد اتنا ہی روپیہ دریا خاں آبدار کی معرفت اور اس کے بعد سرمدی کے ذریعہ اور بعد ازاں سہیل کے توسط سے مختلف اوقات میں بہت روپیہ بھیجا ۔

محاصرہ کے دوران میں ہمایوں قلی فرملی اور ترخان دیوانہ شاہی لشکر سے علیحدہ ہو کر نمک حرام (مخالفوں) سے جا ملے ۔ چار مہینے تک حرام خوروں (باغیوں) سے مقابلہ ہوتا رہا ۔ اس نواح کے بعض زمینداروں نے اکبر بادشاہ کی خیر خواہی میں غلہ کی آمدورفت کا راستہ دشمنوں کے لشکر پر بند کر دیا ۔ ان میں سخت ابتری پیدا ہو گئی ، بابا خاں قاقشال جو ٹانڈہ میں تھا ، بیمار ہو کر مر گیا ۔ جباری پسر مجنوں قاقشال نے جو اُن بدبختوں (دشمنوں) کا خاص الخاص آدمی تھا ۔ بابا خاں قاقشال کی کمزوری کی اطلاع پا کر ٹانڈہ جانے کا ارادہ کر لیا ۔ عاصی (معصوم کابلی) کو بوجوہ مقابلہ کی طاقت نہ رہی ۔ اس نے بہار کا رخ کیا ۔ عرب بہادر یلغار کرکے پٹنہ کی طرف متوجہ ہوا کہ اس شہر پر قبضہ کرے اور جو خزانہ ہے اس پر تصرف کرے ۔

بہادر خاں جو بادشاہ کا خاصہ خیل تھا ، پٹنہ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور دشمن کے دفعیہ کی کوشش کرنے لگا اور استقلال دکھایا ۔ اس سے راجا ٹوڈرمل نے محمد معصوم فرنخودی کے بہی خواہوں [۳۵۳] اور دوسری جماعت کو پٹنہ کی مدد کے لیے بھیجا ۔ ان سب کے پہنچنے پر عرب ترکوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور اپنی روانگی گج پتی کی طرف کر دی کہ جو اس ولایت کا ایک اچھا زمیندار ہے ۔ راجا ، صادق ، محب علی خاں ، ترسون محمد خاں اور دوسرے امراء عاصی (معصوم کابلی) کے لیے بہار کی طرف متوجہ ہوئے او اس نے شب خون مارا اور صادق خاں کی منزل کو

الٹ دیا ـ معاملہ صادق خاں کا تھا ـ اس رات کو ماہ بیگ ، الغ خاں حبشی ، قراولی (فوج) میں تعینات تھے ـ غنیم یک بارگی ان کے سروں پر پہنچ گیا ـ ماہ بیگ مارا گیا اور الغ خاں وہاں سے نکل گیا ـ صادق سے سخت لڑائی ہوئی ـ اقبال شاہی سے بادشاہ کے لوگوں کو تقویت ملی اور صادق خاں نے عاصی (معصوم کابلی) کو شکست دی اور وہ بری طرح بنگالہ گیا اور گڑھی پر بادشاہی آدمیوں کا قبضہ ہو گیا ـ

عجیب واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ اکبر بادشاہ نے اسی زمانہ میں مالوہ کے حاکم شجاعت خاں کی طلبی کا فرمان جی تواچی یانتھی کی معرفت روانہ کیا اور وہ اپنے لڑکے قائم خاں کے ہمراہ سارنگپور سے نکل کر اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے ارادہ سے روانہ ہوا ـ اس کے اوکر کے سر میں ، بغاوت کا خیال پیدا ہوا اور انھوں نے شجاعت خاں کو مع اس کے لڑکے کے قتل کر دیا ـ مگر آخر کار آپس کی نااتفاق کی وجہ سے منتشر ہو گئے اور جس کا جدھر سینگ سمایا ، چلا گیا ـ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے شریف خاں اتکہ کو مالوہ کی حکومت پر بھیجا ـ شجاعت خاں کے چھوٹے لڑکوں اور اس کے پس ماندگان کو طلب کیا ـ

چونکہ بنگالہ کی مہم کو زیادہ عرصہ ہو گیا تھا ، لہذا خان اعظم جو مدت دراز سے آگرہ میں گوشہ نشین تھا اور اس پر نظر محافظت تھی ـ اس پر شاہی لوزشیں ہوئیں ـ اس کو پانچ ہزار سوار دے کر ولایت بہار کی حکومت پر بھیج دیا اور زیادہ احتیاط کی بنا پر شہباز خاں کنبو کو جو رانا کیکا کی مدافعت میں مشغول تھا اور قریب تھا کہ وہ رانا کو اس ولایت سے بھگا دے کہ طلب [۳۵۴] کر لیا اور اسے آراستہ فوج دے کر بنگالہ کے لشکر کی مدد و کمک کے لیے روانہ کر دیا ـ جب شہباز خاں حاجی پور کی سرحد پر پہنچا ، تو اس نے سنا کہ عرب بہادر راجا گج پتی کی پناہ میں آ گیا ہے ـ چنانچہ وہ اس کے سر پر پہنچا اور ایک ماہ تک مقابلہ کیا ـ اس نے جنگل کو صاف کرکے براہ راست عرب بہادر کو وہاں سے نکالا اور راجا گج پتی کو خوار کیا ـ

اسی زمانہ میں اتفاق سے اکبر شاہ ، شریف خاں اتکہ کے مکان پر تشریف لے گیا اور اس کو سرفرازی بخشی ـ اس نے شاہانہ جشن منعقد کیا ـ بہت سے پاانداز اور ساز و سامان سے اپنے مکان کو آراستہ کیا ـ

اکبر بادشاہ تمام دن اس کے یہاں مقیم رہا اور عیش و عشرت میں وقت گزارا ۔ شریف خاں اتکہ نے تو ہاتھی اور ستائیس عربی اور عراق گھوڑے اور مختلف قسم کے قیمتی ریشمی کپڑے نذر کیے ۔

چونکہ ہر سال ایک معتبر شخص کو میر حاجی کے عہدہ پر فائز کرکے سفر حجاز کے لیے بھیجا جاتا تھا ، لہذا اس سال قرعہ حکیم الملک گیلانی کے نام نکلا ۔ فرمان عالی صادر ہوا کہ ہر سال کے مطابق مبلغ پانچ لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ سے حکیم الملک گیلانی کو دے دیا جائے کہ وہ حرم کے شیخ الاسلام قاضی حسن مالکی کی معرفت مکہ معظمہ کے محتاجوں کو پہنچائے اور ہندوستان کا قیمتی ساز و سامان اور نفیس کپڑے حکیم الملک کی معرفت مکہ معظمہ کے شرفاء کے لیے بھیجے ۔

اس دوران میں راجا ٹوڈرمل کی درخواست پہنچی کہ محمد معصوم فرنخودی کو طرح طرح کی تدابیر اختیار کرکے نرمی و تسکین سے اپنے ساتھ کر لیا ہے ۔ خواجہ شاہ منصور نے سخت خطوط لکھ کر اظہار کیا ہے کہ بہت سا روپیہ اس کے ذمہ ہے اور ترسون محمد خاں کو بھی جو بڑے امراء میں سے تھا اور لشکر کی سرداری کے عہدہ پر فائز تھا ، خط لکھے ہیں ۔ اس موقع پر اس کو امیدیں دلائی جائیں ۔ اس کو دھمکیاں دی گئی ہیں ۔ [۳۵۵] چونکہ معاملات کے متعلق اس (منصور شاہ) کی سخت گیری کی اطلاع اکبر بادشاہ کو بار بار ہو چکی تھی ، لہذا اس (منصور شاہ) کو چند روز کے لیے معزول کرکے شاہ قلی خاں کے سپرد کر دیا اور حکم ہوا کہ اس کی جگہ وزیر خاں دیوان کل ہو اور رضا قلی پسر قطب الدین بغدادی کے مشورہ سے معاملات طے کیے جائیں ۔

اس زمانہ میں لوگ ایک عجیب الخلقت آدمی کو لائے کہ وہ ماں کے پیٹ سے بغیر کانوں کے پیدا ہوا تھا ۔ اس کے نہ کان تھے اور نہ کانوں کے سوراخ ، لیکن تعجب کی بات ہے کہ جب بات کی جاتی تھی ، تو وہ کان والوں کی طرح سنتا تھا ۔ جب اس شخص کو بادشاہ کے حضور میں لائے ، تو اسے دیکھ کر بادشاہ کو تعجب ہوا اور بادشاہ نے اس شخص کے روزانہ کا خرچ مقرر کر دیا ۔

چونکہ اکبر بادشاہ ہر سال خلوص سے حضرت خواجہ معین الدین

کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے جاتا تھا ، لہذا بادشاہ کی نیت خیر اور عمل صالح کی بدولت بندگان خدا کو بہت فائدہ ہوتا تھا ۔ اس سال موانع کی وجہ سے بادشاہ کو وہاں جانے کا موقع نہ مل سکا ۔

(بادشاہ نے) شہزادہ دانیال کو اپنے کچھ مقربین کے ساتھ ، مثلاً شیخ جمال ، شیخ فیضی کہ جو اتالیقی کی نسبت رکھتا تھا اور بہت سے آدمی ہمراہ کر دیے ۔ مبلغ پچیس ہزار روپے وہاں کے فقراء کی مدد کے لیے عنایت فرمائے ۔ شاہزادہ جواں بخت (دانیال) زیارت سے مشرف ہو کر واپس آ گیا ۔

راجا ٹوڈرمل ، ترسون محمد خاں ، محمد صادق خاں اور بادشاہ کے دوسرے امراء برسات کی وجہ سے حاجی پور میں مقیم تھے ۔ معصوم فرنخودی امراء کی اجازت کے بغیر جونپور آ گیا کہ جو اس کی جاگیر میں تھا اور اس سے بغاوت و شورش کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ اکبر بادشاہ نے پیشرو خاں داروغہ فراش خانہ کو اس کی تسکین خاطر کے لیے بھیجا اور ولایت اودھ اس کو عنایت فرما دی اور جونپور کو [۳۵۶] ترسون محمد خاں کو عنایت کیا ۔ معصوم نے پیشرو خاں سے غصہ کے ساتھ گفتگو کی اور مخالفت کا اظہار کیا اور عافیت سمجھ کر اودھ کو چلا گیا ۔

اسی زمانہ میں نیابت خاں پسر ہاشم خاں نیشا پوری ، جو شاہی دربار کا پروردہ تھا ، جوسی پیاگ میں جو اس کی جاگیر تھا ، باغی ہو گیا اور قلعہ کڑہ پر جو اسماعیل قلی خاں کی جاگیر تھا ، پہنچا ۔ الیاس خاں نے جو اسماعیل خاں کا نوکر اور وہاں کا شقدار تھا ، جنگ کی اور مارا گیا ۔ نیابت خاں نے کڑہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور لوٹ مار شروع کر دی ۔

جب اکبر بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی ، تو اسماعیل قلی خاں ، وزیر خاں ، مطلب خاں ، شیخ جمال بختیار اور مشہور امراء کی ایک جماعت کو اس کے دفع کرنے کے لیے تعینات کیا ۔ شاہ قلی خاں محرم کو بھیجا اور وہ معصوم خاں فرنخودی کو امیدوار بنا کر بادشاہ کے حضور میں لے آیا ۔ وزیر خاں کے چلے جانے کے بعد خواجہ شاہ منصور کو قید سے رہا کر دیا اور اس کو اس کے عہدہ پر فائز کیا ۔ جب نیابت خاں نے لشکر

کے آنے کی اطلاع پائی تو محاصرہ ترک کرکے کنتیت کی طرف چلا گیا ۔ جو ولایت پٹنہ کے مضافات میں ہے ۔ (شاہی) امراء نے عجلت کرکے دریا کو عبور کیا اور اس کے سر پر جا پہنچے ۔ نیابت خاں نے جنگ کی ۔ سخت معرکہ ہوا اور آخر کار شکست کھا کر معصوم خاں کے پاس چلا گیا ۔ اس وقت عرب بہادر بھی شہباز خاں کے پاس سے فرار اس کے پہنچا اور پناہ گزیں ہو گیا ۔ شہباز خاں تعاقب کرتا ہوا جونپور پہنچا اور وہاں سے معصوم کے سر پر اودھ آ گیا ۔ معصوم خاں مقابلہ کرکے غالب آیا ۔ شہباز خاں بھاگا اور ایک دن چالیس کوس کا راستہ طے کرکے جونپور پہنچا ۔ اتفاق سے ترسون محمد خاں ، شہباز خاں کی داہنی فوج کا ذمہ دار تھا اور جنگل میں چھپا ہوا تھا ، جس وقت معصوم کی فوج منتشر ہوئی ، تو اس نے اپنی داہنی طرف کی (شاہی) فوج نکالی :

بیت

چو بادتند زد ، ناگہ بر ایشاں
ہمہ جمعیت خس شد پریشاں

[۳۵۷] اور معصوم کو شکست دی ۔ جب یہ خبر شہباز خاں کو ملی ، تو وہ نہایت عجلت سے واپس آیا اور دوسرے روز اسی داہنی جانب والی فوج میں شریک ہو گیا اور پھر فوج جمع کرکے سر پر جا پہنچا اور شہر اودھ (اجودھیا) کے نواح میں معصوم خاں نے دوبارہ جنگ کی ، مگر شکست کھائی ۔ اس کی ماں ، بہن ، بیوی ، لڑکے ، مال اور جماعت سب قبضے میں آئی اور وہ بھاگ کر سوالک کی طرف چلا گیا ۔ یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ ۹۸۸ھ/۱۵۸۱ء میں ہوا ۔

ستائیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا اتوار کے دن پندرہ صفر ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء[1] کو ہوئی ۔ سال کے شروع میں خبر پہنچی کہ مرزا محمد حکیم ، عاصی (معصوم) کابلی اور معصوم فرنخودی کے متواتر خطوط لکھنے کی وجہ سے کہ جن میں اس

۱- متن میں ۹۸۹ھ اور اکبر نامہ ، (جلد سوم ، ص ۳۳۰) میں ۹۹۰ھ تحریر ہے ۔

گو ملک ہندوستان آنے کی ترغیب دی گئی تھی اور فریدون کے اغوا سے جو مرزا کا ماحول تھا ، موقع غنیمت جان کر ہندوستان کی تسخیر کے ارادے سے کابل سے نکلا اور اپنے نوکر شادماں کو دریائے نیلاب (سندھ) عبور کرا دیا ۔ کنور مان سنگھ پسر راجا بھگوان داس اس کے سر پر پہنچا اس (شادمان) نے جنگ کی اور وہ قتل ہو گیا ۔ اس خبر کو سن کر مرزا محمد حکیم نے دریائے نیلاب کو عبور کیا اور پرگنہ سید پور میں آ گیا ۔

اکبر بادشاہ نے فوراً لشکر کے جمع ہونے کا فرمان جاری کیا اور تمام سپاہیوں کو آٹھ ماہ کی تنخواہ نقد خزانہ سے عنایت کی اور پنجاب کی طرف متوجہ ہوا ۔ شاہزادہ دانیال کو سلطان خواجہ اور شیخ ابراہیم کے معاملات و مہمات کو سر انجام دینے کے لیے فتح پور میں چھوڑا ۔ جب سرائے باد میں جو فتح پور سے پندرہ کوس پر ہے ، پہنچے تو شہباز خاں کی فتح اور معصوم فرنخودی کی شکست کی خبر ملی ۔ اس کو نیک فال خیال کر کے آگے بڑھے ۔ [۳۵۸] جس وقت مان سنگھ شادمان پر غالب آیا، تو مرزا محمد حکیم کے تین فرمان شادمان کے جزودان سے ملے جن میں سے ایک حکیم الملک کے نام ، ایک خواجہ شاہ منصور کے نام اور ایک محمد قاسم خاں میر بحر کے نام تھا اور ان لوگوں کی عرضیوں کے جواب میں نہایت دلاسا اور تسلی دی گئی تھی ۔ کنور مان سنگھ نے ان فرامین کو (اکبر) بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ اکبر بادشاہ نے علم ہو جانے کے باوجود اس بات کو پوشیدہ رکھا ۔ جب بادشاہ دہلی سے گزر گیا ، تو مرزا حکیم لاہور آیا اور مہدی قاسم کے باغ میں قیام پذیر ہوا ۔ مان سنگھ، سعید خاں اور راجا بھگوان داس لاہور کے قلعہ میں قلعہ بند ہو گئے ۔ شاہی لشکر قصبہ پانی پت میں ٹھہرا ۔

ملک ثانی کابلی جو مرزا محمد حکیم کا دیوان تھا اور جس کا خطاب وزیر خاں تھا ، مرزا (حکیم) سے جدا ہو کر اکبر بادشاہ کے پاس چلا آیا اس نے خواجہ شاہ منصور کے ٹھکانہ پر قیام کیا اور اس کو اپنی ملازمت کا وسیلہ بنایا ۔ جب خواجہ شاہ منصور نے اس کے آنے کی خبر بادشاہ کے حضور میں پیش کی ، تو بادشاہ کے خیال میں یہ بات آئی کہ اس وقت جبکہ مرزا محمد حکیم ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادہ سے آ رہا ہے ، تو اپنے دیوان کو اپنے سے جدا کر کے بھیجنا خالی از علت نہیں ہے ۔ چونکہ

خواجہ مذکور کی طرف سے بدگمانی تھی ، اس لیے یہ خیال اور قوی تر ہوتا گیا اور خواجہ شاہ منظور کو مقید کرکے مرزا (حکیم) کا فرمان ، جو اس کے نام آیا تھا ، اس کو دکھایا ۔ ہر چند اس نے قسمیں کھائیں ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔

جب شاہی لشکر شاہ آباد کے نواح میں پہنچا ، تو ملک علی نے ایک خط لا کر پیش کیا کہ میرے قاصد ، لودیانہ کے گھاٹ سے جس کا انتظام مجھ سے متعلق ہے ، آ رہے تھے ۔ جب وہ سرائے سرہند میں پہنچے ، تو انھوں نے اس سرائے میں ایک پیادہ کو دیکھا کہ جس کے پیروں پر ورم آ گیا تھا ۔ اس پیادہ نے ان (قاصدوں) سے کہا کہ میں شرف بیگ کا آدمی ہوں جو خواجہ شاہ منصور کا نوکر ہے اور فیروز پور میں جو خواجہ کی جاگیر ہے اور لاہور سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہے وہ (شرف بیگ) وہاں کا شقدار ہے ۔ اس (شرف بیگ) نے ان خطوں کو [۳۵۹] خواجہ کے پاس بھیجا ہے ۔ چونکہ میرے پیر میں تکلیف ہے ، لہذا تم ان خطوں کو جلد از جلد خواجہ تک پہنچا دو ۔ میرے پیادے یہ خطوط لائے ہیں ۔ جب خطوں کی مہریں توڑ کر کھولا گیا ، تو دو خط برآمد ہوئے ۔ ایک شرف بیگ کی عرضداشت تھی جس میں اس نے پرگنہ فیروز پور کے حالات شاہ منصور کو تحریر کیے تھے دوسرا وہ خط تھا جو کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو لکھا تھا جس کا مضمون تھا :

''میں نے فریدون خاں سے ملاقات کی ۔ وہ مجھے مرزا حکیم بادشاہ کے پاس لے گیا ۔ باوجودیکہ کہ اس نے اپنے اعمال کو اس نواح کے پرگنوں میں بھیجا ، لیکن ہمارے پرگنہ پر کسی کو نہیں بھیجا اور مجھے محروم رکھا ۔''

جب اس خط کا مضمون اکبر بادشاہ کو معلوم ہوا ، تو یہ خیال ہوا کہ یہ خط بھی شرف بیگ بلباس نے خواجہ شاہ منصور کو لکھا ہے ۔ محمد حکیم مرزا کے دیوان ملک ثانی کے واسطے اور محمد حکیم مرزا کے فرمان بنام خواجہ شاہ منصور کے آنے کے علاوہ ، اب گماں یقین کے درجہ کو پہنچ گیا ۔ چونکہ اکثر امراء اور ارکان دولت اس (خواجہ شاہ منصور) سے ناراض تھے ، لہذا سب نے متفق ہو کر اس کے قتل میں کوشش کی ،

یہاں تک کہ (اکبر بادشاہ نے) اس کے قتل کا حکم دے دیا اور دوسرے دن صبح کو اس کی گردن مار دی گئی :

رباعی

تو نا کردہ بر خلق بخشایشے
کجا بینی از دولت آسایشے
اگر بدکنی چشم ایکی مدار
کہ ہرگز نیارد گز انگور بار

تین روز کے بعد یہ خبر پہنچی کہ مرزا محمد حکیم شاہی لشکر کے پنجاب آنے کی اطلاع پا کر دریائے لاہور (راوی) کو عبور کرکے کابل کی طرف چلا گیا ۔ اکبر بادشاہ سرہند سے کلانور اور کلانور سے رہتاس پہنچا ۔ قمرغہ کا شکار بھی کھا اور وہاں استخارہ کیا گیا جو درست نکلا ۔ بادشاہ دریائے نیلاب کی طرف متوجہ ہوا ۔ اسی سال ماہ ربیع الثانی میں دریائے نیلاب (سندھ) کے کنارے جو سندساگر کے نام سے موسوم ہے ، ایک بلند قلعہ بنا کر اس کا نام اٹک بنارس رکھا ۔ چونکہ کشتیاں کم تھیں ، لہذا حکم صادر ہوا کہ امراء اور سپاہی کشتیاں فراہم کریں ۔ امراء کو چوکیاں تقسیم کی گئیں ۔ کنور [۳۶۰] مان سنگھ کو شیخ جمال بختیار ، اس کے بھائی مادھو سنگھ ، مخصوص خاں ، لورنگ خاں اور دوسرے بہادر جوانوں کے ساتھ دریائے نیلاب (سندھ) عبور کرا دیا اور پرشور (پشاور) کی طرف بھیج دیا ۔ جب اس جماعت نے پرشور (پشاور) پر قبضہ کر لیا ، تو شہزادہ شاہ مراد کو ، قلیچ خاں ، مرزا یوسف خاں ، رائے سنگھ اور اکثر مشہور امراء کے ہمراہ دریائے سندھ کو عبور کرا کر کابل کی فتح کے لیے بھیج دیا ۔

اس وقت خواجہ ابو الفضل جو خواجہ حسن نقشبندی کا عزیز تھا اور خواجہ حسن کا دیوان محمد علی ، مرزا حکیم کے پاس سے بطور ایلچی آئے ۔ عذر خواہی اور خطاؤں کی معافی کی درخواست کی ۔ اکبر بادشاہ نے حاجی حبیب اللہ کو ہمراہ کرکے کابل بھیجا اور یہ جواب دیا کہ اگر مرزا محمد حکیم اپنے گذشتہ اعمال پر نادم ہو ، تو وہ توبہ کرے ، قسم کھائے اور اپنی بہن کو ہمارے پاس بھیج دے تب اس کی خطائیں معاف کی جائیں گی :

''شاہزادہ مراد متواتر سفر کرتا ہوا درہ خیبر سے گزر گیا۔ پندرھویں جمادی الاخریٰ کو اکبر بادشاہ نے بہ نفس نفیس دریائے سندھ کو عبور کرکے منزل کی ۔ کمترین بندہ راقم الحروف نظام الدین احمد کو جو اس تاریخ کا مؤلف ہے ، یلغار کرتے ہوئے مرزا شاہ مراد کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ جو سردار گئے ہیں ، ان کو خبر دیں کہ اگر وہ بادشاہ (اکبر) کی تشریف آوری کے بغیر کابل جا سکتے ہوں ، تو چلے جائیں اور اگر بادشاہ کے آنے کی ضرورت ہو ، تو کون سا طریقہ مناسب ہوگا ۔ فوج اور بیگمات کے ساتھ آنا مناسب ہوگا یا تنہا چلے جائیں ؟ فقیر (نظام الدین احمد) ایک دن رات میں جلال آباد ، جو پچھتر کوس پر تھا ، شہزادے کے پاس جا پہنچا اور اس کو پیغام دیا انھوں (شہزادے) نے کابل کا ارادہ کر لیا اور بادشاہ (اکبر) کے سفر کو یلغار سے طے کرنا مناسب خیال کیا ۔ جلال آباد میں حاجی حبیب اللہ کابل سے آ کر میرے (نظام الدین احمد) ہمراہ درگاہ شاہی میں حاضری کے ارادہ سے چلا ۔ اس نے بتایا کہ مرزا محمد حکیم اپنی گزشتہ حرکتوں پر بہت شرمندہ ہے اور قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اپنی بہن کو بھیج دے گا ، [۳۶۱] لیکن خواجہ حسن جو مرزا کی بہن کا شوہر ہے ، اس کی بہن کو لے کر فرار ہوگیا اور بدخشاں کی طرف چلا گیا ۔ جب میں (نظام الدین احمد) اور حاجی حبیب اللہ بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں پہنچے ، تو بادشاہ (اکبر) دوسرے روز سفر کرکے پرشور (پشاور) کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں شاہزادہ سلطان سلیم لشکر میں رہا اور راجا بھگوان داس ، سعید خاں ، قاضی علی بخش کو اس (شاہزادہ سلطان سلیم) کی خدمت میں چھوڑا اور بادشاہ خود تنہا آگے روانہ ہوا ۔ اس نے روزانہ بیس کوس کا راستہ طے کیا'' ۔

جب شاہزادہ مراد کابل سے سات کوس پہنچا ، تو مرزا محمد حکیم جنگ کے ارادہ سے اس گاؤں میں آ گیا جو خورد کابل کے نام سے مشہور ہے اور جنگ شروع کر دی ، مگر شکست کھائی اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ شاہزادہ (شاہ مراد) مظفر و منصور کابل پہنچا ۔ جس دن کہ صبح کو

جنگ ہونے والی تھی ، مرزا محمد حکیم کے ماموں فریدوں خاں نے شاہزادہ کے لشکر کے پچھلے حفاظتی دستہ پر حملہ کر دیا اور بہت سا مال غنیمت لے گیا ۔ کثرت سے لوگ مارے گئے ۔

اس دن بادشاہ (اکبر) موضع سرخ آب میں کہ جہاں سے شاہزادہ کا لشکر پندرہ کوس کے فاصلہ پر تھا ، ٹھہرا ہوا تھا ۔ اتفاق سے جس وقت (شاہزادہ کے) لشکر کا پچھلا حفاظتی دستہ لوٹا جا رہا تھا ، حاجی محمد خاں احدی ، جو ڈاک چوکی کے ذریعہ سے شاہزادہ کے پاس بھیجا گیا تھا ، پہنچا ۔ اس نے لشکر کی بربادی کو دیکھا اور وحشت ناک خبر ، بادشاہ کے پاس لایا جس سے بادشاہ کو پریشانی ہوئی ۔ اس قسم کی خبر کے باوجود بادشاہ نے دوسرے روز کوچ کیا اور ایک منزل تک گیا اور وہاں فتح کی خبر ملی ۔ (بادشاہ) خدا تعالیٰ کا شکر و سپاس بجا لایا ۔ اکبر بادشاہ دس رجب بروز جمعہ اپنے دولت و اقبال کے ساتھ قلعہ کابل میں آیا اور سات روز تک باغوں کی سیر کی اور ایک مدت تک کابل میں قیام کیا ۔

جب بادشاہ اکبر کو یہ اطلاع ملی کہ مرزا محمد حکیم کا ارادہ ہے کہ وہ جلا وطن ہو جائے اور اوزبک کے پاس چلا جائے ۔ (اکبر نے) اس ننگ و عار کو پسند نہ کیا اور لطیف [۳۶۲] خواجہ کو مرزا کے پاس بھیجا کہ وہ غور بند میں تھا ۔ اس نے جا کر خطاؤں کی معافی کا مژدہ سنایا ۔ مرزا محمد حکیم نے از سر نو لطیف خواجہ کے سامنے عہد و پیمان کیے ، یک جہتی و دولت خواہی کا اقرار کیا اور محمد اسپ کو لطیف خواجہ کے ہمراہ (اکبر بادشاہ) کے حضور میں بھیجا اور بادشاہ نے ہندوستان کی طرف توجہ فرمائی ۔ پھر کابل مرزا (حکیم) کو عنایت کیا ۔ لشکر کو پیچھے چھوڑا اور (بادشاہ) یلغار کرتا ہوا جلال آباد آیا جہاں بڑا لشکر پڑا ہوا تھا ۔ شاہزادہ سلطان سلیم اور امراء جو لشکر میں تھے ، بادشاہ (اکبر) کے حضور میں آئے اور فتوحات کی تہنیت و مبارک باد پیش کی ۔

خواجگی محمد حسین جو قاسم خاں میر بحر کا حقیقی بھائی اور مرزا (محمد حکیم) کے معتبر امراء میں سے تھا ، بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کے دولت خواہوں کی فہرست میں منسلک ہو گیا ۔ جلال آباد سے فوج بھیجی ۔ تاکہ دامن کوہ تک کنور کے کافر (سانہیوں) پر حملہ کرے ۔ وہ منزل بہ منزل واپس ہو کر بارھویں شعبان کو

سندساگر کے کنارے پہنچا ۔ محمد قاسم خاں نے جو حسب الحکم دریائے بہت (جہلم) کے کنارے پل باندھنے کے لیے گیا تھا ، کشتیوں سے پل بندھوا دیا تھا ۔ بادشاہ کہ جو کابل جاتے وقت اس دریا سے ایک ماہ میں گزرا تھا ، وہ ایک دن میں عبور کر گیا اور وہاں سے کوچ کرتا ہوا رمضان کی آخری تاریخ کو لاہور پہنچا اور پنجاب کی حکومت کو سعید خاں راجا بھگوان داس اور کنور مان سنگھ کے سپرد کیا اور خود دارالخلافہ فتح پور کی طرف روانگی کا ارادہ کیا ۔ وہ شکار کھیلتا ہوا چلا ۔

شہباز خاں پانی پت میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب (بادشاہ) پچیس شوال کو دہلی پہنچا ، تو شاہزادہ دانیال اور وہ امراء جو فتح پور میں تھے اور حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) فتح پور سے بادشاہ کے استقبال کے لیے روانہ ہوئیں اور بادشاہ کے حضور میں پہنچیں ۔ پانچویں ذی قعدہ کو فتح پور میں بادشاہ (اکبر) جلوہ افروز ہوا ۔ ایثار و صدقات کے مراسم ادا کیے اور خیرات بہت ہوئی ۔

[۳۶۳] جس زمانہ میں بادشاہ (اکبر) کابل کے سفر میں تھا ، بہادر پسر سعید بخشی ولایت ترہت سے نکلا ۔ اس نے اپنا نام بہادر شاہ رکھا اور خود اپنی جان کا دشمن بنا ۔ وہ اعظم خاں کے نوکروں کے ہاتھ گرفتار ہو کر قتل ہو گیا :

بیت

بہ بال و پر مور راز رہ کہ تیر پر تابی
ہوا گرفت زمانے ولے بہ خاک لشست

چونکہ معصوم خاں فرنخودی سوالک کے کوہستان میں حیران و پریشان پھر رہا تھا ، لہذا اس نے اعظم خاں سے اپنی خطاؤں کی معافی کی درخواست کی ۔ چنانچہ اعظم خاں کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف ہو گئیں اور اس کی دلدہی کا فرمان صادر ہوا ، معصوم خاں ، اعظم خاں کے یہاں سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور فتح پور میں شرف باریابی حاصل کیا ۔ چونکہ نیابت خاں نے بھی حضرت مریم سے سفارش کرائی تھی ، لہذا وہ بھی اسی روز بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔

جب اکبر بادشاہ کابل گیا تھا اور مرزا محمد حکیم کے معتبر آدمی بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں حاضر ہوئے ، تو خواجہ شاہ منصور کے معاملہ میں بہت تحقیقات کی گئی ۔ معلوم ہوا کہ شہباز خاں کے بھائی کرم اللہ نے بعض لوگوں کی مدد اور مشورہ سے فرامین بنائے اور آخری خط جو اس کے قتل کا سبب ہوا ، وہ بھی اسی کا بنایا ہوا تھا ۔ اکبر بادشاہ خواجہ شاہ منصور کے قتل پر اکثر افسوس کیا کرتا تھا ۔

مختصر یہ کہ جس وقت اکبر بادشاہ فتح پور پہنچا ، تو دادو دہش میں مشغول ہو گیا اور بادشاہ کی تمام تر توجہ رعایا کے حالات کے انتظام میں مبذول ہو گئی ۔ اس زمانہ میں مہد علیا حاجی بیگم جو ہمایوں بادشاہ کی بیوی تھی کے انتقال کی خبر ملی جس سے بادشاہ کی طبیعت پریشان ہوئی [۳۶۴] ۹ ماہ محرم ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو اعظم خاں کو جو ولایت حاجی پور و پٹنہ کی حکومت رکھتا تھا ، فتح پور میں حاضر ہو کر بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں باریاب ہوا اور بنگالہ کے حالات نہایت تفصیل سے بادشاہ کے حضور میں عرض کیے ۔ چند روز کے بعد اکثر امرائے کبار اور فوج کو جو کابل کے لشکر میں ہمراہ تھی ، مشارالیہ (اعظم خاں) کے ہمراہ بنگالہ کی طرف بھیج دیا کہ معصوم کابلی کو ختم کرے ۔

اٹھائیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن ستائیسویں صفر[1] ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء کو ہوئی ۔ اس سال کے نو روز میں (شاہی) محلات کے ستون اور دیواریں ، دولت خانہ عام اور دولت خانہ خاص کو امراء کے سپرد کر دیا گیا انھوں نے ریشمی کپڑے اور مصور پردے لے کر آراستہ کیا اور اس طرح سجایا کہ اس کے دیکھنے سے ناظرین کو کمال حیرت ہوتی تھی ۔ شاہی محل کے صحن کو زربفت اور زر دوزی کے شامیانوں وغیرہ سے سجایا ۔ سنہرا تخت تھا جس میں یاقوت اور موتی تھے اس طرح (یہ تخت) رشک فردوس تھا :

صفحہ نہ طبق بیارا ستند
پردہ زربفت ملک ساختند

۱- اکبر نامہ ، (جلد سوم ، ص ۴۰۵) میں ۲۸ صفر ہے ۔

تخت زدند و تتق آویختند
عرش دگر بر زمین انگیختند

اٹھارہ دن تک یہ دلکشا محل آراستہ رہا - رات کو رنگ برنگ کے فانوس آراستہ ہوتے تھے - اکبر بادشاہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آتا تھا اور صحبت گرم ہوتی - ہندوستانی و ایرانی نغمہ سرا حاضر ہوتے اور ہر امیر اور اہل خدمت پر شاہی عنایات کا ظہور ہوتا - شہر فتح پور اور آگرہ کے بازاروں میں آئین بندی ہوتی تھی - اطراف و جوانب کی مخلوق اس جشن عالی کے تماشے اور سیر کے لیے کہ جس نے (ایسا جشن) نہ دیکھا اور نہ سنا تھا ، [۳٦۵] آتی تھی - ہفتہ میں ایک روز عام اجازت تھی - باقی دنوں میں امراء ، مقربین اور اراکین سلطنت کی آمدورفت رہتی تھی -

اکبر بادشاہ نو روز کے دن تخت سلطنت پر جلوس کرتا - امراء اور ارکان دولت صفیں باندھ کر منسب مراتب کھڑے ہوتے - روز شرف ، جو نو روز کا آخری دن ہوتا ہے ، اسی قاعدہ سے مجلس آراستہ ہوتی - تمام امراء مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوتے - بعض کو گھوڑا اور خلعت ، بعض کی تنخواہ میں زیادتی ، بعض کے نوکروں میں اضافہ اور جاگیر تو بہت سوں کو ملتی - کوئی شخص ایسا نہ ہوتا کہ ان اٹھارہ دن میں مراحم خسروانہ سے سرفراز نہ ہوتا - امرائے کبار لائق پیشکش نذر گزرانتے ان اٹھارہ دن کے دوران اکبر بادشاہ امرائے کبار میں سے کسی کے یہاں تشریف فرما ہوتا - وہ صحبت گرم ہوتی - اس روز کی مہمان نوازی اور تمام لوازم صحبت اس شخص کے ذمہ ہوتے - ہندوستان ، خراسان ، عراق کے مروارید ، لعل ، یاقوت ، طلائی ساز و سامان ، عربی و عراقی گھوڑے ، کوہ پیکر ہاتھی ، اونٹ اور اونٹنیاں اور تیز رفتار سانڈ بطور پیشکش بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتے تھے -

نو روز کے دنوں میں شاہم خان جلائر صوبہ بنگالہ سے اور راجا بھگوان داس لاہور سے آئے اور بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے - یہ طے ہوا کہ سال نو روز کے دنوں میں مجلس نو روزی اس طرح منعقد کی جائے - جیسا کہ مذکور ہوا ہے -

پچھلے اوراق میں ذکر ہو چکا ہے کہ خان اعظم اور تمام جاگیردار

حاجی پور سے شاہی درگاہ میں آئے چونکہ وہ صوبہ (حاکم سے) خالی ہو گیا تھا ، لہذا نمک حراموں نے موقع پا کر ہر طرف فتنہ و فساد برپا کر دیا ۔ عصوم کابلی کے ایک نوکر خبسہ نے ترخان دیوانہ اور سرخ بدخشی سے مل کر ولایت بہار میں ہنگامہ برپا کر دیا ۔ محمد صادق خاں نے ، محب علی خاں سے متفق ہو کر اس سے جنگ کی ۔ (محمد صادق) غالب آیا اور خبسہ قتل ہوا ۔

[۳۶۶] اسی زمانہ میں مہدعلیا گلبدن بیگم و سلیمہ سلطان بیگم اور دوسری بیگمات کے متعلق خبر ملی کہ ولایت مکہ معظمہ میں بحری راستہ سے گجرات میں آ چکی ہیں وہ چند سال تک ان مقدس مقامات پر عبادات میں مصروف رہ کر توفیق الٰہی سے چند مرتبہ حج و عمرہ سے مشرف ہوئیں اور اب واپس آئی ہیں اور شہر اجمیر میں پہنچی ہیں ۔

اکبر بادشاہ نے شاہزادہ جواں بخت کا مگار سلطان سلیم کو ان بیگمات کے استقبال کے لیے بھیجا ۔ اس نے اجمیر جا کر ان (بیگمات) سے ملاقات کی ۔ خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی زیارت کی ۔ طواف کے آداب اور زیارت کے شرائط پورے کیے اور فقراء کو مالا مال کر دیا ۔ پھر تمام حضرات (اجمیر سے) واپس آئے ۔ جس روز یہ لوگ فتح پور پہنچے ، اکبر بادشاہ نے استقبال کیا اور بیگمات کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لایا ۔

ان ہی دنوں محمد صادق خاں ولایت بہار سے آ کر مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا اور جلد رخصت ہو کر اعظم خاں کے ہمراہ عاصی (معصوم) کابلی کے دفع کرنے کے لیے تعینات ہوا ۔ شاہ قلی خاں محرم ، شیخ ابراہیم حسنی اور دوسرے امراء جو کابل کے لشکر کے ساتھ گئے تھے ، محمد صادق کے ہمراہ متعین ہوئے ۔

اسی زمانہ میں میر ابو تراب[1] و اعتماد خاں جو بیگمات کے ہمراہ حجاز

۱- میر ابو تراب گجراتی نہایت اہم سیاسی شخصیت تھا ۔ ۱۰۰۵ھ/ ۹۷ - ۱۵۹۶ء میں اس کا انتقال ہوا ۔ اور وہ اول (گجرات) میں دفن ہوا ۔ اس نے ایک تاریخ گجرات لکھا ہے جسے ۱۹۰۹ء میں مشہور مستشرق ڈینی سن راس نے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) سے شائع کیا ہے ۔ (تاریخ گجرات از ابو تراب (مقدمہ انگریزی) ، ص ۳ ۔

گئے تھے ، بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور قدم بوسی سے سرفراز ہوئے ۔ میر ابو تراب ایک پتھر لایا تھا اور کہتا تھا کہ اس پتھر پر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نقش ہے ۔ اکبر بادشاہ نے چار کوس سے قدم (مبارک) کا استقبال کیا اور اس پتھر کی تعظیم و تکریم فرمائی[1] اور حکم ہوا کہ تمام امراء اس پتھر کو کندھوں پر اٹھا کر چند قدم چلیں ۔ اس طرح سے لوگ ایک ایک کرکے باری باری اس کو لیتے تھے ، یہاں تک کہ شہر لے آئے ۔

[۳٦۷] بالآخر جمعرات کے دن الیسویں شعبان کو اکبر بادشاہ ، شاہزادہ سلطان سلیم کے تلادان کے لیے حضرت مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کے محل میں تشریف فرما ہوا ۔ شاہزادہ کو حسب دستور چاندی سونے سے تولا گیا اور وہ رقم فقراء و مستحقین کو تقسیم کر دی گئی ۔ اسی زمانہ میں نور محمد پسر ترخان دیوانہ نمک حرام جو ولایت ترہت میں گرفتار کر لیا گیا تھا ، حاضر کیا گیا اور فتح پور کے نخاس میں قتل کرا دیا گیا ۔

التیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا بدھ کے دن ۹ ربیع الاول ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء[2] کو ہوئی ۔ جب اٹھائیسویں سال الٰہی ختم ہوا اور التیسواں شروع ہوا ، تو اس (سال) کے آغاز ہی میں اکبر بادشاہ نے اپنی بلند اقبالی سے تمام رعایا پر عیش کے دروازے کھول دیے اور حسب الحکم سال گزشتہ کی طرح دولت خانہ عام و خاص کے محلات کے در و دیوار آراستہ کیے گئے ، عیش وسرور کی صحبتیں گرم ہوئیں اور دن رات عیش و سرور اور جشن و نغمہ برپا رہا ۔ اس کے بعد لوگوں کو دولت خانہ میں آنے کی ممانعت ہوئی اور شاہی بیگمات اور خاندانی خواتین بلائی گئیں ۔ بادشاہ نے دست سخاوت

۱۔ اکبر بادشاہ نے مصلحت کی وجہ سے ایسا کیا تھا ۔ ملاحظہ ہو ۔ اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۴۸ ۔ نیز دیکھیے مخدوم جہانیاں جہاں گشت از محمد ایوب قادری ، ص ۴۷۲ - ۱۷۴ ۔

۲۔ اکبر نامہ ، (جلد سوم ، ص ۴۷۳) میں ۸ ربیع الاول ۹۹۲ھ اور متن میں ۹۹۱ھ ہے ۔

کھول دیا ۔ ایک لاکھ روپیہ نقد ، چند ہاتھی ، قیمتی کپڑے ، طلائی ساز و سامان اور مرصع آلات بطور نذر اپنی والدہ بزرگوار مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کو پیش کیے ۔ اسی طریقہ سے اپنی پھوپی گلبدن بیگم اور دوسری بیگمات کو انعام و اکرام دیا گیا ۔ اٹھارہ دن تک نو روز کی یہ صحبتیں گرم رہیں ۔

نو روز کے جشن سے فارغ ہوئے تھے کہ بنگالہ سے خبر آئی کہ خان اعظم افواج قاہرہ لے کر ٹانڈہ آ گیا ، خالدی خاں ، جبار بردی اور مرزا بیگ قاقشال ، [۳۲۸] عاصی (معصوم) کابلی سے علیحدہ ہو کر اعظم خاں کے پاس آ گئے اور (معصوم کابلی) فرار ہو کر عیسیٰ زمیندار کی پناہ میں چلا گیا ۔ ولایت بنگالہ میں سے جو علاقہ باغیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا ، وہ سب شاہی عمال کے قبضہ میں واپس آ گیا :

''اسی دوران میں اکبر بادشاہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ اعتماد خاں نے برسوں گجرات کی حکومت کی ہے وہ گجرات کو آباد رکھنے کے طریقے دوسروں سے بہتر جانتا ہوگا ، لہذا اگر گجرات پر اس کو حاکم کر دیا جائے ، تو ان شہروں کے حکام کی امیدواری کا سبب ہوگا ۔ کہ جو قبضے میں نہیں آئے ہیں ۔ اسی وجہ سے گجرات کی حکومت اعتماد خاں کے سپرد کر دی گئی ۔ میر ابو تراب کو امین بنایا ۔ ملا عبدالقادر اخوند کے بھائی خواجہ ابو القاسم کو دیوانی کا منصب عنایت ہوا اور اس کمترین بندہ نظام الدین احمد مولف تاریخ (طبقات اکبری) کو بخشی گری کی خدمت پر مقرر فرمایا ۔ محمد حسین شیخ ، میر ابو المظفر ولد اشرف خاں ، میر حبیب اللہ ابو اسحاق ، میر صالح ہاشم داعی ، بنیاد بیگ ، سید جلال بخاری ، بیگ محمد توقبائی اور میر ابو تراب کے بھتیجوں میر حبیب اللہ اور میر شرف الدین کو گجرات کی جاگیرداری دینے کا حکم صادر کیا'' ۔

اسی زمانہ میں میر فتح اللہ جو علامہ زماں ، منتخب فاضل اور سادات شیراز سے تھے اور جو علوم معقوم و منقول میں ممتاز تھے ، ولایت شیراز سے دکن پہنچے اور عادل خاں کے پاس جا کر مہمات میں با اختیار ہوئے ۔ وہ اتوار کے دن بائیس ربیع الثانی کو دارالخلافہ فتح پور میں

(اکبر) بادشاہ کی خدمت میں آئے ۔ (بادشاہ کے) حسب الحکم خانخاناں اور حکیم ابو الفتح استقبال کے لیے گئے اور حضور میں لائے ۔ میر فتح اللہ صدارت کے جلیل القدر منصب پر فائز ہوئے ۔

بنگالہ کے باغیوں کی پریشانی اور منتشر ہونے کی اطلاع بادشاہ کو ملی اور معلوم ہوا کہ عاصی (معصوم) کابلی عیسیٰ کی ولایت میں آ گیا ہے اور اعظم خاں نے گھر [۳۶۹] آنے کی رغبت ظاہر کی ۔ ان وجوہ سے شہباز خاں کو تعینات کیا گیا کہ بنگالہ ولایت میں جائے اور اس تمام سرکار کو سپاہیوں کی جاگیر میں دے دے اور عاصی (معصوم) کابلی کی بیخ کنی میں کوشش کرے ۔ سترھویں ماہ جمادی الاخریٰ کو شہباز خاں کو بھیجا گیا ۔

اس مبارک سال کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ کتاب مہابھارت کہ جس میں برہمنوں کے عظیم قصے ہیں ، بادشاہ کا حکم ہوا کہ فارسی میں ترجمہ کی جائے ۔ چنانچہ (بادشاہ کے) حسب الحکم فارسی ترجمہ ہوا اور اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا ۔

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ خان اعظم نے شیخ فرید کو مصالح کی بنا پر قتلو خاں افغان کے پاس بھیجا تھا ۔ جب شیخ فرید ، قتلو خاں کے پاس پہنچا اور ملاقات و گفتگو ہوئی ، تو قتلو نے فرمانبرداری کا اظہار کیا اور بہادر کم بخت نے جو بنگالہ کے زمینداروں میں سے تھا اور قتلو کے لشکر کا سردار تھا ۔ شیخ فرید سے دوستی کے انداز میں مساویانہ ملاقات کی ۔ شیخ (فرید) اس کے ساتھ زمیندار اور ملازم (سرکار) کی حیثیت سے پیش آیا ۔ بہادر نے از روئے سرکشی واپسی کے وقت شیخ فرید کے راستہ کو روک لیا اور جنگ کی ۔ شیخ فرید کے ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی قتل ہوئے ، لیکن شیخ کو کوئی گزند نہ پہنچی اور وہ نکل آیا ۔

برہان الملک دکنی کا آنا

مرتضیٰ نظام الملک کا بھائی برہان الملک جو ولایت دکن کا حاکم تھا ، اس اثناء میں اپنے بھائی پاس سے فرار ہو کر قطب الدین خاں کے پاس چلا آیا ۔ وہاں سے (بادشاہ کے) حسب الحکم انتیسویں سال الٰہی ماہ

رجب میں بادشاہ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا ۔ اس سے قبل بھی ایک شخص اپنا نام برہان الملک رکھ کر بادشاہ کے حضور میں آ گیا تھا ۔ بادشاہ نے اس شخص کو اودھ میں جاگیر عنایت فرمائی تھی ۔ جب یہ برہان الملک آیا اور اس کا دروغ ظاہر ہوا ، تو وہ بھاگ کر چھپ گیا ۔ [۳۷۰] ایک ہفتہ کے بعد اس کو جوگیوں میں شناخت کر لیا گیا اور وہ سرکار میں لایا گیا اور (بادشاہ کے) حسب الحکم قید کر دیا گیا :

''چونکہ اعتماد خاں کو حکم دیا گیا تھا کہ ولایت سروہی کو لال دیوار سے نکال کر رانا کے بھائی جگ مال کے سپرد کر دیا جائے کہ سلطنت کے خیر خواہوں میں سے ہے اور ایک ہزار اشرفیاں مجھ مؤلف تاریخ نظام الدین احمد کی معرفت اس کے خرچ کے لیے بھجیں ۔

اعتماد خاں جب جالور پہنچا ، تو فقیر (نظام الدین احمد) میر معصوم بکری ، قنبر بیگ اشک آقا ، زین الدین کنبو ، پہلوان علی سیستانی جو احمد آباد کی کوتوالی پر تعینات کیا گیا تھا ، ہم سب اس سے آ کر مل گئے ۔ محمد حسین شیخ اور گجرات کے اکثر جاگیر دار جو پیچھے رہ گئے تھے ، جالور پہنچ گئے ۔ (وہاں سے وہ) سروہی پہنچے اور سرنال دیورہ کو نکال باہر کیا ۔ جگ مال کو ، غریب خاں ، محمود خاں جالوری ، بیجا دیورہ ، رائے سنگھ ولد چندر سین دلداری مالدیو کے ساتھ وہاں چھوڑا اور سب لوگ احمد آباد چلے آئے ۔

جب احمد آباد کے قریب پہنچے ، تو شہاب الدین احمد خاں شہر سے باہر نکلا اور عثمان پور میں جو شہر کے محلوں میں سے تھا ، آیا اور بارہ شعبان کو اعتماد خاں شہر میں داخل ہوا ۔ دو روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ عابد بدخشی ، میرک بلاق وفادار ، مغل بیگ ، عبداللہ ، میرو بیگ اور شہاب خاں کے ملازمین کی بڑی تعداد علیحدہ ہو گئی اور کاٹھی وارہ کی طرف مظفر گجراتی کے طلب کرنے پر جو اس علاقہ میں افواج قاہرہ کے صدمہ سے پوشیدہ ہو گیا تھا ، (یہ لوگ) جا رہے ہیں اور فتنہ و فساد کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

اعتماد خاں نے اس میں بہتری سمجھی کہ فقیر (نظام الدین احمد) شہاب احمد خاں کے پاس اس بارہ میں مصلحت کی گفتگو کرے ۔ جب فقیر (مؤلف) شہاب الدین احمد کے پاس پہنچا ، تو اس نے جواب میں کہا کہ یہ گروہ میرا قصد رکھتا تھا اور ایک مدت سے [۳۰۷۱] اسی فکر میں ہے ۔ اب چونکہ ان کا راز فاش ہو چکا ہے ۔ لہذا میری گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور میں مدد نہیں کر سکتا ۔ جب فقیر (نظام الدین احمد) نے یہ صورت حال اعتماد خاں کو بتائی ، تو اس نے اسی میں بہتری دیکھی کہ اس جماعت کو تسلی دی جائے اور ایک یا دو آدمی ان لوگوں کی تسلی کے لیے روانہ کیے ۔ ان کی تسلی نہ ہوئی اور وہ چلے گئے ۔ شہاب الدین احمد خاں کوچ کرکے قصبہ کری پہنچا جو احمدآباد سے بیس کوس پر ہے ۔ اس سلسلے میں چند مرتبہ شہاب الدین احمد خاں سے خط و کتابت ہوئی ۔ کوشش کی جاتی تھی کہ وہ چند روز توقف کرے ۔ شہاب الدین احمد خاں نے توقف نہیں کیا اور چل پڑا ۔

بائیس شعبان کو خبر پہنچی کہ باغیوں کا گروہ مظفر کو کاٹھیوں کے ہمراہ لے گیا اور دولقہ آ گیا ۔ اسی روز قنبر ایشک آقا ، شہاب خاں کے پاس سے آیا تھا اور خبر لایا تھا کہ شہاب الدین احمد خاں نے قصبہ کری میں قیام کرنا طے کر لیا ہے ۔ اعتماد خاں ، میر ابو تراب اور فقیر (نظام الدین احمد) نے جا کر اس کو تسلی دی ۔ تا کہ اس کو لائیں ۔ اعتماد خاں آخری دن سوار ہو کر کری روانہ ہوا ۔ ہر چند کہا گیا کہ غنیم بارہ کوس پر آ گیا ہے ہے ، لہذا حاکم شہر کا بیس کوس کے فاصلہ پر چلا جانا مناسب نہیں ، مگر (کہنے کا) کچھ فائدہ نہیں ہوا ۔ اس نے اپنے لڑکے کو میر معصوم بکری ، زین الدین کنبوہ قنبرایشک آقا ، مجاہد گجراتی ، پہلوان علی ، خواجگی محمد صالح اور تیسرے لڑکے کے ہمراہ شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑا ۔ فقیر (نظام الدین احمد) اور اعتماد خاں قصبہ کری پہنچے اور شہاب الدین احمد سے گفتگو کی ۔ اس طریقہ سے اس کی تسکین خاطر ہوئی کہ جو پرگنات پہلے اس کی جاگیر میں تھے ، اس کو دیدیے جائیں ۔

مختصر یہ کہ شہاب خاں کا جو مدعا تھا ، اس طرح اس کی تسلی کی گئی - آخر شہاب خاں اور اعتماد خاں قصبہ کڑی سے واپس ہوئے اور احمد آباد کا ارادہ کیا - [۲۷-] اتفاق سے اسی روز کہ اعتماد خاں کری گیا ہوا تھا ، مظفر خاں گجراتی آ کر شہر (احمد آباد) میں داخل ہو گیا - شہر کے لوگوں نے قلعہ (اس کو) دے دیا - جس جگہ کہ قلعہ کی دیوار کچھ شکستہ تھی ، وہاں سے وہ بلا توقف داخل ہو گیا - جس رات کو شہاب خاں ، احمد آباد سے دس کوس پر پہنچا تھا ، میر معصوم بکری اور زین الدین کنبوہ یہ خبر لائے - شہاب خاں اور اعتماد خاں نے راستہ میں ٹھہرنے کا مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ چونکہ ابھی ایک دن سے زیادہ نہیں گزرا ہے اور دشمنوں کے کام میں استقلال پیدا نہیں ہوا ہے ، لہذا اس راستہ سے شہر میں داخل ہو جانا چاہیے اور وہیں سے شہر کی طرف چلے ، صبح کے وقت عثمان پور پہنچے جو دریا کے کنارے شہر سے نزدیک ہے اور وہاں قیام کیا - مظفر گجراتی شہر سے نکل کر دریا کی ریتی میں صف آرا ہو گیا - شہاب الدین احمد خاں بدحواس ہو گیا - ملازمین کی بے اعتمادی کی وجہ سے اسے صف آرائی کا موقع نہ ملا اور بعض سپاہی جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے ، انھوں نے اچھل کود کی اور بھاگ کھڑے ہوئے - اس فقیر (نظام الدین احمد) نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا - فقیر (نظام الدین احمد) کے بیٹے کے سپاہی جن کو اعتماد خاں نے شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا ، ان کا سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا - شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں بھاگ کر شہر نہروالہ جو پٹن کے نام سے مشہور ہے اور احمد آباد سے پینتالیس کوس پر ہے ، پہنچے - مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) نے تمام حقیقت کی عرضداشت بادشاہ (اکبر) کے حضور میں ارسال کر دی - [بادشاہ (اکبر) نے مرزا خاں ولد بیرام خاں کو مسلح سپاہیوں اور صوبہ اجمیر کے جاگیر داروں کے ساتھ گجرات جانے کی اجازت دے دی اور قلیج خاں کو مالوہ کے لشکر کے ساتھ مالوہ کے

راستہ سے بھیجا][1] ۔ شہاب خاں کے پٹن پہنچنے کے تین دن بعد محمد حسین شیخ ، خواجہ ابو القاسم دیوان ، ابو المظفر ، میر محب اللہ ، میر شرف الدین ، بیگ محمد توقبائی اور گجرات کے [۳۷۳] دوسرے جاگیردار پٹن پہنچے اور پٹن کے قلعہ کی مرمت کرا کر وہاں ٹھہر گئے ۔ مظفر گجراتی نے فسادیوں کو خطاب اور جاگیریں دے کر اپنی قوت و جمعیت بڑھائی ۔

شیر خاں فولادی جس نے برسوں پٹن پر حکومت کی تھی ، اور چند سال سے سورت میں زندگی گزار رہا تھا ، مظفر گجراتی کے پاس آیا ۔ مظفر نے اس کو چار ہزار سوار دے کر پٹن کی طرف بھیج دیا ۔ شیر خاں قصبہ کری پہنچا اور اپنے آدمیوں کو بمقام جوتانہ جو پٹن سے بیس کوس پر ہے ، بھیج دیا ۔ فقیر (نظام الدین احمد) نے اس کے سر پر پہنچ کر اس کو شکست دی اور میر محب اللہ ، میر شرف الدین ، بیگ محمد توقبائی اور سپاہیوں کی ایک جماعت کو وہاں چھوڑا اور زین الدین کنبوہ کو قطب الدین خاں کے پاس بھیجا جو سروچ اور بڑودہ کا حاکم تھا کہ اس (قطب الدین) کو اس طرف سے احمد آباد لائے ۔ تا کہ دونوں طرف سے ہمت باندھ کر دشمنوں کو بیچ سے اکھاڑ پھینکیں ، زین الدین ، قطب الدین خاں کے پاس گیا اور اس کو بڑودہ لایا'' ۔

جب قطب الدین خاں کے بڑودہ آنے کی خبر مظفر گجراتی کو ملی ، تو وہ لشکر کثیر کے ساتھ قطب الدین خاں کے مقابلہ پر پہنچا ۔ قطب الدین خاں نے سپاہیوں کے ساتھ جنگ کی اور شکست کھائی اور بڑودہ کے قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا ۔ اس کے اکثر ملازمین اور لشکر کے عمدہ سردار مظفر گجراتی کے پاس چلے گئے :

''اس موقع پر شیر خاں فولادی پہلے سے آ کر قصبہ مسانہ میں جو پٹن سے پندرہ کوس پر ہے ، مقیم ہو گیا ۔ جو لوگ قلعہ پٹن میں تھے ، ان پر اضطراب و خوف طاری ہو گیا اور قریب تھا

۱- نولکشور اڈیشن میں یہ عبارت حذف ہے ۔

کہ وہ پٹن کو چھوڑ کر جالور چلے جائیں کہ فقیر (نظام الدین احمد) نے مجبوراً جنگ کرنی طے کی اور شیر خاں سے مقابلہ کے لیے چلا ۔ شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پٹن میں رہے ۔ دوسرے سرداروں نے میرا ساتھ دیا ۔ [۳۷۴] جب قصبہ مسانہ میں پہنچے تو شیر خاں فولادی نے صف آرائی کر لی اور پانچ ہزار سوار لے کر مقابلہ پر آ گیا ۔ بادشاہی لشکر میں دو ہزار سے زیادہ سوار نہ تھے ۔ سخت جنگ ہوئی اور شیر خاں شکست کھا کر احمد آباد چلا گیا ۔ دشمن کی طرف سے بہت سے آدمی قتل ہوئے ۔ بادشاہی آدمیوں کو بہت مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ فقیر (نظام الدین احمد) نے پوری کوشش کی کہ احمد آباد چلنا چاہیے ، مگر جو امراء ساتھ تھے وہ راضی نہیں ہوئے تھے ۔ جب قصبہ کری پہنچ گئے ، تو لشکر کے سپاہی جو فتح کے بعد بہت مالِ غنیمت حاصل کر چکے تھے ، سرداروں کی اجازت سے پٹن چلے گئے تھے ۔ ہم لوگوں کو قیام کرنا پڑا ۔ تاوقتیکہ سپاہی واپس آئیں اس میں بارہ روز گزر گئے ۔ اس دوران میں کئی مرتبہ لوگوں کے ساتھ آدمیوں کو پٹن بھیجا گیا ۔

اسی عرصہ میں خبر پہنچی کہ بڑودہ کے قلعہ کو مظفر گجراتی نے توپوں کی ضربوں سے منہدم کر دیا اور قطب الدین نے اقرار کرکے پہلے زین الدین کنبوہ کو بھیجا ، مگر مظفر نے عہد شکنی کرکے زین الدین کنبوہ کو قتل کرا دیا ۔ اگرچہ قطب الدین خاں پر مظفر کی مکاری اور عہد شکنی ظاہر تھی ، مگر موت نے اس کی بصیرت کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا ، وہ اس کے قول و عہد پر اعتماد کرکے اس کے پاس چلا گیا اور راج پیپلہ کے زمیندار کی کوشش سے قتل کر دیا گیا :

بیت

اجل چون بخونش در آورد دست
قضا چشم باریک بنیش بہ بست

''اس خبر کو سن کر فقیر (نظام الدین احمد) اور دوسرے مشہور امراء قصبہ کری میں تھے ، بڑودہ واپس چلے گئے ۔ مظفر ،

بڑودہ سے بھروچ گیا اور اس نے بھڑوچ کے قلعہ کو قطب الدین خاں کی بیوی اور متعلقین سے صلح کے ذریعہ لے لیا ، بادشاہی خزانے کے چودہ لاکھ روپے جو کھنبایت میں تھے اور خواجہ عماد الدین حسین بھروچ لے گیا تھا ، قطب الدین خاں کے تمام احوال و خزائن کے ساتھ کہ جو دس کروڑ سے زیادہ تھے ، مظفر گجراتی کے ہاتھ آئے ۔ اطراف و جوانب سے سپاہی اور راجپوت اس کے پاس آنے لگے اور تقریباً بیس ہزار اس کے پاس جمع ہو گئے'' ۔

[۳۷۵] مرزا خاں ولد بیرام خاں کا مظفر گجراتی سے جنگ کے لیے روانہ ہونا

جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو ملی، تو اس نے مرزا خاں ولد بیرام خاں، صوبہ اجمیر کے جاگیردار ، مثلاً پاینده محمد خاں مغل ، سید قاسم و سید ہاشم پسران سید محمود خاں اور دوسرے سادات بارہہ ، رائے درگا ، رائے کون کرن ، شیرودہ ، سرتان راٹھور ، چندر سین ، موٹہ راجا ، خواجہ محمد رفیق بدخشی ، رام چندر ، اودے سنگھ پسران روسپی ، سنگو راجپوت ، تلسی داس ، راج سنگھ ، سرمدی ترکمان ، مکمل بیگ اور دوسرے آدمی کہ جن کی تفصیل بہت طویل ہے ، جالور کے راستہ سے پٹن پر متعین کیے اور قلیج خاں کو جو سورت کا جاگیردار تھا ، نورلگ خاں ولد قطب الدین خاں ، شریف خاں برادر قطب الدین خاں اور تولک خاں کو مالوہ کے تمام جاگیرداروں کے ہمراہ مالوہ کی طرف سے رخصت کر دیا :

''جس وقت مظفر گجراتی بھروچ میں تھا ، تو یہ جماعت قطب‌الدین خاں کے مارے جانے کی خبر سن کر سلطان پور میں ٹھہر گئی اور آگے قدم نہیں بڑھایا - مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) روزانہ پٹن سے مرزا خاں کو خط بھیجتا تھا اور اس میں اس کو جلد از جلد آنے کے لیے تاکید کرتا تھا ۔ جب وہ سروہی پہنچے ، تو میں خود اس کے استقبال کے لیے گیا اور اس کو بہت جلد لایا ۔ وہ پٹن میں ایک روز قیام کرکے آگے بڑھ گیا'' ۔

جب مظفر کو مرزا کے آنے کی خبر ملی ، تو وہ بھروچ سے احمدآباد واپس چلا گیا اور قلعہ بھروچ کو نصیر خاں کے کہ جو اس کی بیوی کا بھائی تھا اور چرکس رومی کے جو شاہی ملازمین میں سے تھا اور بھاگ کر مظفر کے پاس چلا گیا تھا ، سپرد کیا اور خوب استوار کیا :

''مرزا خاں اور شاہی لشکر نے سرکیچ کے مقام پر جو شہر احمد آباد سے تین کوس پر ہے ، قیام کیا ۔ مظفر نے شاہ بھیکن کے مزار کے قریب [۷۲۶] شاہی لشکر کے سامنے دو کوس کے فاصلہ پر چادر ، خرگاہ اور سرا پردہ وغیرہ لگا لشکر گاہ بنائی ۔ دو روز تک مقابلہ ہوا ۔ ان دو دنوں میں بہادر جوان دونوں طرف سے مقابلہ کرتے تھے ۔ شاہی آدمیوں کا غلبہ روز بروز بڑھنے لگا ، لیکن جمعہ کے دن ۱۳ محرم الحرام ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کو مظفر گجراتی صف آرائی کرکے جنگ کے لیے آ گیا ۔ مرزا خاں نے بھی برابر میں صفیں آراستہ کیں اور مؤلف (نظام الدین احمد) کو مرزا ابو المظفر ، میر معصوم بکری ، میر حبیب اللہ اور بیگ محمد توقبائی کے ساتھ متعین کیا کہ شہر سر کیچ اپنے سیدھے ہاتھ پر رکھیں اور ہم غنیم کے پیچھے سے آئیں ۔ دونوں کی فوجیں مل گئیں اور جنگ شروع ہو گئی سید ہاشم بارھہ اور خضر آقا نے کہ جو مرزا خاں کا وکیل تھا ، شہادت پائی ۔ بہت سے آدمی زخمی ہوئے :

سر سروراں زیر گرز گراں
چو سندان و تپک آہنگراں
زسم ستوراں ، دراں پہن دشت
زمین شش شد و آسماں گشت ہشت

ابھی مظفر گجراتی مرزا خاں سے مقابلے کر رہا تھا کہ مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر پیچھے سے پہنچ گیا اور دشمن کے قدم اکھاڑ دیے ۔ رائے درگا بھی مرزا کے حکم کے مطابق فوج کے بائیں حصے سے ہمارے پیچھے پہنچ گیا ۔ مظفر بھاگ کھڑا ہوا ۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے مرزا خاں نے فتح کی کیفیت لکھ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دی ۔

یہ اطلاع اس وقت پہنچی جبکہ بادشاہ الہ باس سے دارالخلافہ (فتح پور) کی طرف روانہ ہو چکا تھا ۔ اس کی کار گزاریوں کو پسند کیا گیا اور مرزا خاں کو خانخاناں کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۔ ہر ایک شاہی ملازم کی تنخواہ میں اضافہ کیا گیا ۔ مرزا خاں دوسرے روز صبح کو شہر میں داخل ہوا ۔ (اس نے) امن و امان کا اعلان کر دیا اور ہر ایک نے اپنا ٹھکانا لیا ۔ [۳۷۷]

مظفر فرار ہو کر معمور آباد کی طرف کہ جو دریائے مہندری کے کنارے ہے ، چلا گیا اور وہاں سے کھنبایت پہنچا ۔ بھاگے ہوئے لوگ پھر اس کے پاس جمع ہو گئے اور تقریباً دو ہزار سواروں کا اجتماع ہو گیا ۔ فتح کے تین دن بعد قلیج خاں اور مالوہ کے امراء احمد آباد پہنچے ۔ مرزا خاں اور تمام امراء کھنبایت کی طرف متوجہ ہوئے ۔ جب دس کوس پر پہنچے ، تو مظفر وہاں سے بڑودہ کی طرف چل دیا ۔ جب باسد نامی گاؤں میں جو پتیلاد کے قریب دریائے مہندری کے کنارے ہے ، پہنچے ، تو مرزا خاں نے محمد قلیج خاں ، نورنگ خاں اور شریف خاں کو پہلے سے بھیج دیا کہ دشمن پر پہنچ کر زور آزمائی کریں ۔ اس جماعت نے راستہ کی خرابی اور تنگی کو ملاحظہ کیا اور توقف کرنے کے بعد آگے بڑھ گئی ۔ مظفر وہاں سے راج پیپلہ اور نادوت کی طرف نکل گیا ۔ مرزا خاں اور تمام لشکر نے سولہ دن تک بڑودہ میں قیام کیا ۔ جب یہ خبر پہنچی کہ مظفر کے نوکروں میں سے سید دولت نامی شخص نے کھنبایت میں آ کر بادشاہ کے آدمیوں کو جو وہاں تھے نکال دیا ، تو نورنگ خاں کو اس کے دفع کرنے کے لیے بھیجا ۔ نورنگ نے اس کو نکال باہر کیا اور واپس آ گیا ۔ نورنگ خاں کی واپسی کے بعد سید دولت پھر کھنبایت آ گیا اور قابض ہو گیا ۔ مرزا خاں کا نوکر خواجم بردی پتلاد سے سید دولت کے سر پر پہنچا اور جنگ کر کے اس کو شکست دی :

"مرزا خاں اور تمام لشکر نادوت پہنچا ۔ مظفر فرار ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا ۔ اتالیق بہادر شاہی لشکر سے بھاگ کر اس کے پاس پہنچا ۔ فتنہ پردازوں نے پھر شر انگیزیاں شروع کر دیں ۔ مرزا خاں نے سان بہادر اوزبک کو جس کی طرف سے بدگمانی تھی ، گرفتار کر لیا اور جنگ کا ارادہ کر لیا ۔ شریف خاں اور

نورنگ خاں کو فوج کے سیدھی طرف اور قلیج خاں اور تولک خاں کو فوج کے بائیں جانب اور پائندہ محمد کو مع چند امراء کے ہراول بنا کر روانہ کیا اور فقیر (نظام الدین احمد) کو پہلے بھیج دیا ۔ تا کہ دشمن کے قیام کا طریقہ دیکھ کر [۳۷۸] جس طرح مناسب ہو جنگ شروع کر دے ۔ جب فقیر (نظام الدین احمد) دامن کوہ میں پہنچا ، تو دشمن کے پیادوں سے جنگ کی ۔ میں نے ان کے قدم اکھیڑ دیے اور ان کو بڑے پہاڑ تک لے گیا جہاں دشمن صف اور قطار باندھے کھڑا تھا ۔ بڑی سخت جنگ ہوئی ۔ اس قدر تیروں اور بندوقوں کی گولیوں کی بارش ہو رہی تھی کہ آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں ۔ بہت سے گھوڑے اور آدمی زخمی ہوئے ۔ فقیر (نظام الدین احمد نے) اپنے منتخب آدمیوں کو پیادہ کرکے پہاڑ پر دوڑا دیا اور قلیج خاں کے بلانے کے لیے آدمی بھیجے ۔ اسی موقع پر خواجہ محمد رفیق کہ جو بادشاہی آدمیوں میں نہایت بہادر تھا ، آ گیا ۔ فقیر (نظام الدین احمد) نے اس کو بھی قلیج خاں کے بلانے کے لیے بھیج دیا ۔ قلیج خاں بائیں جانب سے آیا ۔ اس سے اور دشمن سے جنگ ہوئی ۔ دشمن نے کسی قدر زور دکھایا اور قلیج خاں کو پیچھے ہٹا دیا ۔ ایک تیر انداز دوڑا ۔ جن لوگوں کو فقیر (نظام الدین احمد) نے پیادہ کر دیا تھا ، وہ اس وقت پہاڑ پر پہنچ گئے ۔ جبکہ دشمن چاروں طرف سے قلیج خاں کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ سامنے کا راستہ خالی ہو گیا تھا ۔ چنانچہ دشمن نے پلٹ کر لڑائی شروع کر دی بہت سے آدمی قتل ہوئے ۔ قلیج خاں نے پستی (گھاٹی) میں پناہ لی ۔ (اس نے) وہاں مستقل مزاجی دکھائی اور ٹھہر گیا ۔ میں نے چھوٹی توپیں جو ہاتھیوں پر ہوتی ہیں ، مرزا خاں سے منگوا لی تھیں ۔ (وہ توپیں) ہاتھیوں پر ہمراہ تھیں ۔ جس جگہ مظفر خود کھڑا تھا ، وہاں چند توپیں داغ دی گئیں ۔ اس موقع پر نورنگ خاں اور شریک خاں کے آدمی بھی جو غنیم کی بائیں طرف تھے ، پہاڑ پر نکل آئے اور حملہ کیا ۔ اتفاق سے اس طرف کی ایک توپ مظفر کی درمیانی فوج پر جا پڑی اور چند آدمیوں کو ہلاک کر دیا ۔ مظفر مقابلہ کی تاب نہ لا سکا ۔ اس نے فرار

اختیار کیا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ بہت سے آدمی گرفتار و قتل ہوئے اور بادشاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی'' ۔

مرزا خان نے ایک جماعت کو اس کے تعاقب میں بھیجا اور (خود) لوٹ کر احمد آباد آیا ۔ فوج اور رعایا کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ قلیج خان ، نورلگ خان ، شریف خان اور مالوہ کے امراء کو بھروچ کے محاصرے میں [۹۲۷] چھوڑا ۔ سات ماہ تک احمد آباد میں قیام کیے رہے۔ سات مہینہ کے بعد قلعہ بھروچ فتح ہوا اور چرکس رومی جو قطب الدین خان سے برگشتہ ہو کر مظفر سے مل گیا تھا اور مظفر کی طرف سے قلعہ کا حاکم تھا ، قتل ہو گیا ۔ نصیرہ کہ وہ بھی سردار تھا ، نیم جان ہو کر بھاگ گیا ۔

اکبر بادشاہ کا ذکر

جس وقت حادثہ گجرات کی خبر اکبر بادشاہ کو ہوئی ، تو اس نے مرزا خان اور مالوہ کے لشکر کو تعینات کیا ۔ جوسی پیاگ میں جہاں دریائے گنگا اور جمنا ملتی ہیں ، ایک شہر آباد کیا اور اس کے گرد قلعہ بنایا ۔ اس شہر کا نام الہ آباد رکھا ۔ (بادشاہ) آگرہ سے بذریعہ کشتی آیا اور الہ باس میں قیام کا ارادہ کیا ۔ وہ چار ماہ تک وہاں رہا اور عیش و عشرت میں وقت گزارا ۔ اعظم خان ، حاجی پور سے الہ باس میں آ کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا (فوراً) رخصت کر دیا کہ اپنا لشکر لے کر آؤ :

''جب قطب الدین کے مارے جانے اور گجرات میں فتنہ بھڑکنے کی بادشاہ کو خبر ملی ، تو وہ آگرہ اور فتح پور کی طرف متوجہ ہوا کہ وہاں سے گجرات کا رخ کرے ۔ اٹاوہ کے نواح میں گجرات کی فتح کی خبر ملی (اکبر) بادشاہ فتح پور پہنچ کر ٹھہر گیا ۔ گجرات کے امراء کے نام بادشاہ کی طرف سے فرامین عنایت صادر ہوئے ۔ مرزا خان کو خانخاناں کا خطاب ، خلعت ، کمر خنجر مرصع مرحمت ہوا ۔ مؤلف تاریخ ، نظام الدین احمد کو بھی گھوڑا ، خلعت اور اضافہ تنخواہ سے سرفراز کیا گیا ۔ سرکاری آدمیوں میں سے ہر ایک پر شاہی عنایات ہوئیں'' ۔

مظفر گجراتی دوبارہ شکست کھانے کے بعد جاپانیر ، بیر پور اور جھالاوار کے راستوں سے ولایت سورتھ میں پہنچ کر قصبہ گوندل میں جو قلعہ جوناگڑھ سے بارہ کوس پر ہے ، ٹھہر گیا ۔ منتشر لوگ ہر طرف سے اس کے پاس [۳۸۰] جمع ہو گئے اور تقریباً تین ہزار سوار اکٹھے ہوئے ۔ (اس نے) ایک لاکھ محمودی (سکہ) کمر خنجر مرصع سورت کے حاکم امین خاں غوری کو دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ۔ اتنا ہی نقد روپیہ جام ستر سال کو دیا جو جھالاوار کا راجا ، صاحب جمعیت اور قبیلہ دار تھا اور پھر احمد آباد آنے کا ارادہ سے چل پڑا ۔

چونکہ امین خاں کی عاقبت اندیشی تھی ، لہذا اس نے مظفر سے کہا کہ تم جام کے یہاں جا کر اس کو ہمراہ لے لو ، میں بھی سامان کرکے پیچھے سے آتا ہوں ۔ مظفر موربی کے مقام پر جو احمد آباد سے ساٹھ کوس پر ہے ، پہنچا اور ذرا اطمینان ہوا اور یہ خبر خانخاناں (عبدالرحیم) کو ملی ، تو وہ نہایت تیزی سے شہر سے نکلا اور موربی کی طرف روانہ ہوا ۔ وہ بیرم گام پہنچا ، جہاں سے موربی کا فاصلہ چالیس کوس ہے ۔ جام اور امین خاں نہیں آئے ، تو مظفر حیران و پریشان اور مضطرب ہو کر واپس ہو گیا اور کوہستان کی طرف جگت کے قریب جو سورٹھ کے سب سے دور شہروں میں ہے اور دوارکا کے نام سے مشہور ہے ، چلا گیا ۔

جام نے اپنے وکیلوں کو خانخاناں کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ میں نے بادشاہ (اکبر) کی دولت خواہی سمجھتے ہوئے مظفر سے رقم حاصل کر لی اور اس کے ہمراہ نہ ہوا ۔ اب جس جگہ مظفر ہو میں آپ کے لشکر کا سربراہ بن کر وہاں جانے کو تیار ہوں اور امین خاں غوری نے بھی میر ابو تراب کے توسل سے اپنے لڑکے کو خانخاناں کی خدمت میں بھیجا اور اخلاص و دولت خواہی کا اظہار کیا ۔

جام کے لوگ خانخاناں کو سربراہ بنا کر یلغار کرتے ہوئے کوہستان لے گئے اور اس پہاڑ پر خوب لوٹ مار کی ۔ وہاں حد سے زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ لگا ۔ لوگ کثیر تعداد میں قید و قتل ہوئے ۔ مظفر پانچ سو مغل اور پانچ سو کاٹھی سواروں کے ہمراہ گجرات کی طرف گیا ، وہ اوتھنہ مقام پر

پہنچا کہ جو دریائے سابرمتی اور بہت ہی تنگ راستوں کے درمیان واقع ہے اور بھائی نامی سرکش کول وہاں رہتا ہے۔

خان خاناں نے جاتے وقت بنظر احتیاط اس لشکر کے ساتھ [۳۸۱] میدنی رائے، خوجم بردی، سید لاد، سید بہادر، دوسرے سادات بارہہ، بیگ محمد توقبائی اور کامران بیگ گیلانی کو پدالہ میں چھوڑ دیا تھا۔ (پدالہ) دلدوقہ سے قریب کنبایت کے راستہ پر واقع ہے۔ بیان بہادر، میر محب اللہ، میر شرف الدین، میر ابو تراب کے بھتیجوں اور ایک جماعت کو پرانتی میں کہ جو اوتھینہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے، اسی دن کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ جب مظفر اوتھینہ آیا، تو سید قاسم بارہہ پٹن سے بیجا پور آ گیا جو اوتھینہ سے بیس کوس پر ہے۔ جو لشکر پدالہ میں تھا، وہ پرانتی آ گیا اور سب جمع ہو گئے۔ مظفر کولی و گراس اور وہاں کے زمینداروں کے ہمراہ جنگ کے لیے نکلا اور اس فوج سے جو پرانتی میں جمع تھی، سخت جنگ ہوئی اور اس نے شکست کھائی اور کانھیا واڑ کی طرف چلا گیا۔ اس کے ہاتھی اور بڑے سائبان ہاتھ آئے۔ اس کے منتخب اور اعلیٰ آدمی مارے گئے۔

جس وقت خانخاناں نے کوہستان سے دوارکا کی طرف واپسی کی، تو معلوم ہوا کہ جام خلوص کے ساتھ پیش نہیں آیا ہے، لہذا اس کے وکیلوں کو رخصت کرکے اس پر چڑھائی کر دی۔ جام بھی مقابلہ پر آ گیا۔ اس نے جمعیت اکٹھی کر لی۔ (اس کے پاس) بیس ہزار سوار اور بے شمار پیادے جمع ہو گئے۔ جب خانخاناں اس سے سات کوس کے فاصلہ پر پہنچا، تو جام نے ایلچی بھیجے اور معذرت چاہی۔ (اس نے) اپنے لڑکے کو تین ہاتھیوں اور اٹھارہ عربی نسل کے گھوڑوں کے ساتھ خانخاناں کے پاس بھیجا۔ قول و قرار کی تجدید کی اور دولت خواہی کے عہد و پیماں کیے۔ خانخاناں احمد آباد واپس آ گیا۔ پانچ ماہ کے بعد اکبر بادشاہ نے خانخاناں کو طلب کر لیا۔ خانخاناں یلغار کرتا ہوا۔ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا:

"[۳۸۲] مظفر گجراتی جو کانھی واڑہ میں تھا، امین خاں سے جس نے روپیہ لے لیا تھا اور ساتھ نہیں دیا تھا، کشیدہ خاطر تھا۔ اس نے کانھیوں اور زمینداروں سے مل کر جمعیت اکٹھی

کی اور امین خاں کے سر پر جا پہنچا - امین خاں قلعہ امریلی میں قلعہ بند ہو گیا - جب یہ خبر احمد آباد پہنچی ۔ قلیج خاں اور فقیر (نظام الدین احمد) احمد آباد میں تھے - (قلیج خاں) شہر میں رہا اور فقیر (نظام الدین احمد)، سید قاسم بارہہ، میدنی رائے، خانخاناں کے تمام آدمیوں، نور قلیج، میر معصوم بکری، میر حبیب اللہ، بیگ محمد توقبائی اور کامران بیگ کے ہمراہ نہایت تیزی سے سورٹھ روانہ ہوا - جب ہلالہ پہنچے، تو مظفر مقابلہ کی تاب نہ لا کر امین خاں کے محاصرہ سے باز آیا اور کچھ کی طرف چلا گیا - مؤلف (نظام الدین احمد) نے نور قلیج، میر حبیب اللہ، بیگ محمد، سید لادم، سید بہادر اور نصیب ترکمان کو امین خاں کے پاس بھیجا کہ اس سے مل کر کاٹھیا واڑ پر تاخت کریں اور مظفر کے پیچھے سے آ کر اس کا تعاقب کریں - میں خود اس کا راستہ روکنے کے لیے موربی کی طرف گیا ۔ مظفر فرار ہو کر دریائے رن کو جو دریائے شور (سمندر) سے علیحدہ ہو کر جیسلمیر کے ریگستان میں ختم ہوتا ہے اور بعض مقامات پر اس دریا کی چوڑائی دس کوس اور بیس کوس ہے، عبور کرکے ولایت کچھ چلا گیا - اس علاقہ کو جو دریا کے اس طرف ہے ''کچھ'' کہتے ہیں - جب فقیر (نظام الدین احمد) موربی پہنچا، تو جام اور امین نے اپنے لڑکوں کو میرے پاس بھیج کر از سر نو عہد و پیمان کیے اور وفا داری کا وعدہ کیا - فقیر (نظام الدین احمد) وہیں آ کر بیرم گام کی طرف متوجہ ہوا -

اسی اثنا میں خبر پہنچی کہ خانخاناں بادشاہ سے رخصت ہو کر سروہی کے نواح میں پہنچا ہے اور سروہی و جالور پر قبضہ کرنے کا ارادہ ہے - فقیر (نظام الدین احمد) نے سید قاسم اور ان لوگوں کے ساتھ جن کا ذکر ہو چکا ہے، سروہی کے نواح میں خود کو اس (خانخاناں) کے پاس پہنچایا - راجا سروہی آ کر حاضر ہوا - کافی رقم نذر گزرانی - جالور کا حاکم غزنی خاں اگرچہ آیا تھا، مگر خانخاناں کے بادشاہ (اکبر) کے پاس جانے کا وقت [۳۸۳] (اس سے) نامناسب حرکات سرزد ہوئیں اور بغاوت کے آثار ظاہر

ہوئے تھے ، اس لیے اس کو قید کر لیا اور فوج بھیج کر جالور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا ۔ خانخاناں احمد آباد آ کر مقیم ہو گیا ۔

اکبر بادشاہ کے واقعات

جب خانخاناں اکبر (بادشاہ) کے حضور میں پہنچا ، تو ابھی دن کے بعد کابل سے اکبر بادشاہ کے بھائی محمد حکیم مرزا کے مرنے کی خبر آئی[1] ۔ راجا بھگوان داس اور کنور مان سنگھ حاکم پنجاب کے نام شاہی فرمان صادر ہوا کہ کابل جائیں اور کابل پر قبضہ کریں اور بادشاہ خود بہ نفس نفیس پنجاب کی طرف متوجہ ہوا ۔

خان اعظم کا تسخیر دکن کے لیے بھیجنا ، اس کا احمد آباد آنا اور خانخاناں سے ملاقات کرنا

چونکہ ان ہی دنوں میر مرتضیٰ اور خداوند خان حاکم ولایت برار، دکن سے احمد نگر گئے اور انھوں نے نظام الملک کے وکیل صلابت خاں سے جنگ کرکے شکست کھائی اور (اکبر) بادشاہ کے حضور میں التجا لے کر آئے ، لہذا بادشاہ نے اعظم خاں کے نام کہ جو مالوہ کا حاکم تھا ، فرمان صادر کیا کہ وہ دکن کی طرف متوجہ ہو ۔ اول برار کو فتح کرے میر مرتضیٰ ، خداوند خاں ، تیر انداز خاں ، چغتائی خاں اور کچھ دوسرے دکنی لوگوں کو بھی بھیجا اور امرائے نامدارس سے ، مثلاً عبدالمطلب خاں ، جعفر بیگ بخشی ، رائے درگا ، رائے اسکرن ، برہان الملک، شیخ عبداللہ ولد شیخ محمد غوث ، نورنگ خاں ، سبحان قلی ترک اور (ایک) جماعت کو کہ جس کی تفصیل سے یہاں طوالت ہوگی ، توپ خانہ اور تین گو ہاتھیوں [۳۸۳] اور مالوہ کے لشکر کے ساتھ تعینات فرمایا ۔ میر فتح اللہ شیرازی کو عضد الدولہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور دکن کے معاملات سرانجام دینے کے لیے رخصت کیا ۔ خواجگی فتح اللہ ولد حاجی حبیب اللہ کو اس لشکر کا بخشی اور مختار بیگ کو دیوان مقرر کیا ۔

جب (شاہی) فوجیں ہنڈیہ پہنچیں کہ جو دکن کی سرحد پر ہے ،

۱۔ ۱۲ شعبان ۹۹۳ھ کو مرزا حکیم فوت ہوا ۔ (بدایونی ، ص ۳۶۳) ۔

وہاں اجتماع ہوا ۔ اعظم خاں کو شہاب الدین احمد خاں سے کہ جو اس وقت اجین کا حاکم تھا ، اس کے باپ کے مارے جانے کی وجہ سے سخت عداوت تھی ، کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ (یہ قتل) شہاب الدین احمد خاں کے ایماء سے ہوا ہے ۔

جب عضد الدولہ (فتح اللہ شیرازی) نے یہ چاہا کہ وہ کدورت دور ہو جائے ، تو اعظم خاں کو یہ بات پسند نہ آئی ، کیونکہ وہ مزاج کا تیز تھا ۔ اس نے شہاب الدین احمد خاں اور عضدالدولہ کو رنج پہنچایا اور چھ مہینے تک ہنڈیہ میں توقف کیے بیکار بیٹھا رہا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شہاب الدین احمد خاں ناراض ہو گیا اور وہ رائے سین کے پاس چلا گیا کہ اس کی جاگیر مقرر ہو چکی تھی ۔ اعظم خاں اس کے سر پر جا پہنچا ۔ قریب تھا کہ شاہی مقاصد کو نقصان پہنچے ، لیکن عضدالدولہ کی کوشش سے خیریت رہی :

”جب اسیر و برہان پور کے حاکم راجہ علی خاں نے شاہی لشکر میں مخالفت دیکھی ، تو اس نے دکن کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مقابلہ پر آ گیا ۔ عضدالدولہ ، راجہ علی خاں کے پاس گیا اور بہت کوشش کی کہ اس کو موافق کرے ، لیکن کامیابی نہ ہوئی ، لہذا وہ واپس ہو کر گجرات چلا گیا ۔ تا کہ خانخاناں کو کمک کے لیے لے جائے ۔ جب راجہ علی خاں اور دکن کا لشکر اعظم خاں کے مقابلہ پر آیا ، تو اعظم خاں برار کی طرف چلا گیا اور شہر ایلچ پور کو تاراج کر دیا ۔ وہ وہاں بھی نہ ٹھہرا اور ندابار کی طرف چلا گیا ۔ دکنی لوگ اس کا تعاقب کرتے ہوئے منزل بہ منزل آ رہے تھے ۔ اعظم خاں باوجودیکہ قوت رکھتا تھا ، مگر آگے بڑھتا چلا گیا ، حتی کہ ندربار پہنچ گیا ۔ اس نے خانخاناں کو احمد آباد خط بھیج کر امداد چاہی ۔ [۳۸۵] خانخاناں نے مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) کو امراء کی ایک جماعت ، مثلاً خواجہ محمد رفیق ، میر محمد معصوم ، بہادر خاں ترین ، رائے لون کرن کے لڑکوں ، نصیب خاں ، حسین خاں برادر قاضی حسن وغیرہ کے ساتھ روانہ کیا اور یہ طے کر دیا کہ پیچھے سے وہ بھی پہنچے گا ۔ جب فقیر (نظام الدین احمد)

محمود آباد پہنچا ، تو اعظم خاں لشکر کو لدربار میں چھوڑ کر اور خود تھوڑے سے آدمی لے کر احمد آباد چلا گیا ۔ خانخاناں نہایت تیزی سے احمد آباد سے اس کے استقبال کے لیے نکلا اور میری (نظام الدین احمد کی) منزل پر دونوں کی ملاقات ہوئی ۔ اس روز صحبت گرم رہی ۔ پھر خانخاناں اور اعظم خاں دونوں احمد آباد گئے ۔ تا کہ سامان کریں اور مل کر دکھنیوں کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوں ۔ وہاں اپنی بہن سے ملاقات کی جو خانخاناں کی بیوی تھی ۔

فقیر (نظام الدین احمد) اپنے ہمراہیوں کے مشورہ سے اپنے مقصد حصول کے لیے بڑودہ پہنچا تھا کہ خانخاناں کی تحریر ملی کہ ہمارے آنے تک بڑودہ میں توقف کرو ۔ اعظم خاں ، خانخاناں سے اجازت لے کر احمد آباد سے لدربار گیا تا کہ خانخاناں کے پہنچنے تک جمعیت اکٹھی کرکے تیار ہو جائے ۔ خانخاناں ، اعظم خاں کے جانے کے بعد دو روز میں احمد آباد سے نکلا اور بڑودہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ فقیر (نظام الدین احمد) بڑودہ میں اس (خانخاناں) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے ہمراہ ہوا ۔ وہ بھڑوچ کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ بھڑوچ گیا ، تو اعظم خاں کے پاس سے تحریر پہنچی کہ برسات کا موسم قریب ہے ، اس لیے اس سال توقف کرنا چاہیے ۔ آئندہ سال سب متفق ہو کر دکن کی طرف توجہ کریں گے ۔ اعظم خاں لدربار سے مالوہ کی طرف متوجہ ہوا۔ راجہ علی خاں اور دکنی لوگ بھی اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے خانخاناں واپس ہو کر احمد آباد آ گیا ۔ وہ تقریباً پانچ ماہ تک احمد آباد میں مقیم رہا اور مہمات کے انتظام میں مشغول ہوا ۔

اس دوران میں یہ خبر پہنچی کہ اکبر بادشاہ نے کابل کی طرف توجہ کی ہے اور بادشاہ اٹک بنارس میں تشریف رکھتا ہے اور بدخشاں کی تسخیر کا قصد ہے ۔ خانخاناں نے [۳۸۶] عرضداشت بھیجی اور بادشاہ کے حضور میں اپنی حاضری کی اجازت چاہی ۔ شاہی فرمان جاری ہوا کہ خانخاناں بادشاہ کے حضور میں حاضر

ہو اور قلیج خاں ، لورنگ خاں اور بندہ (نظام الدین احمد) گجرات میں رہ کر وہاں کی خدمات کے لیے قیام کریں''۔

خانخاناں اور عضدالدولہ ، اعظم خاں کے پاس سے آ گئے تھے اور بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گئے - جس وقت کہ خانخاناں بادشاہ کے حضور میں گیا تو یہ خبر ملی کہ کھن گار کے آدمیوں نے مظفر گجراتی کی مدد سے جھالا وار کے زمیندار رائے سنگھ پر تاخت کی اور اس کو قتل کر دیا -

رائے سنگھ کا قصہ اس طرح ہے کہ رائے سنگھ پسر رائے مان جھالا وار کا راجا تھا - جب اس کی حکومت کا زمانہ آیا ، تو وہ اطراف کے زمینداروں ، مثلاً جام و کھنگار اور دوسروں کے ساتھ جنگ کر کے غالبؔ آ گیا - رائے سنگھ سے بہادری کے کچھ ایسے کارنامے ظہور میں آئے کہ (علاقہ) گجرات کے شہروں کے لوگوں نے اس کے نام پر یہ شعر اور قصے بنائے جو بہت مشہور ہیں - اتفاق کی بات کہ اس واقعہ سے بائیس سال پہلے اس کی رایب اور صاحب کے ساتھ سخت جنگ ہوئی جو کھنگار کے بھتیجے تھے - رایب وصاحب قتل ہو گئے اور دونوں طرف سے آدمی مارے گئے - رائے سنگھ بھی زخمی ہو کر میدان جنگ میں پڑا رہا - دوسرے روز جوگی ، مقتولوں کے پاس سے گزرے - انھوں نے رائے سنگھ کو زخمی پایا - علاج کر کے اس کو اپنے ہمراہ بنگالہ لے گئے اور اس نے بائیس سال کی مدت جوگیوں کے لباس میں ان کے ہمراہ گزاری -

جس وقت کہ خانخاناں ، مظفر گجراتی کے مقابلہ پر آیا ، تو اس نے آ کر (خانخاناں سے) ملاقات کی اور اپنا تمام قصہ بیان کیا - خانخاناں نے اس کو جھالا وار پہنچایا - تا کہ وہاں کے لوگ اس کو پہچان لیں اور حقیقت حال معلوم ہو جائے - اس نے نشانیاں بتلائیں ، تو لوگوں نے اس کو پہچان لیا - پھر وہ اپنی اصلی جگہوں پر قائم (قابض) ہو گیا اور چند مرتبہ کاتھیوں پر حملہ کیا ، چند قبیلوں کو لوٹا اور کھنگار و جام کی ولایت میں پریشانیاں پیدا کیں - [۳۸۷] وہ پھر صاحب جمعیت ہو گیا اور قصبہ بلوت پر جو جھالاوار کے مضافات میں ہے ، قابض ہو گیا - اس نواح کے لوگوں نے جو قدیم سے اس کے مخالف تھے ، اکٹھے ہو کر اس پر حملہ

کر دیا ۔ وہ اُس وقت چوگان کے میدان میں تھا ۔ جب اُس نے خبر سنی ، تو وہیں سے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا اور چاندنی رات میں ان کے سروں پر پہنچا ۔ ان لوگوں نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تو وہی رائے سنگھ ہے ، تو رات میں ہمارے ساتھ جنگ نہیں کرے گا ۔ اس نے شجاعت کی بنا پر ان کی بات پر توجہ دی اور جس جگہ پہنچ گیا تھا ، وہیں توقف کیا اور ڈھال ، سر کے نیچے رکھ کر سو گیا ۔ اسی اثنا میں لوگوں کو موقع مل گیا ۔ انھوں نے اس کے ہمراہیوں کو دلاسا دیا اور اپنی طرف کر لیا ۔ جب صبح ہوئی تو پوری جمعیت کے ساتھ اس پر حملہ کردیا ۔ اس نے صرف اسّی آدمیوں کے ساتھ جو اُس کے ہمراہ تھے ، پیادہ ہو کر جنگ کی اور مارا گیا :

مزن با سپاہی خود بیشتر
کہ نتوان زد مشت بر شتر

"الغرض جب مظفر گجراتی نے خانخاناں کی مع اہل و عیال روانگی کے متعلق سنا ، تو وہ امیروں میں کہ جہاں ملک داور الملک کا مزار ہے ، آیا اور فوج جمع کرنی شروع کی ۔ قلیج خاں احمد آباد کی مخالفت کی غرض سے وہیں رہا اور فقیر (نظام الدین احمد) ، سید قاسم ، خواجہ محمد رفیع ، میر معصوم ، حسین خاں ، بیگ محمد توقبائی اور میر شرف الدین کے ہمراہ رائے سنگھ کے قصہ کے تدارک کے لیے متوجہ ہوا ۔ جب توت پہنچا ، تو فوج کو بھیجا ۔ اس نے پرگنہ مالیہ کے متعلقہ دیہات کو کہ جو کھنگار سے تعلق رکھتے تھے ، لوٹ کر برباد کر دیا ۔ میدنی رائے نے ایک فوج مظفر کے سر پر امیرون بھیج دی ۔ وہ امیرون گئے اور مظفر کاٹھی وار کی طرف چلا گیا اور وہاں پوشیدہ ہو گیا ۔ جام نے اپنے لڑکے کو میرے (نظام الدین احمد) پاس بھیجا اور رائے سنگھ کی بے اعتدالی کے لیے معذرت چاہی ۔ کھنگار نے اپنے وکیلوں کو بھیجا اور از سر نو دولت خواہی کا اظہار کیا۔ فقیر (نظام الدین احمد) لوٹ کر احمد آباد آ گیا ۔ [۳۸۸] فقیر (نظام الدین احمد) کے احمد آباد آنے کے بعد قلیج خاں سورت کو روانہ ہو گیا ۔ اس نے شہر کے باہر منزل کی ۔ مظفر خاں کے

دل میں خیال گزرا کہ چونکہ لشکر واپس ہو گیا اور ہر شخص اپنی جاگیر پر چلا گیا ، لہذا اگر میں بہ عجلت دولقہ و کنبایت پہنچ جاؤں ، تو لشکر کے آنے تک شاید فوج جمع کر لوں ۔ وہ کاتھی و دھار بچہ کے دو ہزار سوار ہمراہ لے کر تیزی کے ساتھ دولقہ کو روانہ ہوا ۔ جب دولقہ سے میدنی رائے کی تحریر آئی ، تو فقیر (نظام الدین احمد) فوراً سوار ہو کر دولقہ کی جانب روانہ ہوا ۔ شام تک سر کھیج میں قیام کیا ۔ قلیج خاں بھی وہاں آ گیا ۔ امراء اور خاص لوگوں میں سے جو کوئی بھی شہر میں تھا ، مثلاً میر معصوم ، خواجہ محمد رفیع ، دولت خاں لودی ، سب آ گئے اور صبح تک دولقہ پہنچ گئے ۔ اس وقت مظفر خاں چار کوس کے فاصلہ پر تھا ۔ جب اس کے خبردار فوجی دستے خبر لے گئے کہ احمد آباد کا لشکر پہنچ گیا ہے ، تو وہ لوٹ کر موربی کی طرف چلا گیا ۔ لشکر ظفر اثر دولقہ میں مقیم ہو گیا ۔ قلیج خاں رات کو واپس ہو کر احمد آباد کی طرف چلا گیا ۔

دوسرے بادشاہی دولت خواہ مظفر کے پیچھے روانہ ہوئے ۔ ایک دن رات میں پینتالیس کوس کا سفر کیا اور جب ہم بیرم گام پہنچے ، تو معلوم ہوا کہ مظفر موضع اکھار کو چلا گیا جو ہمارے جائے قیام سے چار کوس پر تھا ۔ (اس نے) سید مصطفیٰ ولد سید جلال کو جو اہل و عیال کے ہمراہ آیا تھا ، اتفاق سے گھیر لیا ۔ چونکہ شام ہو گئی تھی اور گھوڑے چلنے کے قابل نہیں رہے تھے ، لہذا مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) نے بیس سواروں کو دو نقاروں کے ساتھ بھیجا کہ وہ جائیں اور اس موضع سے ایک کوس کے فاصلہ پر نقارے بجائیں ۔ تا کہ خیال ہو کہ لشکر آ گیا ۔ وہ محاصرہ ترک کر دے گا اور وہ جماعت رہا ہو جائے گی ۔ عنایت الٰہی سے میری تدبیر کارگر ہوئی اور اس جماعت کو نجات مل گئی ۔ مظفر رن و کچھ کی طرف چلا گیا ۔

فقیر (نظام الدین احمد) اور دوست صبح کو سوار ہو کر اس کے تعاقب میں گئے ، یہاں تک کہ رن کے قریب پہنچ گئے اور موضع جھجواسہ میں کہ جو دریا کے نزدیک ہے ، تھانہ قائم

کر کے ہم لوگ احمد آباد چلے آئے ۔ [۳۸۹] چار ماہ کے بعد کچھ کے تمام زمیندار تقریباً سات ہزار سوار اور دس ہزار پیادے جمع ہوئے اور کھنگا کے بھتیجوں جیسا اور بجاین کی سرداری میں قصبہ رادھن پور آئے جو پٹن کے مضافات میں ہے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ وہ دس روز تک وہاں رہے اور شہر کے بیرونی حصے بیس کوس تک اس نواح کے دیہات کو برباد و خراب کر دیا ۔ جب یہ خبر احمد آباد پہنچی ، تو فقیر (نظام‌الدین احمد) ، سید قاسم ، دولت خاں لودی ، میر معصوم ، حسین خاں اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ مدد کے لیے گیا ۔ مخالفین کمک کی خبر سن کر فرار ہو گئے اور دریائے رن کو عبور کر کے اپنے علاقے کو چلے گئے ۔ چونکہ اس کام کا تدارک اور اس بات کی روک تھام کرنی ضروری تھی ، لہذا جس جگہ دریا کی چوڑائی تین کوس سے زیادہ نہ تھی ، وہاں سے ہم لوگ دریا عبور کر کے ولایت کچھ میں پہنچے اور غارت گری شروع کر دی ۔ قصبہ کری اور کناریہ میں جو کچھ کے مشہور مقامات ہیں ، آگ لگوا دی اور برباد کر دیا ۔ بہت سا مالِ غنیمت لشکر کے ہاتھ آیا ۔ ولایت کچھ کے تقریباً تین سو دیہات ان تیں دنوں میں خراب اور برباد ہو گئے ۔ مالیہ اور موربی کے قریب پھر دریائے رن کو عبور کیا ۔ یہاں دریا کی چوڑائی بارہ کوس تھی ۔ صبح کے وقت عبور کرنے کا آغاز اور غروب آفتاب کے وقت تک دریا عبور ہوا ۔ دریا کی گہرائی آدمی کی کمر تک تھی ۔ اس سے گزر کر پرگنہ و موربی کو جو کھنگار کے علاقے کی آبادیاں تھیں ، تباہ و برباد کر دیا ۔ موربی میں تین روز تک قیام کر کے کھنگار کو لکھا گیا کہ چونکہ سنا گیا ہے کہ یہ عمل جیسا اور بجاین نے اس کی رضا کے بغیر کیا تھا ، لہذا فوراً سزا دی گئی ورنہ اگر بھیج نگر پہنچتے تھے ، جو اس کے رہنے کا مقام ہے ، تو وہ اپنے اعمال کی جزا کو پہنچتا ۔ اگر وہ اس کے بعد بھی خیر خواہی اور تلافی نہ کرے گا ، تو دیکھے گا جو دیکھے گا ۔ کھنگار نے اپنے وکیل بھیجے اور معذرت چاہی ۔ اس کے بعد یہ قضیہ ختم ہو گیا ۔

[۳۹۰] ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں امین خاں کا چھوٹا لڑکا باپ سے باغی ہو گیا تھا اور مظفر کے پاس چلا گیا ۔ وہ اس کو (جنگ کے لیے) تیار کرکے باپ کے سر پر لے آیا ۔ جب اس نئے فتنہ کی خبر ملی ، تو فقیر (نظام الدین احمد) نورنگ خاں ، بہی خواہوں اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ ، جو ہر وقت ہمراہ رہتے تھے ، مظفر کے سر پر پہنچا - جب راج کو جو احمد آباد سے اسی کوس اور جونا گڑھ سے تیس کوس ہے ، پہنچے ، تو مظفر فرار ہو کر رن کی طرف چلا گیا ۔ سیدی ریحانی جو امین خاں کا وکیل اور اور فتنہ کا سبب تھا ، لوکھن کوہل ، دوسرے زمینداروں ، پیر خاں سکنہ ، ملک راجن اور وہاں کے دوسرے خاص آدمیوں اور تقریباً پانچ سو سواروں کے ساتھ مخالفین سے علیحدہ ہو گیا اور بادشاہی دولت خواہوں سے تسلی حاصل کرکے آ گیا اور ہمراہ ہو گیا ۔ ان میں سے ہر ایک کو شاہی عنایات کا امیدوار بنایا گیا اور مہمانی کے لوازم پورے کیے گئے ۔ جام اور امین نے بھی اپنے لڑکوں کو بھیجا اور از سر نو وفا داری کا اقرار کیا ۔ کاتھیوں کے بہت سے قبیلے لوٹ لیے گئے'' ۔

جب ہم لوگ احمد آباد آئے ، تو دو مہینہ کے بعد گراس کے دفعیہ کے لیے لشکر آراستہ کیا اور اوتھنیہ و احمد نگر کی طرف گئے ۔ کولی و گراس کے تقریباً پچاس دیہات جو نہایت آباد تھے ، خراب و برباد کر دیے ۔ سات مقامات پر قلعے بنوائے اور تھانے قائم کیے اور اس گروہ کی بیخ کنی کر دی گئی ۔ پانچ ماہ کے بعد پھر دولت خاں کے ساتھ لشکر آراستہ کرکے بانکانیر و سرنال کی طرف گئے اور گراس کے فتنہ و فساد کو دفع کیا اور چیت راوت کو قتل کر دیا ۔ کری کولی ، کشتہ کولی اور لکھنہ راجپوت کو جو اس نواح کے مشہور باغی تھے ، نکال باہر کیا اور ان کی جگہوں پر قلعے بنا دیے اور تھانے قائم کر دیے :

''۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء میں اکبر بادشاہ نے گجرات اعظم خاں کو عنایت کیا اور بندہ (نظام الدین احمد) کو اپنے حضور میں طلب کیا ۔ وہ چودہ روز میں گجرات سے سانڈنی پر سوار یلغار کرتا ہوا لاہور پہنچا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل

کیا [۳۹۱] اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ گجرات کے سات سالہ حالات کو کہ جن کا تعلق فقیر (نظام الدین احمد) سے بھی رہا ، یکجا لکھ دیے اور اب ان واقعات کو شروع کرتا ہوں کہ جو اکبر بادشاہ کے حضور میں گزرے'' ۔

بقیہ حالات کا ذکر جو الہ باس کے سفر میں رونما ہوئے

جب راستے میں گجرات کی خبر (اکبر) بادشاہ کو ملی ، تو اس نے باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ منزل بہ منزل سیر کرتا رہا ۔ اسی دوران میں زین خاں کوکہ ، راجا رامچندر کو اکبر بادشاہ کی آستان بوسی کے لیے لایا ۔ (وہ) ولایت پٹنہ کا راجا تھا اور ہندوستان کے راجاؤں میں حسب نسب کے اعتبار سے نہایت اعتبار رکھتا تھا اور جس نے سلاطین ہند کی کبھی اطاعت نہیں کی تھی ۔ راجا (رام چندر) فتح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ ایک سو بیس ہاتھی پیشکش گزرانے اور ایک لعل آبدار (بادشاہ) کے حضور میں نذر کیا کہ جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی ۔

تیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا جمعرات کے دن ۹ ربیع الاول ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء کو ہوئی اور پچھلے برسوں کی طرح مجلس نو روز منعقد ہوئی ۔ ان ہی دنوں (ایام نو روز) میں اعظم خاں پٹنہ و حاجی پور سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا ۔

اسی زمانہ میں مرزا محمد حکیم کی عرضیاں پہنچیں کہ عبداللہ خاں اوزبک بدخشاں پر قابض ہو گیا اور مرزا شاہ رخ اور مرزا سلیمان ہندوستان آ رہے ہیں ۔ عبداللہ خاں اور اس کے لڑکے کے آنے کا قصہ اور مرزا سلیمان و شاہ رخ کے درمیان میں جو کچھ ہوا اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا ۔

[۳۹۲] اس سال قاضی خاں بدخشی ، سلطان خواجہ صدر اور باقی محمد خاں پسر ماہم انگہ کہ ان میں سے ہر ایک کا حال اس کتاب میں ذکر ہوا ہے ، اس سرائے فانی سے کوچ کر گئے ۔

اس سال میں ماہ ذی قعدہ کے شروع میں کنور مان سنگھ کی عرضی دریائے سندھ کی طرف سے آئی کہ جب بدخشاں پر عبداللہ خاں اوزبک کا قبضہ ہو گیا ، تو مرزا شاہ رخ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں آنے کے ارادہ سے دریائے سندھ کے کنارے آیا ۔ بندہ (کنور مان سنگھ) استقبال کے لیے گیا ۔ مبلغ پانچ ہزار اور پانچ روپے نقد ، بہت سے قیمتی کپڑے اور سامان آٹھ گھوڑے اور پانچ ہاتھی پیش کیے ۔

دریا عبور کرا کے (مرزا شاہ رخ کو) بادشاہ (اکبر) کی بارگاہ کی طرف روانہ کر دیا ۔ کنور مان سنگھ کی عرضی (بادشاہ کو) پسند آئی ۔ مختلف عنایات شاہانہ پر مشتمل فرمان جاری ہوا ۔ اس مہینے کے آخری عشرہ میں بھگوان داس کی عرضی پہنچی کہ وہ مرزا شاہ رخ کے ہمراہ قصبہ سرہند پہنچ گیا ہے اور اب اس کے بعد آستاں بوس کے لیے حاضر ہوگا ۔ بادشاہ (اکبر) کا حکم صادر ہوا اور شاہی قیمتی خلعتیں قاضی علی بخشی کی معرفت مرزا شاہ رخ کے استقبال میں روانہ کی گئیں ۔ ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء کے ابتدائی زمانہ میں اور تیسویں سال الٰہی کے آخر میں مرزا شاہ رخ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ امرائے کبار کی ایک جماعت استقبال کے لیے گئی اور اس کو (بادشاہ کی خدمت میں) لائی ۔ اسے بادشاہ کی آستاں بوسی سے مشرف کیا ۔ ایک لاکھ روپیہ نقد فراش خانہ کا اسباب ، نو عراقی گھوڑے پانچ ہاتھی ، چند سانڈنیاں اور چند خدمت گار (مرزا شاہ رخ کو بادشاہ کی طرف سے) عنایت ہوئے ۔

شاہزادہ سلطان سلیم کی شادی کا ذکر

اسی دوران میں حضرت شاہزادہ سلطان سلیم کی شادی کا خیال (اکبر) بادشاہ کے دل میں آیا ۔ اس نسبت عظیم کے لیے [۳۹۲] بادشاہ (اکبر) کی نظر عنایت راجا بھگوان داس پر پڑی ۔ بادشاہ نے اس رابطہ عظیم کے لیے اس کی دختر کو مناسب اور لائق سمجھا ۔ حسب الحکم مجلس عیش و نشاط برپا ہوئی اور اس کام کے سرانجام دینے کے لیے اکبر بادشاہ خود بہ نفس نفیس راجا بھگوان داس کے یہاں گیا ۔ عقد کی مجلس اس راجا بھگوانداس کے) مکان میں قاضیوں اور شرفاء کے سامنے منعقد ہوئی ۔ مبلغ دو کروڑ تنکہ راجا کی دختر کا مہر مقرر ہوا ۔ راجا بھگوان داس کے مکان سے بادشاہ کے محل تک تمام راستے موتی اور جواہرات نثار کرتے ہوئے (دلہن کو) لائے :

بیت

ز بس گوہر و زر کہ افشاندہ شد
زبہر چیدنش دستہا ماندہ شد

راجا بھگوان داس نے جہیز اس قدر میں طلائی ساز و سامان ، نفیس کپڑے ، ریشمی پارچہ جات گھوڑوں کے طویلے ، ایک سو ہاتھی ، حبشی ، چرکس (ترکی) اور ہندوستانی غلام اور کنیزیں دیں کہ حساب کرنے والوں کا وہم و اندیشہ ان کے حساب و شمار سے عاجز رہا - عظیم مجلس اور شاہانہ جشن منعقد ہوا -

اکتیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا جمعہ کے دن ۲۰ ربیع الاول ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء کو ہوئی اور نو روز کے دنوں میں مجلس نو روزی حسب معمول منعقد ہوئی[1] -

اس مبارک سال کے شروع میں دکن کے امراء میر مرتضیٰ ، خداوند خان (اکبر) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ اس حال کی تشریح مختصر طور سے واقعات گجرات کے سلسلہ میں ہو چکی ہے - جب یہ جماعت صلابت خان سے شکست کھا کر برہان پور آئی ، تو برہان پور کے حاکم راجہ علی خان نے ان کے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا - ان میں سے ایک سو پچاس ہاتھی [۴۹۳] اپنے لڑکے کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیجے - نو روز سلطانی کے دن کہ جشن شاہانہ ہو رہا تھا ، دکن کے امراء بادشاہ

۱- اکتیسویں سال جلوس کے آغاز کے سلسلے میں ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ پنجشنبہ کے روز ۹۹۰ھ کو نو روز شروع ہوا مرزا نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں جو سال بہ سال ترتیب سے لکھی ہے ، لکھا ہے کہ اس نو روز سے اکبر کے جلوس کو اکتیسواں برس شروع ہوا - حالانکہ دوسرا قرن اکبر کے جلوس کو پچیسویں ربیع الاول ۹۹۴ھ میں جب اکبر اٹک بنارس میں تھا ، شروع ہوا ہے ، چنانچہ انشاء اللہ آئندہ مذکور ہوگا اور غلطی کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شمسی قمری مہینوں کے تفاوت کے سبب سے ہر قرن میں ایک برس کا فرق ہو جاتا ہے - (منتخب التواریخ ، ص ۳۶۲) -

کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ مناسب نذریں پیش کیں اور مراحم خسروانہ کے مستحق ٹھہرے۔

اسی زمانہ میں امیر فتح اللہ شیرازی کو عضدالدولہ کا خطاب اور تمام ممالک ہندوستان کی صدارت سے سرفراز کیا گیا۔ پانچ ہزار روپے، گھوڑا اور خلعت خاصہ انعام میں دیا گیا۔

اسی سال ماہ رجب میں کابل سے بعض دولت خواہوں کی عرضی آئی کہ مرزا سلیمان دوبارہ بدخشاں پر قابض ہو گیا۔ اس قبضہ کی حقیقت اس طرح ہے کہ جس وقت عبداللہ خاں اوزبک بدخشاں آیا، تو مرزا سلیمان اور مرزا شاہ رخ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور انھوں نے بدخشاں کو چھوڑ دیا۔ مرزا حکیم نے موضع استالف کو مرزا (سلیمان) کے خرچ کے لیے مقرر کر دیا اور مرزا وہاں رہنے لگا۔ فتح کے بعد عبداللہ خاں نے اپنے امراء کو بدخشاں میں چھوڑا اور خود بخارا واپس چلا گیا۔ مرزاسلیمان نے موقع غنیمت سمجھا اور بدخشاں کے قبائل سے مل کر بدخشاں میں داخل ہو گیا۔ (اس نے) عبداللہ خاں کے امیروں سے جنگ کی اور فتح پائی [اور اوزبک کی بہت سی ٹولیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ بعض گرفتار ہو گئے۔ ان کو خلعت پہنا کر رخصت کر دیا][1]

اسی زمانہ میں خانخاناں نے گجرات سے آ کر ہر قسم کی بہت سی پیشکشیں بادشاہ کے حضور میں نذر گزرانیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس مہینہ میں کنور مان سنگھ اور خواجہ شمس الدین محمد کی عرضداشت اٹک بنارس سے پہنچی کہ مرزا محمد حکیم بیمار اور کمزور پڑا ہے۔ [۳۹۵] فریدون پشاور سے ایک کارواں ہمراہ لے کر کابل کی طرف گیا تھا۔ درہ خیبر میں افغانوں سے جنگ ہوئی، شکست کھائی اور پھر واپس پشاور آ گیا۔ اتفاق سے قلعہ کے اندر آگ لگ گئی اور سوداگروں کا ایک ہزار اونٹوں کا سامان جل گیا۔ فریدون کو اس واقعہ سے رہائی مل گئی اور وہ دوسرے راستہ سے کابل چلا۔ راستہ میں ستر آدمی پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاس سے مر گئے۔ ان حالات کی ابتری میں بدخشاں میں

۱- یہ جملہ نولکشور اڈیشن میں نہیں ہے۔

طاقت و اقتدار مرزا سلیمان سے عبداللہ خاں کو مل گیا ۔ اس نے بہت سا لشکر مرزا (سلیمان) پر متعین کر دیا ۔ مرزا سلیمان مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور کابل کی طرف آ گیا ۔ بدخشاں کی تمام ولایت اوزبک (عبداللہ) کے قبضہ میں چلی گئی ۔

ان ہی دنوں مرزا محمد حکیم کے مرنے کی خبر (اکبر) بادشاہ کے پاس آئی ۔ مرزا محمد حکیم ، اگرچہ اکبر بادشاہ کا حقیقی بھائی نہ تھا ، لیکن اس پر عنایت و شفقت سگے بھائی سے زیادہ رہتی تھی ۔ باوجودیکہ اکثر اوقات وہ حد و اندازہ سے قدم باہر رکھتا تھا ، لیکن اکبر بادشاہ اس کی گستاخیوں کا خیال بھی نہیں کرتا تھا ۔ اس کے ساتھ صلہ رحم کرتا تھا اور اس پر شاہی عنایات ملحوظ رکھتا تھا ۔ چند مرتبہ بڑے امراء کو بہت سا لشکر دے کر اس کی کمک و مدد کے لیے بھیجا ۔ کابل اس کے قبضہ میں دے دیا ۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ چونکہ مرزا محمد حکیم کو شراب پینے کی عادت تھی ، لہذا وہ مدام شراب پینے کی وجہ سے مختلف امراض میں مبتلا ہو گیا تھا اور بہت ضعیف و ناتواں ہو گیا ۔ جمعہ کے دن بارہ ماہ شعبان ۹۹۳ھ موافق تیسویں سال الٰہی میں وہ (مرزا محمد حکیم) اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی :

فگر تاچند گردد دور افلاک
کہ یک نو بادہ بیروں آرد از خاک
چو گشت آں سروتن در زیور و زیب
بخاک اندازدش باز از یک آسیب [۲۹۶]

القصہ اس افسوس ناک خبر سننے کے بعد تعزیت کی رسم ادا کی گئی کابل و غزنیں کی حفاظت کی فکر ہوئی ۔ بادشاہ نے چاہا کہ ولایت کابل کو بدستور سابق مرزا محمد حکیم کے لڑکوں کے سپرد کر دیا جائے ۔ بڑے امراء نے عرض کیا کہ مرزا محمد حکیم کے لڑکے کم سن ہیں اور ملک داری کے عہدہ کو نہیں سنبھال سکتے :

بخورداں مفرمائے کار داشت
کہ سنداں نشاید شکستن بمشت
رعیت نوازی و سر لشکری
نہ کاریست بازیچہ و سرسری

ادھر اوزبک (عبداللہ خاں) کا لشکر بدخشاں پر قابض ہو کر گھات میں ہے ۔ اس وجہ سے اکبر بادشاہ نے سرکار پنجاب کی روانگی کا ارادہ کیا ۔ اسی سال دس ماہ رمضان کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا اور خانخاناں کو فاخرہ خلعتوں سے ممتاز فرما کر گجرات کو روانہ کر دیا ۔

چونکہ اعظم خاں بلاد دکن کی تسخیر کے لیے نامزد ہوا تھا ، لہذا عضدالدولہ امیر فتح اللہ کو بھی دکن کی مہم کی تکمیل کے لیے رخصت کیا ۔ چونکہ یہ حالات گجرات کے واقعات کے سلسلے میں ذکر ہو چکے ہیں ، لہذا دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اکبر بادشاہ متواتر کوچ کرتا ہوا دہلی پہنچا اور کہیں قیام نہیں کیا ۔ اپنے پدر بزرگوار (ہمایوں) کے مزار کا طواف کیا ۔ تمام بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی ۔ دہلی کے فقراء و مساکین کو انعام و اکرام سے شاد و خرم کر دیا ۔ بادشاہ (اکبر) دہلی میں تھا کہ عید کا چاند ہو گیا ۔ جمعرات کو عید کے لوازم پورے کیے اور دہلی سے کوچ کر دیا ۔

انیسویں شوال کو دریائے ستلج کے کنارے بادشاہ نے منزل کی اس منزل پر خبر ملی کہ کنور مان سنگھ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو دریائے سندھ عبور کرا کر پشاور بھیج دیا ہے ۔ مرزا محمد حکیم کا نوکر شاہ بیگ اس خبر کو سن کر فرار ہو گیا اور کابل چلا گیا ۔ (بادشاہ نے) لاہور کے لواح سے صادق خاں کو بکر کی حکومت پر بھیج دیا ۔ بدھ کے دن [۳۹۷] تیرھویں ذی قعدہ کو دریائے چناب کے کنارے شاہی لشکر نے پڑاؤ کیا ۔ اسی منزل پر شیخ عبدالرحیم ساکن لکھنؤ نے جو امراء کے زمرے میں شامل تھا اور اس کے دماغ میں خلل پیدا ہو گیا تھا ، اپنے خنجر مار لیا ۔ بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے اس کا زخم سیا ۔ اس کو صحت ہو گئی ۔ اٹھائیس ذی قعدہ کو بادشاہ دریائے بہت (جہلم) کے کنارے پہنچا اور اسے عبور کیا ۔

اس منزل پر کنور مان سنگھ کی عرضداشت بادشاہ کے حضور میں پہنچی جس میں تحریر تھا کہ اہل کابل نے اطاعت قبول کر لی اور اس (کابل) کے حدود کو فتح کر لیا گیا ۔ محمد علی خزانچی نے جو اس سے پہلے کابل میں تعینات رہ چکا تھا ، آ کر حضور میں عرض کیا کہ جب مرزا

محمد حکیم کی موت کا واقعہ رونما ہوا ، تو مرزا محمد حکیم کے بیٹے کیقباد اور افراسیاب کو کم عمر ہونے کی وجہ سے ملک و مال کے معاملات میں دخل نہیں ملا اور وہاں کا (حاکمانہ) اختیار امرائے کابل کے ہاتھ میں تھا جو بادشاہ سے متعلق اخلاص اور دولت خواہی میں پختہ اور راسخ تھے ، لیکن فریدوں خاں جو مرزا محمد حکیم کا ماموں تھا ، (لہ تھا) -

جب فوجیں اور کنور مان سنگھ حاکمانہ طور سے کابل میں آئے ، تو فریدوں خاں مجبور ہو گیا اور وہ مرزا (محمد حکیم) کے بیٹوں کو لے کر تمام امراء کی ہمراہی میں کنور مان سنگھ سے ملنے آیا - کنور مان سنگھ نے ان تمام لوگوں کو شاہی خدمات کا امیدوار بنایا اور لڑکوں کو خواجہ شمس الدین خوافی کے ساتھ کابل میں چھوڑا اور مرزا حکیم کے لڑکوں اور امراء کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا وہ ۲۵ ماہ ذی الحجہ کو قصبہ راولپنڈی میں کہ جو رہتاس اور اٹک کے درمیان ہے ، مرزا محمد حکیم کے لڑکوں اور اس کے امرا کو لایا اور بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا - مرزا محمد حکیم کے لڑکوں اور امرا پر شاہانہ نوازش کی گئی - خاص لوگوں میں سے ہر ایک کو پانچ ہزار اور چھ ہزار روپیہ انعام میں دیا گیا اور ان کے لائق تنخواہیں اور مناسب جاگیریں مرحمت ہوئیں - [۳۹۸]

جب اکبر بادشاہ اٹک بنارس کے نواح میں پہنچا ، تو مرزا شاہ رخ ، راجا بھگوان داس شاہ قلی محرم اور دوسرے مشہور امرا کو جن کے ساتھ تقریباً پانچ سو سوار تھے ، ولایت کشمیر کی تسخیر کے لیے بھیجا - اسی روز اسماعیل قلی خاں اور رائے سنگھ کو بلوچوں کے سر پر تعینات کیا اور دوسرے دن زین خاں کوکہ کو آراستہ فوجوں کے ہمراہ سواد (سوات) اور راجود (راجوڑ) کے افغانوں کے سر پر فسادیوں کے اس گروہ کی بیخ کنی کے لیے بھیجا اور بادشاہ بروز جمعرات پندرہ ماہ محرم ۹۹۵ھ/ ۱۵۸۶ء کو قلعہ اٹک بنارس میں جو اکبر بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے ، قیام پذیر ہوا -

تاریکی (پیر روشنائی) کے قضیہ کا ذکر

زمانۂ سابق میں ایک ہندوستانی شخص افغانوں کی جماعت میں گیا اور اس نے کفر و الحاد کے مذہب کا رواج شروع کیا - اکثر احمقوں کو

اس نے اپنا مرید بنا لیا اور اس نے اپنا نام پیر روشنائی رکھا ۔ اس نے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام خیر البیان رکھا[1] اور اس میں اپنے فاسد عقائد کو بیان کیا ۔ جب وہ جہنم رسید ہو گیا ، تو اس کا لڑکا جس کا نام جلالہ تھا اور اس کی عمر چودہ سال تھی - ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں کہ جس وقت (اکبر) بادشاہ کابل سے واپس آ رہا تھا ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ وہ شاہی عنایات کا مستحق ٹھہرا ، لیکن فطری شقاوت کی بنا پر وہ چند روز ملازمت میں رہ کر فرار ہو گیا اور اس نے افغانوں میں پہنچ کر فتنہ انگیزی شروع کر دی کثیر مخلوق کو اس نے اپنے ساتھ ملا لیا اور کابل اور ہندوستان کا راستہ بند کر دیا :

درختے کہ تلخ است ویرا سرشت
گرش در نشانی بباغ بہشت
وراز جوئے خلدش بہ ہنگام آب
بہ بیخ انگبیں ریزی و شہد ناب
سر انجام گوہر بہ کار آورد
ہماں میوہ تلخ بار آورد

[۲۹۹] اکبر بادشاہ نے اس گروہ روشنائی کو جو حقیقت میں عین تاریکی تھا اور جس کا آئندہ ذکر لفظ ''تاریکی'' سے کیا جائے گا ، دفع کرنے کے لیے کنور مان سنگھ کو تعینات کیا ۔ کابل اس کی جاگیر میں عنایت فرما دیا ۔ جب یہ خبر پہنچی کہ زین خاں کوکہ ولایت سواد (سوات) میں آ گیا ہے اور افغانوں میں جن کی تعداد مور و ملخ سے زیادہ ہے ، پھنس گیا ہے ۔

دوسری تاریخ ماہ صفر سنہ مذکور کو سعید خاں گکھر ، راجا بیربر، شیخ فیضی ، فتح اللہ تربتی ، تاش بیگ ، صالح عاقل اور ایک جماعت کو زین خاں کوکہ کی کمک کے لیے بھیجا ۔ چند روز کے بعد حکیم ابو الفتح اور امراء کی دوسری جماعت اور شاہی ملازمین کو اس جماعت کے پیچھے

۱۔ خیر البیان ۱۹۶۷ء پشتو اکیڈیمی پشاور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے ۔

بھیجا ۔ جب فوجیں زین خاں کوکہ سے جا ملیں ، تو افغانوں کی تاخت و تاراج کرنا شروع کیا ۔ بہت مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ جب درۂ کراکر پہنچے ، تو ایک شخص نے راجا بیربر سے کہا کہ افغان آج کی رات شب خون کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ پہاڑ کی چوڑائی اور تنگی تین چار کوس سے زیادہ نہیں ہے ۔ اگر اس تنگی (چوڑائی) کو عبور کر لیا جائے ، تو شب خون کی طرف سے اطمینان خاطر حاصل ہو جائے گا ۔ راجا بیربر نے زین خاں کوکہ کی اتفاق رائے کے بغیر کوچ کر دیا اور درہ کو عبور کرنے کا ارادہ کیا اس کے پیچھے تمام لشکر نے کوچ کر دیا ۔ اس دن کے اختتام پر کہ مغرب کا وقت قریب تھا ، درہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ افغان سب طرف سے پہاڑ کے اوپر پہنچ گئے ۔ انھوں نے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی ۔ راستے کی تنگی اور رات کی تاریکی کی وجہ سے لوگ راستہ بھول گئے ۔ غاروں میں موت کا راستہ اختیار کر لیا ۔ بڑی زبردست شکست ہوئی ۔ عظیم نقصان ہوا ۔ تقریباً آٹھ ہزار آدمی مارے گئے ۔ راجا بیربر جوجان کے خوف سے بھاگ گیا تھا ، قتل ہوا ۔ حسن بھٹی ، راجا دھرمکند ، خواجہ عرب کہ جو لشکر کا بخشی تھا ، ملا شیریں شاعر اور نامور آدمیوں کی کثیر جماعت اس رات ہلاک ہوئی ۔ [۴۰۰]

زین خاں کوکہ اور حکیم ابو الفتح پانچویں ربیع الاول سال مذکور شکست خوردہ بڑی مصیبت سے قلعہ اٹک پہنچے ۔ یہ بات اکبر بادشاہ کو سخت ناگوار ہوئی ۔ ان لوگوں کو حاضر خدمت ہونے کی ممانعت ہو گئی ۔

راجا ٹوڈرمل کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ واقعہ کے تدارک کے لیے تعینات کیا ۔ راجا اپنی تجربہ کاری کی بنا پر کوہستان پہنچا ۔ (اس نے) چند مقامات پر قلعے بنوائے اور (افغانوں کے) تاخت و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور دنیا افغانوں پر تنگ کر دی ۔ کنور مان سنگھ جو تاریکیوں (روشنائیوں) کے سر پر گیا تھا ، اس نے درۂ خیبر میں اس گروہ کا مقابلہ کیا ۔ تاریکیوں (روشنائیوں) کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور (شاہی لشکر کو) فتح و نصرت حاصل ہوئی ۔

ان ہی دنوں خبر پہنچی کہ ماوراء النہر کے بادشاہ عبداللہ خاں کا ایلچی تحفے اور ہدیے لے کر اکبر بادشاہ کے حضور میں آیا ہے ۔ نظریے

اوزبک جو عبداللہ خاں کے بڑے امراء میں سے تھا ، خاں (عبداللہ خاں) سے ناراض ہو کر اپنے لڑکوں قنبر بے ، شادی بے اور باقی بے کے ہمراہ کہ ان میں سے ہر ایک امارت کے مرتبہ پر فائز تھا ، اکبر بادشاہ کے حضور میں پناہ کے لیے آیا ہے ۔ اکبر بادشاہ نے شیخ فرید بخشی ، احمد بیگ کابلی اور احدیوں کی ایک جماعت کو بھیجا کہ اس کارواں کا استقبال کریں اور ان کو درہ خیبر سے گزار دیں ۔ ان لوگوں نے کنورمان سنگھ کی مدد کے لیے اس قافلہ کو کوتل سے گزار دیا ۔ تاریکیوں (روشنائیوں) نے راستہ روک کر جنگ کی اور شکست کھائی ۔ ان ملعونوں میں سے بہت سے قتل ہوئے ۔

بتیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا ہفتہ کے دن ۱۱ ربیع الاخر ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء کو ہوئی جبکہ آفتاب برج حوت سے برج حمل میں آیا ، [۳۰۱] نو روز سلطانی کا آغاز اور بتیسویں سال الٰہی کی ابتدا ہوئی ۔ شاہی دولت خانہ خاص کہ جو (اس وقت) قلعہ اٹک میں واقع تھا ، ہر سال کی طرح ریشمی کپڑوں اور باتصویر پردوں سے آراستہ کیا گیا ۔ شاہانہ جشن منعقد ہوا ۔ کنور مان سنگھ اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

مرزا شاہ رخ کے کشمیر کے حاکم سے صلح کرنے اور امراء کے بادشاہ کے حضور میں آنے کا ذکر

مرزا شاہ رخ ، راجا بھگوان داس ، شاہ قلی محرم ، جب درہ بھولیا میں کہ جو کشمیر کی سرحد ہے ، پہنچے تو ، کشمیر کا حاکم یوسف خاں اس درہ پر آ گیا اور درہ کا دروازہ ان پر بند کرکے ان کا راستہ روک دیا چند روز تک شاہی فوجیں معطل رہیں ۔ بارش اور برف باری شروع ہو گئی اطرف سے غلہ کا آنا بند ہو گیا ۔ زین خاں کی شکست کی خبر ملی ۔ ان سب کے علاوہ محنت کا معاملہ آ پڑا ۔ امراء نے صلح کرکے زعفران زار اور دارالضرب کو خالصہ سرکاری میں منظور کیا اور حاکم مقرر کر دیے ۔ یوسف نے اس صلح کو غنیمت سمجھا ۔ وہ آیا اور امراء سے ملاقات کی ۔ فتح مند لشکر یوسف خاں کو ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ

ہوا - جب بادشاہ کے حضور میں پہنچے ، تو بادشاہ کو یہ صلح پسند نہ آئی - امراء کو کورنش کی ممانعت کر دی گئی - چند روز کے بعد کورنش اور حاضری کی اجازت ملی :

بیت

خشم کریم از چہ گزارش کند
از پس آواز نوازش کند

اسی مبارک دن عبداللہ خاں کا ایلچی اور نظربے اپنے لڑکوں کے ساتھ آیا - اسماعیل قلی خاں اور رائے سنگھ بھی [۳۰۲] اسی دن بلوچوں کے بڑوں اور سرداروں کو لا کر قدم بوسی سے مشرف ہوئے - چار لاکھ تنکہ مرادی جو عراق کے پانچ سو تومان کے برابر تھے ، نظربے اور اس کے لڑکوں کو انعام دیے گئے - مجلس نو روزی کے ختم ہونے پر راجا ٹوڈرمل کی کوششوں کو تیز کرنے کے لیے بھیجا وہ (ٹوڈرمل) یوسف زئی افغانوں کی بیخ کنی کے لیے مقرر ہوا تھا -

جب بادشاہ کو افغانوں کی مہم اور اٹک بنارس و کابل کے نواح کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا ، تو وہ دارالخلافہ لاہور کی طرف روانہ ہوا - سال مذکور چوبیس ربیع الثانی کو (بادشاہ کی) روانگی عمل میں آئی چونکہ اس دوران میں کنور مان سنگھ کو کابل کی حکومت پر نامزد کر دیا تھا ، لہذا دریائے جہلم کے کنارے سے اسماعیل قلی خاں کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ افغانوں کے مقابلے کے لیے تعینات کیا اور کنور مان سنگھ کے نام فرمان جاری ہوا کہ جب اسماعیل قلی خاں وہاں پہنچے ، تو وہ کابل کی طرف روانہ ہو - سید حامد بخاری کو بھی اسماعیل قلی خاں کی کمک اور افغان سرکشوں اور ڈاکوؤں کے دفعیہ کے لیے مقرر کیا اور حکم صادر ہوا کہ پشاور میں رہو -

بادشاہ سیر کرتا ہوا اور شکار کھیلتا ہوا لاہور کے نواح میں پہنچا - شب جمعہ سترھویں جمادی الاخری سنہ مذکور کو بادشاہ وہاں جلوہ افروز ہوا - اسی زمانہ میں عرب بہادر کا سر لایا گیا کہ جس نے کوہستان کابیوں میں پناہ لی تھی اور ولایت دامن کوہ میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا - حکیم ابو الفتح کے نوکروں کے ذریعہ پرگنہ شیر کوٹ میں اسے قتل کر دیا گیا -

اسی سال پانچویں ماہ رجب کو اکبر (بادشاہ) کے تلادان کا جلسہ ہوا ۔ اعلیٰ جشن منعقد ہوا ۔ چونکہ اس جلسہ کا ذکر بار بار ہو چکا ہے، لہذا اب اس کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

[۴۰۳] اسی سال ماہ رجب کی انیس تاریخ کو شاہزادہ جواں بخت کی شادی رائے سنگھ کی لڑکی سے ہوئی جو بڑے امیروں میں سے تھا ۔ رائے سنگھ نے بہت سے تحفے اور سامان و اسباب پیش کیا اور عزت و افتخار سے سرفراز ہوا ۔

اسی سال ماہ شعبان کے شروع میں محمد قاسم خاں میر بحروبر، فتح خاں فوجدار، گوجر خاں، مرزا علی اکبر شاہی، میر زاد علی خاں، سید عبداللہ علم شاہی، خنجری، شیخ دولت بختیار اور دولت خواہوں کی ایک بڑی جماعت ولایت کشمیر کی فتح کے لیے روانہ ہوئی ۔ جب شاہی لشکر سات منزلیں طے کر کے پہاڑ میں تنگ مقام پر آیا، تو یعقوب پسر یوسف خاں جو خود کو کشمیر کا حاکم سمجھتا تھا، درۂ کرتل میں فوج لے کر مقابلہ پر آیا اور درہ پر ناکہ بندی کر کے بیٹھ گیا ۔ اکبر بادشاہ کے روز افزوں اقبال نے اپنا کام کیا اور کشمیریوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا ۔ اس مختصر کی تفصیل یہ ہے کہ جب کشمیر کے سردار، یعقوب کی سرداری اور حکومت سے پریشان ہو گئے، تو کچھ اس سے علیحدہ ہو گئے اور محمد قاسم خاں کے پاس چلے آئے اور دوسری جماعت نے شہر سری نگر میں، کہ جہاں ولایت کشمیر کا حاکم رہتا تھا، بغاوت کر دی ۔ یعقوب نے اندرون خانہ کے فتنہ کو فرو کرنا اہم خیال کیا ۔ وہ واپس ہو کر شہر (سری نگر) پہنچا ۔ شاہی فوجیں بغیر کسی مزاحمت کے ولایت کشمیر میں داخل ہو گئیں ۔ یعقوب مقابلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گیا اور کوہستان کا رخ کیا ۔ شاہی فوجیں سری نگر پر قابض ہو گئیں ۔ پرگنوں میں (شاہی) حاکم مقرر کر دیے گئے ۔

جب ان حالات کی اطلاع اکبر بادشاہ کو ہوئی، سید محمد قاسم خاں اور دوسرے امراء کو عنایات و الطاف کے فرامین ملے اور ہر ایک کو ممتاز و سرفراز فرمایا ۔ یعقوب کشمیری بھی فوج جمع کر کے آ گیا، مگر محمد قاسم سے جنگ کر کے شکست کھائی ۔ دوسری مرتبہ اس نے شب خون بھی [۴۰۵] مارا مگر کامیاب نہ ہو سکا ۔ فتح مند لشکر نے اس کا تعاقب

کیا ۔ درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑوں اورتنگ دروں میں اس کو عاجز کر دیا ۔ آخر کار ذلیل و مغلوب کرکے اس حالت پر پہنچا دیا کہ گرفتار کر لیں ۔ آخر کار اس نے عجز و انکسار کا اظہار کیا ۔ محمد قاسم سے ملاقات کی اور شاہی دولت خواہوں میں شامل ہو گیا ۔ ملک کشمیر صاف ہو گیا ۔

انتیسویں رمضان المبارک سال مذکور کو عبداللہ خاں کے ایلچی کو رخصت کیا اور حکیم ابو الفتح کے بھائی حکیم ہمام کو جو معنوی و صوری کمالات و فضائل سے آراستہ تھا ، ایلچی کے طور پر اس کے ہمراہ کر دیا ۔ میر صدر جہاں کو جو ولایت قنوج کے سادات حسینی سے تھا اور انسانی کمالات میں امتیاز رکھتا تھا ، اسکندر خاں پدر عبداللہ خاں کی ماتم پرسی کے لیے مقرر کیا ۔ محمد علی خزانچی کی معرفت تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے جو تین ہزار سات سو تومان عراق کے برابر تھے ، کچھ ہندوستانی سامان اور نفیس تحفے عبداللہ خاں کو بطور سوغات روانہ کیے ۔

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ سید حامد بخاری کہ جو سلاطین گجرات کے امرائے کبار میں سے تھا اور شاہی دولت خواہوں میں شامل ہو گیا تھا ، تاریکیوں (روشنائیوں) کے دفع و خاتمہ کے لیے پشاور میں مقیم تھا کہ ایک دن تقریباً بیس ہزار پیادے اور پانچ ہزار سوار تاریکیوں (روشنائیوں) نے جمع کر لیے اور اس پر حملہ کر دیا ۔ اس نے صرف ان چند آدمیوں کے ساتھ جو اس وقت اس کے پاس تھے ، ان کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گیا ۔

اکبر بادشاہ نے زین خاں کوکہ ، شاہ قلی خاں محرم ، شیخ فرید بخشی اور امراء و ملازمین کی ایک جماعت کو اس معاملہ کے تدارک اور تاریکیوں (روشنائیوں) کی بیخ کنی کے لیے روانہ کیا ۔ چونکہ تاریکیوں (روشنائیوں) نے درہ خیبر میں جمع ہو کر کابل اور ہندوستان کا راستہ بند کر دیا تھا ، لہذا کنور مان سنگہ کابل سے فوج کے ہمراہ خیبر آیا ۔ سخت جنگ کے بعد مان سنگہ کی فتح [۵۰۴] ہوئی ۔ لوگ کثرت سے قتل ہوئے ۔ ایک دن اور رات خیبر میں ٹھہرے اور استقامت دکھائی ۔ کابل کے تاریکی (روشنائی) اور افغان جمع ہو کر آئے ۔ ساری رات اور دن ہر

طرف سے جنگ کرتے تھے ، اسی دوران میں مان سنگھ کا بھائی مادھو سنگھ کہ جو اسماعیل قلی خاں کے ہمراہ تھانہ اوہند میں تھا ۔ ایک آراستہ فوج کے ساتھ مان سنگھ کی کمک کے لیے آ گیا ۔ افاغنہ نے راہ اختیار کی ۔ تقریباً دو ہزار آدمی قتل ہوئے ۔ اس کے بعد مان سنگھ جمرود میں بیٹھ گیا اور کوہ خیبر میں تھانہ قائم کر دیا ۔

ان ہی دنوں مرزا سلیمان نے جو مکہ معظمہ سے بدخشاں آ گیا تھا ، پھر غلبہ حاصل کر لیا ۔ اوزبک (عبداللہ خاں) کی طاقت کی وجہ سے بھاگ کر کابل آ گیا اور کابل سے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا ۔

تینتیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا پیر کے دن تیسویں[1] ربیع الآخر ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء کو ہوئی - سالہائے گزشتہ کے مطابق جشن نو روزی منعقد ہوا ۔ اکبر بادشاہ کو اطلاع ملی کہ کنور مان سنگھ نے جلالہ تاریکی (روشنائی) کو خوار کر دیا اور وہ اپنی قیام گاہ پر ٹھہر سکا اور فرار ہو کر (علاقہ) بنگش کی طرف چلا گیا ۔ اکبر بادشاہ نے عبدالمطلب خاں کو جو بڑے امرا میں سے تھا ، ایک جماعت ، مثلاً محمد قلی بیگ ترکمان ، حمزہ بیگ ترکمان اور احمد بیگ کابلی وغیرہ کے ساتھ جلالہ کی بیخ کنی کے لیے (علاقہ) بنگش میں تعین فرمایا ۔ جب فتح مند لشکر (علاقہ) بنگش پہنچا ، توجلالہ نے شاہی لشکر کو بے خبر رکھا اور سوار و پیادہ کے ساتھ جو مور و ملخ سے زیادہ تھا ، حملہ آور ہوا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ بدنصیبوں کو شکست ہوئی ۔ وہ بھاگ کھڑے ہوئے ۔ تاریکیوں (روشنائیوں) کی ایک بڑی تعداد جہنم رسید ہوئی ۔ [۳۰۶]

اسی مبارک سال میں شاہزادہ جواں بخت سلطان سلیم کے بیٹے سلطان خسرو کی پیدائش راجا بھگوان داس کی بیٹی کے بطن سے ہوئی اور اس شاہزادہ بلند اقبال کی پیدائش کا جشن منعقد کیا گیا ۔ (سلطان خسرو) سعادت کے ستاروں میں پہلا ستارہ طلوع ہوا تھا ۔ تمام اہل زمین کو دعوت عیش و مسرت دی گئی ۔

۱۔ اکبر نامہ ، (جلد سوم ، ص ۵۴۳) میں ۲۲ ربیع الآخر ہے ۔

صادق خاں کا سہون جانا اور اس کا حاکم ٹھٹھہ سے صلح کرنا

ان ہی دنوں بھکر کا حاکم محمد صادق بادشاہ کے حسب الحکم ولایت ٹھٹھہ کو روانہ ہوا ۔ اس نے قلعہ سہون کا محاصرہ کر لیا تھا ۔ ٹھٹھہ کا حاکم جانی بیگ جو محمد باقی ترخان ولد مرزا علی کا پوتا تھا ، عاجزانہ طریقہ سے پیش آیا ۔ اپنے بزرگوں کے طریقہ سے ایلچیوں کو مناسب تحفے اور روپے دے کر اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور بادشاہ کی عنایات اس کے شامل حال رہیں ۔ محمد صادق خاں کے نام (اکبر) بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ جانی بیگ کی ولایت ہم نے اسی (جانی بیگ) کو بخش دی اور اس ولایت پر سے (محمد صادق خاں) اپنا قبضہ ہٹا لے اور اسی سال کی پچیس ذی قعدہ کو جانی بیگ کے ایلچیوں کو رخصت کر دیا ۔ حکیم عین الملک کو اس (جانی بیگ) کی عزت افزائی کے لیے ایلچیوں کے ہمراہ بھیجا ۔ وہ طرح طرح کی نوازشوں اور مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا ۔

اسی سال ماہ ربیع الثانی کے شروع میں کابل کی حکومت زین خاں کوکہ کو تفویض ہوئی اور مان سنگھ کو بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا اور اسی ماہ (ربیع الثانی) کے آخر میں خانخاناں مرزا خاں ، علامۃ الزمان میر فتح اللہ شیرازی المخاطب بہ عضدالدولہ کے ساتھ گجرات سے یلغار کرتا ہوا بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس پر شاہی عنایات ہوئیں ۔ ستائیس رجب کو محمد صادق خاں [۹۹۴ھ] بھکر سے اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اسی سال ماہ شعبان کے آخری دنوں میں مان سنگھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اسی سال کے آخر میں ولایت بہار و حاجی پور پٹنہ کی حکومت پر فائز ہوا اور چلا گیا ۔

اسی زمانہ میں کشمیر کی حکومت مرزا یوسف خاں رضوی کو ملی ۔ محمد قاسم میر بحروبر کو کشمیر سے طلب کر لیا اور محمد صادق خاں کو یوسف زئیوں کے دفعیہ کے لیے سواد (سوات) بجوڑ کے نواح میں روانہ کر دیا اور مان سنگھ کی جاگیریں سیالکوٹ وغیرہ میں اس کو عنایت ہوئیں ۔ اسماعیل قلی خاں کو سواد (سوات) بجور سے طلب کر لیا اور قلیج خاں کی جگہ پر گجرات بھیج دیا ۔ قلیج خاں کو درگاہ عالی میں طلب کیا ۔ ولایت بہار و بنگالہ کی حکومت کنور مان سنگھ کے سپرد ہوئی اور اس کو رخصت ملی ۔

چونتیسویں سال الہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتدا منگل کے دن چوتھی جمادی الاولی ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء کو ہوئی ۔ اس سال میں قلیج خاں گجرات سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ حکم ہوا کہ راجا ٹوڈرمل کے ساتھ مالی و ملکی مہمات میں مشغول ہو ۔ حکیم عین الملک جو ٹھٹھ گیا تھا ، جانی بیگ ترخان کے ایلچیوں کے ساتھ آ کر حاضر خدمت ہوا اور جانی بیگ کی پیشکش کو اس کی عرضداشت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں گزرانا اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔

بائیس جمادی الاخری ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء کو اکبر بادشاہ ، سیر کے ارادہ سے کشمیر و کابل کو روانہ ہوا اور بھنبر پہنچا کہ جہاں سے کشمیر کا کوہستان شروع ہوتا ہے ۔ شاہی بیگمات کو شاہزادہ شاہ مراد کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود یلغار کرتا ہوا کشمیر کی سیر کے لیے روانہ ہوا اور اسی سال جمعرات کے دن شعبان کی پہلی تاریخ کو اکبر بادشاہ شہر سری لکر میں [۴۰۸] داخل ہوا ۔ بادشاہ چند روز میں وہاں کی سیر و تفریح سے فارغ ہو گیا ۔ برسات کا موسم آ گیا ۔ شاہزادہ (مراد) نے دوسری بیگمات کے ہمراہ رہتاس میں قیام کیا اور وہاں کا انتظام کیا ۔

علامۃ العصر امیر فتح اللہ شیرازی کا کشمیر میں انتقال ہو گیا ۔ اس یگانۂ روز گار کی جدائی اکبر بادشاہ کو بہت گراں گزری ۔ نہایت افسوس کیا ۔ ملک الشعراء شیخ فیضی نے امیر فتح اللہ کے مرثیہ میں ایک ترکیب بند لکھا کہ اس میں یہ چند اشعار ہیں :

دگر ہنگام آں آمد کہ عالم از نظام افتد
جہان عقل را در نیم روز علم شام افتد
ہمہ گنجینۂ اقبال در دست لیام افتد
ہمہ خونابہ ادبار و اکاس کرام افتد
زمانہ گم کند سر رشتہ تحقیق مقصد را
معانی از بیاں ماند روابط از کلام افتد

زباں جہل جنبد بے محابا در سخن دانی
مطالب نادرت آمد دلائل نا تمام افتد

دل مستکملاں دہر در بعض امد ماند
چونا رس میوہ کز شاخ ناگہ بے افتد

گرامی امہات فضل را فرزند روحانی
ابو الاباۓ معنی شاہ فتح اللہ شیرازی
دو صد بونصر رفت و بوعلی ما اوپدید آمد
بسے دارد قضا در تہ مکاں زیں گونہ زاری

گہے ہامحمل شاہان گردی کہ زمیں گردی
گہے یا موکب اشرافیان گردے فلک بازی
[۴۰۹] مہات از وجود کامل او بود دوران را
بدو ران جلال الدین محمد اکبر غازی

شہنشاہ جہاں را در و فاتش دیدہ پرنم شد
سکندر اشک حسرت ریخت کا فلاطون ز عالم شد

ستائیسویں رمضان المبارک کو (بادشاہ نے) کابل کا قصد کیا اور پکھلی کے راستہ سے قلعہ اٹک کی طرف روانہ ہوا - حکیم ابو الفتح نے جو رفیقوں اور مقربین (شاہی) میں حسن فہم ، علو فطرت ، ذکاوت طبع اور کمال دانش میں ممتاز تھا ، منزل دھمتوڑ[1] پر سفر آخرت اختیار کیا اور حسن ابدال میں دفن ہوا[2] -

---

۱- دھمتوڑ ، ایبٹ آباد سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی بستی ہے خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے اس قصبہ کو ۲۲ جون ۱۹۵۴ء کو دیکھا ہے -

۲- حکیم ابوالفتح ۱۹ شوال ۹۹۷ھ (۳۱ اگست ۱۵۸۹ء) کو فوت ہوا - حسن ابدال میں دفن ہوا - مختصر سا مقبرہ ہے جس میں اس کا بھائی حکیم ہمام بھی دفن ہے خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے حکیم ابوالفتح کا مقبرہ دوسرے تاریخی آثار اور ٹیکسلا کے کھنڈرات ، پروفیسر منظور الحق صدیقی مؤلف تاریخ حسن ابدال کی معیت میں ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو دیکھے -

شاہزادہ مراد ، شاہی بیگمات اور فتح مند لشکر کے ساتھ بادشاہ کے حسب الحکم قلعہ رہتاس سے اٹک کی طرف متوجہ ہوا - اٹک کے باہر بادشاہ قیام تھا - شاہزادہ (مراد) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا -

اسی منزل سے شہباز خاں کنبوہ بقیہ یوسف زئی افغانوں کے دفعیہ کے لیے تعینات ہو کر روانہ ہوا اور بادشاہ دریائے سندھ کو عبور کرکے کابل روانہ ہوا - بائیس ذی قعدہ ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء کو بادشاہ کابل پہنچا - حکیم ہمام و میر صدر جہان جو بطور ایلچی ماوراء النہر گئے ہوئے تھے - عبداللہ خاں کے ایلچی کے ہمراہ آ کر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں باریاب ہوئے اور عبداللہ خاں کی مراسلات جس میں اتحاد و یگانگی کا اظہار تھا ، تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں لائے - بادشاہ نے دو ماہ تک کابل میں قیام کیا - اکثر اوقات باغات وغیرہ کی سیر میں مشغول رہتا جس سے طبیعت کو جلا ہوتی تھی - کابل کے ادنیٰ و اعلیٰ باشندے بادشاہ کے خوانِ احسان سے بہرہ مند اور مستفید ہوئے -

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ راجا ٹوڈر مل جو وکیل سلطنت اور مشرف دیوان تھا اور راجا بھگوان داس جو امیر الامراء تھا لاہور میں فوت ہو گئے -

"[۱۰م] ماہ محرم کی بیسویں تاریخ ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء کو بادشاہ (اکبر) نے ہندوستان کے لیے روانگی فرمائی اور کابل کی حکومت محمد قاسم خاں میر بحروبر کو عنایت ہوئی - توختہ بیگ کابلی ، محمد علی ، حمزہ بیگ ترکمان اور امراء کی ایک بڑی جماعت اس کی کمک کے لیے چھوڑی - گجرات کی حکومت مرزا عزیز محمد کوکلتاش مخاطب بہ اعظم خاں کو ملی جو مالوہ کی حکومت پر فایز تھا - مؤلف تاریخ نظام الدین احمد کو بادشاہ نے اپنے حضور میں طلب کر لیے اور خانخاناں کی جاگیر کے عوض میں جو گجرات میں تھی ، جوالپور مرحمت فرمایا - جب بادشاہ دارالخلافہ لاہور پہنچا ، تو نو روز سلطانی اور پینتیسویں سال الٰہی کا آغاز ہوا -

پینتیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

"اس سال کی ابتدا بدھ کے دن چودھویں جمادی الاولیٰ ۹۹۸ھ/ ۱۵۹۰ء کو ہوئی . حسب دستور سابق جشن نو روزی منعقد ہوا

(اکبر) بادشاہ نے نو روز کے پہلے دن شاہی لشکر میں کہ جو دریائے لاہور (راوی) کے کنارے مقیم تھا ، تخت پر جلوس فرمایا اور نو روز کے دوسرے دن بادشاہ نے اپنی تشریف آوری سے لاہور کو رشک جنت بنا دیا ۔ نو روز کے تیسرے دن مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) نے ستر سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ یلغار کی ۔ چھ سو کوس کا راستہ بارہ روز میں طے کیا اور بادشاہ کی حضوری کا شرف حاصل کیا ۔ چونکہ راجا بھگوان داس فوت ہو چکا تھا ، لہذا اس کے لائق فرزند کنور مان سنگہ کو جو عظیم الشان امراء میں سے تھا اور بہار و بنگال کی حکومت پر فائز تھا ، راجا کا خطاب دیا ۔ فرمانِ نوازش ، خاص خلعت اور گھوڑا مرحمت فرما کر سرفرازی بخشی اور یہ (اعزازات) شاہی دربار کے ایک معتمد شخص کے ذریعہ اس کو بھیجے ۔

اعظم خان کی جام ، امین خان کے بیٹوں اور اکثر زمینداروں سے جنگ کرنے کا ذکر اور اعظم خان کا فتح پانا

[۱۱۴] جب اعظم خان گجرات پہنچا ، تو اس نے جام کی ولایت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا جو اُس نواح کے زمینداروں میں فوج و جمعیت کے اعتبار سے ممتاز تھا ۔ جام نے دولت خان پسر امین خان ، حاکم قلعہ جونا گڑھ کہ جو اپنے باپ کا قائم مقام ہوا تھا اور دوسرے زمینداروں سے مل کر تقریباً بیس ہزار کا لشکر فراہم کر لیا اور مقابلہ کے لیے آ گیا ۔

بیت

گرچہ مور و ملخ ست ایں سپاہ
مور شود کشتہ چو افتد براہ

اعظم خان نے اپنے لشکر کو سات حصوں میں تقسیم کرکے مقابلہ کیا ، سخت جنگ ہوئی ۔ سید قاسم بارہہ نے جو لشکر ظفر اثر کا ہراول تھا ، بہادری اور مردانگی کا ثبوت دیا اور ثابت قدم رہا ۔ خواجہ محمد رفیع بدخشی جو فوج کا بائیں سمت کا افسر تھا اور محمد حسین شیخ کہ جو اس خاندانِ عالی شان کے امرائے قدیم میں سے تھا ، شہید ہو گئے ۔ ہراول

فوج میں سے میر شرف الدین بھی جو میر ابو تراب کا بھتیجا تھا ۔ شہید ہوا ۔ اس جنگ میں چار ہزار راجپوت قتل ہوئے ۔ جام کا بڑا لڑکا ، جو اس کا قائم مقام تھا ، مع اپنے وزیر کے قتل ہوگیا ۔ شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی ۔ دشمن کو شکست ہوئی ۔ اعظم خاں فتح و نصرت سے سرفراز ہوا ۔ یہ فتح اتوار کے دن چھٹی شوال ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء کو ہوئی ۔

چونکہ چند سال تک بادشاہ لاہور میں مقیم رہا ، لہذا اس کے حکام بادشاہ کے حضور میں آتے رہے ۔ ٹھٹہ کا حاکم جانی بیگ اگرچہ [۴۱۲] عرضیاں اور پیشکش بھیج کر خود کو سلطنت کے دولت خواہوں میں سمجھتا تھا ، لیکن چونکہ بادشاہ کے حضور میں حاضر نہیں ہوا تھا ، اس لیے اس زمانہ میں ولایت ملتان اور بھکر کی حکومت خانخاناں کو عنایت ہوئی ۔ حکم نافذ ہوا کہ سندھ کی ولایت اور بلوچوں کی فتح کے لیے روانہ ہو ۔ ماہ ربیع الثانی ۹۹۹ھ میں خانخاناں کو مشہور امراء کی ایک جماعت ، مثلاً شاہ بیگ خاں کابلی ، فریدون برلاس ، سید بہاء الدین بخاری ، شیر خاں ، جانش بہادر ، بختیار بیگ ، قرا بیگ محمد خاں نیازی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کہ جن کی تفصیل باعث طوالت ہے ، رخصت کیا ۔ سو ہاتھی اور توپ خانہ ساتھ کیا ۔ خواجہ محمد مقیم کو جو شاہی بارگاہ کا خانہ زاد اور تربیت کردہ ہے ، اس لشکر کی بخشی گری کی خدمت پر مقرر کیا ۔ اس روانگی کی تاریخ قدوۃ الفضلا ملک الشعر الشیخ ابو الفیض فیضی نے ''قصدتتہ'' ۹۹۹ھ نکالی ہے ۔

چھتیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کا آغاز جمعرات کے دن ۴۲ جمادی الاولیٰ ۹۹۹ھ/۱۵۹۱ء[1] کو ہوئی ۔ اس سال ماہ شوال میں دربار عالی کے چار مخصوص ملازمین کو دکن کے چار حکام کے پاس سفارت پر بھیجنے کے لیے منتخب کیا ۔ اس میں سے ملک الشعراء شیخ فیضی کو اسیرو برہانپور کے حاکم کے پاس ، خواجہ امین الدولہ کو برہان الملک کے پاس جو اس (اکبر بادشاہ)

۱- اکبر نامہ (جلد سوم ، ۹۱ ۳) میں ''نہصدولہ'' (۹۰۹ھ) ہے ۔ دہائی کا ہندسہ ''نود'' چھوٹ گیا ہے ۔

کی طرف سے احمد نگر کی حکومت پر کہ جو اس کے آباء و اجداد کا ٹھکانا تھا ، فائز تھا ۔ میر محمد امین کو بیجا پور کے حاکم عادل خاں کے پاس اور میر منیر کو قطب الملک [۴۱۲] حاکم گولکنڈہ کے پاس بھیجا ۔ حکم صادر ہوا کہ شیخ فیضی راجہ علی خاں کی سفارت پوری کر کے برہان الملک کے پاس بھی جائے ۔

اس سال کے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ شاہزادہ جواں بخت مراد کو جو پہاڑی چوہے کے لقب سے مشہور ہے ، مالوہ اور اس کے نواح کی حکومت ملی ، نوبت ، نقارہ ، علم ، تمن ، توق اور امارت و سلطنت کے لوازم و وظائف ، چہار قب شاہی ، جو شاہزادوں کے لیے مخصوص ہے ، عنایت ہوئے ۔ اسماعیل قلی خاں کو شاہزادہ کی وکالت پر فائز کیا ۔ حاجی سولدک ، شیخ عبد اللہ خاں ، جگناتھ ، رائے درگا اور دوسرے امراء کو شاہزادہ کے ہمراہ روانہ کیا ۔

جب شاہزادہ گوالیار کے نواح میں پہنچا ، تو معلوم ہوا کہ مدھکر نے جو اوندچھہ کے زمینداروں میں ہے کہ جو اس نواح میں ہے اور کثرت فوج کی وجہ سے ہندوستان کے راجاؤں میں ممتاز ہے ، ان دلوں گوالیار کے پرگنوں پر دست درازی کی ہے ۔ اس سبب سے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا ۔ مدھکر بھی ایک بڑی فوج لے کر جنگ کے لیے مقابلہ پر آیا ، لیکن مقابلہ کے بعد بھاگ گیا اور جنگل اور کوہستان میں جا کر پناہ لی ۔ اس کی تمام ولایت کو تاراج و غارت کر دیا گیا ۔ اس دوران میں مدھکر اپنی طبعی موت سے جہنم واصل ہو گیا ۔ رام چندر جو اس کا بڑا لڑکا تھا ، اس کا قائم مقام ہوا ۔ اس نے عجز و انکسار کے ساتھ دولت خواہی کا طریقہ اختیار کیا ۔ وہ شاہزادہ مراد کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ بہت سی نذر گزرانی ۔ شاہزادہ نے اس کو محمد یار ولد صادق خاں کے ہمراہ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیج دیا اور خود شاہزادہ اجین میں مقیم رہا ۔ وہ بادشاہ کی شرف باریابی سے مشرف ہوا ۔ باوجودیکہ وہ اس سے پہلے بادشاہ کے حضور سے فرار ہو گیا تھا ، لیکن اس کی خطائیں معاف کر دی گئیں اور اس پر عنایات ہوئیں ۔

جام کی فتح کے بعد اعظم خاں کچھ عرصہ تک احمد آباد میں رہا ۔ پھر اس نے ولایت جونا گڑھ اور سورت کی فتح کا ارادہ کیا ۔ وہاں یہ خبر

ما ۔ ۔ دولت خاں (پسر امین خان) جو باپ کے [۴۱۴] بعد وہاں کا حاکم ہوا اور جام کی جنگ میں زخمی ہو گیا تھا ، فوت ہو گیا ۔ اعظم خان نے جونا گڑھ کی تسخیر کا مصمم ارادہ کیا ۔ وہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا اس ولایت (جونا گڑھ) میں پہنچا ۔ دولت خاں کا لڑکا اپنے باپ کے وزیروں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا اور کچھ عرصہ تک وقت گزاری کرتا رہا ۔ جب کوئی ذریعہ ہاتھ نہ آیا ، تو امین خاں کے وزیروں نے اماں طلب کی اور اس کے پوتے (دولت خاں کے لڑکے) کو ہمراہ لے کر اعظم خاں کی خدمت میں آئے اور قلعہ جونا گڑھ کی کنجیاں بادشاہ کے دولت خواہوں کو پیش کر دیں ۔ یہ فتح اس سال میں پانچویں ذی قعدہ کو ہوئی ۔

خانخاناں جو ٹھٹھہ کی فتح کے لیے متوجہ ہوا ، قلعہ سہون پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ جان بیگ اس ولایت کے تمام زمینداروں کو لے کر بہت سی چھوٹی بڑی کشتیوں اور توپ خانہ کو آراستہ کر کے لڑنے کے ارادہ سے آ رہا ہے ، تو خانخانان نے محاصرہ ترک کر دیا اور آگے بڑھ گیا ۔ جب وہ قصبہ لصر پور کے نواح میں پہنچا اور فریقین کا فاصلہ صرف سات کوس رہ گیا ، تو جانی بیگ نے تمام کشتیوں کو کہ جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی مع دوسری دو سو بڑی کشتیوں کے جن میں تیر انداز ، توپچی اور بڑی توپیں تھیں ، جنگ کے لیے بھیج دیا ۔ خانخاناں کے پاس پچیس کشتیوں سے زیادہ نہ تھیں ، لیکن اس نے مقابلہ کیا اور ٹھہر گیا ۔ ایک دن اور ایک رات تک برابر جنگ ہوتی رہی ۔ چونکہ عنایت الٰہی سے بادشاہی لشکر کو تائید ایزدی حاصل رہی ، لہذا جانی بیگ کی کشتیوں کے تقریباً دو سو آدمی قتل ہوئے اور سات کشتیاں شاہی لشکر کے آدمیوں کے ہاتھ لگیں ۔ باقی شکست کھا کر بھاگ گئے ۔

یہ جنگ ۲۶ ماہ محرم ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء کو واقع ہوئی ۔ اس فتح کے بعد جانی بیگ دریائے سندھ کے کنارہ اس زمین پر کہ جس کے اطراف میں دریا اور دلدل تھی ، اپنے لشکر کے گرد قلعہ بنا کر قیام پذیر ہو گیا ۔ خانخاناں اس کے سامنے آ گیا ۔ مورچے بنائے اور اس کو آگے لے آیا ۔ دو مہینے تک مقابلہ اور مجادلہ ہوتا رہا ۔ اس دوران میں بادشاہ نے اس کو ایک لاکھ پچاس ہزار روپے [۴۱۵] اور دوسری مرتبہ ایک لاکھ روپے اور تیسری مرتبہ ایک لاکھ من غلہ ، چند بڑی توپیں ، بہت سے توپچی ،

مدد خرچ اور لشکر کی کمک بھیجی ، رائے رائے سنگھ کو جو چار ہزاری امراء میں سے تھا ، جیسلمیر کے راستہ سے خانخاناں کی کمک کے لیے بھیجا ۔

سینتیسویں سال الٰہی کے واقعات کا ذکر

اس سال کی ابتداء ہفتہ کے دن چھٹی جمادی الاخری[1] ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء کو ہوئی ۔ چونکہ خبر آ گئی تھی کہ جلال تاریکی (روشنائی) جو فرار ہو کر عبداللہ خاں کے پاس چلا گیا تھا ، پھر واپس آ گیا ہے اور فتنہ و فساد میں (اپنے آدمیوں کی) رہبری کر رہا ہے ، لہذا نو روز کے دن جعفر بیگ آصف خاں کو جو بخشی فوج تھا ، جلالہ کی بیخ کنی کے لیے متعین فرمایا ۔ اس کو رخصت کر دیا اور حکم دیا کہ کابل کے حاکم محمد قاسم خاں کی مدد سے اس رہزن و مفسد کا دفعیہ کیا جائے ، مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) کو بخشی گری کے عہدہ پر سرفراز کیا ۔ اسی سال شعبان کی آخری تاریخوں میں زین خاں کوکہ کو سواد (سوات) و بجور کی ولایت کو آباد کرنے ، افغانوں کے استیصال اور جلالہ تاریکی (روشنائی) کی بیخ کنی کے لیے روانہ کیا ۔

اس سال چوبیس شوال کو جو بارھویں امرداد اور سینتیسویں سال الٰہی کے مطابق تھا ، اکبر بادشاہ کا ارادہ دریائے چناب کے نواح میں شکار کھیلنے کا ہوا جس کا سلسلہ سیر کشمیر پر منتہی ہوتا تھا ۔ دریائے راوی کو عبور کرکے رام داس کے باغ میں پانچ روز تک سیر و تفریح میں وقت گزارا ۔ پھر وہاں سے کوچ کرکے تین کوس پر منزل کی ۔ قلیج اور موٹہ راجا کو مہمات لاہور کی انجام دہی کے لیے چھوڑا ۔

چونکہ برسات کا موسم ، بارش اور سیلاب کی کثرت تھی ، لہذا شاہزادہ بزرگ سلطان سلیم کو لشکر میں چھوڑا کہ وہ آہستہ آہستہ آتا رہے گا اور بادشاہ خود [۶۱۴] دریائے چناب کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب دریا کے کنارے پہنچا ، تو خبر ملی کہ مرزا یوسف خاں رضوی کا بھتیجا یادگار کہ جس کو مرزا یوسف خاں نے نیابت پر مقرر کیا تھا اور کشمیر میں چھوڑ دیا تھا ، بعض کشمیریوں سے مل کر باغی ہو گیا اور خود

۱- اکبر نامہ (جلد سوم ، ص ۶۰۸) میں ۵ جمادی الاخری ہے ۔

بادشاہی کا دعویٰ کر دیا ہے ۔ قاضی علی نے جو دیوان کشمیر کے منصب پر تھا ، حسن بیگ شیخ عمری نے کہ کشمیر کے خراج کا تحصیل دار تھا ، اپنی فوج کے ساتھ یادگار سے جنگ کی ۔ تقدیر کی بات کہ قاضی علی قتل ہو گیا ، اور حسن بیگ نے فرار کو غنیمت جانا ۔ وہ نیم مردہ کشمیر کے دروں سے نکل آیا اور راحوری آ گیا ۔ اکبر بادشاہ نے شیخ فرید بخشی کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ ، مثلاً شیخ عبدالرحیم لکھنوی ، میرداد ، خواجگی فتح اللہ بخشی احدیاں مع سات سو احدی ، شیخ کبیر ، پسران شیخ ابراہیم ، نصیب خان ترکمان ، رحمت خاں پسر ابو زید اتالیق بدخشانی کی جماعت کہ ایک ہزار سوار تھے (ان سب کو) تعینات فرمایا اور بادشاہ خود دریائے چناب کو عبور کرکے شکار میں مشغول ہوا ۔ شاہزادہ (سلطان سلیم) لشکر میں آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ ان ہی دنوں خبر پہنچی کہ خانخاناں نے جانی بیگ کو دو ماہ تک محاصرہ میں رکھا ۔ روزانہ مقابلہ اور جنگ ہوتی تھی اور طرفین کے آدمی برابر قتل ہوتے تھے ۔ سندھیوں نے خانخاناں کے لشکر پر اطراف سے غلہ کی آمد و رفت بند کر دی ۔ غلہ اس قدر نایاب ہو گیا تھا کہ جان کے عوض میں ایک روٹی کا مل جانا ارزاں تھا ۔

گشتہ زاں تنگی جہانے تنگ دل
گرسنہ نالاں و سراں سنگدل
ہر کرا دیدار ناں بودے ہوس
قرص خود در آسماں ویدی و بس

خانخاناں مجبوراً وہاں سے کوچ کرکے پرگنہ جون کی طرف جو ٹھٹھہ کے قریب ہے ، چلا گیا اور سید بہاء الدین بخاری ، بختیار بیگ ، قرا بیگ [۴۱۷] ترکمان ، میر معصوم بکری ، حسن علی عرب اور اپنے نوکروں کی ایک جماعت کو سہون کے محاصرہ کے لیے روانہ کیا ، جانی بیگ سہون کے باشندوں کو کم جمعیت سمجھ کر ان کے سر پر جا پہنچا ۔

جب یہ خبر خانخاناں کو ملی ، تو اس نے نہایت عجلت کے ساتھ دولت خاں لودی کو جو اس کا سپہ دار تھا ، خواجہ محمد منعم بخشی ، رجاروی پسر راجا ٹوڈر مل ، دلیپ پسر رائے سنگھ ، بہادر خاں ترین اور محمد خاں نیازی کو سہون کے لوگوں کی کمک کے لیے روانہ کیا ، ان

لوگوں نے دو دن میں اسی کوس کا راستہ طے کیا اور سہون پہنچ گئے ۔ دوسرے دن جانی بیگ فوجوں کو آراستہ کرکے آ گیا ، شاہی لشکر نے بھی آراستگی کی ۔ حالانکہ اس لشکر میں دو ہزار سے زیادہ سوار نہ تھے اور اس (جانی بیگ) کی فوج پانچ ہزار سے زیادہ تھی ۔ سخت جنگ واقع ہوئی ، دھاروی ولد راجا ٹوڈر مل نے مردانگی اور بہادری دکھائی اور قتل ہو گیا ۔ نسیم فتح ، پرچم لشکر ظفر اثر پر چلی اور فتح حاصل ہو گئی ۔

جانی بیگ نے شکست کھائی اور دریا عبور کرکے چلا گیا ۔ وہ موضع انتر پور میں دوسری مرتبہ اپنے چاروں طرف قلعہ بنا کر دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا ۔ خانخاناں نے اُس طرف سے اور اس لشکر نے اس طرف سے اس کو درمیان میں لے کر محاصرہ کر لیا ۔ روزانہ جنگ ہوتی تھی ۔ جانی بیگ کی حالت اس درجہ خراب ہو گئی کہ اس کے آدمی روزانہ اپنے اونٹ اور گھوڑے ذبح کرکے کھاتے تھے اور بندوقوں اور توپوں کی ضربوں سے اس کے آدمی کثرت سے مارے جاتے تھے ۔ آخرکار جانی بیگ نے عاجز و مجبور ہوکر صلح کا دروازہ کھٹکھٹایا اور طے کیا کہ خود غلاموں کی طرح اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچائے ۔

بیت

چوں ایں طاعت نمود آں گردن افراز
سرش ایمن شد از تیغ سر انداز

[۴۱۸] راستہ کے سامان کی درستی کے لیے تین ماہ کی مہلت کے لیے التماس کیا ۔ یہ بات طے ہو گئی کیونکہ برسات کا موسم تھا ۔ خانخاناں موضع سن میں کہ جو سہون کے بالمقابل واقع ہے ، اس مدت کو گزارے ۔ قلعہ سہون کو شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا ۔ اپنی بیٹی کی نسبت خانخاناں کے بیٹے مرزا ایرج سے کر دی اور بیس کشتیاں بھیج دیں[1] ۔

اکبر بادشاہ نے اس فتح کو کشمیر کی فتح کا شگون سمجھا اور خوش ہوا ۔ بادشاہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا کشمیر کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب لشکر ظفر اثر بھنبر کے قریب کہ جو درہ اور کوہستان کی ابتدا

۱- ملاحظہ ہو تاریخ معصومی ، ص ۲۵۲ - ۲۵۶ -

ہے ، پہنچا ، تو اطلاع ملی کہ لشکر ظفر اثر نے کوہستانی تنگ راستوں کی پانچ چھ منزلیں طے کر لیں ، تو یادگار کے آدمیوں کی ایک جماعت اور کشمیریوں نے درہ کرتل کا راستہ روک کر جنگ کی ، لیکن شاہی فوج کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے اور اس طرف سے یادگار بھی ہیرا پور آ گیا اور کثیر جماعت کے ساتھ شاہی لشکر کا مقابلہ کیا ۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اچانک مرزا یوسف خاں کے ملازمین جن میں سے کچھ افغان اور کچھ ترکمان تھے ، یادگار کے سر پر پہنچے اور اس کو قتل کر دیا ، تین دن کے بعد اس کا سر بادشاہ کے حضور میں لائے تاکہ دنیا اور دنیا والوں کو عبرت ہو ۔ یہ عظیم فتح اس قدر آسانی کے ساتھ اکبر بادشاہ کے اقبال سے حاصل ہوئی ۔

عجیب باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس روز بادشاہ نے کشمیر کی سیر کے ارادہ سے دریائے لاہور (راوی) کو عبور کیا ، یادگار ، کشمیر میں بغاوت کا فاسد خیال اپنے دل میں لایا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھا ۔ جب بادشاہ رام داس کے باغ میں جو لاہور سے پہلی منزل پر ہے ، پہنچا ، تو بادشاہ فیض ترخاں پر یہ شعر تھا :

بیت

[۴۱۹] کلاہِ خسروی و تاج شاہی
بہر کل کے رسد حاشا و کلا

چونکہ یادگار ''کل'' قبیلہ سے تھا ، لہذا یہی بات اس سے بھی صادر ہوئی جس طرح بادشاہ کے دل نے اسی کے احوال کی خبر دے دی ۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس روز اس کی بغاوت کی خبر (اکبر) بادشاہ کو ملی ، تو اس نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یادگار کا معاملہ چالیس روز سے آگے نہیں بڑھے گا ۔ اتفاق سے وہ چالیسواں دن تھا کہ جس روز وہ قتل ہوا ۔

''اس کے تین دن بعد اٹھائیس ذی الحجہ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء کو شاہزادہ دانیال کو اس وجہ سے کہ شاہزادہ خسرو کسی قدر کمزور ہو گیا تھا ، بیگمات کے انتظام کے لیے چھوڑا اور بادشاہ

خود یلغار کرتا ہوا کشمیر کی طرف متوجہ ہوا اور مؤلف تاریخ
نظام الدین احمد کو اپنے ہمراہ لیا اور شہزادوں کو مع بیگمات
کے حکم دیا کہ قلعہ رہتاس میں پہنچ کر قیام کریں ۔"

آٹھویں محرم ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء کو بادشاہ نے کشمیر میں پہنچ کر
اسے رشک جنت بنا دیا ۔ اٹھائیس دن تک کشمیر میں قیام رہا ۔ بادشاہ
روزانہ کشتی میں سیر کرتا اور مرغابیوں کا شکار کر کے خوش ہوتا ۔
کشمیر کی حکومت پھر مرزا یوسف خان رضوی کے سپرد کی ۔ دوسری
جماعت ، مثلاً خواجہ اشرف ولد میر مراد دکنی ، پسر فتح خاں ، پسر شیخ
ابراہیم کو کشمیر میں چھوڑ کر آٹھویں صفر سنہ مذکور کو واپسی ہوئی ۔

بادشاہ کشتی میں بیٹھ کر بارہ مولا کی طرف متوجہ ہوا کہ جو
کشمیر کی سرحد اور پکھلی کے راستہ پر ہے ۔ راستہ میں ایک حوض کی
کہ جو زین لنکاہ مشہور ہے ، سیر فرمائی ۔ یہ ایک حوض ہے کہ جس
کے مغرب و جنوب و شمال میں پہاڑ ہے ، اس کا محیط تیس کوس ہے اور
دریائے جہلم اس حوض سے [۴۰۲] نکل کر بہتا ہے ۔ اس کا پانی نہایت
صاف ہے ۔ حوض کے درمیان سلطان زین العابدین نے تقریباً ایک جریب
پتھر ڈلوا کر سطح آب سے بلند کر دیا اور ایک اونچی عمارت بنوائی ۔
حقیقت یہ ہے کہ اس حوض اور عمارت کی مثل کوئی (دوسری) عمارت
ہندوستان کے شہروں میں کہیں دیکھنے میں نہیں آئی ۔

"مختصر یہ کہ اس عمارت کی سیر و تفریح سے فارغ ہو کر بادشاہ
بارہ مولا پہنچا اور وہاں کشتی سے اتر کر پکھلی کا راستہ لیا ۔
جب پکھلی پہنچا ، تو سخت بارش اور برف باری ہوئی ۔ بادشاہ
وہاں سے یلغار کرتا ہوا رہتاس روانہ ہوا اور مؤلف تاریخ نظام الدین
احمد ، خواجہ نظر دوست اور خواجہ فتح اللہ کو حکم ہوا کہ
بیگمات کے ہمراہ پیچھے سے آہستہ آہستہ آئیں ۔

عجیب واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ جس وقت اکبر
بادشاہ کشمیر سے واپس ہوا ، تو کہتا تھا کہ چالیس سال سے
میں نے برف باری نہیں دیکھی اور اکثر وہ لوگ جو میرے
ہمراہ نہیں اور ان کی ہندوستان میں نشوونما ہوئی ہے ، انھوں نے

بھی نہیں دیکھی - اگر بکھلی کے نواح میں دروں سے نکل کر
ایک مرتبہ برف باری ہو جائے ، تو اللہ کے کرم سے کچھ بعید
نہیں ، چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ بادشاہ نے فرمایا تھا -"

اسی سال ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو دارالخلافہ لاہور کی طرف روانگی فرمائی - بیس دن میں سیر و شکار کرتا ہوا چھٹی ربیع الثانی کو بادشاہ لاہور میں جلوہ افروز ہوا -

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ راجا مان سنگھ نے قتلو افغان کے بیٹے اور بھائیوں سے کہ قتلو کے مرنے کے بعد ولایت اڑیسہ ان کے قبضے میں تھی ، سخت جنگ کی اور شاہی لشکر کی فتح ہوئی - ولایت اڑیسہ جو بنگال کے نواح میں ایک وسیع مملکت ہے ، بادشاہ کے قبضہ میں آئی -

[۴۲۱] اڑتیسویں سالِ الٰہی کے واقعات کا ذکر

سترہویں جمادی الاخری ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء کو جب کہ آفتاب برج حوت سے برج حمل میں آیا ، تو نوروز سلطانی اور اڑتیسویں سالِ الٰہی کا آغاز ہوا اور سالہائے گزشتہ کے مطابق آئین بندی ، جشن اور بزم (عیش و طرب) منعقد ہوئیں - ان ہی (نوروزی) جشنوں کے دوران میں نویں ماہ فرور دین ، اڑتیسویں سنہ الٰہی کو جو چوبیسویں جمادی الاخری (۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء کے مطابق تھی ، خانخاناں اور ٹھٹھہ کا حاکم جانی بیگ آئے ، آستانہ بوسی سے مشرف ہوئے اور شاہی عنایات اور مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوئے[1] - شاہ بیگ خاں ، فریدوں برلاس ، بختیار بیگ اور دوسرے امراء جو لشکر کی کمک میں تھے ، ہمراہ آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے - ان کے حسب حال تنخواہ اور جاگیر میں اضافہ ہوا -

جس وقت کہ جونا گڑھ اور سورت کی ولایتیں شاہی قبضہ میں آئیں ، تو مظفر گجراتی جو اس نواح میں موجود تھا ، فرار ہو کر کھنگار کی جانب کہ جو ولایت کچھ کا زمیندار تھا ، چلا گیا اور اس کی پناہ میں

۱- مرزا جانی بیگ ۲۷ رجب ۱۰۰۸ھ کو فوت ہوا (تاریخ معصومی ، ص ۲۵۷) -

رہا ۔ اعظم خاں ، کھنگار کے سر پر پہنچا اور اس کی ولایت کے اکثر علاقہ کو غارت کیا وہ خلوص اور دولت خواہی کے طور پر حاضر ہو گیا اور اس کے لیے آمادہ ہو گیا کہ مظفر گجراتی کو اکبر بادشاہ کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار کرا دے ۔ چنانچہ وہ اعظم خاں کے اڑکے کو ، جہاں مظفر تھا ، سرگروہ بنا کر لے گیا اور غفلت میں اس کو گرفتار کر لیا ۔ اثنائے راہ میں مظفر گجراتی وضو کرنے کے بہانے سے ایک گوشہ میں گیا اور استرے سے جو اس کے پاس تھا ، اپنا گلا کاٹ کر خود کو ہلاک کر لیا ۔ مجبوراً اس کا سر اعظم خاں کے سامنے لایا گیا ۔ اعظم خاں نے اس کا سر اکبر بادشاہ کے پاس بھیج دیا ۔

ان ہی دنوں ایک سو بیس ہاتھی اڑیسہ کی فتح میں [۴۲۲] راجا مان سنگھ کے ہاتھ لگے وہ اس نے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیے ۔ وہ بادشاہ کی نظر سے گزرے ۔

دو سال ہو گئے تھے کہ اعظم خاں بادشاہ کی ملازمت سے دور پڑا ہوا تھا ۔ اس کی طلبی کا فرمان جاری ہوا کہ (اعظم خاں) نے شائستہ خدمات انجام دی ہیں ، اس لیے اب وقت ہے کہ وہ حضور میں حاضر ہو اور الطاف شاہانہ سے ممتاز ہو ۔ چونکہ اس کے دل میں ہر وقت زیارت حرمین شریفین کا خیال رہتا تھا اور بعض منافقوں نے اکبر بادشاہ کی طرف سے اس سے نامہربانی کی باتیں کہیں اور اس کو راستہ سے بھٹکا دیا ، لہذا وہ اپنے اہل و عیال اور خزانہ کو کشتی میں لے کر یکم رجب سال مذکور (۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) کو حجاز کے سفر پر روانہ ہو گیا ۔

جب یہ خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو بادشاہ نے گجرات کی ولایت کی حکومت شاہزادہ شاہ مراد کے سپرد کی اور فرمان صادر ہوا کہ وہ مالوہ سے گجرات جائے اور محمد صادق کو کہ جو بڑے امراء میں سے تھا ، شاہزادہ کی وکالت پر تعینات کیا اور سرکار سورت ، بروچ اور بروڈہ اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔

اکیس ماہ مرداد اڑتیسویں سال مطابق چودہ ذی قعدہ ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء کو لورین خاں کوکہ اور آصف خاں جو سواد (سوات) و بجنور کے افغانوں کی تنبیہہ و تادیب کے لیے اور جلالہ تاریکی (روشنائی) کی بیخ کنی

کے لیے گئے تھے اور انھوں نے ان میں سے اکثر کو نیست و نابود کر دیا تھا ، جلالہ کے اہل و عیال اور اس کے بھائی وحدت علی اور اس کے متعلقین و متفقین کو جن کی تعداد تقریباً چار سو تھی ، قید کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے - چوتھی تاریخ ماہ شہر یور سنہ الٰہی مذکور مطابق انیس ذی قعدہ (۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) کو مالوہ کی حکومت مرزا شاہ رخ کو عنایت ہوئی - شہباز خان کنبوہ کو [۲۲۳] جو تین سال سے قید میں تھا ، آزاد کر کے مالوہ کی مہمات سرانجام دینے کے لیے اور مرزا شاہ رخ کی وکالت پر متعین فرمایا -

ماہ مہر سنہ الٰہی اڑتیسویں مطابق آٹھویں محرم ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء کو مرزا رستم بن سلطان حسین مرزا بن بہرام مرزا بن شاہ اسمٰعیل صفوی کہ جو زمین داور کی حکومت رکھتا تھا ، بادشاہ کے حضور میں التجا لے کر آیا - اپنے بیٹوں ، بھائی اور اہل و عیال کے ساتھ حاضر ہوا - جب وہ دریائے چناب کے کنارے پہنچا ، تو بادشاہ نے پہلی مرتبہ سراپردہ ، بارگاہ ، قنات اور فراش خانہ کا دیگر سامان قرا بیگ ترکمان کی معرفت اس کے استقبال میں روانہ ہوا اور اس کے لیے کمر و خنجر مرضع حکیم عین‌الملک کی معرفت بھیجا - جب وہ لاہور سے چار کوس پر پہنچا ، تو خانخاناں ، زین خاں کوکہ اور دوسرے بڑے بڑے امراء کو پیشوائی کے لیے بھیجا - جب وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا ، تو بادشاہ کی طرف سے طرح طرح کے شاہانہ الطاف و عنایات اور نوازشوں کا اظہار ہوا - ایک کروڑ تنکہ مرادی اس کو انعام میں دیے گئے اور پنج ہزاری امراء میں اس کو جگہ ملی - ملتان کی جاگیر ، مرزا رستم کے لیے مقرر ہوئی -

اسی زمانہ میں ملک الشعرا شیخ فیضی کہ جو راجہ علی خاں اور برہان الملک دکنی کے پاس سفارت پر گیا ہوا تھا ، واپس آ کر شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا - میر محمد امین ، میر منیر اور امین الدین کہ ان میں سے ہر ایک دکن کے حکام کے پاس گیا تھا ، واپس آئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے - چونکہ برہان الملک نے جو اس درگاہ کا نوازش یافتہ اور پروردہ تھا ، بادشاہ کے لائق نذرانے نہیں بھیجے اور خلوص و وفاداری کا وہ طریقہ جو اس کے لائق تھا ، وہ اس سے ظاہر نہیں ہوا ، اس لیے اکبر بادشاہ نے دکن کی ولایت کی تسخیر کا ارادہ کر لیا -

شاہزادہ دانیال کو ۲۵ ماہ مہر اڑتیسویں سال الٰہی مطابق اکیس محرم (۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء) کو دکن کی ولایت کی تسخیر کے [۴۲۴] لیے تعینات کیا ۔ خانخاناں ، رائے رائے سنگھ ، رائے دہلی ، حکیم عین الملک ، مالوہ کے امراء اور صوبہ اجمیر کے جاگیردار بھی شاہزادہ کے ہمراہ روانہ فرمائے ۔ مختصر یہ کہ ستر ہزار سوار اس خدمات پر تعینات ہوئے ۔ اکبر بادشاہ خود بہ نفس نفیس شکار کے ارادہ سے (شہر سے) باہر آیا ۔ دریائے سلطان پور کے کنارے تک جو لاہور سے پینتیس کوس پر ہے پہنچا ۔ خانخاناں کو جو شاہزادہ دانیال کے ہمراہ سرہند پہنچ چکا تھا ، بعض امور کے مشورہ کے لیے حضور میں طلب کر لیا ۔ خانخاناں شیخ پور کے نواح میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دکن کی تسخیر کی بابت از سر نو گفتگو ہوئی ۔ خانخاناں نے بغیر شاہزادہ دانیال کی تکلیف کے خود تنہا اس خدمت کو انجام دینے کا ارادہ کر لیا ۔ اسی بنا پر یہ حکم صادر ہوا کہ جو لشکر دکن کی مہم کے لیے نامزد ہو چکا ہے ، وہ خانخاناں کے ہمراہ روانہ ہو - شاہزادہ دانیال کو حضور میں طلب کر لیا ۔ دو روز میں شاہزادہ حاضر ہو گیا ۔ خانخاناں مختلف مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا اور دکن کی تسخیر کے لیے متوجہ ہوا ، وہ آگرہ کی طرف چل دیا ۔ بادشاہ شکار کرتا ہوا واپس آ گیا اور دارالخلافہ لاہور میں قیام کیا ۔

ارباب دانش سے یہ بات پوشیدہ نہ رہی ہوگی کہ اکبر بادشاہ کے حالات مختصر طور سے تحریر کر دیے گئے ۔ اگر ان کی تفصیلات پر نظر کی جائے ، تو یہ حالات مذکورہ ایک قطرہ کی مانند ہیں جو دریا کے مقابلہ میں ہو یا آفتاب و ذرہ کا تناسب رکھتے ہیں ، لیکن عظیم واقعات کا انتخاب کر لیا گیا ۔ اکبر بادشاہ کی تاریخ جلوس سے اڑتیسویں سال الٰہی کے آخری زمانہ تک جو (۱۰۰۲ھ/۹۴ - ۱۵۹۳ء) کے مطابق ہے ، تحریر کر دیے گئے ۔ اگر زندگی باقی رہی اور اس کام کی توفیق ہو سکی ، تو انشاء اللہ تعالیٰ آنے والے حالات بھی تحریر کر دیے جائیں گے جو اس کتاب میں شامل ہوں گے ، ورنہ جس شخص کو اس کی توفیق ہوگی ، وہ ان کو لکھنے کی سعادت حاصل کرے گا ۔

• • •

دور اکبری کے امراء

[۵۲۴] پوشیدہ نہ رہے کہ جب اکبر بادشاہ کے نیک اور سعید حالات سے فارغ ہو چکا، تو اب میں ان عالی مرتبہ امراء کے ناموں کا ذکر کرتا ہوں کہ جنھوں نے اس عالی خاندان میں خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔

اکبر بادشاہ کے امراء کی تفصیلی فہرست بڑی ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے، ہر ایک اسامی کی تفصیل علامی شیخ ابوالفضل نے کتاب اکبر نامہ میں تحریر کر دی ہے، اس لیے اس مختصر کتاب میں صرف امرائے کبار کا ذکر مختصر طور سے کیا جا رہا ہے۔

۱۔ خانخاناں بیرام خاں سپہ سالار

وہ قبیلہ بہار لوئی ترکمان سے ہے۔ اس کا نسب مرزا جہان شاہ ترکمان تک پہنچتا ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں امیر الامراء اور خانخاناں کے منصب تک پہنچا اور شاہزادہ عالی مقدار اکبر شاہ کی اتالیقی پر بھی فائز ہوا۔ اس صاحبِ اقبال کی کوششوں سے سلطنت کی بنیاد مستحکم ہوئی۔ ہندوستان کی فتح خانخاناں کی بیدار مغزی اور دانش مندی کی وجہ سے ہوئی۔ علماء و فضلاء کی تربیت اس بزرگ (بیرام خاں) کی جبلت و طبیعت میں ودیعت تھی۔ فنِ شاعری میں خوب سلیقہ رکھتا تھا۔ ترکی و فارسی اشعار کا (اس کا) دیوان ہے۔ اکبر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے چار سال بعد اس نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور گجرات پٹن میں فدائی افغان کے ہاتھ سے شہادت پائی اور اسی واقعہ کی تاریخ ''شہید شد محمد بیرام'' سے نکلتی ہے[1]۔

۱۔ بیرام خاں ابن سیف علی بدخشاں میں پیدا ہوا۔ باپ کے مرنے کے بعد بلخ میں تحصیل علوم کی۔ سولہ سال کی عمر میں ہمایوں بادشاہ

[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

[۴۲۶] ۲- مرزا شاہرخ بن مرزا ابراہیم بن سلیمان مرزا

جب بدخشاں ، اوزبک (عبد اللہ خاں) کے قبضہ میں چلا گیا ، تو (مرزا شاہرخ) اکبر بادشاہ کی پناہ میں آیا اور پنج ہزاری امراء میں شامل ہوا اور مالوہ کی حکومت ملی[1] ۔

۳. تردی بیگ خاں

ہمایوں بادشاہ کے بڑے امیروں میں سے تھا ۔ اکبر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں ملکی مصلحت اور بیرام خاں کی کوشش سے قتل ہوا[2] ۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

کی خدمت میں پہنچا اور اس کے زیر تربیت رہ کر امارت کے درجہ اور اعلیٰ مناصب پر فائز ہوا ۔ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء میں وہ اکبر کی اتالیقی پر مقرر ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ کی بھانجی سلیمہ سلطان بیگم سے بیرام خاں کا نکاح ہوا ۔ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۹۶۸ھ / ۱۵۶۱ء کو بیرام خاں مارا گیا ، اس کی لاش دہلی لائی گئی اور پھر مشہد منتقل ہوئی ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) ماثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۳۶۹ - ۳۸۲ ۔
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۱۱ - ۲۰ ۔

۱- مرزا شاہرخ التیسویں سال جلوس اکبری میں وارد ہند ہوا ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے اسے شرف دامادی سے نوازا ۔ مختلف اعزاز و مناصب سے سرفراز ہوا ۔ بہت سی مہمات سرانجام دیں ۔ مختلف علاقوں میں حکمران رہا ۔ ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء میں مرزا شاہرخ فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) ماثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۲۷۹ - ۲۸۳ ۔
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۰ - ۲۳ ۔

۲- ماثر الامراء (جلد اول ، ص ۴۶۵) میں تحریر ہے کہ تردی خاں کو قتل کرانے میں بیرام خاں کے مذہبی تعصب کو بھی دخل تھا ۔

۴- منعم خان خانخاناں

ہمایوں بادشاہ کے بڑے امیروں میں سے تھا اور کابل کی حکومت پر فائز تھا - بیرام خان کے بعد خانخاناں کے منصب پر فائز ہوا - چودہ سال تک سپہ سالاری اور امیر الامراء کی خدمات انجام دیں - ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں طبعی موت سے فوت ہوا[1] -

۵- مرزا رستم بن سلطان حسین مرزا بن بہرام مرزا بن شاہ اسماعیل صفوی

بھائی کی مخالفت اور اوزبک (عبد اللہ خان) کے غلبہ کی وجہ سے قندھار میں نہ رہ سکا اور اکبر بادشاہ کی پناہ میں آ گیا ، پنج ہزاری امراء میں شامل ہوا اور ملتان کی حکومت اس کو ملی[2] -

۶- مرزا خان خانخاناں (عبد الرحیم)

بیرام خان کا فرزند ، فتح گجرات کے بعد حسب موقع اس کا ذکر کیا گیا ہے - خانخانی اور سپہ سالاری کے منصب پر پہنچا - آج (وقت تحریر)

۱- خانخاناں منعم خان ولد بیرم بیگ دور ہمایونی کا مشہور امیر تھا ۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء میں شاہزادہ محمد اکبر کا اتالیق مقرر ہوا - بنگال ، بہار اور اڑیسہ وغیرہ کی فتوحات اور قیام حکومت میں نہایت بہادری ، جرأت اور تدبر کا ثبوت دیا ، ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو :

(۱) ماثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۶۳۱ - ۶۴۱ -

(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۴ - ۲۵ -

۲- مرزا رستم صفوی کا بھائی مرزا مظفر حسین اس کا مخالف تھا ، ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء میں وارد دربار اکبری ہوا - مختلف اعزاز و مناصب حاصل کیے - اس نے بڑی عمر پائی اور دور شاہجہانی میں ۱۰۵۱ھ / ۴۲ - ۱۶۴۱ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو ماثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۳۶۶ - ۳۷۲ -

دس سال کا عرصہ ہو چکا ہے کہ اس مرتبہ عالی پر ترقی کی ہے اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ اس کے ہاتھوں عظیم فتوحات ہوئیں، اس بزرگوار عقل و دانش و علم و کمالات کے بارے میں [۴۲۷] جتنا بھی لکھا جائے وہ سو میں ایک اور بہت ہی تھوڑا ہے۔ شفقتِ عامہ، تربیت علماء و فضلاء، صحبتِ فقرا اور ذوقِ شعری اس میں موروثی ہے۔ آج انسانی کمالات و فضائل کے اعتبار سے اراکینِ سلطنت میں، اس کا جواب نہیں[۱]۔

۷- علی قلی خان خان زمان

شیبانی قبیلہ سے ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں امیر الامراء کے عہدہ تک پہنچ گیا تھا اور اکبر بادشاہ کے دور میں اس نے مزید ترقی کی۔ اس کی کوششوں سے فتوحاتِ عظیم ظہور میں آئیں جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر ہو چکا ہے۔ آخرکار بغاوت و حرام کاری کی بنا پر قتل کر دیا گیا[۲]۔

۱- عبد الرحیم خانخاناں، صفر ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء کو لاہور میں پیدا ہوا، اکبر بادشاہ نے پرورش و تربیت فرمائی۔ فارسی، ترکی، ہندی، سنسکرت اور سندھی زبان میں ملکہ راسخہ رکھتا تھا۔ شعر و شاعری کا اعلیٰ ذوق تھا۔ امارت و حکومت کے اعلیٰ مناصب پائے۔ ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء میں فوت ہوا۔ دہلی میں خانخاناں کا شاندار مقبرہ ہے۔ جولائی ۱۹۶۳ء میں خاکسار مترجم و مرتب محمد ایوب قادری نے اس مقبرہ کو دیکھا ہے۔ خانخاناں کے حالات عبد الباقی نہاوندی نے ماثر رحیمی کے نام سے لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) ماثر الامراء (اردو ترجمہ)، جلد اول، ص ۶۸۹ - ۷۰۸-

(۲) ذخیرۃ الخوانین، جلد اول، ص ۳۱ - ۶۳-

(۳) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ)، ص ۱۲۶-

۲- خان زماں علی قلی بن حیدر سلطان بڑے امراء میں سے تھا۔ سنبھل، جون پور وغیرہ میں حکومت کی۔ بہادری و علاوت میں بے مثل تھا، آخر میں بغاوت کی اور ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء میں مارا گیا۔ ملاحظہ ہو:

(۱) ماثر الامراء (اردو ترجمہ)، جلد اول، ص ۶۱۹ - ۶۲۶-

(۲) ذخیرۃ الخوانین، جلد اول، ص ۲۶ - ۳۱-

۸- ادہم خاں

اکبر بادشاہ سے رضائی نسبت رکھتا تھا ، امیر الامراء کے مرتبہ تک پہنچا ، چونکہ اتکہ خاں کے قتل کا بانی تھا ، لہذا اس کے قصاص میں قتل کیا گیا ، جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر ہوا ہے[1] -

۹- میر شرف الدین حسین

پسر خواجہ معین ، خواجہ ناصر الدین احرار کی نسل سے ہے - اکبر بادشاہ کی ملازمت میں امارت کے درجہ تک پہنچا اور امرائے کبار میں منسلک ہوا - مفسدوں کے ورغلانے سے بھاگ کر گجرات پہنچا - ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں جبکہ اکبر بادشاہ نے پہلی مرتبہ گجرات کو فتح کیا تو بکلانہ کا راجا بھار جی اس کو گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں لایا - ایک مدت تک قید میں رہا - پھر بادشاہ کی نظر کرم سے خطائیں معاف ہو گئیں اور وہ بنگالہ بھیج دیا گیا - وہاں باغیوں سے مل گیا اور (وہیں) فوت ہو گیا[۲] -

۱۰- شمس الدین محمد خاں اتکہ

خطاب خانِ اعظم تھا - اکبر بادشاہ کی دایہ کا شوہر تھا [۴۲۸]

۱- ماہم انکہ کا چھوٹا بیٹا نہایت جری اور خودسر تھا - مالوہ کی فتوحات میں اس نے نمایاں خدمات انجام دیں - ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء میں اکبر بادشاہ کے حکم سے مارا گیا - ملاحظہ ہو :

(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۸۰ - ۸۴ -

(۲) ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ، ص ۱۲۴ - ۱۲۶ -

۲- میر شرف الدین حسین پہلے سال جلوسِ اکبری ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو :

مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۲۰۰ - ۲۰۴ -

امارت و وکالت کے منصب پر فائز ہوا ۔ ادھم خاں کے ہاتھ سے شہید ہوا[1] ۔

۱۱- محمد عزیز کوکلتاش

اس کا لقب خان اعظم تھا ۔ شمس الدین اتکہ محمد خان اعظم کا لڑکا تھا ۔ باپ کے بعد اُس معزز خطاب سے ممتاز ہوا پنج ہزاری منصب ملا ۔ اس سے عظیم فتوحات اور نمایاں کارنامے ظہور میں آئے ۔ ذکاوت ، ذہانت اور علم تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ گجرات سے حجاز کو گیا ۔ آج کل (وقت تالیف کتاب) مکہ معظمہ میں ہے[2] ۔

۱۲- خضر خواجہ خاں

سلاطین کاشغر میں سے ہے - ہمایوں بادشاہ کی بہن اس کے نکاح میں تھی ۔ امیر الامراء کے مرتبہ پر پہنچ کر فوت ہو گیا[3] ۔

۱۳- بہادر خاں

خاں زماں کا بھائی ، شجاعت اور بہادری میں مشہور تھا ، پنج ہزاری

۱- باپ کا نام میر یار محمد غزنوی ہے - قنوج کے معرکہ ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء میں دریا پار کرتے وقت ہمایوں بادشاہ کی جان بچائی اور شاہی قرب و اختصاص حاصل کیا - ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء میں شہید ہوا - ''خان شہید'' سے تاریخ نکلتی ہے - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۵۳۴ - ۵۳۷ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۸۰ -

۲- خان اعظم شمس الدین محمد اتکہ کا بیٹا ، اکبر بادشاہ کا ہم عمر اور ہم صحبت - مذہبی عقائد میں متصلب ، اکبر کے مذہبی اجتہادات سے گریزاں ، انیسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ء میں طبعی موت سے فوت ہوا - ملاحظہ ہو :
مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۶۷۱ - ۶۸۹ -

۳- گلبدن بیگم کا شوہر تھا - تفصیل کے لیے دیکھیے مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۶۰۹ - ۶۱۲ -

امیر تھا ، بغاوت میں مارا گیا[1] ۔

۱۴- میر محمد خاں اتکہ[2]

خاں کلاں سے مشہور ہے ۔ خانِ اعظم کا بڑا بھائی تھا ۔ اس نے نمایاں کارنامے انجام دیے ۔ ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء میں پٹن گجرات میں طبعی موت سے فوت ہوا[3] ۔

۱۵- محمد قلی خاں برلاس

بڑے امراء میں سے تھا ۔ بنگالہ میں فوت ہو گیا[4] ۔

۱۶- خاں جہاں

بیرام خاں کا بھانجا تھا ۔ خاں جہاں کا خطاب پایا ، چند سال پنجاب

۱- بہادر خاں نے بارہویں سال جلوسِ اکبری ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء میں بغاوت کی اور مارا گیا ، ملاحظہ ہو :

(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۳۸۲ - ۳۸۵ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ۲۶ - ۳۱ -

۲- متن کتاب میں عنوان ''پیر محمد خاں اتکہ'' چھپ گیا ہے ۔

۳- خانِ اعظم شمس الدین محمد خاں کا بڑا بھائی ہے ۔ شجاعت و بہادری میں یگانۂ روزگار تھا ۔ ایک زمانہ تک پنجاب کا صوبیدار رہا ۔ گکھروں کی ولایت کی فتح اس کا کارنامہ ہے ۔ کابل میں مرزا محمد حکیم کے مقالات کو سنبھالا ۔ صاحبِ کمال شخص تھا ۔ ترکی اور فارسی میں شعر کہتا تھا ۔ صاحبِ دیوان ہے ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) مآثر الامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۱۸۲ - ۱۸۶ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ، ص ۲۴۸ -

۴- بہادر ، پسندیدہ اطوار اور فاضل امیر تھا ۔ بہار و بنگال کی فتح میں اس کا نمایاں ہاتھ رہا ۔ رمضان ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں اڑیسہ میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو :

مآثر الامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۱۷۷ - ۱۷۹ -

کی حکومت پر اور چند سال بنگالہ کی حکومت پر فائز رہا - [۴۲۹] اور کارہائے نمایاں سرانجام دیے - پنج ہزاری امراء میں تھا - ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء میں بنگالہ میں طبعی موت سے مر گیا[1] -

۱۷- شہاب الدین احمد خاں

پنج ہزاری امراء میں تھا - برسوں گجرات کی حکومت پر اور مدتوں مالوہ کی حکومت پر فائز رہا - ۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء میں اجین میں فوت ہوا[2] -

۱۸- سعید خاں

جہانگیر قلی خاں بیگ کا بھتیجا ہے - ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں بنگالہ کی حکومت پر سرفراز تھا - آج بھی بنگالہ کی حکومت پر فائز ہے - پنج ہزاری امراء میں سے ہے[3] -

۱۹- پیر محمد خاں (شروانی)

ابتدائی زمانہ میں طالب علم تھا - بیرام خاں کی تربیت سے امارت کے مرتبہ پر پہنچا - خان مشارالیہ (بیرام خاں) کے مرنے کے بعد بڑے امراء میں شامل ہوا - جس زمانہ میں مالوہ کا حاکم تھا ، برہان پور پہنچ کر وہاں کے علاقہ اور رعایا کو برباد کیا - اس ولایت کے حاکم سے جنگ کی اور شکست کھائی - فرار ہونے کی حالت میں دریائے نربدا میں

۱- خان جہاں حسین قلی بیگ ولد ولی بیگ ذوالقدر ، ملاحظہ ہو :
مآثر الامراء (اردو) ، جلد اول ، ۶۴۱ - ۶۴۸ -

۲- ماہم انگہ کا داماد اور عزیز تھا ، دور اکبری میں نمایاں خدمات انجام دیں - ملاحظہ ہو :
مآثر الامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۵۷۱ - ۵۷۴ -

۳- دور جہانگیری میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو مآثر الامراء ، جلد دوم ، ص ۴۰۸ - ۴۱۰ -

گر کر غرق و فنا ہو گیا - اپنے موقع پر اس کا ذکر آیا ہے[1] -

۲۰- راجا بہارامل

انبیر کی ولایت کا راجا ہے - (اکبر بادشاہ کی) سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں دولت خواہوں میں شامل ہوا - بڑے امراء میں تھا - آگرہ میں فوت ہوا[2] -

[۴۳۰] ۲۱- راجا بھگوان داس

راجا بہارامل مذکور کا بیٹا ہے - پنج ہزاری امراء میں ہے - ۹۸۶ھ/۷۹ - ۱۵۷۸ء میں فوت ہوا[3] -

---

۱- ناصر الملک ملا پیر محمد شروانی ، عالم و فاضل ، پنج ہزاری منصبدار ۹۶۹ھ/۱۵۶۲ء میں دریائے نربدا میں غرق ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۱۵۷ - ۱۶۱ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۱۰۱ - ۱۰۳ -
(۳) شروانی نامہ از حاجی عباس خان شروانی (علی گڑھ ۱۹۵۳ء) ، ص ۹۰ - ۹۲ -

۲- کچھواہہ راجپوت ، پرتھی راج زمیندار البیر کا بیٹا ، سب سے پہلے راجپوتوں میں بہارامل اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ (اکبر) کو اپنی بیٹی بیاہ دی - خیال ہے ۱۵۶۹ء میں بہارامل فوت ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۱۱۱ - ۱۱۳ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۱۰۳ -

۳- بیوریج نے لکھا ہے کہ راجا بھگوان داس (اور ٹوڈرمل) ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۹ء کے آخر میں فوت ہوئے کیونکہ ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء کے شروع میں اکبر کو کابل میں ان کے انتقال کی خبر ملی ، (مآثر الامراء انگریزی ترجمہ ، جلد اول ، ص ۴۰۵) مگر ملا عبدالقادر بدایونی نے ان کے انتقال کا سال ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء لکھا ہے - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۱۳۰ - ۱۳۳ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۱۰۳ -
(۳) دربار اکبری ، ص ۶۳۸ -

۲۲- راجا مان سنگھ

راجا بھگوان داس کا بیٹا ہے - اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے - جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر ہوا ہے - اس زمانہ میں پنج ہزاری امراء میں ہے اور ولایت بہار کی حکومت پر سرفراز ہے[1] -

۲۳- عبدالمجید آصف خاں

انشا پرداز اور اہل تھا - آج امارت کے درجہ پر پہنچ گیا ہے - اس نے اعلیٰ خدمات انجام دیں اور اتنی ترقی کی کہ بیس ہزار سوار نوکر رکھے - اس کے حالات اپنے موقع پر مذکور ہوئے ہیں[2] -

۲۴ سکندر خاں اوزبک

بڑے امراء میں سے تھا - بغاوت میں خان زماں کا ساتھی ہو گیا - آخر توبہ اور پشیمانی کا اظہار کیا اور شاہی وفاداروں میں شامل ہو گیا - ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء میں وفات پائی[3] -

۲۵- عبداللہ خاں اوزبک

ممتاز امیروں میں تھا - اسے کچھ واہمہ ہو گیا تھا ، اس وجہ سے مالوہ کی حکومت سے گجرات کی حکومت پر چلا گیا - باغیوں میں شامل ہو گیا اور مر گیا[4] -

---

۱- راجا مان سنگھ نویں سال جلوس جہانگیری میں طبعی موت مرا - ملاحظہ ہو - ماثر الامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۱۶۲ - ۱۷۲ -

۲- ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں ملازمین میں داخل ہوا - اکبری دور میں ترقی کی اور نمایاں کارنامے انجام دیے - بلاخ مین کا خیال ہے کہ آصف خاں عبدالمجید کا انتقال ۹۸۱ھ/۸۳ - ۱۵۸۲ء میں ہوا ، کیونکہ اسی سال دوسرے آدمی آصف خاں کا خطاب ملا - ملاحظہ ہو - ماثر الامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۸۸ - ۹۴ -

۳- مؤلف ماثر الامراء ، (جلد اول ، ص ۹۴ - ۹۷) نے سکندر خاں نام لکھا ہے -

۴- عبداللہ خاں اوزبک گیارھویں سال جلوس اکبری کے بعد فوت ہوا - ماثر الامراء ، (جلد دوم) ، ص ۷۵۹ - ۷۶۳ -

۲۶- قبا خاں گنگ

بڑے امیروں میں سے تھا - ۹۸۴ھ میں ملک بنگالہ میں فوت ہوا[1] -

[۴۳۱] ۲۷- یوسف محمد خاں کوکہ

اعظم خان مرزا کوکہ کا بڑا بھائی اور خان اعظم کا لڑکا ہے - شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے عنفوان شباب ہی میں فوت ہوگیا[2] -

۲۸- زین خاں کوکہ

پنج ہزاری امیروں میں سے ہے - شجاعت اور دوسری صفات حمیدہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہے - عقل و فہم و دانش اور تمام کمالات میں امتیاز رکھتا ہے - اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اکبر بادشاہ کے فرمان کی رو سے پنج ہزاری منصب ملا اور ولایت کابل و غزلیں کا حاکم مقرر ہوا اور اس علاقہ کے افغالوں سے بہت لڑائیاں لڑیں اور ان سب کو مطیع و فرمانبردار بنا لیا - کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے حکم کے مطابق شاہی دربار میں حاضر ہوا - حاضری کے شرف سے مشرف ہوا تھا کہ چند روز کے بعد بیمار رہ کر فوت ہو گیا اور نو کروڑ کے بقدر متروکات اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے بیٹوں کے سپرد کیے جو انھوں نے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے وہ شاہی خزانہ میں داخل ہوگئے - ان کے علاوہ جو متروکات تھے وہ ان کے لائق بیٹوں کو ملے[3] -

۲۹- شجاعت خاں

تردی بیگ کا بھانجا ہے - پنج ہزاری امیر اور مالوہ کا حاکم تھا -

---

۱- مآثر الامراء ، (جلد سوم ، ص ۴۷ - ۴۹) میں قبا خاں گنگ کا سنہ انتقال ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء لکھا ہے -

۲- گیارہویں سال جلوس اکبری ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء میں فوت ہوا - مآثر الامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۷۸۰ - ۷۸۱ -

۳- زین خاں کوکہ ولد خواجہ مقصود علی ہروی ، اس کی ماں بیچہ جان اکبر بادشاہ کی انّا تھی - ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۳۶۶ - ۳۷۳ -

۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء - ۹ء میں اپنے نوکروں کے ہاتھ سے شہید ہوا[1] -

۳۰- شاہ بداغ خاں

ہمایوں بادشاہ کے امراء میں سے تھا - اکبر بادشاہ کے دور میں بھی امیر الامراء کے منصب پر فائز ہوا - مالوہ کا حاکم رہا اور وہیں مر گیا[2] -

۳۱- ابراہیم خاں اوزبک

چہار ہزاری امراء میں تھا ، فوت ہو گیا[3] -

۳۲ - ترسون محمد خاں

پہلے بیرام خاں کا نوکر تھا اس کے پنج ہزاری منصب پر فائز ہوا - ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں بنگالہ میں فوت ہوا[4] -

۳۳- وزیر خاں

خواجہ عبدالمجید آصف خاں کا بھائی تھا - وزیر خاں کے خطاب اور وزارت کے منصب پر فائز ہوا - پنج ہزاری منصب پر پہنچ کر ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں فوت ہوا[5] -

---

۱- ہمایوں بادشاہ سے مقیم خاں کا اور نویں سال جلوس اکبری میں شجاعت خاں کا خطاب ملا - مآثرالامراء (اردو ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۵۶۱) میں تحریر ہے کہ شجاعت خاں کے مارے جانے کا واقعہ پچیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء میں ہوا -

۲- ملاحظہ ہو : (۱) مآثرالامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۵۳۸ - ۵۴۰ - (۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۱۰ -

۳- ہمایوں بادشاہ کے امیروں میں سے تھا جس سال ہندوستان فتح ہوا اس کو شاہ ابوالمعالی کے ہمراہ لاہور میں حاکم مقرر کیا گیا ملاحظہ ہو - مآثرالامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۸۶ - ۸۸ -

۴- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۴۶۶ - ۴۷۰ -

۵- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۷۵۸- ۷۶۱ -

۳۴- محمد مراد خاں

بڑے امیروں میں سے تھا - کارہائے نمایاں انجام دیے اور فوت ہو گیا[1] -

۳۵- اشرف خاں

میر منشی اور فاضل زمانہ تھا - اس یکتائے روزگار کا نام محمد اصغر ہے - عرب شاہی سادات سے تھا - سات قسم کے خط خوب لکھتا تھا - بڑے امیروں میں سے تھا[2] -

۳۶- مہدی قاسم خاں

بڑے امیروں میں سے تھا اور پنج ہزاری منصب پر فائز تھا - اعلیٰ خدمات انجام دیں اور فوت ہو گیا[3] -

۳۷- قاسم نیشا پوری

نیشاپور کے صحیح النسب سادات سے تھا - نیشاپور میں بھی امارت کا منصب رکھتا تھا - وہاں سے معرکہ اوزبک (عبداللہ خاں اوزبک) کی وجہ سے فرار ہو کر ہندوستان پہنچا - کچھ عرصہ تک ملتان کی حکومت پر اور زیادہ عرصہ تک مالوہ کی حکومت پر فائز رہا اور وہیں فوت ہو گیا[4] -

۳۸- خواجہ سلطان علی

لقب افضل خاں تھا وہ ہمایوں بادشاہ کے وزیروں میں سے تھا - اکبر بادشاہ نے اُسے افضل خاں کے خطاب سے سرفراز کیا[5] -

---

۱- محمد مراد خاں ۹۸۸ھ/۱۵۸۱ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۱۸۹ - ۱۹۰ -

۲- اشرف خاں میر منشی کا ۹۸۳ھ/۷۶-۱۵۷۵ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۸۵ - ۸۶ -

۳- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۱۷۲ - ۱۷۳ -

۴- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۴۴ - ۴۵ -

۵- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۷۹ - ۸۰ -

۳۹- راجا ٹوڈرمل

ذات کا کھتری اور منشی تھا - مظفر خاں کے توسل سے وزارت تک پہنچا - سترہ سال تک مستقل وزیر رہا - چار ہزار سواروں کا سردار تھا - ۹۹۶ھ/۸۸ - ۱۵۸۷ء میں فوت ہوا[1] -

۴۰- مرزا قلی خاں

حیدر محمد خاں کا بھائی اور بڑے امیروں میں سے تھا[2] -

۴۱- مظفر خاں

مظفر علی نام اور تربت کے منشیوں میں سے تھا - سات برس تک مستقل وزیر رہا - اس کے بعد امیرالامراء کے عہدہ پر پہنچا - بنگالہ میں قاقشالوں کی بغاوت کے ہنگامہ میں شہید ہوا - جیسا کہ حسب موقع ذکر ہوا ہے[3] -

[۴۳۴] ۴۲- حیدر محمد خاں

ہمایوں بادشاہ کے امراء میں سے تھا - اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بھی بڑے امیروں میں رہا[4] -

۴۳- شاہم خاں جلائر

اس خاندان (مغلیہ) کے بڑے امیروں میں سے تھا - دو ہزاری منصب

۱- مآثرالامراء (اردو ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۱۲۷) میں تحریر ہے کہ راجا ٹوڈرمل ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء میں فوت ہوا -

۲- مرزا قلی خاں ۹۸۳ھ/۷۶ - ۱۵۷۵ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۵۵۴ -

۳- مظفر خاں ماہ ربیع الاول ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں مارا گیا - مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۱۹۱ - ۱۹۶ -

۴- ہمایوں بادشاہ کا قدیم نوکر تھا - ۹۸۳ھ/۷۶ - ۱۵۷۵ء میں راہی ملک عدم ہوا - مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۵۵۲ - ۵۵۴ -

رکھتا تھا[1] -

۴۴- اسماعیل سلطان دولدی

ہمایوں بادشاہ کے امیروں میں سے تھا - اکبر بادشاہ کی سلطنت میں بھی امارت کے منصب پر فائز رہا[2] -

۴۵- محمد خان جلائر

پرانے امیروں میں سے ہے - چند سال سے خلل دماغ میں مبتلا ہو کر پاگل ہو گیا ہے -

۴۶- خان عالم

ہمدم کوکہ کا لڑکا اور دو ہزاری امیروں میں سے تھا - عقل و دانش اور فن شعر گوئی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا - داؤد خان افغان کی لڑائی میں ۹۸۲ھ/۱۵۷۵ء میں شہید ہوا[3] -

۴۷- قطب الدین محمد خان

خان اعظم اتکہ خان کا بھائی تھا - لاربیگی کے منصب اور امیرالامرائی تک ترقی کی - پانچ ہزار سوار نوکر رکھتا تھا[4] - بڑودہ گجرات میں سلطان

۱- شاہم خان جلائر کے باپ بابا بیگ نے ہمایوں کے زمانہ میں نمایاں خدمات انجام دیں ، شاہم خان جلائر کا انتقال ذی الحجہ ۱۰۰۹ھ (مئی ۱۶۰۱ء) میں ہوا - ملاحظہ ہو ماثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۶۰۶ - ۶۰۷ -

۲- امرائے بابری میں سے ہے - ہمایوں کے زمانہ میں اس نے نمایاں خدمات انجام دین - ملاحظہ ہو ماثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ص ۷۷ - ۷۸ -

۳- خان عالم چلمہ بیگ ، ملاحظہ ہو ماثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۶۲۸ - ۶۳۱ -

۴- نولکشوری نسخہ (ص ۳۸۳) میں پانچ سو سوار لکھا ہے -

مظفر گجراتی کے ہاتھ سے شہید ہوا جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر ہوا ہے[1]۔

[۴۳۵] ۴۸۔ مرزا یوسف خان

رضوی سید ، اور چار ہزاری امراء میں سے ہے ۔ آج کل کشمیر کی حکومت پر فائز ہے[2] ۔

۴۹۔ محب علی خان

میر خلیفہ کا لڑکا[3] ، بابر بادشاہ کا وکیل سلطنت اور فضائل وکمالات میں ممتاز تھا ۔ اس نے بھکر کو فتح کیا ۔ چار ہزاری امراء میں سے تھا ۔ ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں دہلی کے حاکم ہونے کے دوران فوت ہوا ۔

۵۰۔ قلیج خان

اس خاندان (مغلیہ) کا پرانا امیر ہے ۔ آجکل وزارت کے منصب پر فائز ہے اور چار ہزار سوار رکھتا ہے[4] ۔

۵۱۔ محمد صادق خان

کم عمری کے زمانے سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا ۔ چار ہزاری امیروں میں سے ہے ۔ اس نے اعلیٰ خدمات انجام دیں ۔ اس زمانہ میں شاہزادہ شاہ مراد کا وکیل ہے[5] ۔

۱۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں قطب الدین محمد خان مارا گیا ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء ، جلد سوم (اردو ترجمہ) ، ص ۴۹ - ۵۲ ۔

۲۔ مرزا یوسف خان ، جمادی الاخریٰ ۱۰۱۰ھ (دسمبر ۱۶۰۱ء) میں جالنا پور میں فوت ہوا ۔ اس کا جنازہ مشہد گیا ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء ، جلد سوم (اردو ترجمہ) ، ص ۲۶۵ - ۲۷۰ ۔

۳۔ پورا نام میر نظام الدین علی خلیفہ ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۲۰۵ - ۲۱۰ ۔

۴۔ قلیج خان ۱۰۲۳ھ میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء ، جلد سوم (اردو ترجمہ) ، ص ۶۱ - ۶۶۔

۵۔ محمد صادق خان ولد محمد باقر ہروی ، ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۷ء میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۲۱۸-۲۲۳ ۔

۵۲- مرزا جانی بیگ خاں

ٹھٹھہ کا حاکم اور تین ہزاری امیروں میں سے ہے - اس کا حال اپنے موقع پر گزر چکا ہے[1] -

۵۳- اسماعیل قلی خاں

خان جہاں کا بھائی اور تین ہزاری امیر ہے[2] -

[۴۳۶] ۵۴- اعتماد خاں گجراتی

سلطان بہادر اور سلطان محمود کے عظیم الشان امیروں میں سے تھا - گجرات کی فتح کے بعد اس بارگاہ (اکبری) کے وفاداروں میں شامل ہوا اور معتمد ہو گیا - چار ہزاری امیر ہوا ، ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں فوت ہو گیا[3] -

۵۵- رائے رائے سنگھ

ولایت بیکانیر و ناگور کا راجا اور چار ہزاری منصب دار ہے[4] -

۵۶- شریف محمد خاں

خان اعظم اتکہ کا بھائی ہے - آج کل امراء میں شامل ہے اور غزنیں کی حکومت پر سرفراز ہے جو اس کا وطن ہے[5] -

---

۱- مرزا جانی بیگ ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ - ۱۵۹۹ء میں برہان پور میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۲۵۵-۲۶۴ -

۲- حسین قلی خاں ، خان جہاں کا چھوٹا بھائی تھا - بیالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۷ء میں چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۱۱۴ - ۱۱۶ -

۳- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۱۰۴ - ۱۱۰ -

۴- ساتویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء میں رائے سنگھ فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۱۵۱ - ۱۵۷ -

۵- خان اعظم شمس الدین محمد خان اتکہ کا چھوٹا بھائی ہے - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو) ، جلد دوم ، ص ۲۰۴ - ۲۰۶ -

۵۷- فخرالدین

اس کا لقب نقابت خاں ہے - تین ہزاری امیر تھا - ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء
۱۵۷۹ء میں گجرات میں فوت ہوا -

۵۸- حبیب علی خاں

پہلے بیرام خاں کا نوکر تھا ۹۷۰ھ/۶۳ - ۱۰۶۲ء میں فوت ہوا -

۵۹- شاہ قلی خاں محرم

پہلے بیرام خاں کا نوکر تھا ، پھر شاہی ملازمین میں شامل ہوا اور امارت کے منصب پر پہنچا - بیس سال ہوئے کہ تین ہزاری امیر بنا ، منتظم ہے ، شجاعت و مردانگی رکھتا ہے - آج کل دارالخلافہ آگرہ کی حکومت پر سرفراز ہے[1] -

[۴۳۷] ۶۰- محب علی خاں رہتاسی

چونکہ عرصہ تک رہتاس کا حاکم رہا ، اس وجہ سے رہتاسی مشہور ہوگیا - چار ہزاری امیر تھا اور شجاعت و مردانگی میں مشہور ، ۹۹۶ھ/ ۸۸ - ۱۵۸۷ء میں فوت ہوا[2] -

۶۱- معین الدین احمد خاں

خراسانی ہے چند سال تک میر سامان رہا[3] -

۱- اکتالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں چار ہزاری منصب پر فائز ہوا - اس کے بعد اسے پانچ ہزاری منصب ، علم اور نقارہ ملا - چھیالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۱۰ھ(۲ - ۱۶۰۱ء) میں آگرہ میں میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۶۰۸ - ۶۱۱ -

۲- (۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء) میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۲۳۵ - ۲۳۸ -

۳- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۱۸۶ - ۱۸۷ -

۶۲- اعتماد خان خواجہ سرا

سلیم خان (سور) کے امیروں میں تھا - جب شاہی (خاندان مغلیہ) کے دولت خواہوں میں شامل ہوا ، تو (بھی) امارت کے منصب پر پہنچا - بھکر کا حاکم ہوا - ۹۸۵ھ/۷۸-۱۵۷۷ء میں اپنے نوکروں کے ہاتھوں قتل ہوا[1] -

۶۳- رستم خان

کم سنی سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں نشوونما پائی - ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں رنتھنبور کے نواح میں راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو بادشاہ (اکبر) کے حضور سے بھاگ کر باغی ہو گئے تھے ، جنگ کی اور مارا گیا[2] -

۶۴- کمال خان گکھر

سلطان آدم گکھر کے بھائی سلطان سارنگ کا لڑکا اور پنج ہزاری امیر تھا - شجاعت و سخاوت کے اعتبار سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا ۹۷۲ھ/۶۵-۱۵۶۴ء میں فوت ہوا[3] -

۶۵- طاہر خان میر فراغت

ہمایوں بادشاہ کے امراء میں تھا اور اس بارگاہ (اکبری) میں دو ہزاری منصب[4] پر پہنچ کر فوت ہو گیا -

---

۱- اعتماد خان خواجہ سرا کے قتل کا واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۹۸۶ھ کو بھکر میں ہوا ملاحظہ ہو تاریخ معصومی ، ص ۲۴۶ ، ذخیرۃ الخوانین جلد اول ، ۲۱۶ - مآثر الامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۹۸ - ۱۰۱ -

۲- ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۱۶ -

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے ، مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۱۲۴ - ۱۲۷ -

۴- ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول (ص ۲۱۷) میں ہے کہ وہ تین ہزاری منصب تک پہنچا -

۶۶- سید حامد بخاری

[۴۳۸] گجرات کے شاہی دولت خواہوں میں دو ہزاری منصب امارت تک پہنچا - پرشور (پشاور) میں افغانوں سے جنگ کر کے شہید ہوا[1] -

۶۷- سید محمود خاں بارہہ

بارہہ سے وہ بارہ گاؤں مراد ہیں جو دریائے گنگا اور جمنا کے درمیان پرگنہ سنبھل[2] کے قریب واقع ہیں - وہ قبیلہ دار اور گروہ بند تھا - ہندوستانیوں میں باعتبار شجاعت و بہادری نہایت مشہور تھا - اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر چار ہزاری منصب پر پہنچا اور ۹۸۲ھ/ ۷۵ - ۱۵۷۴ء میں فوت ہوا[3] -

۶۸- سید احمد خاں بارہہ

سید محمود خاں کا بھائی اور امراء میں شامل ہے - بہادر آدمی تھا - ۹۸۵ھ/۷۸ - ۱۵۷۷ء میں فوت ہوا[4] -

---

۱- سید حامد بخاری بن سید میراں بن سید مبارک ، ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں فوت ہوا - (مآثرالامراء ، اردو ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۴۰۴) اکبر نامہ اور منتخب التواریخ میں ۹۹۴ھ میں اور طبقاتِ اکبری میں ۹۹۵ھ سال وفات بتایا ہے -

۲- سنبھل ضلع مراد آباد ، یو - پی - (انڈیا) -

۳- مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۳۸۱ میں تحریر ہے کہ سید محمود خاں بارہہ ۹۸۰ھ/۷۳-۱۵۷۲ء میں فوت ہوا اور آئین اکبری جلد اول (بلاخ مین ، طبع دوم ، ص ۴۲۴) میں اس کا انتقال ۹۸۱ھ میں بتایا ہے -

۴- مآثرالامراء (اردو ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۳۸۳) میں سال وفات ۹۸۰ھ تحریر ہے اور اکبر نامہ (جلد سوم ص ۱۶۶ - ۱۶۷) میں ۹۸۵ھ ہی بتایا گیا ہے -

۶۹۔ قرا بہادر خاں

عظیم الشان امراء میں سے تھا ۔ چار ہزاری منصب تک ترقی کی[1] ۔

۷۰۔ باقی محمد خاں کوکہ

ادہم خاں کا بھائی تھا ، چار ہزاری امراء میں شامل تھا ۔ ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں فوت ہوا[2] ۔

۷۱۔ سید محمد میر عدل

ہندوستان کے نامور علماء میں سے تھا ۔ قصبہ امروہہ میں رہتا تھا ۔ میر عدل کی حکومت پر فائز ہو کر بھکر کی حکومت پر سرفراز ہوا اور وہیں فوت ہوا[3] ۔

[۴۳۹ھ] ۷۲۔ معصوم خاں فرنخودی

معین الدین احمد خاں کا لڑکا اور دو ہزاری امیر ہے ۔ اس کا حال اپنے موقع پر تحریر ہوا ہے[4] ۔

۷۳۔ لورلگ خاں

قطب الدین خاں اتکہ کا لڑکا اور چار ہزاری امیر ہے اور ولایت

۱۔ قرا بہادر خاں ولد مرزا محمود ، دور اکبری میں نمایاں خدمات انجام دیں ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ص ۴۲ - ۴۴ ۔

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۳۹۱ - ۳۹۲ ۔

۳۔ اپنے دور کے نامی گرامی علماء میں سے تھے ۔ ۹۸۴ھ/۷۷ - ۱۵۷۶ء میں بھکر کی حکومت پر فائز ہوئے اور ۹۸۶ھ/۷۹ - ۱۵۷۸ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۱۷ ۔
(۲) تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ ، جلد دوم) ص ۲۴۲ - ۲۵۱ ۔
(۳) نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۱۷ - ۳۱۸ ۔

۴۔ ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں مارا گیا ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۲۱۰ - ۲۱۳ ۔

جوناگڑھ کی حکومت پر فائز ہے[1] ۔

۷۴۔ شاہ محمد خاں

خان اعظم شمس الدین محمد خاں کا چھوٹا بھائی اور دو ہزاری امیر تھا ۔ ۹۹۷ھ/۸۹ - ۱۵۸۸ء میں فوت ہوا[2] ۔

۷۵۔ مطلب خاں

شاہ بداغ خاں کا لڑکا ہے ۔ دو ہزاری امراء میں شامل تھا ۔ ۹۹۷ھ/ ۸۹ - ۱۵۸۸ء میں فوت ہوا ۔

۷۶۔ شیخ ابراہیم

شیخ سیکری والوں کا داماد اور بھانجا ہے[3] اور دو ہزاری امراء میں شامل تھا ۔

۷۷۔ علی قلی خاں الدرائی

دو ہزاری منصب پر پہنچ کر فوت ہو گیا[4] ۔

۷۸۔ تولک خاں قوچین

قدیمی امراء میں سے ہے اور دو ہزاری منصب رکھتا ہے[5] ۔

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۱۸ ۔

۲۔ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول ، ص ۲۱۸) میں تین ہزاری منصب لکھا ہے ۔

۳۔ مآثرالامراء ، جلد دوم میں شیخ ابراہیم کے باپ شیخ موسیٰ کو شیخ سلیم چشتی کا بھائی بتایا ہے ۔ اس طرح شیخ ابراہیم ، شیخ سلیم (سیکری والوں) کا بھتیجا ہوا ۔ شیخ ابراہیم ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۵۷۴ - ۵۷۵ ۔

۴۔ ہمایوں بادشاہ کا پرورش یافتہ تھا ۔ مختلف خدمات انجام دیں ملاحظہ ہو مآثرالامراء (جلد دوم) ص ۵۹۷ ۔

۵۔ بابری اور ہمایونی دور کے امراء میں سے تھا ۔ ۱۰۰۴ھ/۹۶-۱۵۹۵ء میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۴۷۰ - ۴۷۲ ۔

[۴۴۰] ۷۹- شاہ بیگ خاں کابلی

پہلے مرزا محمد حکیم کا نوکر تھا - مرزا کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوا - اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے - آج کل تین ہزاری منصب دار ہے[1] -

۸۰ فتو افغان

سلیم خاں کے امیروں میں سے تھا - اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر دو ہزاری امیر ہوا اور مر گیا -

۸۱- بابو منکلی

افغانوں میں سے ہے - ایک ہزاری امیر ہے -

۸۲- فتح خاں فیلبان

کم سنی سے اکبر بادشاہ کی فیلبانی کرتا تھا - آخر امارت کے منصب پر پہنچا اور دو ہزاری امیر ہوا - ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں مر گیا - -

۸۳- ساچی خاں مغول

دو ہزاری امیر ہے[2] -

۸۴- درویش محمد خاں اوزبک

ابتدائی زمانہ میں بیرام خاں کا نوکر تھا - دو ہزاری منصب پر پہنچ کر مر گیا -

۸۵- شہباز خاں کنبوہ

دو ہزاری امراء میں ہے - آج کل مالوہ کی حکومت اور بخشی گری

۱- اس کو خان دوراں کا خطاب ملا اور یہ ابراہیم بیگ چریک کا لڑکا تھا ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ٦۴۲ - ٦۴۵ -

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۴۰٦ - ۴۰۷ -

پر فائز ہے[1] -

[۳۳۱] ۸٦- خواجہ جہاں

عین الدین محمد نام اور خراسان کا رہنے والا تھا - چند سال تک وکالت کے عہدہ پر فائز رہا اور کارہائے نمایاں انجام دیے - ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء - ۱۵۷٦ء میں مر گیا -

۸۷- مجنون خان قاقشال

بڑے امیروں میں سے تھا - پانچ ہزار سپاہی رکھتا تھا[2] -

۸۸- محمد قاسم خان میر بحر

اس خاندان کے قدیمی امیروں میں سے ہے - آج کل تین ہزاری منصب دار ہے اور کابل کی حکومت پر فائز ہے[3] -

۸۹- مظفر حسین مرزا

ابن ابراہیم حسین مرزا ، کامران مرزا کا نواسا ہے - اس کے واقعات لکھے جا چکے ہیں - گرفتار ہو جانے کے بعد بہت عرصہ تک قید رہا - آخرکار اکبر بادشاہ کی جبلی شفقت نے اس پر نوازش فرمائی اور اسے ''فرزندی'' سے سرفراز کیا - اس رشتہ کی بنا پر نہایت معزز و مفتخر ہوا - آج کل ہزاری امراء میں شامل ہے اور اس پر (بادشاہ کی) مہربانیاں ہیں[4] -

---

۱- دور اکبری کے نامور امراء میں سے تھا - ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء میں فوت ہوا ملاحظہ ہو :
 (۱) مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۵۹۴ - ٦۰۳ -
 (۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۱۴۸ - ۱٦۰ -

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے مآثرالامراء (جلد سوم) ص ۱۷۹ - ۱۸۲ -

۳- ۹۷۹ھ/۱۵۷۲ء میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۱۷۴ - ۱۷٦ -

۴- مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۲۵۴ میں مرزا مظفر حسین کی تاریخ انتقال ۱۰۰۸ھ/۱٦۰۰ - ۱۵۹۹ء اور اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۸۲۳ (انگریزی) میں ۱٦۰۳ء درج ہے -

۹۰- رائے جگناتھ

رائے بھاری[1] کا لڑکا اور تین ہزاری امراء میں سے ہے -

۹۱- راجا اسکرن

تین ہزاری منصب دار ہے -

۹۲ - راجا لون کرن

دو ہزاری منصب دار تھا - ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں فوت ہوا[2] -

[۴۴۲] ۹۳- مادھو سنگھ

راجا مان سنگھ کا بھائی اور دو ہزاری منصب دار ہے[3] -

۹۴- غیاث الدین علی آصف خاں

قزوینی تھا - چند سال تک بخشی گری کے منصب پر رہا - گجرات میں ۹۸۹ھ/۸۲ - ۱۵۸۱ء میں فوت ہوا[4] -

۹۵- پائندہ خاں مغول

دو ہزاری امیر ہے - گھوڑا گھاٹ کے علاقہ کا حاکم ہے[5] -

۹٦- مبارک خاں

ولد کمال خاں گکھر ، ایک ہزاری امراء میں سے ہے -

۱- راجا بیھارا مل کا لڑکا ہے ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۵۱۲ - ۵۱۴ -

۲- ملاحظہ ہو (۱) مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۱۱٦-۱۱۷
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۱۹ - ۲۲۱ -

۳- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۲۷۱ -

۴- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۱۰۱ - ۱۰۳ -

۵- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ۳۱۲ - ۳۱۳ -

۹۷- باز بہادر افغان

چار سال تک مالوہ میں خود حکومت کر کے سلطنت کا نام دیا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا - آخر میں اس درگاہ (اکبری) میں آیا - دو ہزاری امراء میں شامل ہوا اور مر گیا[1] -

۹۸- میرک خاں جنگ جک

قدیمی امراء میں سے تھا - ۹۷۵ھ/۶۸ - ۱۵۶۷ء میں فوت ہوگیا -

۹۹- کردی خاں

ولد قبا خاں گنگ ، دو ہزاری امیر ہے[2] -

۱۰۰- سید قاسم

ولد سید محمود خاں بارہہ ، دو ہزاری امراء میں سے ہے اور شجاعت و مردانگی کا مالک ، نمایاں خدمات انجام دی ہیں - پٹن گجرات کا حاکم ہے[3] -

۱۰۱- [۴۴۳] کہنگار

دو ہزاری امراء میں شامل تھا -[4]

۱۰۲- محمد حسین

اس کا لقب لشکر خاں تھا - بہت سال بادشاہ کی بارگاہ کا بخشی رہا - امارت کے منصب پر پہنچا ، ہزار نوکر رکھے - ۹۷۳ھ/۶۶ - ۱۵۶۵ء میں

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۳۸۵ - ۳۸۹ - ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول (ص ۱۶۶) میں ہے کہ وہ تین ہزاری ذات و سوار کا منصب دار تھا -

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ص ۴۷۲ - ۴۷۳ -

۳- سید قاسم ۱۰۰۷ھ/۹۹ - ۱۵۹۸ء میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۴۱۴ - ۴۱۶ -

۴- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۱۳۹ - ۱۴۰ -

داؤد خاں افغان کی جنگ میں کہ جو خانخاناں منعم خاں کے ساتھ ہوئی تھی ، زخمی ہوا - چند روز بستر علالت پر پڑا رہا - اس زخم کی تکلیف و بیماری میں فوت ہو گیا -

۱۰۳- حسین خاں ٹکریہ

اس کو ٹکریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں وہ لاہور کا حاکم تھا ، اس نے حکم دیا تھا کہ ہندو اپنے لباس میں کندھے کے نزدیک کپڑے کا ایک ٹکڑا لگائیں - چونکہ ہندی زبان میں پیوند کو ٹکڑا کہتے ہیں ، اس لیے وہ ٹکڑیہ (ٹکریہ) مشہور ہو گیا - مہدی قاسم خاں کا داماد اور دو ہزاری امیر تھا - ۹۸۳ھ/۷٦-۱۵۷۵ء میں فوت ہوا[1] -

۱۰۴- جلال خاں و سعید خاں گکھر

ان (دونوں) میں سے ہر ایک اس وقت ایک ہزاری پانچ سو کا منصب رکھتا ہے -

۱۰۵- اعتبار خاں خواجہ سرا

ہمایوں بادشاہ کے قدیم خدمت گاروں میں سے تھا - دو ہزاری امارت کے منصب پر پہنچا - دہلی کے حاکم ہونے کے زمانے میں فوت ہوا[2] -

۱۰٦- خواجہ طاہر محمد

اس کا لقب تاتار خاں تھا ، مدتوں وزیر رہا ، پھر امارت کا منصب پایا - ۹۷۵ھ/۱۵۷۷ء میں جبکہ وہ دہلی کا حاکم تھا ، فوت ہوا[3] -

---

۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۵۴۸ - ۵۵۱ -

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (جلد اول) ص ۷۸ -

۳- مآثرالامراء (اردو ترجمہ ، جلد اول ، ص ٦٦۴) میں سنہ انتقال ۹۸٦ھ/۱۵۷۸ء لکھا ہے -

[۴۴۴] ۱۰۷۔ موٹہ راجا

ایک ہزار پانچ سو منصب کا امیر ہے اور جودھپور کا حاکم ہے[۱]۔

۱۰۸۔ سہتر خان خاصہ خیل

ایک ہزار پانچ سو منصب کا امیر ہے[۲]۔

۱۰۹۔ فرحت خان خاصہ خیل

دو ہزاری امیر تھا[۳]۔

۱۱۰۔ صفدر خان خاصہ خیل

دو ہزاری امیر تھا۔

۱۱۱۔ بہار خان[۴] خاصہ خیل

وہ بھی اس گروہ (خاصہ خیل خاص شاہی خدمات کا گروہ) سے تعلق رکھتا تھا۔

۱۱۲۔ رائے سال کچھواہہ

دو ہزاری امراء میں سے تھا[۵]۔

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۲۰۵۔
۲۔ ملاحظہ ہو (۱) مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم، ص ۲۹۱ ۲۹۳۔
(۲) ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۲۲۲ - ۲۲۵۔
۳۔ ہمایونی دور کے خدمت گزاروں میں سے تھا۔ ۹۸۴ھ/۷۷-۱۵۷٦ء میں فوت ہوا ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم، ص ۱ - ۳۔
۴۔ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول، ص ۲۲٦) میں اس کا نام ''پہاڑ خان'' لکھا ہے۔
۵۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم، ص ۱۷۴ - ۱۷٦۔

۱۱۳- رائے درگا

ایک ہزار اور پانچ سو منصب کا امیر تھا[1] -

۱۱۴- مقصود علی کور

وہ بھی بیرام خاں کے نوکروں میں سے تھا[2] -

۱۱۵- اخلاص خاں خواجہ سرا

ہزاری امراء میں سے تھا - دہلی کے حاکم ہونے کے زمانے میں فوت ہوا -

[۴۴۵] ۱۱۶- مہر علی خاں سولدوز

پہلے بیرام خاں کے نوکروں میں شامل تھا پھر (اکبر بادشاہ) کی ملازمت میں آیا - ایک ہزار پانصدی امارت کے منصب پر پہنچا اور مر گیا -

۱۱۷- خداوند خاں دکھنی

ایک ہزار پانچ سو منصب رکھنے والے امراء میں سے تھا - ۹۹۵ھ/ ۱۵۸۷ء میں گجرات میں انتقال کیا[3] -

۱۱۸- میر مرتضیٰ دکھنی

ہزاری منصب کا امیر ہے[4] -

۱۱۹- حسن بیتی افغان

ہزاری امراء میں سے تھا - سواد (سوات) و بجور کے افغانوں کے حادثہ میں فوت ہوا -

---

۱- ۱۰۱۶ھ/۸ - ۱۶۰۷ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۱۴۴ - ۱۵۰ -

۲- اکبری دور میں دو ہزاری منصب پر فائز ہوا - ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۲۲۶ -

۳- مآثرالامراء (اردو ترجمہ ، جلد اول ، ص ۶۵۵) میں تحریر ہے کہ وہ ۹۹۷ھ/۸۹ - ۱۵۸۸ء میں فوت ہوا -

۴- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۲۴۶ - ۲۴۸ -

۱۲۰- لطر بیگ ولد سعید خاں گکھر

ایک ہزاری امراء میں سے تھا ۔

۱۲۱- راجا گوپال

دو ہزاری امراء میں سے تھا[1] ۔

۱۲۲- قبا خاں صاحب حسن

یہ بھی ایک ہزار اور پانسو منصب کے امراء میں سے تھا ۔

۱۲۳- سید ہاشم بارہہ

ولد سید محمود خاں بارہہ امارت کے مرتبہ پر فائز ہوا اور ہزاری منصب پر پہنچا ۔ ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں جنگ سرکیج میں جو خانخاناں مرزا خاں اور سلطان مظفر گجراتی سے ہوئی تھی ، شہید ہوا ۔

[۴۴٦] ۱۲۴- رضوی خاں

عرصہ تک بخشی گری کے عہدہ پر رہا ۔ ہزاری منصب دار ہو کر مر گیا[2] ۔

۱۲۵- راجا بیربر

دو ہزاری امراء میں سے تھا ۔ سواد (سوات) کے افغانوں کے حادثہ میں غارت (فوت) ہو گیا[3] ۔

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۴۱۴ - ۴۱۵ ۔

۲- تشیع میں نہایت غلو رکھتا تھا ۔ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۱۸۵ ۔

۳- راجا بیربر ۹۹۴ھ/۱۵۸٦ء میں مارا گیا ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۱۱۸ - ۱۲۳ ۔

۱۲٦- شیخ فرید

بخشی ہے اور ایک ہزار اور پانچ سو کا منصب رکھتا ہے[۱] -

۱۲۷- راجا سرجن

قلعہ رنتھنبور کا راجا تھا - محاصرہ کے بعد قلعہ کو شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا اور بادشاہ کے فرمانبرداروں میں شامل ہوگیا - دو ہزاری امراء میں سے تھا[۲] -

۱۲۸- جعفر بیگ

غیاث الدین علی آصف خاں کا بھتیجا ہے - اس کو آصف خاں کا خطاب ملا - دو ہزاری منصب کے بخشیوں میں شامل ہوا -

۱۲۹- راجا روپسی بیراگی[۳]

ایک ہزار پانصدی امراء میں سے تھا -

۱۳۰- فاضل محمد خاں

میر محمد خاں انکہ کا لڑکا اور ایک ہزار اور پانصدی امیر تھا - قلعہ احمد آباد گجرات کے اس محاصرہ کے زمانے میں کہ جو گجراتی دشمنوں نے اعظم خاں کا کیا تھا ، وہ ایک دن قلعہ سے باہر آیا ، دشمنوں سے جنگ کی اور شہید ہو گیا -

---

۱- شیخ فرید مرتضیٰ خاں بخاری ، نامور امیروں میں سے تھا - اس نے جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی میں اہم کردار ادا کیا - ۱۰۲۵ھ/ ۱٦۱٦ء میں انتقال کیا - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ص ٦۳۴ - ٦۴۱ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۱۲٦ - ۱۴۸ -

۲- راجا سرجن تئیسویں سال جلوس اکبری میں فوت ہوا - دیکھیے مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ص ۱۱۳ - ۱۱۵ -

۳- متن میں ”روسی سرا کی“ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے - دیکھیے آئین اکبری (بلاخ مین) جلد اول ، طبع دوم ، ص ۴۷۲ نیز ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۱۰۸ - ۱۱۰ -

[۴۴۷] ۱۳۱- شاہ قلی نارنجی

ایک ہزاری امراء میں سے ہے[1] -

۱۳۲- شیخ محمد بخاری

دو ہزاری امیروں میں سے تھا - ۹۸۱ھ/۷۴ - ۱۵۷۳ء میں شیر خاں فولادی کی جنگ میں شہید ہوا[2] -

۱۳۳- لال خاں بدخشی

بڑے امیروں میں سے تھا -

۱۳۴- خنجر بیگ چغتا

اس خاندان (مغلیہ) کے قدیمی امیروں میں سے ہے - علم و حکمت کے جزئیات کے فنون خصوصاً علم موسیقی میں ممتاز تھا - شعری ذوق بھی رکھتا تھا - اکھاڑہ کے فن میں اس کی مثنوی مشہور ہے -

۱۳۵- مخصوص خاں

سعید خاں کا بھائی اور دو ہزار پانصدی امیر ہے -

۱۳۶- ثانی خاں

قبیلہ ارلات[3] سے ہے - پہلے قلندر تھا ، آخر میں امارت کے درجہ پر پہنچا ، شاعرانہ ذوق رکھتا تھا - کافیہ[4] کو نظم کیا -

---

۱- ہمایوں بادشاہ کے عہد کا امیر تھا - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۵۳۸ -

۲- مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد دوم ، ص ۵۴۵ میں اس کے مارے جانے کا سال ۹۷۹ھ/۷۲ - ۱۵۷۱ء تحریر ہے -

۳- متن میں ''ارزال'' لکھا تھا - ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۳۰ -

۴- عربی نحو کی مشہور درسی کتاب ہے -

۱۳۷- مرزا حسن خاں

سید برکہ کا بھائی اور بڑے امیروں میں سے تھا ۔

۱۳۸- جگت سنگھ

ولد راجا مان سنگھ ، ایک ہزار اور پانصدی امراء میں سے تھا ۔

[۴۴۸] ۱۳۹- مرزا نجات خاں

مرزا حسین خاں کا بھائی تھا ۔ امارت کے درجہ پر پہنچ کر فوت ہو گیا ۔

۱۴۰- علی دوست خاں باربیگی

ہمایوں بادشاہ کے خدمت گاروں میں سے تھا ۔ اکبر بادشاہ کی ملازمت میں ایک ہزاری منصب پر پہنچا اور لاہور میں انتقال ہوا ۔

۱۴۱- سلطان حسین خاں

عالی رتبہ امیروں میں سے تھا ۔

۱۴۲- خواجہ شاہ منصور شیرازی

منشی ، صاحب علم ، کفایت شعار اور معاملہ فہم تھا ۔ اس کی لرمی کی وجہ سے تمام امیر اس سے ناراض ہو گئے تھے ۔ اس کی طرف سے ایک خط مرزا حکیم کے نام بنایا اور یہ بیچارہ قتل ہو گیا جس کا ذکر اپنے موقع پر ہو چکا ہے ۔ مستحق ہونے کی وجہ سے چار سال تک وزارت کے منصب پر فائز رہا[1] ۔

۱۴۳- سلیم خاں

سرمور (افغان) تھا اور ایک ہزاری منصب داروں میں شامل تھا ۔

۱- ''ثانی منصور حلاج'' ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء تاریخ ہے ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۶۴۹ - ۶۵۴ ۔

۱۴۴- سید جھجو بارہہ

سید محمود بارہہ کا بھائی تھا ۔ شجاعت اور بہادری کے اعتبار سے (اپنے) ہم عصروں میں ممتاز تھا ۔

۱۴۵- دربار خاں

پسر تکلو خاں شاہ طہماسپ کے یہاں قصہ گو تھا اور بڑا تقرب رکھتا تھا ۔ وہ یہاں بھی داستان گو رہا ۔ بادشاہ کے حضور میں بہت مقرب تھا اور ایک ہزاری امراء میں شامل تھا[1] ۔

[۳۳۹] ۱۴۶- حاجی محمد سیستانی

ابتدا میں بیرام خاں کا نوکر تھا ۔ آخر زمانہ میں امارت کے منصب پر پہنچا[2] ۔

۱۴۷- محمد زماں

مرزا یوسف کا بھائی اور ایک ہزاری امیر تھا ۔ ولایت گڑھ میں شہید ہوا ۔

۱۴۸- خرم خاں

دو ہزاری امیر تھا ۔ فوت ہو چکا ہے ۔

۱۴۹- محمد قلی توقبائی

ایک ہزاری امراء میں سے تھا[3] ۔

۱۵۰- مجاہد خاں

ولد مصاحب خاں ، نہایت شجاع اور بہادر جوان تھا ۔ ایک ہزاری

۱- عنایت نام تھا ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۱ - ۳ ۔

۲- ۹۸۳ھ/۷۶ - ۱۵۷۵ء میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) جلد اول ، ص ۵۴۵ - ۵۴۸ ۔

۳- ملاحظہ ہو مآثر الامراء ، (جلد سوم) ، ص ۱۷۶ - ۱۷۵ ۔

امراء میں سے تھا ۔ ولایت کونبھل میر میں شہید ہوا ۔

۱۵۱- سلطان ابراہیم اوبہی

مؤلف کتاب نظام الدین احمد کا ماموں ہے ۔ اس نے تلوار کے زور سے دامن کوہ کمایوں کے علاقہ پر قبضہ کیا اور کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ شجاعت و مردانگی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا ۔

۱۵۲- شاہ غازی خان ترکمان

بڑے امیروں میں سے تھا ۔

[۴۵۰] ۱۵۳- شیرویہ خان

شیر افگن بیگ کا لڑکا ہے ۔ ہمایوں بادشاہ کے بڑے امیروں میں سے تھا ۔ اس زمانہ میں ایک ہزاری امیر ہے[۱] ۔

۱۵۴- کاکر علی خان

ایک ہزاری منصب داروں میں سے تھا[۲] ۔

۱۵۵- لقیب خان

میر عبداللطیف قزوینی کا لڑکا اور علم تاریخ میں یگانۂ روزگار ہے ۔ بادشاہ کی مجلس کا ندیم ہے[۳] ۔

۱۵۶- بیگ لورس خان

ایک ہزاری سردار تھا ۔ انتقال ہو گیا ۔

۱- ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، ص ۵۷۶ - ۵۷۷ ۔

۲- دو ہزاری منصب پر فائز تھا ۔ ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۱۲۷-۱۲۸ ۔

۳- لقیب خان کا نام میر غیاث الدین علی تھا ۔ وہ ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۶۶۸ - ۶۷۱ ۔

۱۵۷- قتلو قدم خاں

ایک ہزاری امیر تھا[1] ۔

۱۵۸- جلال خاں قورچی

ندیم پیشہ تھا ۔ اس کی شیریں گفتگو سے (اکبر بادشاہ) کی تفریح ہوتی تھی ۔ ایک ہزاری امیر تھا جس زمانہ میں قلعہ سواد (سوات) کا محاصرہ تھا ، وہ فوت ہوا[2] ۔

۱۵۹- شمال خاں قورچی

بادشاہ (اکبر) کا غلام اور ندیم مشرب تھا ۔ ایک ہزاری امیروں میں سے تھا ۔ فوت ہو گیا ۔

[۴۵۱] ۱۶۰- میر زادہ علی خاں

محترم بیگ کا لڑکا ، بہادر جوان اور صاحب سلیقہ تھا ۔ کشمیر میں شہید ہوا ۔

۱۶۱- سید عبداللہ

بچپن سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں تھا ۔ ایک ہزاری منصب تک پہنچا اور کشمیر میں فوت ہوا[3] ۔

۱۶۲- میر شریف آملی

موحدین وقت میں سے ہے ۔ تصوف کا صحیح ذوق رکھتا ہے ۔ ایک

۱- قتلق قدم خاں نام لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) جلد سوم ، ص ۴۶ ۔

۲- ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں جلال خاں قورچی فوت ہوا ۔ ملاحظہ مآثرالامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۵۰۷ - ۵۰۸ ۔

۳- باپ کا نام میر خوالد ہے ۔ ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء میں کشمیر میں فوت ہوا ۔ مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۵۰۵ - ۵۰۶ ۔

ہزاری امیر ہے اور آج کل ولایت بہار میں ہے[1] ۔

۱۶۳- فرخ ولد خان کلاں

اس خاندان عالی شان (مغلیہ) کے خالہ زادوں میں سے ہے ۔ آج کل ولایت بنگالہ میں ہے ۔

۱۶۴- دولت خاں سہاری لیازی

ایک ہزاری امیر تھا ۔ فوت ہو گیا ہے ۔

۱۶۵- جعفر خان ترکمان

بن قزاق خاں ، جس زمانہ میں خراسان کا حاکم قزاق خاں ، شاہ طہماسپ کا باغی ہو کر قتل ہوا ، تو اس نے اکبر بادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہو کر پناہ لی اور ایک ہزاری امیر ہوا ۔ کچھ عرصہ کے بعد طبعی موت سے مر گیا[2] ۔

[۴۵۲] ۱۶۶- رائے منوہر

بن رائے لون کرن ، کم سنی سے اکبر بادشاہ کی شفقت کے سایہ میں نشو و نما پائی ۔ شاہزادہ کامگار سلطان سلیم کی خدمت میں بڑا ہوا ۔ خوش نویسی سیکھی ۔ شاعری کا ذوق رکھتا ہے اور توسنی تخلص رکھتا ہے[3] ۔

۱۶۷- شیخ عبدالرحیم لکھنوی

اس درگاہ (اکبری) کے قدیم ملازمین میں سے ہے اور امیروں میں

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۲۴۲ - ۲۴۶ ۔

۲- ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۵۰۵-۵۰۶ ۔

۳- ملاحظہ ہو :

(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۱۱۶ - ۱۱۸ ۔

(۲) ذخیرۃ الخوانین ، (جلد اول) ، ص ۱۱۹ - ۱۲۱ ۔

(۳) امرائے ہنود ، ص ۳۳۲ - ۳۳۴ ۔

سے ہے[1] -

۱۶۸- میر ابوالمظفر

اشرف خاں کا لڑکا ہے - آج کل ولایت اودھ کی حکومت پر سرفراز ہے -

۱۶۹- رام سنگھ

راجا اسکرن کا لڑکا ہے اور امیروں میں سے ہے -

۱۷۰- رائے پتر داس

ہندی منشی اور ذات کا کھتری ہے - امارت کے منصب پر پہنچا - آج کل ٹھٹھ کے علاقہ کی حکومت پر فائز ہے -

۱۷۱- جالش بہادر

امراء میں سے ہے[2] -

۱۷۲- محمد خاں لیازی

قبیلہ افغان سے ہے اور امارت کے منصب پر فائز ہے[3] -

[۴۵۳] ۱۷۳- رام داس کچھواہہ

اکبر بادشاہ کا مقرب اور استادوں میں سے ہے - ہر وقت بادشاہ کی

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے :
(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۵۶۸ - ۵۷۰ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۳۷ - ۲۳۸ -

۲- جالش بہادر ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۵۰۹ - ۵۱۰ -

۳- بڑے دبدبہ کا امیر تھا - ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۳۱۶ - ۳۱۹

خدمت میں رہتا ہے[1] -

۱۷۴- میر ابوالقاسم

ولد سید محمد میر عدل[2] ، امارت کے منصب پر فائز ہوا -

۱۷۵- خواجہ عبدالحی

میر عدل ہے - امارت کے منصب پر فائز ہوا -

۱۷۶- شمس الدین حسن

اعظم خاں کو کلتاش کا لڑکا ہے - قابل جوان ہے اور ایک ہزاری امراء میں سے ہے -

۱۷۷- خواجہ شمس الدین خافی (خوافی) انجو

آج کل دیوانی کے منصب پر فائز ہے - شجاعت اور تجربہ کاری میں مشہور ہے[3] -

۱۷۸- میر جمال الدین حسن

سادات شیراز سے ہے اور ایک ہزاری امیر ہے[4] -

۱- ۱۰۲۲ھ/۱۳ - ۱۶۱۳ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۱۵۷ - ۱۶۰ -
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، (جلد اول) ، ص ۲۳۸ - ۲۴۱ -

۲- متن میں ''ولد سید محمود میر عدل'' لکھا جو درست نہیں - ملاحظہ ہو - ذخیرۃ الخوانین ، (جلد اول) ، ص ۲۳۲ -

۳- ولد خواجہ علاء الدین ، دور اکبری کا نہایت جانباز امیر ہے - ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ - ۱۵۹۹ء میں خواجہ شمس الدین خوافی کا لاہور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۶۶۰ - ۶۶۵ -
(۲) تاریخ حسن ابدال ، ص ۴۰ - ۴۳ -

۴- میر جمال الدین حسن انجو صاحب علم و فضل امیر تھا - لغت میں اس کی کتاب فرہنگ جہانگیری مشہور ہے - اس کا انتقال ۱۰۲۵ھ/

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۱۷۹- شیخ عبداللہ خاں

شیخ محمد غوث کا لڑکا اور ایک ہزاری امراء میں سے ہے[1] ۔

[۴۵۴] ۱۸۰- سید راجو بارہہ

ایک ہزاری امراء میں سے ہے[2] ۔

۱۸۱- میدنی رائے چوہان

سخاوت و شجاعت اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہے اور ہزاری امیر ہے

۱۸۲- میر طاہر رضوی

مرزا یوسف خاں کا بھائی ہے ، بہادر ہے ۔

۱۸۳- تاش بیگ کابلی

امراء میں سے ہے ۔ وہ بھی شاہ بیگ کے گروہ کا آدمی ہے ۔

۱۸۴- احمد بیگ کابلی

فاضل جوان اور بہادر ہے ۔ اس کے پاس سات سو سوار ہیں[3] ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۱۶۲۶ء میں آگرہ میں ہوا ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، ص ۳۰۴ - ۳۰۶ ۔

(۲) ذخیرۃ الخوانین ، ص ۱۹۶ - ۱۹۷ ۔

۱- شیخ محمد غوث گوالیاری کے لائق فرزند ہیں ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) مآثر الامراء (اردو ترجمہ) : جلد دوم ، ص ۵۷۷ - ۵۸۷ ۔

(۲) ذخیرۃ الخوانین ، (جلد اول) ، ص ۲۴۷ ۔

۲- سید راجو بارہہ چالیسویں سال اکبری میں احمد نگر کے محاصرہ کے موقع پر مارا گیا ۔ دیکھیے مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۴۰۷ - ۴۰۸ ۔

۳- ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۱۳۳-۱۳۵ ۔

۱۸۵- شیر خواجہ

شجاعت و بہادری میں مشہور ہے اور امراء میں سے ہے[۱] -

۱۸۶- طاہر سیف الملوک

شاہ محمد سیف الملوک کا لڑکا ہے جو خراسان کے علاقہ میں غرجستان کا حاکم تھا - وہ شاہ طہماسپ کے حکم سے قتل ہوگیا - (طاہر سیف الملوک) آج کل امارت کے مرتبہ پر پہنچا اور بنگالہ میں ہے -

[۴۵۵] ۱۸۷- محمد قلی ترکمان

امارت کے درجہ پر پہنچا ہے - احمد بیگ کے جرگہ کا آدمی ہے[۲] -

۱۸۸- توختہ بیگ کابلی

بہادر جوان اور احمد بیگ کے جرگہ کا آدمی ہے -

۱۸۹- مرزا علی علم شاہی

علم شاہ کا بھائی اور صاحب شمشیر ہے -

۱۹۰- وزیر جمیل[۳]

قدیم الخدمت امراء میں سے ہے -

۱۹۱- بھوج ولد رائے سرجن

ہزاری امراء میں سے ہے[۴] -

۱- ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۶۴۸-۶۵۰ -

۲- ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد سوم ، ص ۲۹۰-۲۹۱ -

۳- متن میں ''وزیر جیمل'' لکھا جو صحیح نہیں ہے - آئین اکبری ، جلد اول (طبع دوم) انگریزی ترجمہ ، ص ۵۲۷ - ۵۲۸ میں اس کا نام وزیر بیگ جمیل لکھا ہے - ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) - جلد سوم ، ص ۷۵۷ - ۷۵۸ -

۴- رائے بھوج ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۷ء میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۱۴۳ - ۱۴۴ -

۱۹۲- میر ابوالقاسم نمکین

امراء میں سے ہے اور بھکر کا حاکم ہے[1] ۔

۱۹۳- بختیار بیگ ترکمان

سیوستان کا حاکم اور امراء میں سے ہے ۔

۱۹۴- امیر صدر جہان

سادات قنوج میں سے ہے ۔ ہندوستان کا صدر الصدور اور کمالات و فضائل کا مالک ہے[2] ۔

[۴۵۶] ۱۹۵- حسن بیگ[3]

عمری شیخ ہے ، امراء میں سے ہے ۔ شاہانہ عنایتوں سے سرفراز ہے

۱۹۶- شادمان

پسر اعظم خان ، امارت کے منصب پر پہنچا ۔

۱۹۷- راجا مکتمن

بھادوریہ امراء میں سے ہے ۔

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) مآثر الامراء ، جلد سوم (اردو ترجمہ) ، ص ۶۷ - ۷۰ ۔
(۲) ذخیرۃ الخوانین ، (جلد اول) ، ۱۹۸ - ۱۹۹ ۔
(۳) تذکرہ امیر خانی ، ص ۵۷ - ۵۸ ۔

۲- امیر صدر جہان والد عبدالمقتدر قصبہ پہانی میں پیدا ہوئے ۔ شیخ نظام الدین خیر آبادی اور شیخ عبدالنبی سے تحصیل علوم کی ۔ ۱۰۲۷ھ میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۴۵ ۔
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد پنجم ، ص ۱۷۹ - ۱۷۸ ۔

۳- متن میں ''حسین بیگ'' لکھا ہے تفصیل کے لیے دیکھیے مآثر الامراء (اردو ترجمہ) ، جلد اول ، ص ۵۶۳ - ۵۶۶ ۔

۱۹۸- باقی سفرچی

پسر طاہر خاں ، میر فراغت ہے اور امراء میں سے ہے -

۱۹۹- فریدوں برلاس

پسر میر محمد قلی خاں برلاس ، امراء میں سے ہے -

۲۰۰- بہادر خاں قوردار

ترین افغان ہے ، بہادر ہے اور امارت کے رتبہ پر فائز ہے -

۲۰۱- شیخ بایزید چشتی

شیخ سلیم چشتی کا پوتا ، نیک نفس اور خوش اطوار جوان ہے - امارت کے منصب پر فائز ہوا -

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جو شخص بادشاہ کے ملازمین میں سے پانچ سو نوکر (سپاہی) رکھتا ہے - اس کا اطلاق امارت اور امرائی کے درجہ پر ہوتا ہے[1] - اور جتنے اشخاص کا ذکر ہو چکا ہے ان میں سے ہر ایک کا مرتبہ امارت سے بلند تر ہے -

• • •

۱- نسخہ نول کشور میں ''اطلاق امارت و امرائی برو نمودہ شد'' وہی مناسب معلوم ہوتا ہے اس کا ترجمہ کیا ہے -

[۵۰۔] دور اکبری کے علماء و فضلاء کا ذکر

جو اکبر بادشاہ کے دور سلطنت میں ہندوستان میں تھے اور دوسرے ملکوں سے بادشاہ کی پناہ میں آئے۔

۱۔ میر فتح اللہ شیرازی

۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء مطابق چھبیس سال الٰہی میں دکن سے اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آئے اور شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوئے۔ شاہی حکم صادر ہوا کہ وزیروں کے ساتھ حکام کے معاملات اور دیوانی کے کاموں کی تنقیح (جانچ پڑتال) کریں۔ چند سال تک اس خدمت پر رہے۔ عضدالدولہ کا خطاب ملا۔ نہایت ماہر دانشمند تھے۔ علوم عقلی و نقلی میں خراسان، عراق اور ہندوستان کے علماء میں ممتاز تھے اور اپنے زمانے میں سارے عالم میں اپنی مثل اور نظیر نہیں رکھتے تھے۔ علوم غریبہ نیر نجات اور طلسمات میں بھی دخل رکھتے تھے۔ چنانچہ گاڑی پر ایک چکی بنائی کہ خود حرکت کرتی تھی۔ آٹا پیستی تھی ایک آئینہ بنایا کہ جس میں دور اور نزدیک کی عجیب شکلیں دکھائی دیتی تھیں اور ایک چرخی سے بارہ بندوقیں چلتی تھیں۔ ۹۹۷ھ/۸۹-۱۵۸۸ء میں کشمیر میں عالم بقا کی راہ لی[1]۔

۱۔ ملاحظہ ہو:

(۱) منتخب التواریخ، ص ۳۶۷-۳۶۸۔
(۲) بزم تیموریہ، ص ۹۱-۹۲۔
(۳) مآثر الکرام دفتر اول، ص ۲۳۶-۲۳۸۔
(۴) مفتاح التواریخ، ص ۱۹۳-۱۹۴۔
(۵) نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ۳۵۴-۳۵۵۔
(۶) دربار اکبری، ص ۸۰۴-۸۱۶۔
(۷) کٹیالاگ فارسی مخطوطات (برٹش میوزیم لندن)، ص ۱۲۔
(۸) تذکرہ علمائے ہند (اردو)، ص ۳۷۳-۳۷۴۔

۲- امیر مرتضیٰ شریفی

امیر سید شریف جرجانی کی اولاد سے تھے - ۹۷۰ھ/۶۳-۱۵۶۲ء مطابق آٹھویں سال الٰہی میں ہندوستان آئے - شاہانہ نوازشوں سے فیض یاب ہوئے - دہلی میں مدتوں رہے - علوم عقلیہ میں ماہر تھے ریاضیات اور حکمت کا درس دیتے تھے - ان کی تاریخ وفات "علامہ زعالم رفت" ۹۷۴ھ ہے[۱] -

[۵۸ب] ۳- ملا سعید سمرقندی

۹۷۰ھ/۶۳-۱۵۶۲ء میں ہندوستان آئے - شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوئے - اپنے زمانہ کے اعلیٰ دانشمندوں میں سے تھے[۲] -

۴- شیخ ابوالفضل

شیخ مبارک کے صاحبزادے ہیں - تمام علوم میں تبحر عظیم حاصل ہے - اخلاق جلیلہ اور اوصاف حمیدہ کے مظہر ہیں - ان کے کسبی و وہبی کمالات حد و حساب سے باہر ہیں - آج زمانے کو ان پر افتخار ہے - اکبر بادشاہ کے مقربین کے سربراہ ، اعتماد دولت ، رکن سلطنت اور پاکیزہ نفس کے مالک اور فرشتوں جیسی خصوصیات کے حامل ہیں - ان کی اعلیٰ تصنیفات میں کتاب اکبر نامہ ہے جس میں اکبر بادشاہ کے واقعات و فتوحات کو ایسی فارسی نثر میں کہ جس کو "کارنامہ معانی" کہہ سکتے ہیں ، لکھ کر مکمل کیا - دوسری تصنیفات ، مثلاً عیار دانش اور رسالہ اخلاق وغیرہ ہیں[۳] -

---

۱- ملاحظہ ہو - منتخب التواریخ ، ص ۵۲۲ - ۵۲۳ -

۲- ملاحظہ ہو - تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) . ص ۲۱۸ -

۳- شیخ ابوالفضل ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء میں مارا گیا - ملاحظہ ہو (۱) دربار اکبری ، ص ۵۷۷ - ۶۳۸ -
(۲) بزم تیموریہ ، ص ۷۷ - ۸۰ -
(۳) رود کوثر ، ص ۱۶۰ - ۱۷۱ -
(۴) مفتاح التواریخ ، ص ۲۰۴ - ۲۰۶ -
(۵) توزک جہانگیری ، ص ۱۱ - ۵۲ - ۸۴ -
(۶) ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۶۷ - ۷۷ -
(۷) سخندان فارس ، ص ۱۰۶ - ۱۱۸ -
(۸) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۷۸ - ۷۹ -

۵- ملا علاء الدین

ایک زمانہ تک اکبر بادشاہ کو تعلیم دینے پر فائز رہے - اپنے زمانہ کے بڑے عالموں میں سے تھے -

۶- ملا صادق حلوائی سمرقندی

مکہ معظمہ سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں آئے - چند سال تک ہندوستان میں رہ کر کابل چلے گئے - پھر کچھ سال کابل میں ذکر و شغل میں مشغول رہے - مرزا محمد حکیم کو درس دیتے تھے - آج کل سمرقند میں ہیں[1] -

[۴۵۹] ۷- میر زادہ مفلس سمرقندی

ماوراء النہر کے دانشمندوں میں سے تھے - ۹۷۹ھ/۷۲-۱۵۷۱ء میں ہندوستان آئے - تین سال تک مدرسہ خواجہ معین الدین میں درس دیتے رہے - مکہ معظمہ میں جا کر انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے[2] -

۸- حافظ تاشکندی

ماوراء النہر میں حافظ کومکی کے نام سے مشہور ہیں اور وہاں کے بڑے عالموں میں سے ہیں - علوم عقلی و نقلی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہیں - ۹۷۷ھ/۷۰-۱۵۶۹ء میں ہندوستان آ کر شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوئے - پھر مکہ معظمہ کا سفر خرچ لے کر حجاز کے سفر پر روانہ ہو گئے[3] -

۹- ملا عبداللہ سلطان پوری

ہمایوں بادشاہ نے ان کو مخدوم الملک کا خطاب دے کر دوسرے

۱- شعر و شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے - صاحب دیوان تھے - ملاحظہ ہو - تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۴۴۲ -

۲- ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۵۰۲ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۶۸ -

۳- ملاحظہ ہو - تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۵۷ -

علماء کے مقابلہ میں ممتاز گیا تھا ۔ علم فقہ و نقلیات میں دوسروں سے بہتر تھے ۔ اکبر بادشاہ کی سلطنت میں متمول اور صاحب جمعیت ہوئے ۔ چنانچہ ان کے مرنے کے بعد ان کے خزانے سے تین کروڑ روپیہ برآمد ہوا ۔ مکہ معظمہ سے واپس آتے ہوئے احمد آباد گجرات میں انتقال ہوا[1] ۔

۱۰- شیخ عبدالنبی

دہلی کے رہنے والے تھے ۔ شیخ عبدالقدوس کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے اکبر بادشاہ نے ان پر نظر عنایت فرمائی اور صدرالصدور بنا دیا ۔ دس سال تک تمام ممالک محروسہ (ہند) کے معتمد و مقرر صدر رہے[2] ۔

[۳۶۰] ۱۱- قاضی جلال الدین سندھی

قاضی انقضات کے عہدہ تک ترقی کر گئے تھے ۔ علوم عقلی و نقلی میں ماہر تھے اور عقلیات میں حسب ضرورت دسترس رکھتے تھے ۔ بڑے دیانتدار تھے ۔

۱۲- قاضی صدر الدین لاہوری

علوم عقلی و نقلی اچھی طرح جانتے تھے ۔ چند سال تک لاہور کے قاضی رہے ۔

۱- ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں فوت ہوئے تفصیل کے لیے دیکھیے :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۶۴ - ۲۶۵ ۔
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۲۸ - ۴۳۰ ۔
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۰۶ - ۲۰۸ ۔

۲- شیخ عبدالنبی ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں فوت ہوئے ۔ ملاحظہ ہو ،
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۳۲۶ - ۳۲۷ ۔
(۲) بزم تیموریہ ، ص ۹۳ - ۹۴ ۔
(۳) رود کوثر ، ص ۹۱ - ۱۱۰ ۔
(۴) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۱۹ - ۲۲۲ ۔
(۵) منتخب التواریخ ، ص ۴۳۳ - ۴۳۵ ۔
(۶) *طرب الاماثل بتراجم الافاضل* ، ص ۲۱۸ - ۲۲۰ ۔
(۷) دربار اکبری ، ص ۲۹۷ ۔

۱۳- قاضی طواسی

اس زمانہ کے علماء میں خصوصاً اپنے ہم عصر قاضیوں میں دیانت و صلاحیت کے اعتبار سے ضرب المثل تھے - بہت عرصہ تک اکبر بادشاہ کے قاضی القضاۃ رہے[1] -

۱۴- ملا محمد یزدی

ملا مرزا خان کے شاگرد رشید تھے - علوم عقلی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے - علم تاریخ خوب جانتے تھے - ۹۸۴ھ/۷۷-۱۵۷۶ء میں شیراز سے آ کر شاہی عنایات سے سرفراز ہوئے - ۹۹۸ھ/۹۰-۱۵۸۹ء میں انتقال ہوا[2] -

۱۵- ملا اسحاق کاکو لاہوری

علمائے ہند میں نہایت لائق تھے - فقر و قناعت و توکل میں ہم عصروں میں ممتاز تھے - ان کی عمر سو سال کی ہوئی[3] -

۱۶- ملا جمال خاں مفتی دہلوی

اپنے زمانہ کے دانشمندوں میں سے تھے - منقول میں تبحر رکھتے تھے اور معقول میں بقدر ضرورت واقفیت رکھتے تھے - تمام عمر درس میں گزار دی[4] -

---

۱- ملاحظہ ہو، منتخب التواریخ، ص ۳۲-۳۳ -

۲- شیعیت میں بہت متعصب تھے - ملاحظہ ہو، نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ص ۳۲۹ -

۳- ۹۹۶ھ/۸۸-۱۵۸۷ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو:

(۱) منتخب التواریخ، ص ۱۸-۱۹ -

(۲) نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ص ۳۲-۳۳ -

(۳) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ)، ص ۱۰۹ -

۴- مفتی جمال خاں بن شیخ نصیر الدین اپنے زمانہ میں کنبوہوں کی جماعت میں اعلم العلماء تھے - ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو:

(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۱۵۳-۱۵۴ -

(۲) منتخب التواریخ، ص ۳۲ - (۳) المشاہیر، ص ۷۶ -

[۳٦۱] ۱۷- میاں حاتم سنبھلی

اپنے زمانہ کے علماء میں بہترین عالم تھے برسوں تک مخلوق کو فیضیاب کرتے رہے اور اکثر کتب متداولہ ان کو یاد تھیں[1] ۔

۱۸- میاں احمدی

امیٹھی کے رہنے والے ، دانشمند ، تمام عمر مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں مشغول رہے اور اکثر کتب متداولہ کا درس اپنی یاد سے یاد کرتے تھے - صالح ، متقی اور صاحب ریاضت تھے -

۱۹- ملا سعداللہ لاہوری

اپنے عہد کے بڑے عالم تھے اور ملامتیہ طریق رکھتے تھے[2] -

۲۰- ملا منور

اپنے زمانہ کے دانش مندوں میں تھے - برسوں مخلوق کو فیضیاب کیا

۲۱- ملا شیخ احسن بغدادی

علوم عقلی و نقلی و ریاضی و طبیعی و الٰہی کے عالم تھے - برسوں تک دہلی میں درس دیتے رہے - پھر حجاز کے سفر پر چلے گئے -

---

۱- شیخ عزیز اللہ سنبھلی کے شاگرد و مرید اور ملا عبدالقادر بدایونی کے استاد تھے - ۹٦۸ھ/٦۱ - ۱۵٦۰ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۵٦ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۲٦ - ۳۲۸ -
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۸۳ -

۲- ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۱۱ - ۲۱۲ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۱۹ - ۳۲۰ -
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۲۳ -
(۴) تذکرہ علماء و المشائخ ، ص ۵ - ٦ -

۲۲- ملا شیخ حسن تبریزی

عالم تھے ، برسوں تک درس دیتے رہے -

۲۳- سید ولی

دہلی کے علماء میں سے تھے -

[۵۶۲] ۲۴- مولانا بایزید

یہ بھی دہلی کے عالم تھے -

۲۵- قاضی یعقوب فالک پوری

برسوں تک قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز رہے - قاضی فصیخت کے داماد تھے -

۲۶- شیخ بهاؤ الدین

آگرہ کے مفتی ، اپنے وقت کے عالم ، صلاح و تقویٰ میں ممتاز تھے[1]-

۲۷- شیخ ابوالفتح

آگرہ کے مفتی تھے[2] -

۲۸- قاضی ناصر

آگرہ میں قاضی تھے[3] -

۱- ۱۱ شوال ۹۷۸ھ/۱۵۷۱ء کو انتقال ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۳۲ -
(۲) اخبار الاخیار ، ص ۲۵ -
(۳) بوستان اخبار ، ص ۵۶ - ۵۷ -

۲- تھانیسر کے رہنے والے اور شیخ عبدالغفور کے صاحبزادے تھے - ۸ جمادی الاولیٰ ۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء کو انتقال ہوا - ملاحظہ ہو - بوستان اخبار ، ص ۳۳ -

۳- شیخ عمر بن شیخ حامد کے بیٹے تھے - ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء میں وفات پائی - ملاحظہ ہو - بوستان اخبار ، ص ۲۲۱ -

۲۹- قاضی صوفی

لاہور کے قاضی ، دیانت و تقویٰ میں ممتاز تھے ۔

۳۰- ملا الہداد انگر خانی لاہوری

ہر وقت درس دیا کرتے تھے[۱] ۔

۳۱- سید محمد میر عدل

پرگنہ امروہہ کے رہنے والے تھے ۔ امارت و حکومت کے مرتبہ تک ترقی کی ۔ عرصہ تک میر عدل رہے ۔ چند سال تک بھکر کی ولایت میں ان کی جاگیر رہی ۔ وہیں انتقال کیا[۲] ۔

[۴۶۳] ۳۲- ملا اسماعیل عرب

دانشمند ، محدث اور مفسر تھے[۳] ۔

۳۳- ملا مقیم

مدرس ، چند سال تک دہلی میں درس دیتے رہے ۔

۳۴- ملا غلام علی کور

۳۵- ملا خواجہ علی ماوراء النہری

۱- امراء و اغنیاء کے مکان پر کبھی نہیں گئے اور نہ بادشاہان زمانہ سے کسی چیز کے طالب ہوئے اور نہ مدد معاش لی ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۱۷ ۔
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۶۷ ۔

۲- سید محمد میر عدل کا ذکر طبقہ امراء میں ہو چکا ہے ۔

۳- ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۱۱ ۔
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۵۷ ۔
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۸ ۔

۳۶- ملا حسن علی موصلی

معقول ، حکمت اور ریاضی میں صاحب فن تھے - ہندوستان سے موصل چلے گئے[1] -

۳۷- ملا جمال لاہوری

آج کل خلق خدا کو فیض یاب کرتے ہیں[2] -

۳۸- قاضی غضنفر سمرقندی

سید ، دانش مند اور مختلف فضائل سے آراستہ تھے - چند سال تک ولایت گجرات میں قاضی القضاۃ رہے - وہاں سے مکہ معظمہ چلے گئے -

۳۹- قاضی بابا خواجہ

اس زمانہ میں اجین کے قاضی ہیں - علوم عقلی و نقلی سے واقف ہیں -

۴۰- ملا حمید مفسر سنبھلی

صوفی مذہب ہیں - تفسیر اچھی جانتے ہیں[3] -

[۴۶۴] ۴۱- ملا حاجی کشمیری

اس زمانہ میں دہلی میں (مخلوق کو) فائدہ پہنچاتے ہیں ، علوم عقلی

۱- کہتے ہیں کہ ابوالفضل اور مرزا نظام الدین احمد جیسے افاضل نے ان سے استفادہ کیا - ۹۹۸ھ/۹۰ - ۱۵۸۹ء میں موصل واپس چلے گئے - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ۱۶۰ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۶۰ -

۲- شیخ فیضی کی تفسیر کی اکثر جگہ اصلاح کی - ملاحظہ ہو - تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۵۰ -

۳- اپنے دور کے نامور واعظ ، عالم اور مفسر تھے - ہمایوں بادشاہ ان کا متعقد تھا - ملاحظہ ہو :
تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ۱۷۱ - ۱۷۲ -

و نقلی جانتے ہیں[1] ۔

۴۲۔ ملا یعقوب کشمیری

مولوی ہیں ، شعر بھی کہتے ہیں ، معمہ اور شعر کا فن جانتے ہیں[2] ۔

۴۳۔ حاجی ابراہیم آگرہ

عالم ، عابد ، متقی (علم نجوم کے ماہر) تھے[3] ۔

۴۴۔ حاجی ابراہیم سرہندی

علوم نقلی جانتے تھے[4] ۔

۴۵۔ ملا ویس گوالیاری

حکمت ، ریاضی اور نجوم کے علوم میں ممتاز تھے[5] ۔

۱۔ نام ملا حاجی محمد کشمیری ہے ۔ ۱۰۰۶ھ/۱۵۹۷ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو : (۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۵۷ ۔
(۲) مفتاح التواریخ ، ص ۲۰۲ ۔
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد پنجم ، ۱۲۶ - ۱۲۷ ۔

۲۔ نامور عالم تھے ۔ بہت سی کتابیں لکھیں ۔ خمسہ جامی کا جواب لکھا ۔ ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۵ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۵۵۲ ۔
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد پنجم ، ص ۴۵۲ - ۴۵۳ ۔
(۳) منتخب التواریخ ، ص ۴۶۲ - ۴۶۵ ۔
(۴) حدائق الحنفیہ ، ص ۳۹۴ - ۳۹۵ ۔

۳۔ حاجی ابراہیم ولد شیخ داؤد ، ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء کو فوت ہوئے ۔ ملاحظہ ہو ۔ (۱) بوستان اخیار ، ص ۳۶ - ۳۸ ۔
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد پنجم ، ۵ - ۶ ۔
(۳) منتخب التواریخ ، ص ۱۶۴ ۔ (۴) گلزار ابرار ، ص ۲۲۴ ۔

۴۔ ملاحظہ ہو ۔ نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۵ - ۶ ۔

۵۔ ملاحظہ ہو : (۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۵۷ - ۴۵۸ ۔
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۴۵ ۔

۴۶۔ مولانا شاہ محمد شاہ آبادی

علوم عقلی و نقلی حاصل کیے تھے ۔ ریاضی اور نجوم میں مناسبت رکھتے تھے ۔

۴۷۔ ملا عبدالحق حقی

آج کل دہلی میں ہیں ۔ مختلف علوم حاصل کیے ہیں ۔ شاعری کا ذوق رکھتے ہیں ۔ صوفی مشرب ہیں[1] ۔

[۴۶۵] ۴۸۔ شیخ حمید

محدث ، اہل صلاح و تقویٰ میں سے ہیں ۔ احمد آباد میں مقیم ہیں ۔

۴۹۔ ملا موسیٰ سندھی

احمد آباد میں تھے ۔ تقویٰ اور ریاضت سے آراستہ تھے ۔

۵۰۔ ملا عبدالرحمٰن بوہرہ

احمد آباد میں تھے ۔

۱۔ شیخ عبدالحق بن سیف الدین پیدائش ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء انتقال ۱۰۵۲ھ/ ۴۳ - ۱۶۴۲ء ، نامور عالم ، محدث اور مصنف تھے ۔ ان کی قبر قطب صاحب (مہرولی) میں حوض شمسی کے کنارے ہے ۔ جولائی ۱۹۶۳ء میں خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے زیارت کی ہے ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۷۶ - ۲۷۷ ۔
(۲) تذکرہ شیخ عبدالحق از سید احمد قادری ۔
(۳) حیات شیخ عبدالحق از پروفیسر خلیق احمد نظامی ۔
(۴) مراۃ الحقائق از برکت علی ۔
(۵) اتحاف النبلاء ، ص ۳۰۲ - ۳۰۵ ۔
(۶) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ، ص ۵۲ - [illegible] ۔

۵۱- ملا الہداد امروہہ

خوش فہم تھے - ملامتیہ طریقہ رکھتے تھے[1] -

۵۲- ملا الہداد سلطان پوری[2]

مخدوم الملک کے شاگرد ہیں -

۵۳- ملا عالم کابلی

خوش مزاج شگفتہ طبیعت اور آزاد خیال تھے - شعر کہتے تھے - فن تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حکام ، علماء اور شعراء کے حالات ہیں - فواغ الولایۃ کتاب کا نام رکھا ہے[3] -

۵۴- قاضی خان بدخشی

امراء میں شامل تھے - علوم عقلی و نقلی خوب جانتے تھے - زبان تصوف میں ممتاز تھے -

---

۱- ولد شیخ رکن الدین ، ملا عبدالقادر بدایونی سے تعلقات تھے ، ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو) ، ص ۱۱۷ - ۱۱۸ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۶۸ - ۶۹ -
(۳) تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ ، جلد دوم) ، ص ۲۵۱ - ۲۵۲ -
(۴) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۳ -

۲- المتوفی ۱۰۰۶ھ/ ۹۸ - ۱۵۹۷ء - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۱۷ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۵۰ -
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۹ -

۳- المتوفی ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو) ، ص ۲۵۹ - ۲۶۰ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۵۰۵ - ۵۰۶ -
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۶۶ - ۱۶۷ -

[۴٦٦] ۵۵- میر صدر جہاں

عالم ہیں ، مدت دراز تک مفتی رہے ۔ آج کل صدر الصدور ہیں ۔ شاعری کا بھی ذوق رکھتے ہیں[1] ۔

۵٦- ملا بایزید

لاہور کے مفتی ہیں ۔

۵۷- ملا عبدالشکور

لاہور کے رہنے والے ہیں ۔

۵۸- میر عبداللطیف قزوینی

سید ، فاضل ، مورخ اور صاحب صلاح و تقویٰ ہیں[2] ۔

۵۹- ملا میر کلان ہروی

زبردست دانشمند اور اہل صلاح تھے ۔ ان کی عمر اسی سال کی ہو گئی تھی ، مگر شادی نہیں کی ۔ جب لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا ، تو کہا کہ اس وجہ سے کہ شاید (بیوی) ماں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے ، میں نے شادی نہیں کی ۔ برسوں آگرہ میں میں درس دیتے رہے[3] ۔

۱- طبقہ امراء میں ان کا ذکر ہو چکا ہے ۔

۲- شاہ طہماسپ بادشاہ ایران کے ظلم کی وجہ سے ۹٦۹ھ/٦۲ - ۱۵٦۱ء میں ہندوستان آئے - ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۳۲۲ ۔
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۰۱ - ۲۰۲ ۔
(۳) منتخب التواریخ ، ص ۱۴۴ - ۱۴۲ ۔

۳- میر کلاں محدث کا انتقال سو سال کی عمر میں ۹۸۱ھ/ ۷۴ - ۱۵۷۳ء میں ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۵۰۴ - ۵۰۵ ۔
(۲) بوستان اخیار ، ص ۲۱۹ ۔
(۳) حدائق الحنفیہ ، ص ۳۸۵ ۔
(۴) ابجد العلوم ، ص ۹۰۴ ۔

۶۰۔ ملا عبدالقادر

اکبر بادشاہ کے استاد تھے ۔ برسوں تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے ، آخر میں حجاز چلے گئے ۔

۶۱۔ قاضی حسن قزوینی

صوری خوبیوں سے آراستہ ہیں ۔

[۶۲۔] ۔۔۔ ملا حبیب

دانش مند مدرس ہیں ۔ دیوانوں اور ہوش مندوں (دونوں) کے سردار ہیں ۔

۶۳۔ ملا اسماعیل مفتی

لاہوری تھے ۔

۶۴۔ ملا ابوالفتح لاہوری

زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے ۔

۶۵۔ عبدالرحمن لاہوری

۶۶۔ ملا عبدالجلیل لاہوری

ملا ابوالفتح کے بھائی اور اپنے زمانہ کے مفتی تھے ۔

۶۷۔ ملا علی کرد

علوم عقلی میں کمال رکھتے تھے ۔ ولایت کردستان سے ہندوستان آئے ۔ انتقال ہو چکا ہے ۔

۶۸۔ ملا عثمان سامانہ

آج کل سپاہیوں میں شامل ہیں اور پرگنوں کے انتظام میں مشغول ہیں۔

۶۹- ملا سلطان تھانیسری

برسوں خلق خدا کے افادہ میں مشغول رہے[1] -

۷۰- ملا امام الدین

لاہور کے مدرس تھے -

[۴۶۸] ۷۱- شیخ معین

ملا معین واعظ کے پوتے ، برسوں لاہور میں رہے اور وہیں انتقال ہوا

۷۲- قاسم بیگ تبریزی

عقل میں ممتاز ہیں اور امراء میں شامل ہیں -

۷۳- سید نعمت اللہ لاہوری

۷۴- شیخ نور الدین کنبوء لاہوری

۷۵- ملا عبدالقادر بدایونی

تمام عمر اکبر بادشاہ کی خدمت میں گزار دی - فضائل و کمالات سے آراستہ ہیں - علم صوفیہ ، تاریخ اور فنون اشعار میں کامل مہارت رکھتے ہیں - چند کتابیں تصنیف کیں - اکبر بادشاہ کے حکم سے بعض ہندی (سنسکرت) کتابوں کا ترجمہ فارسی میں کیا[2] -

---

۱- مہا بھارت کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۲۳ -
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد پنجم ، ص ۱۶۱ - ۱۶۲ -
(۳) منتخب التواریخ ، ص ۴۵۰ -

۲- عبدالقادر بن ملوک شاہ ، دور اکبری کا نامور مورخ اور منتخب التواریخ کا مؤلف ، ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء میں انتقال ہوا اور بدایوں میں دفن ہوا - بدایوں خاکسار مترجم محمد ایوب قادری کا ننھالی وطن ہے میرے نانا چودھری حاجی وہاب الدین (۱۹۱۴ء) بدایوں کے عمائد شہر سے تھے - ملاحظہ ہو : تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۳۱۷ - ۳۱۸ -

۷۶- شمس خاں کنبوہ لاہوری

۷۷- ملا ہاشم کنبوہ

علوم عقلی و نقلی جانتے ہیں۔

۷۸- قاضی نور اللہ شوستری

اس زمانہ میں لاہور کے قاضی ہیں۔ دیانت و امانت اور فضائل و کمالات سے آراستہ ہیں[1]۔

[۴۶۹] ۷۹- ملا عثمان قاری

زہد اور مجاہدہ میں ممتاز تھے۔ برسوں گجرات میں خلق خدا کو فائدہ پہنچایا۔

۸۰- سید یاسین سرہندی

میاں وجیہہ الدین کے شاگردوں میں ہیں[2]۔

۸۱- ملا قاسم واحد العین قندہاری

علوم عقلی و نقلی کا درس دیا کرتے تھے۔

۱- مجالس المومنین کے مؤلف ہیں۔ غضب جہانگیری کے نتیجہ میں ۱۰۱۹ھ/۱۱-۱۶۱۰ء میں ملک عدم کی راہ لی۔ ملاحظہ ہو:
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۵۳۳۔
(۲) منتخب التواریخ، ص ۴۶۰ - ۴۶۱۔
(۳) رود کوثر، ص ۳۴۵ - ۳۵۳۔
(۴) مفتاح التواریخ، ص ۲۲۰۔
(۵) شہید ثالث از مرزا محمد ہادی عزیز۔
(۶) ذخیرۃ الخوانین، (جلد دوم)، ص ۳۷۳۔
(۷) تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء، ص ۴۱۲ - ۴۱۷۔

۲- ملاحظہ ہو: نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ص ۳۹۳ - ۳۹۴۔

۸۲- ملا عبدالسلام لاهوری

لاہور کے نامور عالم تھے[1] -

۸۳- ملا بده لنگاه

متبحر دانش مند اور اپنے وقت کے زاہد تھے -

۸۴- ملا حسام الدین سرخ لاهوری

علمائے لاہور کے برخلاف علوم عقلی بھی خوب جانتے تھے - نہایت متقی تھے -

۸۵- ملا اسماعیل اودہ

نامور عالم ، مفتی اور محدث تھے -

۸۶- ملا الهداد لکھنوی

زہد و تقوی میں مشہور ہیں - آج کل دہلی میں ہیں[2] -

[۴۷۰] ۸۷- سید محمد گوپامئو

۸۸- قاضی عثمان بنالی سندھی

نامور عالم ، زہد و تقوی میں ممتاز تھے ، دہلی میں رہتے تھے -

۸۹- مخدوم جہاں سندھی

سیوستان میں ہیں ، نامور عالم اور زہد و تقوی میں امتیاز رکھتے ہیں-

---

۱- المتوفی ۱۰۳۷ھ/۲۸ - ۱۶۲۷ء - ملاحظہ ہو - تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۹۸ -

۲- ملاحظہ ہو :
(۱) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۴۲ - ۴۳ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۳۲ - ۴۳۷ -
(۳) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۱٦ -

۹۰- شیخ بہلول دہلوی

۹۱- شیخ تاج الدین دہلوی صوفی

۹۲- میر عبدالاول دکنی

تمام علوم کے جامع تھے -

۹۳- ملا جمال مدرس ملتانی

۹۴- ملا عثمان بنگالی

۹۵- میر منیر

سپاہیوں کے زمرہ میں شامل ہیں -

۹۶- میر عبدالحی صدر

خراسانی تھے ، ہمایوں بادشاہ نے ان کو صدر الافاضل بنایا تھا - اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہتے تھے -

[۴۷۱] ۹۷- ملا تقی الدین شستری

[۴۷۱] علوم عقلی و نقلی کے خوب ماہر ہیں - اکبر بادشاہ کی ملازمت میں عنایات شاہانہ سے سرفراز ہیں[۱] -

۹۸- شیخ فرید بنگالی

دانشمند متبحر ، متقی ، محدث اور اہل و جد و شوق سے تھے -

۹۹- شیخ تاج الدین دہلوی

شیخ امان پانی پتی کے مرید اور متصوف تھے[۲] -

• • •

۱- ملاحظہ ہو : (۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۴۰ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۸۴ - ۴۸۵ -
(۳) بزم تیموریہ ، ص ۱۰۷ -

۲- ملاحظہ ہو : (۱) تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۳۶ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۱۹ - (۳) رود کوثر ، ص ۸۶ - ۸۷ -

دور اکبری کے مشائخ

کہ اس فقیر (مرزا نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری) نے ان میں سے اکثر سے ملاقات کی ہے اور انھوں نے اکبر بادشاہ کا زمانہ پایا ہے -

۱- شیخ سلیم سیکری وال

مشائخ وقت میں سے تھے ، ریاضت و مجاہدہ میں ممتاز تھے ، صاحب کرامت و خوارق ، اور اخلاقِ جلیلہ سے آراستہ تھے - چوبیس حج کیے - ایک مرتبہ پندرہ سال تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے - اکبر بادشاہ نے ان بزرگوار کی وجہ سے فتح پور کو چند سال پایہ تخت رکھا - ۹۷۹ھ/۷۲ - ۱۵۷۱ء میں انتقال فرما گئے[1] -

۲- شیخ نظام الدین اسیٹھی وال

کمالات صوری و معنوی کے حامل اور ریاضت و مجاہدہ میں عالی مرتبہ تھے - مشیخت و ارشاد کے سجادہ پر سرفراز ، طالب ہدایت کو

۱- شیخ سلیم چشتی بن شیخ بہاء الدین ، اپنے دور کے نامور شیخ طریقت تھے - ۹۷۷ھ/۷۲ - ۱۵۷۱ء میں انتقال ہوا ، "شیخ ہندی" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے - ملاحظہ ہو:

(۱) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۲۶ - ۱۲۷ -

(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۹۹ - ۴۰۳ -

(۳) اخبار الاخیار ، ۲۸۹ - ۲۹۰ -

(۴) معارج روحانی (سوانح حیات شیخ سلیم چشتی) از سراج احمد عثمانی

ہدایت فرماتے تھے ۔ انتقال ہو گیا ہے[1] ۔

[۴۷۲] ۳- شیخ محمد غوث

شیخ بہلول کے بھائی ہیں ۔ دعوت اسماء جانتے تھے ۔ مشیخت کے لباس میں نہایت جاہ و مرتبہ رکھتے تھے ۔ اکبر بادشاہ کو ان سے بہت حسن ظن تھا ۔ چنانچہ شیخ کو ایک کروڑ کا وظیفہ دیا تھا[2] ۔

۴- خواجہ عبدالشہید

خواجہ ناصر الدین عبداللہ احرار کی اولاد سے ہیں ۔ نہایت بزرگ اور صاحب کمالات انسان تھے ۔ بیس سال تک ہندوستان میں رہے ۔ اکبر بادشاہ نے پرگنہ جاری ان کے وظیفہ میں دے دیا تھا ۔ تقریباً دو ہزار فقراء و مساکین کی بسر اوقات خواجہ کے ذریعہ سے ہوتی تھی ۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا ، تو سمرقند چلے گئے ۔ کہتے ہیں کہ اپنی ہڈیوں کو لیے جاتا

۱- شیخ نظام الدین بن محمد یٰسین ۹۰۰ھ/۹۵-۱۴۹۴ء میں امیٹھی میں پیدا ہوئے ۔ اپنے دور کے نامور عالم اور صوفی تھے ۔ تاریخ انتقال میں اختلاف ہے ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تاریخ قصبہ امیٹھی از شیخ خادم حسین ۔
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۰۲ - ۴۰۷ ۔
(۳) اخبار الاخیار ، ص ۲۸۴ - ۲۸۵ ۔
(۴) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۷۸ - ۳۸۰ ۔
(۵) افاضات بندگی از بہاء الدین صدیقی ۔

۲- اپنے دور کے نامور شیخ طریقت ، ۹۷۰ھ/۶۳-۱۵۶۲ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۴۵۶ - ۴۵۷ ۔
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۹۶ - ۳۹۸ ۔
(۳) رود کوثر ، ص ۳۶ - ۴۰ ۔
(۴) مفتاح التواریخ ، ص ۱۷۳ ۔
(۵) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۹۳ - ۲۹۴ ۔

ہوں ۔ سمرقند پہنچنے کے چند روز بعد انتقال فرما گئے[1] ۔

۵- شیخ مبارک ناگوری

اپنے زمانہ کے ممتاز علماء اور مشائخ میں تھے ۔ توکل میں اعلیٰ شان رکھتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عمادطارمی سے گجرات میں تحصیل علوم کی ۔ آخر عمر میں عربی زبان میں چار جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر لکھی جس کا نام منبع العیون ہے اور یہ تفسیر کبیر کی طرح ہے ۔ اس کے علاوہ بھی نہایت اعلیٰ (تالیفات ہیں) تقریباً پچاس سال تک دارالحکومت آگرہ میں خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے رہے ۔ ان کے کمالات کی نشانیوں میں سے ان کے صاحب کمال فرزند ہیں جن کو فخر روزگار کہا جا سکتا ہے ، مثلاً علامی شیخ ابوالفضل و ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی و شیخ ابوالخیر وغیرہ ۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے لڑکوں کے نام اسم بامسمّی رکھے ہیں ۔ ماہ ذی قعدہ ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء میں لاہور میں انتقال ہوا ۔ ''شیخ کامل'' اور ''فخر الکمل'' ان کی تاریخ وفات ہے[2] ۔

[۴۷۳] ۶- شیخ ادھن جونپوری

کمالات معنوی رکھتے تھے ۔ انھوں نے برسوں طلبہ کو درس دیا[3] ۔

۱- ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ خواجہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں سمرقند گئے ۔ ملاحظہ ہو ۔ منتخب التواریخ ، ص ۱۳ ۔

۲- شیخ مبارک کے حالات کے لیے دیکھیے :

(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۴۰۲ - ۴۰۳ ۔

(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۳۰ - ۴۳۱ ۔

(۳) مآثر الکرام (دفتر اول) ، ص ۱۹۷ - ۱۹۸ ۔

(۴) بزم تیموریہ ، ص ۸۰ ۔

(۵) دربار اکبری ، ص ۴۰۷ - ۴۴۵ ۔

(۶) بوستان اخیار ، ص ۱۴۷ - ۱۵۳ ۔

۳- ۹۷۰ھ/۶۳ - ۱۵۶۲ء میں انتقال ہوا ''شیخ ادھن'' سے تاریخ انتقال نکلتی ہے ۔ ملاحظہ ہو : منتخب التواریخ ، ص ۱۴ ۔

۷- شیخ پنجو سنبھلی

صفائی باطن و کمالات معنوی میں مشہور تھے[1] ۔

۸- میاں وجیہہ الدین گجراتی

پچاس سال تک ارشاد و ہدایت کے سجادہ پر متمکن رہے ۔ فقر و فاقہ و توکل سے گزر کرتے تھے ۔ ہر وقت درس دیا کرتے ۔ علوم عقلی و نقلی میں ماہر تھے ۔ صاحب تصالیف بھی تھے ۔ اکثر علمی کتابوں کی شرحیں اور حاشیے لکھے ہیں[2] ۔

۹- شیخ الہداد خیر آبادی

صاحب ارادت و حال تھے ۔ برسوں شاگردوں کو درس دیتے رہے ۔

۱۰- شیخ نظام نارنولی

برسوں صاحب سجادہ رہے اور لوگوں کو ہدایت فرماتے رہے[3] ۔

۱- ملاحظہ ہو : منتخب التواریخ ، ص ۳۹۸ ۔

۲- شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء میں پیدا ہوئے اور ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ۵۳۹ - ۵۴۱ ۔
(۲) حدائق الحنفیہ ، ۳۸۸ - ۳۸۹ ۔
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۸۵ - ۳۸۶ ۔
(۴) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ، ص ۲۶ ۔
(۵) مآثر الکرام (دفتر اول) ، ص ۱۹۶ - ۱۹۷ ۔

۳- نظام الدین ولد عبدالکریم نامور شیخ طریقت ، ۹۹۸ھ/۹۰ - ۱۵۸۹ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ۳۷۸ ۔
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۰۸ ۔
(۳) گلزار ابرار ، ص ۳۹۰ - ۳۹۱ ۔

۱۱- شیخ جمال تھانیسری

صاحب معرفت و حال اور کمالات صوری و معنوی کے حامل تھے - لوگوں کو برسوں ارشاد و ہدایت فرماتے رہے[۱] -

۱۲- شیخ داؤد جھنی وال

ذوق و سماع و وجد و ذکر کرتے تھے - قوم کے بڑھئی تھے - برسوں طالبوں کو ہدایت فرماتے رہے[۲] -

[۴۷۴] ۱۳- شیخ موسیٰ آہنگر

کشف و کرامات میں مشہور ہیں - اکبر بادشاہ کے ابتدائی دور سلطنت میں انتقال ہوا[۳] -

---

۱- ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں انتقال ہوا - تحقیق اراضی الہند کے نام سے ایک کتاب لکھی جو طبع ہو چکی ہے - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۴۶ - ۱۴۷ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۹۵ - ۳۹۶ -
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۸۲ - ۸۳ -
(۴) اخبار الاخیار ، ص ۲۸۵ -
(۵) گلزار ابرار ، ص ۵۷۹ - ۵۸۰ -

۲- قادری سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت تھے - ملا عبدالقادر بدایونی ان سے ارادت رکھتے تھے - ۹۸۲ھ/۷۵ - ۱۵۷۴ء میں انتقال ہوا -
ملاحظہ ہو : (۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۰۹ - ۴۱۳ -
(۲) اخبار الاخیار ، ص ۴۱۳ -

۳- شیخ موسیٰ عارف باللہ تھے - پہلے سہروردی سلسلہ میں شیخ شہراللہ سے بیعت ہوئے پھر بندگی عبدالجلیل کے حلقہ ارادت میں آئے - ان کے حالات و مناقب مولانا ابوالبرکات سید احمد مرحوم نے مناقب موسوی کے نام سے شائع کیے ہیں - مزید حالات کے لیے دیکھیے :
(۱) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۷۰ -
(۲) تاریخ جلیلہ از غلام دستگیر نامی ، ص ۲۵۵ -

۱۴- شیخ نعمت اللہ گجراتی

صوفی مشرب اور برد بار مزاج تھے -

۱۵- شیخ عبدالغفور اعظم پوری

پرگنہ اعظم پور میں برسوں طالبوں کو ہدایت و ارشاد فرماتے رہے[1]

۱۶- شیخ یوسف پرکن

مجذوب لاہوری ، کشف میں مشہور و معروف تھے -

۱۷- شیخ رحمت اللہ

شیخ حمید کے بھائی ، محدث ، حالات صوری و معنوی کے مالک تھے
جب گجرات میں بیمار ہوئے ، تو ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں مکہ معظمہ کو چلے
گئے اور وہیں انتقال ہوا[2] -

۱۸- شیخ عبداللہ بدایونی

اصل میں یہ ہندو تھے - گلستان پڑھنے کے زمانے میں جب پیغمبر
(صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام آیا ، تو استاد سے پوچھا کہ یہ کون شخص
ہیں - استاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر سے مناقب بیان کر
دیے - وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے - علم و فضل سے آراستہ اور زہد و

۱- ۹۸۵ھ/۷۸-۱۵۷۷ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۰۹ - ۲۰۸ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۱۴ -
(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۹۵ - ۱۹۶ -
(۴) تشریح الانساب ، ص ۱۲ - ۱۳ -

۲- شیخ رحمت اللہ بن عزیز اللہ ، ملاحظہ ہو : نزہتہ الخواطر ، جلد
چہارم ، ص ۱۱۳ - ۱۱۴ -

تقویٰ میں مشہور ہیں[1] -

[۴۷۵] ۱۹- شیخ طہ

شیخ سلیم کے خلفاء میں سے ہیں - گجرات میں رہتے ہیں -

۲۰- شیخ ماہ

شیخ ادھن کے خلیفہ ہیں - برسوں گجرات میں رہے ہیں - وہیں ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء میں انتقال ہوا -

۲۱- شیخ عبداللہ سہروردی

گجرات میں تھے -

۱- شیخ عبداللہ بدایونی کی اولاد بدایوں میں تھی جس کے ایک رکن مولوی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی (ف ۱۴۷۰ء) تھے ، ضیاء القادری صاحب نے کراچی آ کر اپنے خاندان کے لوگوں کے حالات میں ایک کتاب باسم تاریخی ''تاریخ اولیائے حق'' (۱۳۷۷ھ) لکھی ہے - اس میں عبداللہ بدایونی کا شجرہ نسب بغیر حوالہ قاضی رکن الدین سامانی سے ملایا ہے - اسی خاندان کے ایک اور شخص مزمل حسین حشر القادری نے اپنے خاندان کے حالات میں ایک کتاب مصباح التواریخ لکھی ہے - شیخ عبداللہ کے حالات کے لیے دیکھیے :

(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۲۰ - ۴۲۱ -

(۲) تذکرۃ الواصلین ، ص ۱۸۰ - ۱۸۷ -

(۳) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۲۱۱ - ۲۱۲ -

(۴) روضہ صفا (قلمی) اکرام اللہ محشر -

(۵) خزینۃ الاصفیا ، جلد اول ، ص ۸۳ - ۸۴ -

۲۲- شیخ کپور مجذوب

گوالیار میں تھے - ہندوستان کے عوام کو ان پر خوب اعتقاد تھا[1] -

۲۳- امیر سید عبداللہ اودھی

بزرگان زمانہ میں سے تھے اور کمالات انسانی سے متصف تھے - (اپنا) یہ شعر ان کو پسند تھا[2] :

ندانم آں گل خود رو ، چہ رنگ و بودارد
کہ مرغ ہر چمنے گفت و گوں او دارد

۲۴- شیخ الہ بخش گڑھ مکٹیشر

جذبہ سے خالی نہ تھے[3] -

۲۵- سید صالح فتح پوری

جو فتح پور (ہنسوہ) کے نام سے مشہور ہے - یہ بھی جذبہ سے خالی نہ تھے -

۲۶- سید احمد مجذوب عید روسی

آج کل بروچ میں ہیں - ان سے بہت سے خوارق دیکھنے میں آئے - صاحب کشف تھے -

---

۱- ۹۷۹ھ/۷۲ - ۱۵۷۱ء میں انتقال ہوا - فیضی نے ''کپور مجذوب'' سے تاریخ انتقال نکالی - ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۴۲۱ - ۴۲۲ -
(۲) اخبار الاخیار ، ص ۱۹۷ -

۲- ملاحظہ ہو : (۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۲۴ -
(۲) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ۲۳۲ -

۳- اپنے زمانہ کے عارف باللہ بزرگ تھے - ۱۰۰۲ھ/۹۴ - ۱۵۹۳ء میں انتقال ہوا - ان سے ایک کتاب ''مونس الذاکرین'' یادگار ہے جو ۱۸۸۸ء میں مطبع سوسائٹی بالس بریلی میں طبع ہوئی ہے - دیکھیے منتخب التواریخ ، ص ۴۲۲ - ۴۲۳ -

۲۷- سید جلال قادری آگروی

بزرگان زمانہ میں سے تھے - یہ فقیر (نظام الدین احمد) چند سال تک ان کے پڑوس میں رہا ہے -

۲۸- شیخ کبیر ملتانی

قطب الواصلین شیخ بہاءالدین زکریا کی اولاد میں سے تھے - شروع میں شراب پیتے تھے اور ہر قسم کے منہیات کا ارتکاب کرتے تھے - جب اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے ، تو تربیت پا کر منہیات کے تارک ہوگئے اور اپنے بزرگوں کا (نیک) طریقہ اختیار کر لیا -

۲۹- شیخ حبیب اللہ صوفی

صاحب حال تھے -

۳۰- شیخ ابو اسحاق سہرنگ لاہوری

اہل لاہور ان کی بابت کشف و مشاہدہ کا اعتقاد رکھتے ہیں[1] -

۳۱- سید مبارک الوری

جذبہ سے خالی نہیں تھے اور صاحب ریاضت تھے -

۳۲- شیخ کمال الوری

شیخ سلیم کے خلیفہ اور داماد تھے -

[۴۷۷] ۳۳- شیخ ماکھو آگرہ

مجذوب تھے - وہ عجیب و غریب باتیں کرتے تھے جن سے انکشافِ باطنی ہوتا تھا[2] -

---

۱- ۹۸۴ھ/۷۷-۱۵۷۶ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۷-۸ -

۲- ۹۸۲ھ/۷۵-۱۵۷۴ء تاریخ انتقال ''شیخ ماکھو'' سے نکلتی ہے ملاحظہ ہو بوستانِ اخیار ، ص ۱۴۶ -

۳۴- شیخ علاء الدین آگرہ

یہ بھی مجذوب اور صاحب کمال تھے ۔

۳۵- سید مبارک گوالیاری

صاحب جذبہ تھے ۔ ایک دن کسی شخص نے ان سے کہ جب وہ کیف کے عالم میں تھے ، دریافت کیا کہ کیا حال ہے ؟ تو انھوں نے ہندی زبان میں کہا کہ

"جی سے لاگی ہے"

یعنی نئے جانور کو جب پکڑا جاتا ہے ، تو اس کی آنکھیں سی دی جاتی ہیں ۔ جب دو تین دن گزر جاتے ہیں اور وہ کچھ مانوس ہو جاتا ہے ، تو اس کی آنکھیں قدرے کھول دی جاتی ہیں ۔ اس طرح آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں کھول کر اس کو مانوس کر لیا جاتا ہے ، جس وقت اس کی آنکھ کو تھوڑا سا کھولتے ہیں ، تو اس کیفیت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔

۳۶- شیخ خلیل افغان

۳۷- شیخ خواجہ خضر بختیار

برسوں آگرہ میں رہے : باز اور شکرے بہت پالتے تھے ، لیکن دنیاوی سامان کچھ نہیں رکھتے تھے ، اکثر شکار کو جاتے ۔ ان کے باورچی خانہ میں کھانا ہر وقت تیار رہتا تھا ۔ اگر دن میں چند آدمی آ جاتے اور (ان میں سے) ہر ایک علیحدہ علیحدہ آتا ، تو ہر شخص کو تازہ کھانا ملتا ۔ فقیروں اور مسکینوں کو خیرات دیا کرتے تھے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کیمیا بناتے تھے ، مگر ایسا نہیں تھا[۱] ۔

[۴۷۸] ۳۸- شیخ منور آگرہ مجذوب

سالک تھے ، فقر و توکل میں بسر کرتے تھے اور رئیسوں کو مرید کیا کرتے تھے[۲] ۔

۱- بوستان اخیار ، ص ۴۷ ۔

۲- بوستان اخیار ، ص ۲۱۵ ۔

۳۹- شیخ حسین

شیخ خوارزمی[1] سے خلیفہ ، درویش صفاکیش اور صاحب وجد و حال تھے - برسوں آگرہ میں رہے -

۴۰- شیخ حاجی احمد لاہوری

حاجی تھے -

۴۱- شیخ احمد حاجی پولادی

مجذوب سندھی -

۴۲- شیخ جلال حجام سندھی

۴۳- شیخ بھیک کاکوری[2]

۴۴- شیخ محمد عاشق سنبھلی

۴۵- شیخ عبدالعزیز دہلوی

اعلٰی اخلاق کے مالک تھے[3] -

۱- مخدوم شیخ حسین خوارزمی کے مرید و خلیفہ تھے - ملاحظہ ہو بوستان اخیار ، ص ۲۷ -

۲- ملا بدایونی نے ان کا نام ''شیخ بھیکن'' لکھا ہے بڑے عالم اور متقی تھے - ۹۸۱ھ/۷۵-۱۵۷۴ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ، ص ۳۰۷ -

۳- شیخ عبدالعزیز بن حسن پیدائش ۸۹۸ھ/۱۴۸۴ء ، انتقال ۹۷۵ھ/ ۶۸-۱۵۶۷ء ، عالم اور شیخ طریقت تھے - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۳۰۱ - ۳۰۲ -
(۲) نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۸۳ - ۱۸۴ -
(۳) اخبارالاخیار ، ص ۲۸۲ -
(۴) ملفوظات شاہ عبدالعزیز ، ص ۹۰ -

۴۶- شیخ مصطفیٰ دریا بادی

۴۷- شیخ حسین امروہہ

۴۸- شیخ حمزہ مجذوب

[۴۷۹] ۴۹- شیخ ابن امروہہ[1]

۵۰- شیخ قیس خضر آبادی

۵۱- شیخ عبدالکریم سہارن پوری[2]

۵۲- شیخ رکن الدین[3]

ولد شیخ عبدالقدوس گنگوہ۔

۵۳- شیخ حبیب اللہ لاہوری

۱- شاہ ابن بدر چشتی امروہہ کے نامور شیخ طریقت ، انتقال ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء ملاحظہ ہو :
تذکرۃ الکرام ، ص ۳۷ - ۴۵ -

۲- شیخ عبدالکریم ولد عبدالستار الصاری ، انتقال ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۳۲۱ -
(۲) نزہۃ الخواطر ، جلد پنجم ، ص ۲۵۲ -

۳- شیخ رکن الدین پیدائش ۸۹۷/۹۲ھ - ۱۴۹۱ء ، انتقال ۹۸۲ھ/ ۷۵ - ۱۵۷۴ء ، مؤلف لطائف قدوسی ، ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۱۸م -
(۲) اخبار الاخیار ، ص ۲۲۸ -

۵۴- شیخ سعدی کاکوری[1]

۵۵- شیخ حامد ملتانی گیلانی

۵۶- شیخ پیارہ کوریہ

۵۷- شیخ محمد حبیبہ

۵۸- ملا طاہر پٹنی[2]

محدث گجراتی -

۵۹- شیخ نصیر کیمیا گر سنڈوی[3]

۶۰- شیخ زکریا اجودھی دہلوی[4]

۱- المتوفیٰ ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۲ء ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۳۰۷ -
(۲) تذکرہ مشاہیر کاکوری ، ۱۸۷ - ۱۸۹ -
(۳) سخنوران ِ کاکوری ، ۱۹۸ - ۲۰۳ -

۲- نامور عالم ، محدث ، انتقال ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء میں ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو) ص ۴۴۰ - ۴۴۲ -
(۲) اخبارالاخیار ، ص ۲۸۰ -
(۳) نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ۲۹۸ - ۳۰۱ -
(۴) اتحاف النبلاء ، ص ۳۹۷ - ۴۰۰ -
(۵) مآثرالکرام ، دفتر اول ، ص ۱۹۲ - ۱۹۶ -

۳- ملاحظہ ہو :
(۱) گلزار ابرار ، ص ۲۴۴ - ۲۴۵ -
(۲) نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۳۷۶ -

۴- شیخ زکریا بن عیسیٰ المتوفی ۹۷۰ھ/۶۳ - ۱۵۶۲ء - ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۱۷ -

۶۱- شیخ عبدالکریم پانی پتی

۶۲- شیخ تاج الدین لکھنوی[1]

۶۳- شیخ ابوالفتح گجراتی[2]

۶۴- شیخ بہاء الدین مجذوب سنبھلی

۶۵- شیخ برہان الدین کالپی وال

مشائخ وقت سے تھے - وجد و حال اور زہد و تقویٰ میں بے مثل زمانہ تھے[3] -

۶۶- شیخ محمد بھکاری

دراصل ولایت بہار کے رہنے والے تھے - ان کے باپ امراء میں سے تھے - ابتدائی جوانی میں ان کو شوق پیدا ہوا کہ ایران کے شہروں کی سیر کریں - بغداد میں طالب علمی اختیار کی - مکہ معظمہ میں علم حدیث حاصل کیا - چالیس سال تک پٹن نہروالہ میں طالبوں کو ارشاد و ہدایت فرمائی - تصوف میں صاحب تصانیف تھے -

۶۷- شیخ وجیہہ الدین گجراتی

میاں وجیہہ الدین کے ہم عصر ہیں - توکل اور فقر میں عجب شان رکھتے تھے - اس علاقہ کے لوگ ان کے ساتھ صاحب ولایت کا اعتقاد رکھتے تھے - ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں انتقال کیا[4] -

---

۱- ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ، ص ۴۰۷ -

۲- ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ، ص ۴۱۶ - ۴۱۷ -

۳- شیخ برہان الدین بن تاج الدین انصاری باختلاف روایت انتقال ۹۷۵ھ/۶۸ - ۱۵۶۷ء میں ہوا - ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۵۴ - ۵۵ -

۴- ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ ۹۷۵ھ/۹۰ - ۱۵۸۹ء میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ، ص ۴۱۴ - ۴۱۵ -

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اس بادشاہ حق آگاہ (اکبر) کے دور سلطنت میں اس گروہ (صوفیہ) کے لوگ ہندوستان میں بہت تھے اور ہیں ۔ اس کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ سب کے نام لکھے جا سکیں ۔ کچھ حضرات کے نام تبرکاً لکھے ہیں ۔ اکثر لوگ ان کی بزرگی پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔ یہ بیچارہ (نظام الدین احمد مؤلف کتاب) اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور ان کی بزرگی پر اعتقاد رکھتا ہے ، اسی لیے (ان کو) یاد کیا ہے ۔

• • •

[۴۸۱] دور اکبری کے حکماء

۱- حکیم الملک

ان کا نام شمس الدین محمد ہے - علم حکمت ، دوسرے علوم اور طب بھی جانتے تھے - اکبر بادشاہ نے حکیم الملک کا خطاب دیا - آخر عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کو گئے اور وہیں انتقال ہوا[۱] -

۲- حکیم سیف الدین

تخلص شجاعی تھا - چند سال ہندوستان میں رہے پھر ولایت (ماوراء النہر) کو چلے گئے[۲] -

۳- حکیم زنبیل شیرازی

بادشاہ کے مقربین میں سے تھے[۳] -

۱- حکیم الملک اپنے دور کا جالینوس تھا - مخلوق کی خیر خواہی کا دم بھرتا تھا - راسخ العقیدہ مسلمان تھا - ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں مکہ معظمہ گیا اور وہیں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۶۹ - ۴۷۰ -
(۲) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۱۳ - ۱۱۵ -

۲- دماوند کا رہنے والا ، بیرام خاں کے زمانہ میں ہندوستان آیا - عالم اور حکیم تھا - ہجو گوئی میں دستگاہ رکھتا تھا - ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۰ -
(۲) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۰۶ - ۱۰۸ -

۳- اپنے دور کا نامور طبیب تھا - علوم متداولہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا - بیرام خاں کے دور اقتدار میں ہندوستان آیا - ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۰ -
(۲) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۰۱ - (۳) آئین اکبری ، ص ۱۸۸ -

۴- حکیم مصری عرب

طبابت میں علمی و عملی دستگاہ رکھتے تھے - طبابت کرتے ہوئے ایک عمر گزر گئی - اس فن میں عالی مرتبہ رکھتے ہیں - خلیق و عالم السان ہیں - اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں[1] -

۵- حکیم عین الملک شیرازی

امراض چشم کے علم میں رتبہ عالی رکھتے ہیں - نہایت خلیق السان ہیں[2] -

---

۱- علوم نقلی اور طب میں ماہر کامل تھے - بڑے معرکہ کے علاج کیے ظریفانہ شعر کہتے تھے - ملاحظہ ہو :

(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۱ -

(۲) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۷۸ - ۱۸۰ -

۲- حکیم عین الملک نامور طبیب اور کحال تھا - جراحی میں بھی کمال رکھتا تھا - شعر و شاعری کا ذوق تھا - دوائی تخلص تھا - مختلف شاہی خدمات انجام دیں - بریلی میں شاہ دانا ، لیاقت خاں اور عرب بہادر کے ہنگامہ کو سر کیا - ۱۰۰۳ھ/۹۵ - ۱۵۹۴ء میں انتقال کیا - بریلی میں مرزائی مسجد (محلہ گھر جعفر خاں) اس کی تعمیر کردہ ہے جس میں مندرجہ ذیل کتبہ ہے :

ساعی کار خیر عین الملک
ساخت مسجد بامر اکبر شاہ
مولیاں راست سال تاریخش
فاسجدوا خالصاً لوجہ اللہ
۹۸۷ھ

ملاحظہ ہو :

(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۰ - ۴۷۱ -

(۲) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۴۶ - ۱۵۰ -

(۳) مآثر الامراء ، (جلد اول) ، ۵۵۹ - ۵۶۱ -

۶- حکیم مسیح الملک شیرازی

حکیم نجم الدین عبداللہ بن شرف الدین حسن کے تربیت یافتہ تھے۔ بہت اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے[1]۔

[۴۸۲] ۷- حکیم علی

حکیم الملک کے بھانجے، فضائل کسبی سے آراستہ، کسی نہ کسی مرض کا علاج کرتے تھے۔ درگاہ عالی (بادشاہ کے) مقربین میں سے ہیں[2]۔

۸- حکیم ابوالفتح گیلانی

اکبر بادشاہ کی خدمت میں تقرب تمام رکھتے ہیں، تیزی فہم و جودتِ طبع اور دوسرے انسانی کمالات میں ممتاز تھے۔ ۹۹۶ھ میں انتقال ہوا[3]۔

۱- ملاحظہ ہو: (۱) منتخب التواریخ، ص ۴۷۱۔
(۲) اطبائے عہد مغلیہ، ص ۱۷۷۔

۲- دور اکبری کا نامور اور فاضل حکیم ۵ محرم ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء کو فوت ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
(۱) منتخب التواریخ، ص ۴۷۱۔
(۲) مآثر الامراء (اردو ترجمہ)، جلد اول، ص ۵۶۶ - ۵۷۱۔
(۳) اطبائے عہد مغلیہ، ص ۱۳۴ - ۱۴۶۔

۳- حکیم مسیح الدین ابوالفتح ولد عبدالرزاق، وفات ۱۹ شوال ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۹ء بمقام دھمتوڑ متصل ایبٹ آباد، مدفن حسن ابدال، ایک گنبد میں حکیم ابوالفتح اور حکیم ہمام دفن ہیں۔ خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو حکیم ابوالفتح کا مقبرہ بمعیت مورخ حسن ابدال پروفیسر منظور الحق صدیقی دیکھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو)، ص ۷۹ - ۸۰۔
(۲) تاریخ حسن ابدال، ص ۳۰ - ۳۶۔
(۳) اطبائے عہد مغلیہ، ص ۲۷ - ۳۷۔

[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

۹- ملا میرم سلیمان

ماوراء النہر کے رہنے والے تھے - حذاقت اور پاکیزگی نفس سے آراستہ تھے -

۱۰- حکیم جلال الدین مظفر اردستانی

آج کل اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہیں[1] -

۱۱- حکیم احمد تتوی

تمام فضائل سے آراستہ تھے - عرب و عجم کی سیر کی تھی - خوش مزاج السان تھے[2] -

---

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

(۴) مآثر الامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۵۵۵ - ۵۵۹ -

(۵) دربار اکبری ، ص ۸۷۰ - ۸۹۷ -

(۶) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۲ -

(۷) نزہتہ الخواطر ، جلد چہارم ، ص ۱۰ - ۱۱ -

(۸) مفتاح التواریخ ، ص ۱۹۳ - ۱۹۴ -

(۹) بزم تیموریہ ، ص ۸۴ - ۸۵ -

۱- حکیم جلال الدین نہایت فاضل طبیب اور شاہی کار گزار تھا - ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء کو فوت ہوا - ملاحظہ ہو !

(۱) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۶۷ - ۶۸ -

(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۲ -

(۳) آئین اکبری ، ص ۱۸۵ -

۲- ۹۹۶ھ/۸۸ - ۱۵۸۷ء میں مارا گیا - ملاحظہ ہو :

(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۲ -

(۲) مآثر الامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۲۲۲ - ۲۲۴ -

(۳) مجالس المومنین ، ۵۹۰ -

(۴) تذکرہ بے بہاء فی تاریخ العلماء ، ص ۱ - ۲ -

۱۲- حکیم حسن گیلانی

نہایت خوش اخلاق تھے[1] -

۱۳- حکیم ہمام

حکیم ابوالفتح کے بھائی اور کمالات و فضائل سے آراستہ ہیں[2] -

[۴۸۳] ۱۴- حکیم فتح اللہ شیرازی

طب میں علمی و عملی مہارت رکھتے ہیں[3] -

۱۵- حکیم لطف اللہ گیلانی

حاذق طبیب تھے اور مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کے ملازم تھے[4]-

---

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۱ -
(۲) آئین اکبری ، ص ۱۸۸ -

۲- حکیم نجیب الدین نام ، دور اکبری کا نہایت کار گزار ، ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء میں فوت ہوا اور اپنے بھائی حکیم ابوالفتح کے پاس گنبد میں دفن ہوا۔ خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے ٦ جولائی ۱۹۷۷ء کو ان دونوں بھائیوں کے گنبد کو دیکھا - حسن ابدال میں یہ دور اکبری کے آثار ہیں - ملاحظہ ہو :
(۱) تاریخ حسن ابدال ، ص ۴۵ - ۴٦ -
(۲) مآثر الامراء (اردو) ، جلد اول ، ص ۵٦۱ - ۵٦۲ -
(۳) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۹۳ - ۱۹۸ -
(۴) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۲ -

۳- میر فتح اللہ شیرازی کا ذکر امراء کے ذیل میں آ چکا ہے، نیز دیکھیے اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۵۱ - ۱۵۷ -

۴- ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۲ -
(۲) آئین اکبری ، ص ۱۸۵ -

۱۶- ملا میر طبیب ہروی

ہرات کے رہنے والے، مولانا عبدالحی ہروی کے پوتے ، متبرک انسان تھے -

۱۷- مہادیو طبیب

ہندوستانی تھے -

۱۸- ملا شہاب الدین حکیم گجراتی

فضیلت سے بے بہرہ نہ تھے -

۱۹- شیخ بھینا

بن شیخ حسن پانی پتی ، جراحت میں کامل مہارت رکھتے تھے اور ہاتھیوں کے معالجات میں عجیب و غریب تھے[1] -

۲۰- درگامل طبیب

۱- خاندانی تذکروں میں ان کا نام حکیم عبدالکریم بتایا گیا ہے - شیخ بھینا جراح کامل اور طبیب حاذق تھے - ان کا بیٹا شیخ حسن مقرب خان بھی اس فن میں باپ کا صحیح جانشین تھا - تفصیل کے لیے دیکھیے :

(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۲ -
(۲) مآثر الامراء (اردو) ، جلد سوم ، ص ۳۲۱ - ۳۲۲ -
(۳) سیر الاقطاب از محمد ایوب قادری (المعارف لاہور ، اگست ۱۹۷۷ء) ، ص ۲۵ - ۳۲ -
(۴) مجاہد معمار ، ص ۲ - ۳ -
(۵) آثار رحمت ، ص ۵۶ -
(۶) اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۱۹۱ - ۱۹۳ -
(۷) آئین اکبری ، ص ۱۸۸ -

۲۱- الہی طبیب

۲۲- حکیم احمد گیلانی

حکیم الملک کے شاگرد ہیں -

[۴۸۴] ۲۳- ملا قطب الدین

کحال ہیں اور جراحی کے فن میں عظیم مہارت رکھتے ہیں -

۲۴- بہار جو

آج کل فن جراحی اور کحالی میں ممتاز ہیں -

۲۵- بھیرون ہندوی

جراح ہے اور اپنے فن (جراحی) میں ممتاز ہے -

۲۶- چندرسین

ہندوستانی جراح ہے - (بادشاہ کا) تقرب رکھتا ہے[1] -

• • •

۱- ملاحظہ ہو : اطبائے عہد مغلیہ ، ص ۶۹ -

دور اکبری کے شعراء

ان شعراء کا ذکر جو اکبر بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں صاحب تخلص اور صاحب دیوان تھے اور ہیں :

۱- ملا غزالی مشہدی

چند سال تک خان زماں کے پاس رہا - جب خان زماں قتل کر دیا گیا ، تو اکبر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی - چند مثنویاں اور دیوان اس سے یادگار ہیں - اس کے کلیات میں تقریباً ایک لاکھ اشعار ہیں - تصوف کی زبان سے خوب مناسبت رکھتا تھا[1] - شعر

۱- الحاد کی بنا پر عراق سے بھاگ کر دکن آیا ، پھر شمالی ہند پہنچا - اکبر بادشاہ کے حضور سے ملک الشعراء کا خطاب پایا ، ۲۷ رجب ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء کو احمد آباد میں فوت ہوا اور سرکیج کے قبرستان میں دفن ہوا - فیضی نے تاریخ لکھی ہے :

قدوۂ نظم غزالی کہ ، سخن
ہمہ از طبع خداداد نوشت
عقل تاریخ وفاتش بہ دو طور
سنۂ نہصد و ہشتاد نوشت

ملاحظہ ہو :

(۱) منتخب التواریخ ، ص ۳۷۳ -

(۲) تذکرۃ الشعرائے نور الدین جہانگیر (اقتباس از تذکرۃ الشعرائے مولانا مطربی) تصحیح و مقدمہ پروفیسر عبدالغنی میر زایف (توضیحات و استدراکات از حسام الدین راشدی) کراچی ۱۹۷۶ء ، ص ۳۷ - ۳۸ - (آئندہ متن تذکرہ کا حوالہ تذکرۃ الشعراء سے اور توضیحات کا حوالہ ''توضیحات'' سے دیا جائے گا) -

شوری شد[1] و از خواب عدم دیده کشودیم
دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

---

[۴۸۵] ما ز مرگِ خود نمی ترسیم اما این بلاست
کز تماشائی بتان ، محروم می باید شدن

چرخ فانوس خیال و عالمی حیران درو
مردماں چوں صورت فانوس سرگرداں درو

خفتگانِ خاک یکسر کشتۂ تیغ تواند
هیچ دخلی نیست شمشیر اجل را درمیاں

بحریست ضمیر من کہ گوہر دارد
تیغیست زبانِ من کہ آذر[2] دارد
صور قلم نفحۂ محشر دارد
مرغ ملکوتم سخنم پر دارد

۲- ملا قاسم کاہی

فضائل و کمالات سے آراستہ تھا - علم موسیقی میں اس کی تصنیفات ہیں - آواز و عمل کے اعتبار سے ریاض کیا تھا - نہایت بے تعلق اور آزاد انسان تھا - ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی - اس نے بوستان کا جواب لکھا

۱- در تذکرة الشعراء ''شودی شدو'' کی بجائے ''آں روز کہ'' ص ۱ -

۲- در منتخب التواریخ ''آذر'' کی بجائے ''جوہر'' ص ۴۷۳ -

تھا - صاحبِ دیوان تھا[1] - یہ اس کے اشعار ہیں :

چون سایہ ہم رہیم ، بہرسو روان شوی
باشد[2] کہ رفتہ رفتہ ، بما مہرباں شوی

مرغ تا بر فرق مجنون پر زدن آغاز[3] کرد
آتش سودای لیلٰی بر سرِ او تیز کرد

چون ز عکس عارضش[4] آئینہ برگ گل[5] شود
گر دران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

[۴۸۶] ۴- خواجہ حسین مروی

دراصل وزیر زادہ ہے - (مروجہ) علوم حاصل کیے - اپنے ہم عصروں میں عالی ذہن اور تیز فہم کا مالک تھا - برسوں ہمایوں بادشاہ کی خدمت

۱- علم تفسیر ، ہیئت ، کلام اور تصوف میں کامل مہارت حاصل تھی - بوستان کے جواب میں "گل افشاں" نام مثنوی لکھی - تمام عمر الحاد و زندقہ میں بسر کر دی - معما گوئی میں کمال حاصل تھا - آدمی زندہ دل تھا - ۹۸۰ھ/۷۳ - ۱۵۷۲ء میں آگرہ میں فوت ہوا - ملاحظہ ہو :
(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۳۸۸ - ۳۸۹ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۳ - ۴۷۴ -
(۳) بزم تیموریہ ، ص ۴۱ - ۴۲ -
(۴) مفتاح التواریخ ، ص ۱۸۸ - ۱۸۹ -
(۵) نزہۃ الخواطر (جلد چہارم) ص ۲۶۳ -
(۶) خزانۂ عامرہ ، ص ۳۹۰ - ۳۹۱ -

۲- در تذکرۃ الشعراء "شاید" ص ۲ -

۳- در تذکرۃ الشعراء (ص ۲) و منتخب التواریخ (ص ۴۷۳) "انگیز" -

۴- در تذکرۃ الشعراء (ص ۲) عارض او -

۵- در تذکرۃ الشعراء (ص ۲) و در منتخب التواریخ (ص ۴۷۳) "ہر گل"-

میں رہا ۔ درجہ تقرب حاصل تھا ۔ بادشاہ کے درباریوں میں تھا[1] ۔ اس کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں :

آنم کہ ممالک سخن ملک من ست
صراف خرد[2] صیرفی ملک[3] من ست
دیباچہ کن ، ز دفتر من[4] ، ورقی ست
اسرار[5] دو کون ، برسر کلک من ست

محبتی کہ مرا با تو ہست ، می خواہم
ہمی تو دانی و من دانم و خدا داند

اس نے ایک قصیدہ کہا ہے جس کے مطلع کے پہلے مصرع سے اکبر بادشاہ کی تاریخ جلوس اور دوسرے مصرع سے شاہزادہ سلطان سلیم کی پیدائش کی تاریخ نکلتی ہے ۔ اس کا مطلع یہ ہے :

۱- شیخ رکن الدین علاء الدولہ کی اولاد امجاد سے تھا ۔ علوم متداولہ کی تحصیل مولانا عصام الدین ، ملا حنفی اور شیخ ابن حجر ثانی سے کی ۔ شیخ فیضی نے اس سے تربیت و فیض پایا ۔ خواجہ حسین ۹۷۹ھ/ ۷۲ - ۱۵۷۱ء میں ہندوستان سے عازم وطن ہوا ۔ شیخ فیضی نے دام ظلہ' (۹۸۰ھ/۷۳ - ۱۵۷۲ء) تاریخ کہی ۔ کابل پہنچ کر مرزا محمد حکیم کی خدمت میں باریاب ہوا ، مگر ملاقات راس نہ آئی اور انتقال ہو گیا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۴ - ۴۷۵ -
(۲) تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۱۶۶ -
(۳) بزم تیموریہ ، ص ۱۰۳ -

۲- در تذکرۃ الشعراء ''خود'' ص ۳ -
۳- در منتخب التواریخ ''سلک'' ص ۴۷۵ -
۴- در منتخب التواریخ ''گن'' ص ۴۷۵ -
۵- در منتخب التواریخ ''اگر از'' ص ۴۷۵ -

للہ الحمد از پئے جاہ و جلالِ شہریار
گوہر مجد از محیط عدل آمد آشکار

آخر عمر میں اپنے وطن جانے کی اجازت لے کر گیا اور کابل میں فوت ہو گیا ۔

۴۔ شیخ ابوالفیض فیضی

شیخ مبارک ناگوری کا بیٹا ، بزرگ علماء اور مخصوص مشائخ میں اس کا شمار تھا ۔ توکل و تجرید میں اعلیٰ شان رکھتا تھا ۔ شیخ فیضی نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں نشوونما پائی اور ملک الشعراء کے خطاب سے مشرف ہوا ۔ فن شعر میں کامل اور معجز بیان تھا ۔ اخلاقیات پر ایک کتاب [۴۸۷] مواردالکلم لکھی جس میں کوئی حرف منقوطہ نہیں ہے اور تفسیر کلام اللہ بھی بے نقط لکھی ہے جس کا نام سواطع الالہام ہے ۔ اس کے دیوان میں پندرہ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں ۔ چند مثنویاں بھی لکھی ہیں بادشاہ کے حکم سے تین خمسے لکھے ، فن شعر میں استادِ زمانہ ہے اور انشاپردازی میں بے مثال و بے نظیر ۔ علوم غریبہ ، حکمت و طب اور دوسرے علوم حاصل کیے ۔ جامعیت کے اعتبار سے اپنی مثال نہیں رکھتا ہے ۔ اس فقیر (نظام الدین احمد) کو اپنی صغر سنی سے اس یگانۂ وقت سے خلوص کی نسبت ہے ۔ خوش خلقی اور خوش مزاجی میں بے مثل ہے اور صفاتِ حمیدہ سے متصف ۔ اس کی ذات زمانے پر ایک نوع کا احسان ہے ۔ اس نیک باطن کے یہ چند اشعار یادگار کے طور پر لکھے جاتے ہیں[1] :

مژگان مبند[2] ، چوں قدم از دیدہ می کنی
مردان رہ[3] ، برہنہ نہادند پائے را
چہ دست می بری ، اے تیغ عشق ، اگر داد ست
ہر زبان ملامت گر زلیخا را

۱۔ فیضی المتوفی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء ۔
۲۔ در تذکرۃ الشعراء ''بہ بند'' ص ۴ ۔
۳۔ در تذکرۃ الشعراء ''خوبان بہ رہ'' ص ۴ ۔

نظر فیض چو بر خاک اشینان فگنم
مور را مغز سلیمان رسد از قسمت ما
مشکل که سیل دیده بگردش در آردت[۱]
طوفان لوح می طلبد آسیائی[۲] تو
اے عشق رخصت ست ، که از دوش آسمان
بر دوش خود نہم علم کبریائی تو
کعبه را ویران مکن، اے عشق ، کانجا یک نفس
گه گہی پس ماندگان راه[۳] ، منزل می کنند
در خود ، فرو رو از طلبی آرزوی جان
با کاروان بگوئی ، که یوسف بچاه نیست

رباعی

[۴۸۸] تا چند دل بعشوهٔ خوبان گرو کنم
این دل بسوزم و دل دیگر زاو کنم
سر بر نزد زباغ امیدم گلی لشاط
تاکے ہوس بکارم و حسرت درو کنم

رباعی

معراج سعود خویشتن باید بود
محراب سجود خویشتن باید بود
ابواب حریم خویشتن باید بود
فراش وجود خویشتن باید بود

رباعی

فیضی قدم[۴] چند ز خود برتر نه
از خود بدر آئی رخت[۵] بر در نه

۱- در منتخب التواریخ "درآورد" ص ۵۱۵ -
۲- در منتخب التواریخ (ص ۵۱۵) و در تذکرة الشعراء "آشنائی" ص ۴ -
۳- در منتخب التواریخ "عشق" ص ۵۱۵ -
۴- در تذکرة الشعراء "قدسی" ص ۴ -
۵- در تذکرة الشعراء "رخت خود" ص ۴ -

ہر خویشتن در دولختہ[1] دیدہ بہ بند
وانگاہ[2] دو صد قفل ز مژگاں بر لبہ

اس کی مثنوی کے یہ (اشعار) ہیں :

تا بچہ دریوزہ ایں[3] در شدم
تا بدل دوست ، تونگر شدم
کم طلبیدم گہرم پیش رفت
بس بنشستم قدمم پیش رفت

[۴۸۹] ۵۔ خواجہ حسین ثنائی مشہدی

مشہد طوس سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مراحم خسروانہ کا مستحق ٹھہرا ۔ اشعار کا دیوان اور ایک مثنوی لکھی ہے ۔ ہر قسم کے اشعار خوب استادانہ کہتا تھا ۔ شعرائے زمانہ میں ممتاز تھا[4] :

رباعی

ترک مستم چو کلہ گوشہ یغما شکند
لقد دلہا برداز طرہ و دریا[5] شکند
ہرگز تندی خوی تو بخاطر نرسد
کہ نہ بر عارض دل رنگ تمنا سکند

۱۔ در تذکرۃ الشعراء ''درآ و رختہ'' ص ۴ ۔

۲۔ در تذکرۃ الشعراء ''آں گاہ'' ص ۴ ۔

۳۔ در منتخب التواریخ ''دروبزہ دریں'' ص ۵۱٦ ۔

۴۔ ۹۹٦ھ/۸۸ - ۱۵۸۷ء میں فوت ہوا ۔ بدایونی نے اس کا تخلص ''نثاری'' لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو :
منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۴۸۵ - ۴۸٦ ۔

۵۔ تذکرۃ الشعراء ''برہا'' ، ص ۵ ۔

بیت

چنان لاز ریزد[1] ز پاتا سرش
که رفتن توان باز[2] از بسترش

موسم سرما کی تعریف میں کہا ہے :

قطعہ

شوی ز اضطراب دلم آہ الدم
کہ بر دل زنی زخم و خنجر بلرزد
سخن در عبادت مکرر نماند
ز بس شخص از پای تاسر بلرزد
بدن را چنان لرزہ کردند عادت
کہ ترسم مگر پائی محشر بلرزد

٦- ملا عرفی شیرازی

جوان تھا ، صاحب فطرت ، فہم عالی رکھتا تھا - ہر قسم کے اشعار خوب کہتا - چونکہ بہت مغرور ہو گیا تھا ، لہذا لوگوں کے دل سے گر گیا تھا - بڑھاپے تک نہیں پہنچا - اسہال کے مرض میں وفات پائی - اشعار کا دیوان [۹۰ م] اور ایک مثنوی (یادگار) ہے[3] - یادگار کے طور پر چند اشعار لکھے ہیں :

فردا کہ معاملان ہر فن طلبند
حسن عمل از شیخ و برہمن طلبند

۱- منتخب التواریخ ''بارد'' ، ص ۴۸۵ - ۴۸۶ -

۲- آذکرۃ الشعراء ''ناز'' ، ص ۵ -

۳- سید محمد بن خواجہ زین الدین علی ، ۹۹۹ھ میں لاہور میں فوت ہوا - عرفی کا دیوان اس کے زمانے میں بڑا مقبول تھا - ملاحظہ ہو :
(۱) توضیحات ، ص ۴۰ -
(۲) منتخب التواریخ ، ص ۵۱۰ - ۵۱۱ -

زا[1] آنہا کہ دروده ، جوئی لستالند
ز[2] آنہا کہ نکشتہ بخر من طلبند
کسے کہ تشنۂ لب نازست[3] ، می داند
کہ موج آب حیات ست جبین[4] پیشانی
اے مسیحا نفسی بانفست لیست ، ملاف
امتحانی بکن انیک دل بیماری لیست
قابل درد محنت کس لباید[5] در وجود
رانگ و روی خویش را ہر کس بدستانی شکست
عشق می گویم وتی گریم زار
طفل نادانم و اول سبق است

۷۔ ملا شیری لاہوری

اگرچہ عام آدمی تھا ۔ علم و فضل بھی حاصل نہیں کیا تھا ، لیکن شاعری سے پوری مناسبت رکھتا تھا ۔ جودت فہم اور تیزی طبع اس حد تک تھی کہ تھوڑے سے عرصہ میں قصیدہ ترتیب دے لیتا[6] ۔ یہ اس کے چند اشعار ہیں :

چناں فریضتہ شد دل جمال سلمیٰ را
کہ بادل[7] ست بدر کشتگی[8] تسلی را

۱۔ تذکرۃ الشعراء ، (ص ۵) ''این ہا'' ۔ منتخب التواریخ ''آنہا'' ، ص ۵۱۰ ۔

۲۔ تذکرۃ الشعراء ، (ص ۵) و منتخب التواریخ ، (ص ۵۱۰) وانہا ۔

۳۔ منتخب التواریخ ، (ص ۵۱۰) تست ۔

۴۔ منتخب التواریخ ، (ص ۵۱۰) چین ۔

۵۔ تذکرۃ الشعراء ، (ص ۵) و منتخب التواریخ ، (ص ۵۱۰) لیامد ۔

۶۔ ولد مولانا یحییٰ ساکن کوکو وال (پنجاب) متوفی ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء
ملاحظہ ہو : (۱) منتخب التواریخ ، ص ۹۸ھ - ۹۹ھ ۔
(۲) توضیحات ، ۴۰ - ۴۱ھ ۔

۷۔ منتخب التواریخ ، (ص ۹۹ھ) ''باول'' ۔

۸۔ تذکرۃ الشعرا ، (ص ۶) و منتخب التواریخ ، (ص ۹۹ھ) بدر کشتگی ۔

ہجوم ناز، چنان کردو پیش[1] بار گرفت
کہ راہ نیست دران تنگنا تمنای را

[۴۹۱] نیر اعظم (سورج) کی تعریف میں ایک ہزار اشعار لکھے اور اس کا نام ''شمع جہان افروز'' رکھا ۔ وہ سب قطعات ہیں ۔ ان میں سے ایک قطعہ یہ ہے :

در عشق کسان اسیر محنت
بسیار شنیدہ ام کسان را
معشوق دل آفتاب باید
امید بآرزو رسان را

چرا اے اشک ، در چشم از وداع یار می گردی
کجا بودی کہ اکنون مانع دیدار می گردی
سراپا جانی ، اے باد صبا در قلب[2] شوتم
سرت گردم مگر در کوئے او بسیار می گردی

۸- ملا قیدی شیرازی

مکہ معظمہ سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں آیا ۔ عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔ فتح پور سیکری میں انتقال کیا ۔ کابل کے سفر میں اس فقیر (نظام الدین احمد) کے ہمراہ تھا ۔ یہ اشعار اس کے ہیں[3] :

بیت

متاع شکوہ بسیار ست ، عاشق را ہمان بہتر
کہ جز در روز بازار قیامت بار نکشاید

۱- تذکرۃ الشعراء ، (ص ٦) و منتخب التواریخ ، (ص ۴۹۹) گرد و پیش یار -
۲- تذکرۃ الشعراء ، (ص ٦) و منتخب التواریخ ، (ص ۴۹۹) قالب -
۳- المتوفی ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء - ملاحظہ ہو :
(۱) توضیحات ، ص ۱۴ -
(۲) نتائج الافکار ، ص ۵٦۰ -
(۳) منتخب التواریخ ، ص ۵۲۰ -

گو بمیرم من ، غیر[1] بودا عش نرسد
ساربان گرم حدی باش کہ محمل برود
کدام مرہم لطف از تو بردل[2] ست مرا
کہ جان گداز تر از داغہائے حسرت نیست
اے قدم شہادہ ہرگز از دل تنگم برون
حیرتی دارم کہ چون در ہر دلی جا کردۂ

[۹۹۲م] ۹- یادگار حالتی

چغتائی قبیلہ سے ہے ۔ اکبر بادشاہ کے یہاں سپاہیوں میں شامل تھا[3] اور یہ اُس کے اشعار ہیں :

نماند ، آں قدر از گریہ آب در جگرم[4]
کہ مرغ تیر تو منقار تر تواند کرد
بجائے رشتہ پیرانہت ، اے کاش ، من باشم
بایں تقریب شاید ، باتو در یک پیرہن باشم

۱۰- قاسم ارسلان

مشہد کا رہنے والا ہے ۔ ماوراء النہر میں پرورش پائی ۔ اکبر بادشاہ کی خدمت میں برسوں رہا ۔ خط لستعلیق خوب لکھتا تھا اور نہایت وسیع

۱- منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۰) ''وغیری'' ۔
۲- منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۰) و تذکرۃ الشعراء ، ص ۷ ''در دل'' ۔
۳- اس کا باپ بھی شاعر تھا اور بیٹا بھی ۔ بیٹا پہلے بقائی تخلص کرتا تھا ، پھر رسوائی اختیار کر لیا ۔ کہتے ہیں کہ اس کے بیٹے نے حالتی کو مار ڈالا ۔ دیکھیے :
(۱) بدایونی ، ص ۵۸۹ ۔
(۲) توضیحات ، ص ۴۱ ۔
۴- تذکرۃ الشعراء ، ص ۷ ''در چشم'' ۔

المشرب تھا ۔ صاحب دیوان ہے ۔ یہ اُس کے اشعار ہیں[1] :

اے ایم جاں آمدہ ، براب ، ترا چہ قدر
جائیکہ یک نگاہ بصد جاں برابر ست
لفظ و معنی محال من گرنید
بے تو چوں روئے در کتاب کنم
گریاں چو بسر منزل احباب گزشیتم
صد مرتبہ در قدم از آب گزشیتم

۱۱۔ محمد مومن کنک[2]

خانخاناں کے پاس رہتا ہے اور شعر خوب کہتا ہے ۔ یہ اُس کے اشعار ہیں :

[۴۹۳] چناں بہانہ طلب گشتہ[3] در جفا کہ اگر
بخاطرش رسم ایں[4] ہم گناہ می[5] باشد
ترسم رسم بکعبہ مقصود[6] ، بگزرم
از دست ایں شتاب کہ در طینت فن ست[7]

۱۔ المتوفی ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء ، شیریں کلام اور خوش نویس تھا ۔ تاریخ عمدہ نکالتا تھا ۔ لاہور میں فوت ہوا ۔ نسخ و نستعلیق خوب لکھتا تھا ۔ (تذکرۃ الشعراء ، ص ۸) ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۴۷۵ ۔ (۲) توضیحاب ، ص ۴۲ ۔

۲۔ تذکرۃ الشعراء، (ص ۸) میں محمد مومن لنگ لکھا ہے طبقات اکبری (طبع کلکتہ میں) اس کا حال دو جگہ آ گیا ہے ۔ ہم نے ایک جگہ نقل کیا ہے ۔ طبع نولکشور میں صرف ایک جگہ آیا ہے ۔

۳۔ تذکرۃ الشعراء ، (ص ۸) گشتہ ۔

۴۔ طبقات اکبری (نسخہ نولکشور) ، ص ۳۹۹ ، ''ہمہ'' ۔

۵۔ تذکرۃ الشعراء ، (ص ۸) من ۔

۶۔ تذکرۃ الشعراء ''ترسم کہ نارسیدہ بہ مقصود'' ۔

۷۔ محمد مومن کنک کے بعد طبقات اکبری (طبع کلکتہ) میں ''انقاماہا زین خاں'' کے تحت الفتی کا حال لکھا ہے ۔ جو الفتی کی بگڑی ہوئی شکل ہے ۔ آخر میں یہی اشعار اور حال الفتی کے تحت میں لکھا ہے ، لہذا یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے ۔

۱۲- مرزا حسن

جوان ہے ، علم تاریخ خوب جانتا ہے - شہزادہ سلطان سلیم کی ملازمت میں رہتا ہے[1] :

۱۳- ملک محمود پیادہ گجراتی

فضائل و کمالات سے آراستہ تھا - ذوق ر حال کی چاشنی سے خوب بہرہ ور تھا - یہ اُس کا مطلع ہے[2] :

دارم دل گرداں کہ من قبلہ نما می خوانمش
رو سوئے ابرویش کشد ہر چند می گردانمش

[۴۹۴] ۱۴- شیخ رہائی

شیخ زین الدین خافی[3] (خوافی) کی اولاد) سے ہے - صاحب دیوان ہے خمسہ (نظامی) کی تقلید کی ہے - تمام عمر (اکبر بادشاہ کے) دربار میں گزار دی - یہ اُس کے اشعار ہیں :

ز تاب قہر نشان مرا میانہ آتش
بناز گرم کنی از کرانہ آتش
بفکر آں دہن تنگ ، و ابرو چو ہلال
بہاں شدم کہ نیارد مرا کنی بخیال

۱۵- میر دوری

خوش نویس کہ اکبر بادشاہ نے اس کو کاتب الملک کا خطاب دیا تھا - صاحب دیوان ہے[4] :

۱- تذکرۃ الشعراء میں ان کا ترجمہ حذف کر دیا ہے -
۲- تذکرۃ الشعراء ، (ص ۹) میں ان کا نام ملک محمد گجراتی لکھا ہے -
۳- شیخ زین الدین ابوبکر خوافی (متوفی ۲ شوال ۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء) دیکھیے توضیحات ، ص ۴۳ -
۴- سلطان بایزید نام ، ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ، ص ۱۹۴ - ۲۹۴ -

گہ در درونِ دیدہ[1] گہ در دل حزینی
از شوخی گہ داری یکجا نمی نشینی

۱۶- فکری[2] ، سید محمد جامہ باف

برسوں اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا ۔ رباعی میں امتیاز رکھتا ہے ۔ چونکہ ہر وقت رباعی کہتا تھا ، لہذا میر رباعی مشہور ہے ۔ یہ اُس کی رباعیاں ہیں[3] :

(۱)

آں روز کہ آتش محبت افروخت
عاشق روش ، عشق[4] ز معشوق آموخت
از جانب دوست ، سرزد ایں سوز و گداز
تاسر بگرفت[5] شمع پروانہ بسوخت[6]

(۲)

[۴۹۵] در عشق کجاست ہجر و دیدار کجاست
سرگشتہ کدام و طالب یار کجاست
او در دل و روے خلق در کعبہ و دیر
بنگر کہ کجاست یار و اغیار کجاست

(۳)

فردا کہ نمالد از جہاں جز خبری
ظاہر شود از بہار محشر اثری

۱- منتخب التواریخ ، (ص ۴۹۲) ''جانی'' ۔

۲- تذکرۃ الشعراء ، (ص ۹) میں سید تخلص دیا ہے ۔

۳- فکری ۹۷۳/۶۶-۱۸۶۵ء میں فوت ہوا ۔ ''میر رباعی سفر نمود'' سے تاریخ انتقال نکلتی ہے ۔ ملاحظہ ہو : منتخب التواریخ ، ص ۵۱۳-

۴- تذکرۃ الشعراء ، (ص ۱۰) ''سوز'' ۔

۵- تذکرۃ الشعراء ، (ص ۱۰) ''تادر نگرفت'' ۔

۶- تذکرۃ الشعراء ، (ص ۱۰) ''لہ سوخت'' ۔

چون سبزہ ز خاک سربرزلند[1] بتان
ما نیز بعاشقی بر آریم سری

۱۷- میر حیدر معمائی رفیعی (رفیعی)

کاشی[2] تخلص تھا ۔ فہم عالی اور سلیقہ درست رکھتا تھا ۔ فن معما اور تاریخ میں بے مثال تھا ۔ اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا ۔ یہ اس کا کلام ہے :

من بتالوت رفعی[3] ، رشکہا بردم کہ تو
بیش[4] گریان تر ، از اہل عزا می آمدی
نازک دلم ، اے شوخ ، علاجم چہ توان کرد
من عاشق معشوق مزاجم چہ توان کرد

زاہد نکند گنہ ، کہ قہاری تو
ما غرق گناہیم کہ غفاری تو
او قہارت خواند و ما غفارت
یارب بکرام نام خوش داری تو

۱۸- سید محمد نجفی [۹۹۶ھ]

ولایت (ماوراء النہر) سے ہندوستان آیا ۔ اپنی بدمزاجی کی وجہ سے دو سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہا ۔ آخر میں اکبر بادشاہ کے فطری رحم و کرم کی وجہ سے خطائیں معاف ہو گئیں ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۰) "زخاک سربر آرند" منتخب التواریخ ، (ص ۵۱۴) سر از خاک برآرند ۔

۲- بدایونی نے منتخب التواریخ ، (ص ۴۹۴) میں لکھا ہے کہ کاشان کا رہنے والا ہے اور رفیعی تخلص ہے ۔ ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۲-۲۳ء میں فوت ہوا ۔ (تذکرۃ الشعرا ، ص ۴۴) ۔

۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۰) منتخب التواریخ ، (ص ۴۹۳) رفیعی ۔

۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۰) منتخب التواریخ ، (ص ۴۹۳) ہمرہش ۔

در آتش ہوس دل فرزانہ سوختیم
قندیل کعبہ بر در بت خانہ سوختیم
ما رخصت ایں چون[1] نخل راہتو دادیم
گفتیم ، نو شتیم ، بحل[2] را تو دادیم
بعشرت[3] تو ، کہ ما بلبلان ایں چمنیم
کہ گل شگفت ندانستہ ایم کہ باغ کجاست
سنگ تو و بخت من و قندیل ہماں ست
پیشانی رسوائی ترالیل ہماں ست
در کشور تو نام وفا گریہ آورد
قاصد جدا و نامہ جدا ، گریہ آورد

جس زمانہ میں کہ گوالیار میں قید تھا ، یہ شعر کہے تھے :

دلے[4] دارم سیاہ چنداں کہ اہم
بصد مشعل رہ روشن ، رہ روزن ندارد[5]

۱۹- مرزا قلی سیلی

برسوں نورنگ خاں کی خدمت میں رہا جو اس عالی خاندان (مغلیہ) کا امیر ہے ۔ غزل و قصائد پر مشتمل ایک دیوان[6] ہے ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

[۷۹۴] دالستہ کہ مہر تو باجان ہمی[7] رود
برخاک[8] کشتگاں گزری ، سرگراں ہنوز

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۱) خون بحل ۔
۲- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۱) سجل ۔
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۱) بہ عزت ۔
۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۱) شبے ۔
۵- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۱) ندائد ۔
۶- المتوفی ۹۸۳ھ/۷۶-۱۵۷۵ء ملاحظہ ہو توضیحات ، ص ۵۴ ۔
۷- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۵) نمی رود ۔
۸- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۵) گزخاک ۔

چوتار سبحہ ز صد دل گزر کندیک تیر
ز بس کہ جملہ او جا کند براعدا تنگ
چون لظر ، در خواب بر خورشید رخسارش کنم
ترسم از تاب لگاہی[1] گرم ، بیدارش کنم
تا آلکہ[2] بپرسیدن ما آمدہ ، مردیم
آیاز[3] کہ پرسید رہ خالہ مارا
رفتیم[4] ز مجلس تو و عمری بر گزشت
آن[5] ذوق باخیال تو ہم صحبتم ہنوز

۲۰- ملا طریقی[6] ساؤجی

چند سال اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا ۔ آخر میں حجاز چلا گیا اور وہیں انتقال ہوا ۔ یہ اُس کے اشعار ہیں :

کے لگفت و لپرسیدکیں[7] چہ مرحلہ بود
کہ خضر آبکش واپسان[8] قافلہ بود
من سگ آنم کہ پادر ہمت دامن کشید
نہ یکے[9] منت نہدلہ از کسے منت کشید

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) نگاہ ۔
۲- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۵) با آلکہ ۔
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) کاہا ۔
۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) رفتم ۔
۵- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) زاں ۔
۶- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) ظریفی تخلص لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۵۰۳ ۔
(۲) توضیحات ، ص ۴۶ ۔
۷- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) این ۔
۸- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) آبسان ۔
۹- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۲) نے بہ کس ۔

۲۱- ملا مشفقی بخاری

ماوراء النہر سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں آیا ۔ شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ پھر واپس بخارا چلا گیا[1] ۔ یہ اس کا شعر ہے :

[۴۹۸] چو نقد ہستی مجنون غم نگاری بود
خدا بنقد بیاس زدش ، کہ یاری بود

۲۲- ملا صبوحی کابلی

ایک زمانہ تک اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا[2] ۔ یہ اس کے اشعار ہیں:

حالت خویش چہ حاجت کہ باو شرح دہم
گر مرا سوز دل ہست ، اثر خواہد کرد
ضعف غالب شد و از نالہ فروماند دلم
دگر از حال من او را کہ خبر خواہد کرد
در افتادگاں مژگاں بلا انگیز می باشد
بیاض دیدہ چوں کلگوں خونریز می باشد
من شمع جاں گدازم تو صبح دل کشائی
سوزم گرت نہ بینم ، میرم چو رخ نمائی

۲۳- ملا حیفی ساوجی[3]

ایک مدت تک گجرات میں اس فقیر (نظام الدین احمد) کی مصاحبت میں رہا ۔ کچھ عرصہ اکبر بادشاہ کے حضور میں رہا ۔ جب ملک الشعرا

۱- اس کا نام عبدالرحمٰن تھا ۔ ملاحظہ ہو :
(۱) توضیحات ، ص ۴۶ - ۴۷ -
(۲) منتخب التواریخ -

۲- آگرہ میں ۹۷۳ھ/۶۶ - ۱۵۶۵ء میں فوت ہوا :
(۱) توضیحات ، ص ۴۷ -
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۵۰۱ -

۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۴) میں مولانا ناصر ساوجی لکھا ہے -

شیخ فیضی دکن کی سفارت پر گیا ، تو یہ بھی اس کے ہمراہ گیا ۔ اس کے بعد حجاز کے سفر پر چلا گیا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

ز طرف کعبہ ، ممنوعم و گر نہ می فرستادم
کف پائے[1] حسرخار مغیلانش
گل فروش من کہ خواہد گل بہازار آورد
باید اول تاب غوغائے خریدار آورد

[۴۹۹] ۲۴- ملا عبدی رازی[2]

شاعری میں غزل اور قصیدہ کہتا ہے اور چند سال اس فقیر (نظام الدین احمد) کا مصاحب رہا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

از خون لبم[3] شکوہ[4] اگر ترمی شد
از روزن دیدہ دود بیرون[5] می شد
اشکم ہمہ[6] زیر اخگر می ریخت
آہم ہمہ تاب[7] دادہ اخگر[8] می شد

۲۵- میر محوی[9]

آزاد مزاج اور وارستہ دوست ہے ۔ مرزا خانخاناں کے پاس گجرات

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) بہ زخمت چینی ۔
۲- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) اور صاحب منتخب التواریخ نے عہدی لکھا ہے ۔
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) لب ۔
۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) شکوہ ام ۔
۵- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) خون دل ۔
۶- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) ہمہ شعلہ ریز ۔
۷- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) آب ۔
۸- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۴۱) لیشتر ۔
۹- تذکرۃ الشعرا و (ص ۴۱) میں نام میر محمد اور دوسرے تذکرہ میں (توضیحات ، ص ۴۸) میر محمد یوسف (المتوفی ۹۸۰ھ) ہے ۔

پہنچا ۔ اس کی تربیت و مدد سے حجاز گیا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں ۔

تا زلف بروئے ہمچو مہ خواہد بود
تا خط شہ حسن را سپہ خواہد بود
گر خانہ ز خشت آفتابم سازند
روزی من بیچارہ سیہ خواہد بود
موی کہ ز کوئی عقل بیرون می گشت
آوارہ تر از ہزار مجنوں می گشت
دور از تو دور[1] دیدم آں گم شدہ را
در بادیہ کہ باد درخوں می گشت
من جان و دل حزیں نمی دانستم
من گریہ آتشین نمی دانستم
نے نام بمن گزاشتی و نہ نشاں [۵۰۰]
اے عشق ترا چنیں نمی دانستم

۲۶۔ میر معصوم نامی بکری

صفوی سادات سے ہے[2] ۔ صالح اور متقی جوان ہے ۔ برسوں فقیر (نظام الدین احمد) کا ہمدم اور مصاحب رہا ۔ صاحب دیوان ہے :

چہ خوش است آنکہ از خود روم و تو حال پرسی
شرح حال گویم بزبانِ بے زبانی
چو گریہ من دید تبسم کرد
پیداست کہ آں گر یہ من بے اثر نیست
باز دل وصل او مصلحت جاں گزاشت
آرزوی درد کرد و خواہش داماں گزاشت
نامی ز اندوہ ہجر سوی عدم رفت بست
وای کہ جاں را بغم دوست[3] گریباں گزاشت

۱۔ تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۵) ز دور ۔
۲۔ المتوفی ۱۰۱۵ھ/ء ۔ ۱۶۰۶ء ، مؤلف تاریخ سندھ ، دیکھیے توضیحات ص ۴۸ ۴۹ ۔
۳۔ تذکرۃ الشعرا ، بہم دست و گریباں ۔

۲۷- ملا ہاشم قندھاری

خانخاناں بیرام خاں کے مصاحبوں میں سے ہے - یہ اس کا شعر ہے[1]:

روم در باغ بے روی تو اشک لالہ گوں ریزم
بہ پای ہر گلے ، بہ نشینم و از دیدہ خون ریزم

۲۸- خواجہ ہجری

تمام فضائل و کمالات سے آراستہ تھا - اکثر مرزا ہندال کے پاس رہتا تھا - آخری عمر اکبر بادشاہ کی خدمت میں گزاری - صاحب دیوان تھا یہ اس کی [۵۰۱] رباعی ہے[2] :

اے گل کہ نمی رسد بدامان تو دست
ہر نام تو عاشقیم و ہر بوی تو مست
این طرفہ کہ حاضری و غائب ز میان
پنہانی و ظاہر از تو ہر چیز کہ ہست

۲۹- ملا لطفی منجم

فی البدیہہ شعر خوب کہتا تھا - ایک ہی مجلس میں ایک ہزار اشعار تک اس کی زبان سے ادا ہوئے - مصاحبت میں رہتا تھا - پیروی کا ذوق رکھتا تھا - نجوم اچھا جانتا تھا - چند سال اس فقیر (نظام الدین احمد) کی مصاحبت میں بھی رہا - یہ اس کے اشعار ہیں[3] :

گل گل از تاب شراب آروی ، چوں گلزار[4] شد
گلعر و شاں مژدہ تاں بادا کہ گل بسیار شد

۱- وفات ۹۷۲ھ/۶۵-۱۵۶۴ء در لاہور ملاحظہ ہو توضیحات ، ص ۵۰ -
۲- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۷) میں اس کا نام خواجہ سحری ، تخلص سحر دیا ہے -
۳- ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ، ص ۵۲۱ - ۵۲۲ -
۴- منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۲) گلنار -

بغیر بوی تو ، از باغ[1] و بوستان نشنیدم
به هیچ گل نگزشتم[2] که بوی جان نشنیدم
دلم کز شعله[3] دوزخ شود ، افسردگی دارد
گل از بختم[4] ، گراز جنت[5] دمد ، پژمردگی دارد

۳۰- روغنی

برسوں اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا - ہجو زیادہ کہتا تھا - یہ اس کے اشعار ہیں[6] :

قاصد از آمدنش می کند آگاہ مرا
تا کشد جذبہ شوقش بسر راہ مرا
زبانی گوی قاصد ، شرح شوقم را کہ در نامہ
ز دست از بے خودی حرف از قلم بسیار افتادہ

[۵۰۲] ۳۱- نویدی نیشا پوری

ایک زمانہ تک اکبر بادشاہ کے حضور میں رہا - یہ اس کا شعر ہے[7]:

قضا چو ، نامہ جرم شرب خوردہ ، نویسد
نوید عفو خداوند بر کنارہ نویسد

۱- منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۲) باد گلستان -
۲- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۷) نرسیدم -
۳- منتخب التواریخ ، (۵۲۲) گر شعلۂ آتش -
۴- منتخب التواریخ ، (ص ۵۲۲) تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۸) گل بختم -
۵- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۸) بود -
۶- ۹۸۰ھ/۷۳-۱۵۷۲ء میں فوت ہوا - صاحب دیوان تھا - (منتخب التواریخ ، ص ۳۹۳) -
۷- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۸) میں لولدی لکھا ہے - بدایونی نے منتخب التواریخ ، (ص ۵۳۵) میں ملا نویدی کے نام سے یہ شعر لکھا ہے اور ایک دوسرے نویدی ، (ص ۵۴۰) کا بھی ذکر کیا ہے -

۳۲- ملا شکیبی اصفہانی

جامع کمالات و صاحب اخلاق ہے - شعر خوب کہتا ہے - خانخاناں مرزا خاں ولد محمد بیرام خاں کی صحبت میں رہا - اس کے شاگرد بھی ہیں - شگفتہ مزاج ہے - یہ اس کے اشعار ہیں[1] :

ہنوز نالۂ شبہائے من اثر دارد
کماں شکستہ من ، تیر کارگر دارد
دلم بہجر در آویخت ، رحمت اے بخت
کہ دست عربدہ ، باکوہ در کمر دارد
توکل بدامن یاران فشان[2] کہ خستہ ہجر
بنوک ہر مژہ ، صد پارہ جگر دارد
اے خدا جنس مرا بازاری بدہ
می فروشم دل بدیداری خریداری بدہ
تو گرم مہر من ومن ز بہر دفع گزند
برسر آتش سپند خویشتنم نشستہ

۳۳- میر فارغی

امیر فتح اللہ شیرازی کا بھائی ہے - ساری عمر اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا - یہ اس کا شعر ہے[3] :

[۵۰۳] محبتے کہ مرابا تو ، در دل تنگست
گر آشکار کنم در جہاں نمی گنجد

۱- محمد رضا ولد خواجہ عبداللہ امامی اصفہانی ، ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں فوت ہوا - فتح سندھ کے موقع پر خانخاناں کے ہمراہ تھا - اس نے فتح ٹھٹہ پر قصیدہ کہا - ملاحظہ ہو - توضیحات ، ص ۵۱ -

۲- تذکرۃ الشعرا ، فشاں -

۳- دیکھیے : (۱) منتخب التواریخ ، ص ۵۱۲ -
(۲) توضیحات ، ص ۵۱ - ۵۲ -

۳۴- یول قلی بیگ الیسی[1]

شاملو ترکمان ہے ، شعر خوب کہتا ہے ۔ خانخاناں کی خدمت میں رہا ہے ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

عشق و مقناطیس یک جنس اند کزدل ناوکش
تا بروں می شد محبت جذب پیکاں کردہ بود
چو بینی شعلہ را مضطرب آتش پرستی داں
کہ جسمش رفتہ و روحش در آتش خالہ می رقصد
آتش کدہ است دل ز جفائے تو ، برو
داغ تو ہندوی کہ نگہبان آتش است

۳۵- جذبی بادشاہ قلی

شاہ قلی تاریخی کا بیٹا ہے ۔ اس درگاہ (اکبری) سے قدیم الخدمت امراء میں سے ہے ۔ شائستہ جوان ہے ۔ شاعری سے خاص مناسبت رکھتا ہے ۔ یہ اس کے اشعار ہیں[2] :

زیں چاشنی کہ چمن ازل باتباں دہد
جای رسدہ عشق ، کہ بیدرد جاں دہد
غایت رشکم لگر ، کز بیخودی آیم مہوش
گر کسے آ گر شود ، کیں گفتگو ازیار کیست

[۵۰۴] ۳۶- امیر سید علی مصور

اس کا تخلص جدائی ہے ۔ بے مثل مصور تھا ۔ برسوں ہمایوں بادشاہ

۱- متن میں ''اسی'' چھپا ہے ۔ بدایونی وغیرہ نے الیسی لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ توضیحات ، ص ۵۲ ۔

۲- یہ حالات اور شعر تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۹ - ۲۰) میں ''محزونی'' تخلص کے تحت دیے ہیں ۔ پیر حسام الدین راشدی کا خیال ہے کہ سہو کتابت سے جذبی کی بجائے محزونی لکھا گیا ہے ۔ دیکھیے : توضیحات ، ص ۵۲ ۔

کی خدمت میں رہا - "ہمایون شاہی" خطاب سے سرفراز ہوا - یہ اس کے اشعار ہیں[1] :

صبح دم خار دم از ہمدمی گل می زد
ناخنی در دل صد پارہ بلبل می زد
لیل بسمل صیدم و افتادہ دور از کوی دوست
می روم افتان و خیزان تابہ بینم روئے دوست

۳۷- ملا قدری شیرازی

ہندوستان میں ایک مدت گزار دی ، پھر واپس چلا گیا - یہ اس کا شعر ہے[2] :

چندان امان نمی دہم بیخودی کہ جان
داند کہ چون بر آید و قربانِ او شود

۳۸- تشبیہی کاشی

مجرد اور آزاد انسان تھا - اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہے - یہ اس کے اشعار ہیں :

یکے برخود نبال[3] ، اے خاک گورستان بشادابی
کہ چون من کشتہ زان دست خنجر دالحد داری[4]
تو ہر رنگی کہ خواہی[5] جامی می پوش
کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم[6]

۱- ملاحظہ ہو ، توضیحات ، ص ۵۲ -
۲- دیکھیے توضیحات ، ص ۵۳ -
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۰) ببال -
۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۰) بغل -
۵- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۰) داری -
۶- یہ شعر عام طور سے اس طرح ملتا ہے :

بہ ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

[۵۰۵] ۳۹- میر شریف وقوعی نیشا پوری

جوان آدمی تھا ، فضائل سے آراستہ ، علم تاریخ خوب جانتا تھا ، انشا پردازی اور خوش نویسی میں ممتاز ، اکبر بادشاہ کے خدمت گزاروں میں تھا - اس فقیر (نظام الدین احمد) سے دوستی کا تعلق رکھتا تھا - ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء میں فوت ہو گیا[1] - یہ اس کے اشعار ہیں :

باین شوقم[2] بدل گستاخ می آئی ، نمی ترسی
کہ بر پہائے خیالت روی آہ آتشیں مالم
ہمیں ذوق ست مقصد درحقیقت عشق و عاشق را
نہ پنداری جاں رابر تو افشاندم ، زیاں کردم

۴۰- قراری گیلانی

حکیم ابوالفتح کا بھائی ہے - بادشاہ کے حکم سے بادشاہ کے پاس سے بنگالہ گیا - وہیں فوت ہوا - صاحب دیوان ہے - - یہ اس کی رباعی ہے[3] :

گر عشق مرا باز خریدار افتد
کارے نکنم[4] کہ پردہ از کار افتد
سجادہ پرہیز چناں افشانم
کز ہر تارش ہزار زنار افتد

۴۱- ملا حیرتی شیرازی

مدتوں ہندوستان میں رہا - پھر شیراز چلا گیا - یہ اس کے اشعار ہیں[5] :

۱- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۵۴ - ۵۵ -
۲- تذکرۃ الشعرا ، بدیں شوخی -
۳- نور الدین محمد ولد ملا عبدالرزاق ، حکیم ابو الفتح گیلانی کا حقیقی بھائی تھا - ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۵۵ -
۴- تذکرۃ الشعرا ، بکنم -
۵- توضیحات ، ص ۵۶ -

بقتل غیر ہم راضی نیم زیرا کہ می دانم
اجل زہر ہلاک از خنجر جلاد من بردہ
[۵۵۶] ز تار سبحہ زاہد گرہ بے صدق نکشاید
بہ ویک چند ، ایں را رشتہ زنار گبراں کن
خوش دیاریست سر کوی محبت ، کہ شود
ہمہ باسپہر بدل کینہ افلاک آنجا
ہلاک آں مژہ قاتلم ، کہ خونِ مرا
چناں بریخت کہ یک قطرہ برزمین نچکید

۴۲- ملا حیاتی گیلانی

درد مندوں کے دوستوں میں سے ہے اور اکبر بادشاہ کا خدمت گار ہے - یہ اس کے اشعار ہیں[1] :

بہر سخن کہ کنی خویش رانگہبان باش
ز گفتی کہ دل لشگفد پشیماں باش
چہ ہال مرغ کہ گر شغل روزگار اینست
رموز نیز قدمی وام کن گریزاں باش
ہر کس کہ بینی از رہے ایزد بگریہ آبرو
زاہد بخلوت می برد موسی بطور ابراہیم را

۴۳- میر خسروی

مرزا قاسم گنا بادی کا بھانجا ہے اور آج کل اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہے - شاہی عنایات سے سرفراز ہے - یہ اس کے اشعار ہیں :

غبار جسم من و غیر اگر بر آمیزند
ز ہم ببوئی محبت تواں جدا کردن

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۲) میں خسروی کے اشعار ''حیاتی'' کے ذیل میں نقل ہوئے ہیں اور خسروی کا ذکر نہیں ہے ، حالانکہ دوسرے شعر میں ''خسروی'' تخلص موجود ہے - نیز دیکھیے : توضیحات ، ص ۵۶ -

[۵۰۷] ز سوز عشق باشد خسروی را دل چنان روشن
که شمع مرقد او می توان کرد استخوانش را
نالایند شیران حرم سر پنجہ از خوانم
سگان دیر را اے ہم نشیں زیں طعمہ مہماں کن

۴۴- ملا فہمی طہرانی

اعظم خان کے ساتھ رہتا تھا - یہ اس کے اشعار ہیں[1] :

قدر من زاں کم شد کہ من در عشق صابر نیستم
قدر کو ، کم شو ، کہ من برصبر قادر نیستم

۴۵- ملا سہمی بخاری

یہ بھی خان اعظم کے ساتھ رہتا تھا - یہ اس کا شعر ہے[2] :

ہلال عید نسبت درشتی باطاق ابرویش
اگر بودی ہلال دیگری پیوستہ پہلویش

۴۶- ملا نیازی سمرقندی

ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں رہا تھا - پھر اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آ گیا - اس کی عمر سندھ میں گزری - شعر کا فن خوب [۵۰۸] جانتا تھا - ہر فن میں اس کی تصانیف ہیں - یہ اس کے اشعار ہیں[3] :

ہر فلک نیست شفق ، بادہ[4] گلفام منست
اندرو درد کشم[5] طاس فلک جام منست

۱- دیکھیے : توضیحات ، ص ۵۶ - ۵۷ -
۲- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۵۷ -
۳- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۵۷ - ۵۹ -
۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۰۳) لالہ -
۵- ایضاً رند دردی کشم -

چو نتوانم کہ گردآں[1] نگار تندخو گردم
خیالش[2] در نظر آوردہ ہر دم گرداو گردم
در تحرک نیست از باد صبا پیراہنش
بلکہ جانی یافتہ پیراہن از لطف تنش

۴۷- میر حزنی

اپنے زمانہ کا فاضل تھا - عراق سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں آ رہا تھا کہ راستہ میں انتقال ہو گیا[3] :

مرا ہر سادہ نوجھانی حزنی خندہ می آید
کہ عاشق گشتہ ، چشم مرحمت از یارہم دارد
زنا دانی ہر او کردہ ہمدم کارمن ضائع
عجب تر آنکہ برمن منت بسیارہم دارد

۴۸- مطہری کشمیری

اس درگاہ (اکبری) کے خدمت گاروں میں سے ہے - یہ اس کے اشعار ہیں :

اقبال حسن کا اترا بیش[4] بردہ است
ورنہ صلاح کا اندانستہ کہ چیست
فدائے آئینہ گردم کہ داستان مرا
درون خانہ بگلگشت بوستان دارد

۱- ایضاً - قامت آں -

۲- رخش را -

۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۳) جذبی کے تحت لکھا ہے -

۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۴) بیش -

[۵۰۹] ۴۹- شیخ چشتی دہلوی

حسن نام[1] ، شیخ سلیم کا مرید ہے ۔ صوفیوں کے لباس میں نہایت ذوق و شوق سے زندگی بسر کرتا ہے ۔

۵۰- درویش بہرام سقا

صوفی مشرب تھا ۔ سقائی کرکے لوگوں کو پانی پلاتا تھا ۔ اکبر بادشاہ کے حضور سے سراندیپ گیا اور وہیں انتقال ہوا ۔ صاحب دیوان تھا یہ اس کے اشعار ہیں[2] :

اساس پارسائی را شکستم ، تاچہ پیش آید
سر بازار رسوائی نشستم ، تاچہ پیش آید
بہ ترسا زادہ دل دادم و سر رشتہ دیں ہم
دریں پیرانہ سر زنار بستم ، تاچہ پیش آید

۵۱- ملا حیدری

تین مرتبہ عراق سے ہندوستان آیا ۔ اس درگاہ (اکبری) میں شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں[3] :

چو پاکاں ، حیدری تا می توانی
کمال کسب کن در عالم خاک
کہ ناقص رفتن از عالم چناں ست
کہ بیروں رفتن از حمام ناپاک

۱- منتخب التواریخ ، (ص ۴۸۷) اور تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۴) میں حسین نام دیا ہے ۔ صاحب دیوان شاعر تھا ۔ نظم میں ایک کتاب "دل و جان" ہے ۔ بدایونی نے درج ذیل شعر لکھا ہے :

چنیں کہ باہر ضاؤس قیس را میلی ست
مگر کہ از اثر پائے ناقہ لیلی ست

۲- دیکھیے : توضیحات ، ص ۶۱ ۔

۳- وفات (۱۰۰۰ھ - ۱۰۰۲ھ) دیکھیے : توضیحات ، ص ۶۱ ۔

۵۲- محمد صالح دیوانہ (فارغی)

اس کا لقب عاقل تھا ۔ اس کے باپ ملائے کتابدار کے نام سے مشہور تھے اور وہ ہمایوں بادشاہ کے کتابدار تھے ۔ محمد صالح نے کم سنی سے [۵۱۰] اکبر بادشاہ کی ملازمت میں نشوونما پائی ۔ وہ آج کل کامل میں وظیفہ و تنخواہ پاتا ہے اور خوش ہے ۔ فارغی تخلص کرتا ہے ۔ یہ اس کے اشعار ہیں:

سودائے[۱] سر زلفش بپا افگند زنجیرم
دریں سودا بغیر[۲] ازجان سپردن نیست تدبیرم
مرا سودری ان پری دیوانہ می دارد
ز سودای چنیں ، اے عاقلاں ، دربند زنجیرم

۵۳- نشان[۳] ، علی احمد مہر کن

ہر قسم کے خط کی مہر خوب بناتا تھا ۔ شعر اچھا کہتا تھا ۔ تمام فضائل سے آراستہ تھا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

مرا ہر شب چو دزداں خوب گیرم چشم تر گردد
دلم را باغمت بیدار بیند باز می گردد
ز سنگ حادثہ دل بشکنند سینہ ما
کہ ساختند ز الماس آبگینہ ما

۵۴- ہاشم محترم

قصہ خواں ، تخلص محترم ، ایک مدت تک مرزا خاں خانخاناں

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۶) چوسودالی ۔

۲- ایضاً ، یقین جز ۔

۳- بدایونی نے منتخب التواریخ ، (ص ۵۳۱) میں تخلص نشانی لکھا ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ بدایونی ، ص ۵۳۱ - ۵۳۲ یہ دونوں اشعار بھی بدایونی نے نقل کیے ہیں ، مگر تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۶) میں پہلا شعر مرا ہر شب ۔ ۔ ۔ خاتمی کے ذیل میں نقل کیا ہے ۔ دیکھیے : توضیحات ، ص ۶۲ ۔

(عبدالرحیم) کے ساتھ رہا[1] - یہ اس کا شعر ہے :

میلی دیدہ و دل دوش ماجرا می رفت
کہ دیدہ سوئے تو می دید و دل از جامی رفت

[۵۱۱] ۵۵- ملا بقائی

جوان العمر ہے - بہت دنوں تک فقیر (نظام الدین احمد) کے ہمراہ رہا ہے - یہ اس کے اشعار ہیں[2] :

تاعشق ز مژگان بتان نیشتر آورد
خون از رگ و ریشہ من جوش بر آورد
فریاد کہ تا چشم زدم ترک خیالش
دردیدہ فرو رفت سر از دل بدر آورد
بجائے اشک از چشم دل افگار می بارد
ہمہ خون جگر زین ابر آتش بار می بارد
مرغ دل صید چشم او شکار انداز بود
ہر سرمو برسرم چون مرغ در پرواز بود

۵۶- ملا امنی[3]

یہ بھی نوجوان ہے - برسوں سے فقیر مؤلف تاریخ (نظام الدین احمد) کے ساتھ رہتا ہے - یہ اس کے شعر ہیں :

منم کہ غیر غم اندوختن نمی دانم
تمام آتشم و سوختن نمی دانم
بنور[4] خاطر اگر روشناس خورشیدم
چراغ بخت خود افروختن نمی دانم

۱- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۶۳ -
۲- ملاحظہ ہو :
(۱) منتخب التواریخ ، ص ۱۷۴ -
(۲) توضیحات ، ص ۶۳ - ۶۴ -
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۸) میں "امنی" ہے -
۴- ایضاً ، "ز سوز خاطر" -

۵۷- شریف سرمدی

اصفہانی ہے اور اس درگاہ (اکبری) کے خدمت گاروں میں سے ہے[1]۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

[۵۱۲] تا تیغ ناز آن بت مخمور شد بلند
صد گردن لظارگی از دور شد بلند
می در سر و گل در بغل آئی چودر کا شانہ ام
بہر تماشا شابشگفد خاشاک محنت خانہ ام
تا برسر کونین نہادیم قدم را
دستی نبود بر دل ما شادی و غم را

۵۸- شریف فارسی

خواجہ عبدالصمد شیریں قلم کا بیٹا ہے[2] ، لوجوان ، اکبر بادشاہ کی لظر کیمیا اثر کا تربیت یافتہ ، مصوری اور خوش نویسی میں بھی ممتاز ہے ۔ یہ اس کے اشعار ہیں ۔

ز یمن عشق بکونیں صلح کل کردیم[3]
تو خصم گرد و ز ما دوستی تماشا کن
فضای سینہ ام از دوستی چناں پرشد
کہ باکمال طلب ذرہ لیفزایہ
عشق و رسوائی ہم اسباب تعلق بودہ است
وای برمن کش ہمی پنداشتم معراج خویش
توفیق در طریقت ما پای مرد نیست
ما دوست را بحالت دیگر شناختیم

۱- وفات ۱۰۱۵ھ دیکھیے : توضیحات ، ص ۶۴ ۔

۲- المتوفی ذی قعدہ ۱۰۱۶ھ/۸ - ۱۶۰۷ء ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۶۴ - ۶۵ ۔

۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۹) دارم ۔

یہ دو شعر بھی اس کے ہیں :

غمی دارم کہ شادیہا فدایش
ز چشم بدنکہ دارد خدایش
چو دل بر آتشم پروانگی کرد
تو کل ہم باوبیگانگی کرد

[۵۱۳] ۵۹- تقی الدین محمد شستری

اکبر بادشاہ کی ملازمت میں ہے ۔ عقلی و نقلی علوم میں اعلیٰ قابلیت رکھتا ہے ۔ شعر خوب کہتا ہے ۔ یہ اس کے اشعار ہیں[1] :

گردست لدہد کہ بروبت نظر کنم
باری دیاں بیاد[2] لبت پر شکر کنم
با آنکہ ہمچو سبزہ[3] بخاکم نشاندہ
دست دلی کجاست کہ خاکی بسر کنم
من بندہ این رسم کہ در چار سوی عشق
باہر کہ نہ غارت زدہ سودا لنماید

۶۰ میر غازی اسیری

برسوں اکبر بادشاہ کی خدمت میں سپاہیوں میں رہا ہے :

بیت

دل خستہ ام زناوک طفلی کہ روزگار
در دست او لدادہ ببازی کہاں ہنوز[4]

۱- توضیحات ، ص ۶۵ ۔
۲- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۹) نہادہ ۔
۳- ایضاً ، از ستیزہ ۔
۴- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۲۹) میں یہ شعر مولانا نور الدین ترخان کے ذیل میں دیا ہے ۔ نیز دیکھیے : توضیحات ، ص ۶۵ ۔

شوم گر مرغ بنشینم بدیواری سردی او
نسیم ناامیدی ہر دم از دیوارم اندازد[1]

۶۱- ملا حالتی[2]

ایک مدت تک فقیر (نظام الدین احمد) کے ہمراہ گجرات میں رہا۔ یہ اس کے اشعار ہیں:

پیغام دوست داغ جگر تازہ می کند
دردِ وداع و رنج سفر تازہ می کند

---

[۵۱۴] عاشق رخ خویش بر درت سو دو برفت
وان مہرکہ درشت باتو بنمود و برفت
یک شب بہزار حیلہ در بزم وصال
پروانہ شمع دیدہ بکشود و برفت

۶۲- ملا واقفی

عرصہ ہوا کہ معصوم ولد خواجہ معین خان کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ اس کا شعر ہے[3]:

بیت

لو میدیم رسیدہ بجائے کہ بعد ازیں
امید را بقطع نظر یاد می کنم

۶۳- محمد رضا (شادی)[4]

جوان، طالب علم تھا۔ نجوم بھی جانتا تھا۔ خانخاناں کی خدمت

۱- تذکرۃ الشعرا، (ص ۲۳ - ۲۴) میں یہ شعر فضلی کے ذیل میں دیا ہے۔
۲- بدایونی منتخب التواریخ، (ص ۹۸۴) میں حیائی اور تذکرۃ الشعرا، (ص ۳۰) میں حالتی دیا ہے۔
۳- تذکرۃ الشعرا، (ص ۳۰) میں یہ حالات اور شعر "داعی" کے عنوان سے لکھے ہیں، نیز دیکھیے: توضیحات، ص ۶۷۔
۴- تذکرۃ الشعرا، (ص ۳۰) میں شادی تخلص دیا ہے۔

میں رہا کرتا تھا :

بیت

مستی من از می گلفام نیست
بیخودم زان بادہ کہ او را نام نیست
خلوتی خاص است جان را بالبش
گومیا شادی ! کہ بار عام نیست

٦٤- مولانا نظیری

نیشا پوری ہے ، شگفتہ طبعی سے خالی نہیں ، اشعار بہت بامزہ ہوتے ہیں ۔ پہلے خانخاناں کی خدمت میں تھا ، اب مکہ معظمہ چلا گیا[1] ۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

[٥١٥] تو گر برہم زنی سودا دلم ، باری زیاںداری[2]
مرا سرمایۂ دنیا و دیں نابود می گردد
گر زیر گل نبی بقفسم ہانمی نہی
جای بنہ کہ نالہ بگوش چمن رسد
بجاناں می رساند شکوہ از محنت غربت
اگر ہر شاخ طوبی بلبلی آواز بر دارد

٦٥- بقائی[3]

ولد یادگار حالتی ، (اس پر) باپ کے مار ڈالنے کا الزام تھا ، اس لیے قتل کرا دیا گیا ۔ یہ اس کا شعر ہے :

تا غمزۂ خوں ریز تو غارت گر جاں ست
چشم اجل از دور بحسرت نگراں ست

١- نظیری ٢٣ - ١٠٢١/١٤ھ - ١٦١٢ء میں فوت ہوا اور احمد آباد گجرات میں دفن ہوا ۔ دیکھیے : توضیحات ، ص ٦٧ -

٢- تذکرۃ الشعرا ، (ص ٢١) سودای دل باد ازیاں بینی -

٣- محمد حسین اکبر آبادی نام ۔ دیکھیے توضیحات ، ص ٦٨ -

۶۶- معصوم

ولد قاضی ابو المعانی - یہ اس کا شعر ہے :

مردہ حسرت برد آن دم کہ بری[1] دست بہ تیغ
کین عطا روزی آن ست کہ جانی دارد[2]

۶۷- میر رکن الدین

ولد قاضی ابو المعانی زیارت گاہی - یہ اس کا شعر ہے :

یک حرف آشنا بغلط ہم کسی نگفت
چندان کہ خواب خوش بہر افسانہ سوختم[3]

[۵۱۶] ۶۸- وفائی اصفہانی

زین خاں کوکہ کے ساتھ رہتا تھا - یہ اس کے اشعار ہیں[4] :

در دل نیم شبان کرب کہ چون روز شود
ہمہ در ہا بکشایند و در دل بندند
قحط و قامت ابن ، کہ لکویان روز گار
خوان نا نہادہ ، خون دل میہان می خوانند

۶۹- میرزا بیگ سہری[5]

خواجہ امین الدین محمود خواجہ جہاں کا بھتیجا ہے - خوش مزاج اور سلیقہ مند تھا - یہ اس کے چند اشعار ہیں :

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۳۱) زدی -

۲ ، ۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۳۱) میں یہ دونوں شعر ، معصوم کے بتائے گئے ہیں ، طبقات اکبری میں ایک شعر معصوم کے ذیل میں اور دوسرا رکن الدین کے ذیل میں درج ہے -

۴- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۶۸ -

۵- طبقات اکبری، طبع کلکتہ اور نولکشور لکھنؤ دونوں میں سہری ہے- بدایونی نے سپہری لکھا ہے - تذکرۃ الشعرا ، (ص ۳۲) میں شہرتی ہے - دیکھیے : توضیحات ص ۶۹ -

از تبسم دفع زہر چشم خشم آلود کن
گز نمک سازلد شیریں ، چوں بود بادام تلخ
لعل حیات بخش تو در سایۂ خطت
چوں آب خضر در ظلمات سکندر است
چشم سیاہ فتنہ عابد فریب تو
سحر آفریں جادوی عشاق پرورست

۷۰- فنائی

ملا خورد زرگر ، تمام عمر اسی درگاہ (اکبری) میں رہا ، ابتدا میں مرزا عسکری کا ملازم تھا - یہ اس کا شعر ہے[1] :

نگویم بہر تشریف قدومت خانۂ دارم
غریبم خاکسارم گوشہ ویرانہ دارم

[۵۱۷] ۷۱- عزیزی ، میر عزیز اللہ

قزوین کے سادات سے ہے - مدتوں دیوان صدر رہا - چونکہ دیوانی کی لیاقت نہیں رکھتا تھا ، لہذا کام اچھی طرح انجام نہ دے سکا اور برسوں قید رہا - کتاب گل و مل ، وجہ القناعت ، رسالہ منظوم رمل ، صحیفۃ العشاق ، اور شہر آشوب اس کی منظومات سے ہیں - قصائد اور غزل کا دیوان بھی ہے - یہ اس کے اشعار ہیں[2] :

نیست ہر بسوی[3] مژگان دیدۂ نم ناک را
برکنار افگند[4] موج اشک من خاشاک را
تن سیمیں نشد او را زخاک[5] پیرہن پیدا
سمن در باغ خوبی شد ز برگ یاسمن پیدا

۱- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۶۹ - ۷۰ -
۲- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۷۰ -
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۳۳) بر ہر سو -
۴- ایضاً ، افگندہ -
۵- ایضاً ، چاک -

چنیں کافتاده[1] در راه غم و محنت چو خاشاکم
نسیم لطف و احسانت مگر بر دارد از خاکم

۷۲- ابن علی واثقی[2]

یہ اس کا شعر ہے :

جز عشق تو کاری نبود پیشۂ ما
پروردۂ در دست و رگ و ریشۂ ما

۷۳- میر امانی

اکبر بادشاہ کے حضور میں برسوں ملازم رہا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں[3] :

تو شاہ بازی و مرغ دلم کبوتر تست
عجب عجب کہ شود ہمدم کبوتر و باز[4]
زبان حال امانی بر کبوتر تست
بپرس حال دلش را ازاں کبوتر باز

[۵۱۸] ۷۴- ملا غربتی بخاری

تمام اقسام نظم میں اشعار کہے ، دیوان مرتب کیا ۔ ہندوستان میں آ کر اکبر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی ۔ بادشاہ کے انعام سے سرفراز ہوا ۔ پھر بخارا چلا گیا ۔ یہ اس کے اشعار ہیں[5] :

قضا جدا ز تو خونم چرا نمی ریزد
مگر ز دست قضا ایں قدر نمی آید[6]

۱- ایضاً ، افتاده ۔
۲- تذکرة الشعرا ، (ص ۳۳) میں واقفی اور بدایونی میں واقعی ہے ۔ دیکھیے : توضیحات ، ص ۷۰ ۔
۳- دیکھیے : توضیحات ، ص ۷۰ ۔
۴- تذکرة الشعرا ، (ص ۳۴) کبوتر ، باز ۔
۵- ملاحظہ ہو : توضیحات ، ص ۷۱ ۔
۶- تذکرة الشعرا ، (ص ۳۴) خیزد ۔

براہ عشق تو در ہیچ منزلی ارسیدم
کہ درد عشق ترا پیشتر رسیدہ ندیدم[1]

۷۵- ملا طالب اصفہانی

قریب بیس سال ہوئے کہ کشمیر میں سکونت رکھتا تھا اور اب بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہے[2] :

بیت

خوش آں بزمی کہ سر نہ نہادہ بر زانوئے نومیدی
تو گوی باد در بکشود و یار از در دروں آمد

بیت

زہرم بفراق خود چشانی کہ چہ شد
خوں ریزی و آستیں فشانی کہ چہ شد
اے غافل ازاں کہ تیغ ہجر تو چہ کرد
خاکم بفشار تابدانی کہ چہ شد

۷۶- ملا پیروز

زیادہ وقت اورنگ خاں کے ساتھ رہا تھا ۔

شعر

[۵۱۹] بے درد را شراب محبت کجا دہند
کیفیت عشق بتاں تا کرا دہند[3]

۱- یہ شعر تذکرۃ الشعرا ، (ص ۳۸) میں اس طرح ہے :
در ہیچ منزلی نرسیدم کہ درد عشق
پیش از من غریب ، بہ منزل رسیدہ بود
۲- شرح حال کے لیے دیکھیے ۔ تذکرہ شعرائے کشمیر (بخش دوم) ، ص ۶۶۶ - ۶۷۵ ۔
۳- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۶) میں یہ شعر بابا طالب اصفہانی کے ذیل میں درج ہے ۔

۷۷- قراری

ملا قاسم کاہی شاگرد تھا ۔

بیت

باغبان از باغ بیرون آئی سرومن بہ بیں[1]
سرو چوبی چند بینی سروسیم تن بہ بیں

بیت

اے دل فن عشق را کاہی آموز
غواصی این بحر زماہی آموز
خواہی کہ ز قید دہر آزاد شوی
وارستگی از قاسم کاہی آموز

۷۸- الفتی

زین خاں کوکہ کے ساتھ رہتا تھا ۔

بیت

صد نامہ درد کاک شوقم پرداخت
در راہ نسیم نو بہاری انداخت
از بخت بدم یکے بجانان نرسید
گویا کہ نسیم نیز با بختم ساخت

[۵۲۰] ۷۹- والہی

خراسان کے مضافات میں موضع دالہ کا رہنے والا تھا ۔ شعر خوب کہتا تھا ۔ خراسان کی دیہاتی زبان میں اس نے بہت سے مزاحیہ اشعار کہے طبیعت میں تقلید کا مادہ تھا ۔ عجیب حرکتیں کرتا تھا ۔ ایک دن اکبر

۱- تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱۶) میں یہ شعر "اوجی" کے ذیل میں درج کیا ہے اور اس کے تحت "والہی" کے حالات بھی درج کر دیے ہیں دیکھیے : توضیحات ، ص ۴۹ ۔

بادشاہ چوگان کھیل رہا تھا کہ ایک بلا (چوگان) ملا الفتی شاعر کی ناک کی ہڈی پر پڑا کہ جس سے وہ ٹوٹ گئی ۔ والہی نے اس بارے میں کہا ہے[1] ۔

بیت

الفتی بس کہ شعر ید می گفت
نیک رو باطن بوندانش
چرخی چوگاں از قضا بشکست
پشت بینی بجائے دندانش

۸۰- امنی[2]

برسوں اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہا ۔ بخارا کا رہنے والا ہے ۔ انشا پرداز ہے ۔ مثنوی شہر آشوب کہی ہے ۔ صاحب دیوان ہے ۔ کچھ عرصہ تک واقعہ نویس رہا ۔

۸۱- میر حاج لنگ

عرصہ تک خان زماں کے پاس رہا ۔ آخر میں خوش نصیبی سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں آ گیا اور ندیموں میں داخل ہوا :

مرغ دل تاصید آں چشم شکار انداز بود
برسرمو ، برسرم چوں مرغ ، در پرواز بود

۸۲- صبری ، حاجی قاسم کوہ

برسوں تک مرزا حکیم کے پاس رہا ۔ آخر میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں آیا :

۱- والہی کے حالات تذکرۃ الشعرا ، (ص ۱٦) میں اوجہی کے ذیل میں لکھے ہیں ۔

۲- امنی اور اس کے بعد جن شعراء کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ، یہ طبقات اکبری کے نولکشور اڈیشن میں ہیں ، کلکتہ اڈیشن میں نہیں ہیں ۔ ہم نے نولکشور اڈیشن سے لے کر اس میں شامل کر دیے ہیں ۔

(محمد ایوب قادری)

پہلوئ دل ، ز دردِ تو ، ہر استخوان من
شد ہمہ تیر آہ کشیدن ، کمان من
زد شعلہ برسرم شب غم آتش درون
سو زندہ مشعلی است ، تن ناتوان من
شرح دل شکستہ صبری ، چساں کنم
گر دم زنم بہ پیش تو ، سوز و زبان من

۸۳- ملا حاتمی

مہر اچھی بناتا تھا اور شاعر تھا ۔

۸۴- کاسی

نوجوان شاعر ہے ۔ یہ اس کا شعر ہے :

ہمہ تن خوں کنم ز دیدہ چکم
گر بدانم کہ گریہ را اثر ست

۸۵- ملا عشرتی

خانخاناں کی ملازمت میں ہے ۔

۸۶- ملا نور الدین ترخان

ہمایوں بادشاہ کے شعراء میں تھا ، پھر اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں (آ کر) شعراء میں داخل ہو گیا ۔ علم نجوم اور ریاضی جانتا تھا :

دل خستہ ام ، ز ناوک طفلی کہ ، روزگار
در دست او ندادہ بہ بازی ، کمان ہنوز

• • •

اشاریہ

مرتبہ اشفاق انور

اشخاص

پ

ٹ

ث

ج

خ

د

ڈ

ذ

ر

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ن

و

• • •

مقامات

آ

الف

پ

ت

چ

ح

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

ن

مرتبہ : اشفاق انور

• • •